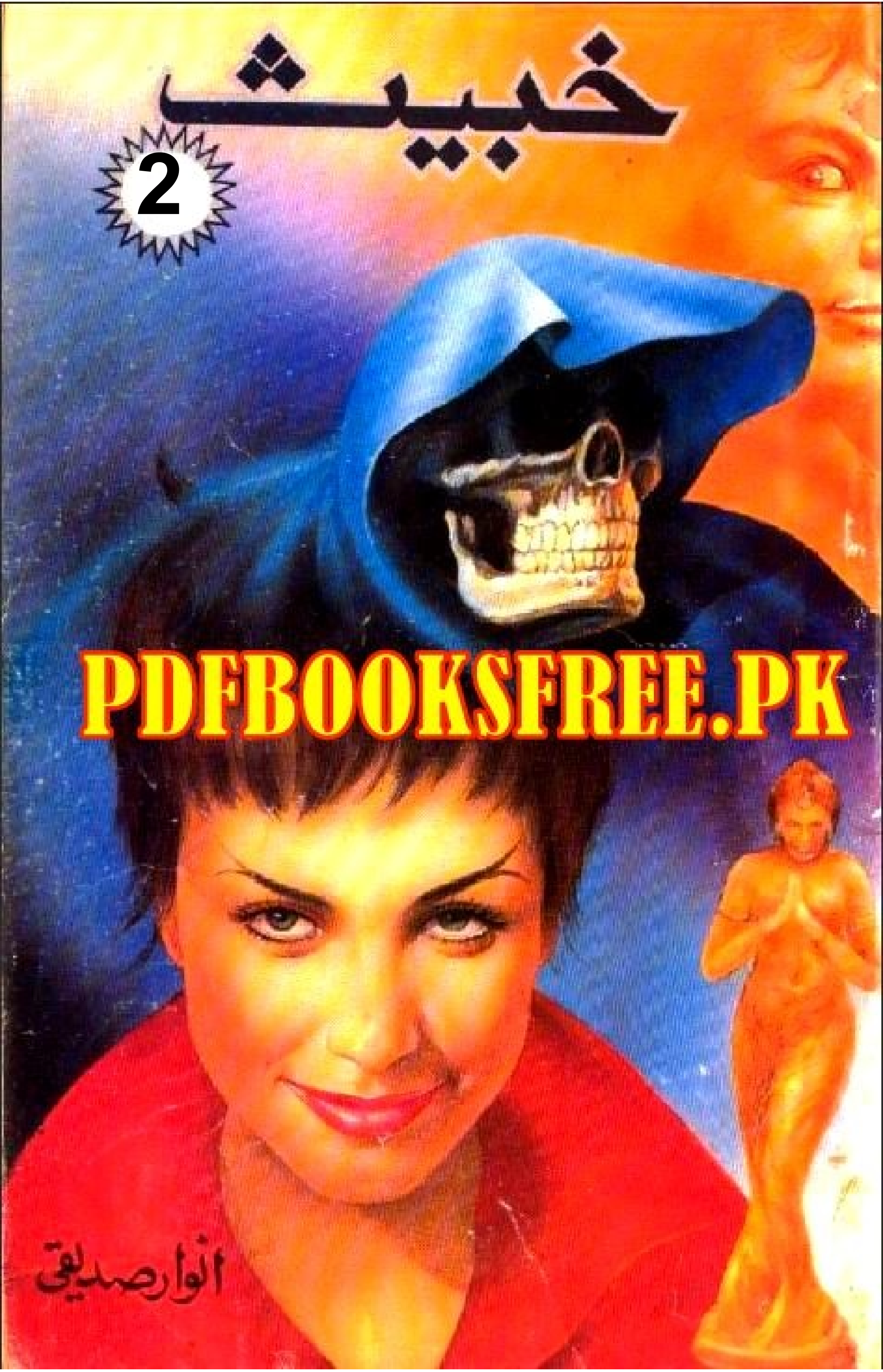

خبیث
2
PDFBOOKSFREE.PK
انوار صدیقی

ایک پراسرار موتی کے حصول کی خاطر ہونے والے خوفناک معرکے کا احوال

خبیث

2

انوار صدیقی

مکتبہ القریش سرکلر روڈ
اردو بازار لاہور۲

ناشر	:	محمد علی قریشی
باہتمام	:	عبدالحفیظ قریشی
مطبع	:	نیئر اسد پرنٹرز لاہور
بار اول	:	1997ء
سرورق	:	ذاکر
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	-/40 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

وہ پوزیشن ہی کچھ ایسی تھی کہ ایک لمحے کے لیے ندیم بھی حیرت زدہ ہو گیا۔ پسٹل بدستور اس کے ہاتھوں میں تھا۔ قبل اس کے کہ وہ جلد بازی میں کوئی فیصلہ کر بیٹھتا میں نے اسے ہوشیار کرتے ہوئے سے کہا۔

"خبردار! گولی نہ چلانا۔"

"یہ سب کیا ہے!" ندیم نے تعجب سے پوچھا۔ "یہ دونوں کون ہیں؟"

"سانپ کے روپ میں نظر آنے والی کاکا ہے اور دوسرا شنکر ہے۔"

"لیکن یہ دونوں اچانک کہاں سے نمودار ہو گئے؟"

"تم بھول رہے ہو کہ شنکر سفلی کا ماہر ہے۔" میں نے وضاحت کی۔ "سفلی (جادو) عمل میں جنتر منتر کے ذریعے خبیث ارواح سے کام لیا جاتا ہے اور کاکا ناقابل یقین قوتوں پر پوری طرح قادر ہے۔ جس روپ میں چاہے نظر آ سکتی ہے۔ قاسم علی کو سیٹھ پرشوتم والے کیس سے بری کرانے میں بھی کاکا کی پراسرار قوت ہمارے کام آئی تھی۔ اس نے دھن راج کو اقبال جرم کرنے پر مجبور کیا تھا۔"

"لیکن قاسم علی کو موت کے منہ سے نہیں بچا سکتی تھی۔" ندیم نے نفرت کا اظہار کیا۔

"ہو سکتا ہے قاسم علی کی موت میں شنکر کا ہاتھ ہو اور

اس وقت ہمیں ٹھکانے لگانے کا ارادہ کر کے سامنے نہ آیا ہو لیکن میرا خیال ہے کہ اب کالکا کے درمیان میں آجانے سے شاید وہ اپنی کمینگی کا مظاہرہ نہ کرسکے۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری نظریں بھی سامنے سڑک پر دو شیطانی مخلوق پر مرکوز تھیں۔ کالکا کے اچانک درمیان میں آجانے سے شنکر اس طرح چونکا تھا جیسے اسے اپنی نگاہوں پر یقین نہ آرہا ہو۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر اس سیاہ رنگ کے سانپ کو دیکھ رہا تھا جو زمین سے تقریباً دو فٹ کی بلندی پر پھن کاڑھے فضا میں لہرا رہا تھا۔

"تم کون ہو؟" شنکر نے سیاہ سانپ کو مخاطب کیا۔

جواب میں کالکا نے اپنا پھن زور سے سنگلاخ سڑک پر مارا تو آگ کا ایک شعلہ بھڑک کر بلندی پر پرواز کر گیا فضا میں دھوئیں کی ایک لکیر لہرا رہی تھی۔

شنکر حیرت سے اچھل کر ایک قدم پیچھے ہو گیا۔ اس کی آنکھیں ایک لمحے کو پھٹی کی پھٹی رہ گئیں لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی پیشانی پر نمودار ہونے والی سلوٹیں دور ہو گئیں۔ اب وہ کسی ندیدے کتے کی طرح اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مسرتیں رقص کرنے لگی تھیں پھر وہ بڑے خوابناک لہجے میں بولا۔

"کالکا رانی میرے ... بھاگ (نصیب) کہ تو نے آج مجھے درشن دیے۔ تجھے ... نظر جیتے جاگتے روپ میں دیکھنے کے کارن تو تیرے اس سیوک نے اپنا پورا جیون تیاگ دیا تھا۔"

جواب میں کالے سانپ کی زبان کی لپلپاہٹ میں کچھ اور تیزی آگئی۔

"میں دیوی نہیں۔" شنکر نے تیزی سے کہا۔ "میں تیرے چرنوں کی دھول ہوں، میری شکتی اپرم پار ہے لیکن میں تیرے مقابلے کی ہمت کرنے کا وچار بھی من میں نہیں لاسکتا۔ تجھے حاصل کرنا تو میرے جیون کی سب سے بڑی اچھا (خواہش) ہے۔"

"مورکھ۔" اس بار کالکا کی غضب ناک آواز فضا میں گونجی۔ "کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرے گرو دیو پر کیا بپتا پڑی ہے، وہ بھی میری شکتی پراپت کرنے اور مجھے قابو کرنے کے لیے دھونی رمائے بیٹھا تھا، برسوں سے من ہی من میں سپنے دیکھ رہا تھا پر تو اس کا انجام کیا ہوا۔"

"کیا؟" شنکر نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تو نے گرو دیو کے جاپ میں گھنالا کیا تھا؟"

"نہیں۔" کالکا نے صاف گوئی کا اظہار کیا۔ "پنڈت جسی دھرنے کالی کے شبھ نام پر جو منڈل کھینچا تھا میں اسے نہیں توڑ سکتی تھی لیکن پھر بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"پھر وہ کس کی شکتی تھی جس نے رنگ میں بھنگ ڈال کر شنکر سے پنجہ لڑانے کی ہمت کی ہے۔" اس بار شنکر کے لہجے سے غرور و تکبر جھلک رہا تھا۔

"شہباز۔" ندیم نے بڑی آہستگی سے مجھے مخاطب کیا۔ "تمہارا کیا مشورہ ہے۔ کیا میں ان دونوں بلاؤں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی خاطر فائرنگ شروع کردوں۔"

"نہیں۔" میں نے بدستور ندیم کی کلائی پر اپنی گرفت جماتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "ایسی حماقت بھول کر بھی نہ کرنا۔"

اسی وقت جب ندیم اور میرے مکالموں کا تبادلہ ہوا تھا کالے سانپ نے اس طرح اپنا منہ پھیر کر ہماری جانب دیکھا تھا جیسے اس نے ہماری گفتگو سن لی ہو پھر وہ پلٹ کر شنکر سے بولی۔

"بے بادہ نہ کر مورکھ۔ یہ بتا کہ اس گھڑی تیرے من میں کیا ہے؟" کالکا کے لہجے میں سفاکی تھی۔

"میں ان کیڑے مکوڑوں کو نشٹ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں جو زنجن لال سے ٹکرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" شنکر کا لہجہ سپاٹ ہو گیا۔ "تو درمیان سے ہٹ جا کالکا رانی۔ میں تجھ سے بنتی کرتا ہوں۔"

"اس دھیان کو من سے نکال دے۔" کالکا نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "سفید بادلوں سے ٹکرانے کی کوشش کرنے کا تو جل بھن کر راکھ ہو جائے گا۔"

"یہ تو کہہ رہی ہے کالکا رانی، تو؟" شنکر نے شکوہ کیا۔ "کیا تو بھی میرے دشمنوں کے ساتھ مل گئی ہے۔"

"اپنی گندی زبان بند کرلے شنکر۔ تو نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ مکتی چاہتا ہے تو واپس چلا جا۔"

"دیوی۔" شنکر نے احتجاج کیا۔ "میں تیرے آگے ہاتھ باندھ کر پرارتھنا کرتا ہوں کہ میرا راستہ کھوٹا نہ کر۔"

"اوپر دیکھ مورکھ۔" کالکا نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "آکاش پر کالے بادل منڈلا رہے ہیں۔ کیا تیری شکتی ان بادلوں کی دوسری اور (سمت) دیکھ سکتی ہے؟"

شنکر نے نظریں اٹھا کر اوپر آسمان کی جانب ایک نگاہ ڈالی پھر کالکا سے بولا۔

"مجھے تو کالے بادل بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کالکا رانی کہ تو اپنے سیوک کی آنکھوں میں دھول۔"

"ہاں۔" کالکا کا لہجہ غضبناک ہو گیا۔ "تو اور میری شکتی پر شبہ کر رہا ہے۔ مورکھ میں کہتی ہوں اب بھی سمے باقی ہے، چپ چاپ واپس پلٹ جا اور آنے والے کل کا انتظار کر۔"

"کالکا رانی۔" شنکر بل کھا کر بولا۔ "کیا تو اپنا دھرم بھول کر دشمنوں کی سہائتا کرے گی؟"

"شنکر۔" کالکا بڑی شدت سے گرج اٹھی۔

"شنکر تیرے چرنوں میں اپنا جیون بلیدان کر سکتا ہے۔ تو اپنی مہان شکتی سے اپنے اس سیوک کو جو کشٹ بھی دے اسے بھوگنے (بھگتنے) کو تیار ہوں لیکن ان مسلوں (مسلمانوں) کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیک سکتا۔"

"کیا یہ تیرا آخری فیصلہ ہے!"

"مجھے شما (معاف) کرنا دیوی، پر تو شنکر اب قدم پیچھے نہیں ہٹائے گا۔"

"تو اور کالکا سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا۔ سنبھل پاپی۔" کالکا نے سرسراتے لہجے میں کہا پھر وہ سانپ ہی کے روپ میں ہوا میں اڑتی ہوئی لپکی اور شنکر کے مکروہ جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ شنکر کے قدم اکھڑنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ کراہتا ہوا سڑک پر گرا۔ کالکا اس کے جسم کے اطراف اپنا حلقہ تنگ کرتی جا رہی تھی۔ دو پلید قوتیں آپس میں گتھم گتھا تھیں اور سڑک پر ادھر ادھر لوٹ رہی تھیں کہ اچانک آسمان پر بجلی کا کڑکا سنائی دیا پھر سیاہ بادلوں کے ایک بھنور نے تیزی سے نیچے اتر کر دونوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

"شہباز۔" ندیم نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا ہماری نظریں دھوکا تو نہیں کھا رہی ہیں؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری نظریں سیاہ بادلوں کے بھنور پر تھیں جو ایک لمحے تک تیزی سے چکراتا رہا پھر برق رفتاری سے آسمان کی سمت بلند ہوتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے غور سے دیکھا، سڑک پر اب کالکا اور شنکر میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

"مجھے پورا یقین ہے کہ ہم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سوائے فریب نظر کے اور کچھ نہیں ہے۔" ندیم نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "ایک مسلمان ہونے کے ناتے میں ان طلسماتی کھیل تماشوں پر یقین نہیں رکھتا۔"

میں نے اس بار بھی ندیم کی بات پر کسی اظہار خیال کے بجائے گاڑی اسٹارٹ کر کے گیئر میں ڈال دی۔ میرے ذہن میں کالکا اور شنکر کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ گونج رہا تھا۔ کالکا کا ایک جملہ بطور خاص میرے دل و دماغ میں بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔ اس نے شنکر سے آنے والے کل کے لیے انتظار کرنے کو کہا تھا اور میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ کالکا کی اس بات کا مقصد کیا تھا؟ کل کیا ہونے والا تھا؟

+

قاسم علی کے قتل کی ذمے داری کسے سونپی گئی تھی؟ وہ کون تھا جس نے ایک بے گناہ انسان کو بڑی درندگی کے ساتھ اپنے ظلم تلے روند ڈالا تھا؟ مجھے یہ نہیں معلوم تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ زنجن لال نے اس غریب سے اپنی ہتک کا انتقام لیا ہوگا اگر بات میرے اختیار میں ہوتی تو شاید میں زنجن لال کے دفتر میں گھس کر اس کا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیتا۔ میں چاہتا تو ایسا کر بھی سکتا تھا لیکن میں نے خود کو بے لگام نہیں ہونے دیا اس لیے کہ کبھی کبھی کسی انسان کی اشتعال میں کی ہوئی ایک معمولی سی غلطی کئی جانوں اور خاندانوں کو اپنی لپیٹ میں لینے کا سبب بن جاتی ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انتقامی کارروائی کا یہ سلسلہ سینہ بہ سینہ صدیوں جاری رہتا ہے اور سیکڑوں بے گناہ بڑی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارے جاتے ہیں۔ ایک جھوٹی شان اور آن بان کو برقرار رکھنے کی خاطر کتنے ہی خاندانوں کو موت کے اندھے کنوئیں میں بڑے وحشت ناک طریقے سے جھونک دیا جاتا ہے۔ قاتل مقتول کی لاش کے سینے پر قدم جما کر اپنی فتح کا جشن مناتا ہے۔ یہ نہیں دیکھتا نہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے کتنے گھروں کے روشن چراغ گل ہو گئے۔ کتنی ماؤں کی افشاں خون کی سرخی میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔ کتنے سروں سے دوپٹے نوچ کر اتار لیے گئے اور کتنے رشتے قدموں سے روند کے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیے گئے۔ ایک کے بدلے دو اور دو کے بدلے چار مارنے کا یہ سلسلہ تادیر چلتا رہتا ہے وہ جو کمزور ہوتے ہیں راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جو فاتح ہوتے ہیں وہ مونچھوں پر تاؤ دیے گردن تانے پھرتے رہتے ہیں۔ موت اور زندگی کی آنکھ مچولی آسانی سے ختم نہیں ہوتی۔ دلوں میں نفرتوں کا جذبہ لاوا بن کر جمع ہوتا رہتا ہے پھر پھوڑے پر جب کوئی نشتر لگتا ہے تو اندر کا مواد ایک بار پھر پھوٹ نکلتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کی موت کی گھات لگائے بیٹھے رہتے ہیں اور جب انھیں کوئی موقع میسر آجاتا ہے تو وہ لوگ خون کی ہولی کھیل کر اپنی جیت کا جشن مناتے ہیں۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ زنجن لال کو مار کر پھانسی کے پھندے پر لٹک جاؤں۔ جان بوجھ کر زندگی کو داؤ پر لگانا دانشمندی کے منافی ہوتا ہے۔ وقتی طور پر ایک جذبے کو تسکین ضرور مل جاتی ہے لیکن اس کا انجام ہمیشہ بھیانک ہی ہوتا ہے۔

قاسم علی کی موت کے بعد میں نے ندیم کے چہرے کے بدلتے رنگ کو بطور خاص محسوس کیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خون کے شعلے بھڑکتے دیکھے تھے۔ وہ میرے ایک اشارے پر اپنے آدمیوں کے ذریعے قاسم علی کی موت کے حساب کو چکتا کرنے کی خاطر کئی زندگیوں کو موت کا نشانہ بنا سکتا تھا لیکن میں ایک پولیس آفیسر بھی رہ چکا تھا۔ کچھ لوگ اس منطقی بات کو نہیں مانتے لیکن میں جانتا تھا کہ مجرم یا قاتل خواہ کتنا ہی چالاک اور عیار کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن قانون کے مضبوط ہاتھ اسے ضرور جکڑ لیتے ہیں' خون کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ کسی نہ کسی انداز میں اپنا رنگ عیاں کرتا ہے۔ یہ انسان کا بنایا ہوا قانون نہیں بلکہ قانون قدرت ہے کہ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ مظلوم کی آہیں کسی نہ کسی انداز یا زاویے سے ظالم سے ظلم کا حساب ضرور مانگتی ہیں جو یہاں بچ نکلتے ہیں وہ آخرت میں پکڑے جاتے ہیں اور وہ پکڑ ایسی آہنی ٹھوس اور مدلل ہوتی ہے کہ انسان کے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ توبہ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو انسان کو اپنے کیے کا احساس ہوتا ہے مگر اس وقت جب کفارہ ادا کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

میں نے بھی بہت کچھ سوچ کر اپنے سینے میں بھڑکتے شعلوں کو ہوا دینے کے بجائے اندر ہی اندر بجھانے کی کوشش کی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے ندیم اپنی دوستی کا حق ادا کرنے کی خاطر آگ اور خون کے سمندر میں چھلانگ لگا دے۔ کوئی طوفانی اور سرکش لہر مدتہ جہاز کر اسے ہڑپ کر جائے۔ نسیم کے ہاتھوں کی مہندی کا رنگ پھیکا پڑ جائے اور اسے اپنی کلائی میں چھن چھناتی چوڑیوں کو توڑ کر اپنی بیوگی کا اعلان کرنا پڑے۔ میں اس جاں گسل لمحے کے احساس ہی سے کانپ اٹھتا تھا۔ میں نے نسیم کو فرش سے اٹھا کر عرش تک لے جانے کی ایک حقیری کوشش کی تھی۔ اسے سچے دل سے بہن کہہ کر اس کے غموں کا مداوا کرنے کی کوشش کی تھی پھر میں اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹوں کے بجائے غم و اندوہ کی پپڑی جمے کیسے دیکھ سکتا تھا؟

اس وقت بھی میں کچھ ایسے ہی احساسات سے دوچار تھا جب ندیم نے مجھے اور سراج کو شام کی چائے پر مدعو کیا تھا۔ چائے کے ساتھ نسیم نے جو لوازمات تیار کیے تھے وہ کسی فور اسٹار ہوٹل کے ڈنر سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ ہم سب لان پر بیٹھے تھے اور باوردی بیرے باقاعدہ سروس میں مصروف تھے۔

"یہ آپ کس خیال میں گم ہیں شہباز صاحب؟" سراج نے مجھے مخاطب کیا۔

"وہ دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ اتنے سارے لوازمات کو اگر شام کا ناشتا کہتے ہیں تو پھر ڈنر کسے کہتے ہوں گے۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"آپ تکلف سے کام لے رہے ہیں بھائی جان۔" نسیم نے بڑے پیار سے کہا۔ "ورنہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔"

"کوئی بات نہیں۔" سراج نے بے تکلفی مظاہرہ کیا۔ "اگر آپ نے اس بار کچھ نہیں کیا تو پھر بھی سہی کہیں بھاگے تو نہیں جا رہے۔"

"آج میں ایک بات کا قائل ہو گیا ہوں۔" ندیم نے سراج سے کہا۔

"وہ کیا؟"

"پولیس والوں کی دوستی اور دشمنی دونوں ہی نقصان کا باعث بنتی ہیں۔"

جواب میں سراج مسکرانے لگا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی۔ ہم بے تکلف دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے پھر ناشتے سے فارغ ہوئے تو سراج نے اچانک سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"مجھے قاسم علی کی موت کی اطلاع مل چکی ہے لیکن شکوہ اس بات کا ہے آپ نے براہ راست مجھے اس حادثے کی اطلاع نہیں دی۔"

"جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ اب پچھتانے سے کیا ہو سکتا ہے۔"

"آپ کے خیال میں کیا قاسم علی کی موت بھی کسی سازش کا نتیجہ ہو سکتی ہے؟"

"جی نہیں۔" میرے بجائے ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ہم اس گاڑی یا اس کے ڈرائیور کو نہیں پکڑ سکے لیکن مجھے راہ گیروں کے ذریعے ہی اطلاع ملی ہے کہ اس کار کو ڈرائیو کرنے والا بری طرح نشے میں دھت تھا۔"

میں نے ندیم کی طرف کن انکھیوں سے دیکھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کا جواب حقیقت پر مبنی نہیں تھا۔ قاسم علی کی موت کے بعد تو اس نے کافی غم و غصے کا مظاہرہ کیا تھا پھر اب سراج کو ٹالنے کی کوشش کس لیے کر رہا تھا۔

"یہ سب عوام کی عدم دلچسپی کا نتیجہ ہے۔" سراج نے سگار سلگاتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر ہمارے عوام پولیس کا ہاتھ بٹائیں اور جرائم سے متعلق قانون کو بروقت مطلع کرتے رہیں تو..."

"مجرم کے بجائے پھر عوام کو پولیس اور کچہری میں پیشیاں بھگتنے کی سزا ملے گی۔" ندیم نے برجستہ جواب دیا۔

"آپ بھی اپنی جگہ درست فرما رہے ہیں۔" سراج نے بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ "ہمارے درمیان بھی بیشتر لوگ ایسے ہی ہیں جو پولیس کے محکمے کی بدنامی کا سبب بن رہے ہیں ورنہ عوام اور پولیس اگر مل جل کر جرائم کی بیخ کنی کا بیڑا اٹھالیں تو جرائم کا گراف بڑی تیزی سے نیچے آ سکتا ہے۔"

"جان بوجھ کر اپنے پیروں پر کلہاڑی کون مارتا ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "آج کے دور میں ہر شخص دو اور چار کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہے بڑھتی ہوئی مہنگائی اور غیر یقینی سیاسی حالات نے زندگی کے ہر شعبے کو بڑی شدت سے متاثر کیا ہے۔"

"کیا آپ لوگ کافی پینا پسند کریں گے؟" نسیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"خدا عمر دراز کرے آپ کی۔" سراج نے کہا۔ "آپ نے اس وقت میرے منہ کی بات چھین لی۔"

نسیم اٹھ کر اندر چلی گئی تو سراج نے گفتگو کرتے کرتے اچانک سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا قاسم علی کی موت میں زنجن لال کا ہاتھ شامل نہیں ہو سکتا؟"

"میرا خیال ہے کہ اس کا جواب خود زنجن لال ہی بہتر طور پر دے سکتا ہے۔" ندیم کے لہجے میں اس بار ہلکی سی تلخی بھی شامل تھی۔ "ویسے میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ قاسم علی نے زنجن لال کے خلاف بیان دے کر خود اپنی موت کو دعوت دی تھی۔"

"میں آپ کا اشارہ سمجھ رہا ہوں مسٹر ندیم۔" سراج نے سگار کا ایک طویل کش لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنی غلطی کا اعتراف بھی ہے اگر میں نے قاسم علی کو زنجن لال کے خلاف بطور گواہ..."

"اب اس ذکر سے کیا فائدہ" میں نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔ "قسمت کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں مگر اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ قاسم علی کی موت میں بھی کسی نہ کسی شیطانی قوت کا دخل ضرور تھا۔"

"کوئی خاص وجہ۔" ندیم نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" سراج نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ "قاسم کی موت کے بعد دھن راج اپنے اس بیان سے منحرف ہو گیا ہے جو اس نے مجسٹریٹ کے روبرو بھری عدالت میں دیا تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"دھن راج کا کہنا ہے کہ اس نے پہلے جو بیان دیا تھا وہ اسے سرے سے یاد نہیں اور اگر اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نکلی تھی تو شاید اس وقت وہ نشے کی حالت سے دوچار رہا ہو گا۔" سراج نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "اس نے سیٹھ پرشوتم کے گھر ہونے والی ڈکیتی کی واردات سے اپنی قطعی لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔"

"گویا اب وہ بھی سزا سے بچ جائے گا۔" ندیم مسکرایا۔

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ کیس نے بڑی پیچیدہ صورت اختیار کر لی ہے۔"

"ہو سکتا ہے زنجن لال نے کسی خاص مصلحت کی بنا پر یہ تمام ڈراما ترتیب دیا ہو۔" میں نے حقارت کا اظہار کیا۔ "شاید وہ پولیس اور قانون کو یہ باور کرانا چاہتا ہو کہ اس کی دولت اور اثر و رسوخ میں قانون سے زیادہ طاقت موجود

ہے۔"

"ایسا نہیں ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "وقتی طور پر شاید نرنجن لال اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے لیکن مجھے یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن اسے اپنے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔"

"شاید دوسری دنیا میں۔ جہاں صرف انسان کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں ہو گا۔" ندیم نے زہر خند لہجے میں کہا۔

پھر تسیم ملازم کے ساتھ کافی کا اہتمام کرنے کے بعد واپس آئی تو ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ سراج نے کافی کا ایک گھونٹ لینے کے بعد براہ راست تسیم سے کہا۔

"مجھے آپ سے ایک زبردست شکایت ہے۔"

"مجھ سے۔" تسیم چونکی۔ "وہ کیا؟"

"آپ ہی جیسی خواتین نے مردوں کی عادتیں خراب کر دی ہیں۔"

"میں سمجھی نہیں۔" سراج کی سنجیدگی پر تسیم نے قدرے حیرت سے کہا۔

"ایک دو باتیں ہوں تو بتاؤں۔" سراج نے اس بار مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ایک تو اتنا زبردست ناشتا اور اس کے بعد اتنی شاندار کافی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کسی نہ کسی بہانے روزانہ یہاں آنا شروع کر دوں اور مسٹر ندیم کو یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ ناشتے اور کافی پر خرچ ہونے والی رقم کا تو کوئی ملال نہیں۔ پریشانی اس بات کی ہے کہ پولیس والوں نے گھر دیکھ لیا۔"

سراج نے وہ جملہ کچھ ایسے انداز میں کہا تھا کہ میرے اور ندیم کے علاوہ خود تسیم بھی اپنے بے ساختہ قہقہے کو ضبط نہ کر سکی لیکن ابھی ہمارے قہقہے فضا میں گونج رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی اور تسیم نے گول میز پر رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا پھر اس نے ریسیور سراج کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کی کال ہے۔"

"ہیلو۔ ڈی ایس پی سراج اسپیکنگ۔" سراج نے ماؤتھ پیس میں کہا مگر پھر دوسری جانب سے اسے کوئی ایسی ہی اطلاع ملی تھی جس کے سبب وہ بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔ کچھ دیر وہ دوسری جانب سے کی جانے والی بات سنتا رہا پھر اس نے سگار گھاس پر ڈال کر اسے پیروں سے رگڑتے ہوئے کہا۔ "ایس ایچ او سے کہو کہ وہ میرا انتظار کرے اور جب تک میں نہ پہنچوں ضابطے کی کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ کسی چیز کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں، لاشوں کو بھی اسی حالت میں پڑا رہنے دو۔ ٹھیک ہے، تم فنگر پرنٹ ایکسپرٹ کو فون پر جلد از جلد موقع واردات پر پہنچنے کی تاکید کرو۔ میں زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔"

سراج نے ریسیور کریڈل پر رکھا تو میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کوئی خاص واردات ہو گئی ہے؟"

"ہاں، اور اس واردات کا تعلق بھی نرنجن لال گروپ آف انڈسٹریز سے ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "اب کیا ہو گیا؟"

"پوری تفصیل تو مجھے موقع واردات پر پہنچنے کے بعد ہی معلوم ہو گی لیکن فون پر جو اطلاع ملی ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ نرنجن لال کے دفتر میں ڈاکا پڑا ہے جس میں چار آدمی مارے گئے اور تقریباً ڈیڑھ لاکھ کی رقم بھی ڈاکو لوٹ کر لے گئے ہیں۔ اطلاع کے مطابق نرنجن لال کے کیشیئر نے آج ہی بینک کے عملے کی تنخواہ کا چیک کیش کرایا تھا۔ کچھ لوگوں کو تنخواہ ادا کر دی گئی اور جو باقی تھے ان کے نام کے لفافے تیار کیے جا رہے تھے کہ چار نقاب پوش خود کار آتشیں اسلحہ لیے داخل ہوئے اور چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر رقم لوٹ لے گئے۔ دو گارڈ شدید زخمی حالت میں پائے گئے۔ ڈاکوؤں نے ان کا اسلحہ بھی لوٹ لیا ہے۔"

"اس واردات میں کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"بظاہر یہ عام ڈکیتی کا کیس معلوم ہوتا ہے۔" سراج نے جواب دیا پھر ہم سے اجازت طلب کرتا ہوا تیزی سے باہر نکلا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔

سراج کے جانے کے بعد کسی خیال کے تحت میں نے ندیم کے چہرے کو بغور دیکھا۔ بظاہر وہ بالکل نارمل اور بے پروا نظر آ رہا تھا۔ میں نے تسیم کی موجودگی میں اسے کریدنے کی کوشش نہیں کی لیکن میرے ذہن میں نہ جانے کیوں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھر رہا تھا کہ کہیں اس ڈکیتی کی پشت پر ندیم کا ہاتھ تو نہیں تھا؟

مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ قاسم علی کی دردناک موت کے بعد ہسپتال سے لوٹتے وقت ندیم نے مجھ سے بڑے جذباتی لہجے میں یہ بات کہی تھی۔ "قاسم علی کا خون رائگاں

نہیں جائے گا۔" کچھ دیر بعد تسیم اٹھ کر کسی کام سے گئی تو میں نے ندیم سے پوچھا۔

"نرنجن لال کے دفتر میں پڑنے والے ڈاکے اور چار آدمیوں کے قتل ہو جانے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اس کا جواب تو پولیس سراغ لگانے کے بعد ہی دے سکتی ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"پھر بھی۔" میں نے بات گھما کر پوچھنے کی کوشش کی۔ "ہو سکتا ہے کہ یہ کیس عام ڈکیتیوں جیسا ہو۔ شہر میں اس قسم کی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی خبریں آئے دن اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس قسم کے کیس اب روز مرہ کا معمول بن چکے ہیں تو بے جا نہ ہو گا لیکن ــــــ" میں نے جان بوجھ کر اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"لیکن کیا؟" ندیم نے وضاحت چاہی۔

"میرا خیال ہے کہ نرنجن لال کا شبہ اس کیس میں بھی ہمارے ہی اوپر ہو سکتا ہے۔"

"ممکن ہے لیکن وہ اس بات کو ثابت نہیں کر سکے گا اس لیے کہ جس وقت واردات ہوئی ہے اس وقت محکمہ پولیس کا ایک ذمے دار اور دیانت دار آفیسر ہمارے ساتھ موجود تھا۔" ندیم کا لہجہ اس بار معنی خیز تھا۔

"گویا میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ غلط نہیں ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے ندیم کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میں جس ماحول میں سانس لے رہا ہوں میرے دوست، اس کے طور طریقے اس مہذب ماحول سے مختلف ہیں جس میں تمہاری تربیت ہوئی ہے اس لیے تم اپنے ذہن کو پریشان مت کرو۔" ندیم نے میرے شبے کا اعتراف کرتے ہوئے بڑے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "میں موت کو برحق اور اٹل سمجھتا ہوں اس لیے ریو بالائی کرداروں سے بھی مجھے کبھی کسی قسم کا خوف نہیں ہوا اور ابھی تو ابتدا ہی ہوئی ہے۔"

"ابتدا ہوئی ہے سے تمہارا کیا مقصد ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تم نے اپنے ذہن میں کچھ اور خطرناک منصوبے بھی بنا رکھے ہیں۔"

"شطرنج کا کھلاڑی دو چالیں ایک ساتھ نہیں چلتا۔" ندیم نے کافی کا گھونٹ لے کر بڑی بے پروائی سے کہا۔ "لیکن وہ دوسرے کھلاڑی کی جانب سے چلنے والی چال کا توڑ ضرور سوچ لیتا ہے اور وہی کھلاڑی کامیاب کہلاتا ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ اس ڈکیتی کی واردات کے جواب میں نرنجن لال کی طرف سے بھی کوئی کارروائی ممکن ہو سکتی ہے۔"

"ہونی چاہیے۔" ندیم نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میں بھی جوابی انتقام سے خود کو باز نہ رکھ سکتا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں لیکن کیا نرنجن لال کو اس بات کا یقین ہو گا کہ موجودہ ڈکیتی میں ہمارا ہی ہاتھ شامل ہے جبکہ اس بات کا علم خود مجھے بھی نہیں تھا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں جس ماحول میں سانس لے رہا ہوں اس کے طور طریقے تمہاری مہذب دنیا سے خاصے مختلف ہوتے ہیں اور قاسم علی کی موت کے بعد میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ فرشتۂ اجل بھی اگر نرنجن لال کی روح قبض کرنے جائے تو وہ اسے بھی ہمارا ہی کوئی ہرکارہ سمجھے گا۔"

"لیکن ــــــ"

"پلیز شہباز۔" ندیم نے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "تم ان باتوں میں اپنا قیمتی وقت کیوں ضائع کر رہے ہو۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن تسیم کے دوبارہ آ جانے سے مجھے مجبوراً گفتگو کا موضوع بدلنا پڑ گیا۔

❁

شام کو سراج نے مجھے فون کر کے ڈکیتی کی جو تفصیل بتائی وہ عام ڈکیتی سے ملتی جلتی تھی۔ سراج کے بیان کے مطابق ڈاکوؤں کی تعداد چھ افراد پر مشتمل تھی جن میں سے چار نے دفتر کے اندر گھس کر رقم لوٹی اور مزاحمت کرنے والوں کو بیدردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا، ایک ڈاکو باہر گیٹ پر موجود تھا جبکہ ان کا چھٹا ساتھی باہر کھڑی ہوئی وین میں موجود تھا۔ جو لوگ تنخواہ کے لفافے تیار کر رہے تھے ان کی تعداد کیشیئر سمیت کل نو افراد پر مشتمل تھی جو لوگ زندہ بچ گئے تھے ان میں وہ کیشیئر بھی شامل تھا جس نے صبح بینک سے کیش نکلوایا تھا۔ ان لوگوں کے بیان کے مطابق تمام ڈاکوؤں نے اپنے چہروں پر اس طرح نقاب پہن رکھی تھی کہ ان کی آنکھوں کے سوا چہرے کا کوئی اور حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

قرب و جوار کے لوگوں کے بیان کے مطابق انہوں نے گولی چلنے کی کوئی آواز نہیں سنی تھی۔ وہ وین جس کے

نمبر نوٹ کیے گئے تھے اور جسے ڈاکوؤں نے استعمال کیا تھا وہ ایک مقامی فرم کی تھی جسے واردات سے صرف ایک گھنٹے پہلے چھینا گیا تھا جس کی اطلاع متعلقہ تھانے میں درج کرا دی گئی تھی۔ وین کے ڈرائیور کے بیان کے مطابق اس وقت وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا دفتر کی چھٹی کا انتظار کر رہا تھا جب کسی نے اچانک پشت سے اس کے سر پر اتنا شدید وار کیا تھا کہ وہ کچھ سمجھنے سے پہلے ہی بیہوشی کی حالت سے دوچار ہو گیا۔ دوبارہ ہوش آنے پر اس نے خود کو ایک ہسپتال میں پایا تھا۔ واردات کے تقریباً بیس منٹ بعد ڈکیتی میں استعمال کی جانے والی وین شہر کی ایک سپر مارکیٹ کے باہر کھڑی مل گئی تھی لیکن فنگر پرنٹ کے ماہرین بھی اس وین سے کسی کی انگلیوں کے نشانات حاصل کرنے میں ناکام ہی رہے۔

زنجن لال نے اس ڈکیتی کے سلسلے میں کسی شخص پر بھی اپنے شبے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس نے سراج سے یہی کہا تھا کہ ڈیڑھ دو لاکھ کی رقم اس کے لیے کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی لیکن اس کے انداز سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ کسی اہم بات کو زبان تک لانے سے گریز کر رہا ہو۔

میں سراج کی باتیں بہت غور سے سن رہا تھا پھر جب وہ تفصیل بیان کر چکا تو میں نے پوچھا۔

"آپ کا شبہ کس پر ہے؟"

"فی الحال یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ میں نے کیشیئر کو زیر حراست لے لیا ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"عام طور سے اس قسم کے کیس میں کیشیئر کسی نہ کسی زاویے سے مجرموں کے ساتھ پہلے سے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔" سراج نے جواب دیا۔ "دوسری اہم بات یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کی واردات کرتے ہیں وہ کسی ایسے دفتر میں گھسنے کی حماقت نہیں کرتے جہاں گارڈ موجود ہوتے ہیں۔ زیادہ تر وارداتیں یا تو بینک کے اندر ہی ہو جاتی ہیں یا پھر کسی سنسان سڑک پر مطلوبہ گاڑی کو روک کر اسے لوٹ لیا جاتا ہے۔ دوسری خاص بات یہ ہے کہ اس واردات میں ڈاکوؤں کی تعداد چھ تھی جبکہ عام طور پر دو یا تین آدمی ہی سامنے آتے ہیں۔"

"کیشیئر نے کیا بیان دیا ہے؟"

"آپ کا کیا خیال ہے مسٹر شہباز، اگر کیشیئر اس کیس میں ملوث ہے تو کیا وہ اتنی آسانی سے اپنی زبان کھول دے گا؟" سراج نے ایک مدلل جواب دیا پھر کچھ توقف سے بولا۔ "ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن مجھے شبہ ہے کہ زنجن لال اس کیس میں بھی اپنے کسی روایتی حریف کا ہاتھ محسوس کر رہا ہے اور اس کی خاموشی اور بے پروائی اس بات کا پیش خیمہ ہے کہ وہ پولیس کے ساتھ تعاون کرنے کے بجائے ذاتی طور پر کسی جوابی کارروائی کا منصوبہ بنا رہا ہے۔"

"روایتی حریف سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ ہمارے اوپر شبہ کر رہا ہے؟"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" سراج کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے یکلخت سنجیدگی اختیار کی۔

"اگر زنجن لال کا شبہ میرے خیال کے مطابق آپ پر ہے تو اس بار وہ قانون کے آہنی ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"میں نے پہلا کام یہی کیا ہے کہ اپنے خاص اور معتبر آدمیوں کو سادہ لباس میں زنجن لال اور اس کے ملنے جلنے والوں کی نگرانی کے احکامات جاری کر دیے ہیں۔" سراج نے پورے وثوق سے جواب دیا۔ "اگر اس نے جوابی کارروائی کا منصوبہ بنایا تو ہمارے آدمی مجرموں کو بہ آسانی ٹریپ کر لیں گے۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لیے ایک بات اور عرض کر دوں۔ میرے کچھ آدمی آپ کے دفتر کے باہر بھی تعینات ہوں گے اور دو افراد خاص طور پر خفیہ طریقوں سے آپ کی نگرانی پر بھی مامور کر دیے گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ زنجن لال براہ راست میرے اوپر ہاتھ ڈالنے کی حماقت نہیں کرے گا۔" میں نے سراج کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"کتا سب سے وفادار جانور ہوتا ہے شہباز صاحب، لیکن جب پاگل ہو جائے تو اپنے مالک پر بھی بھونکنا شروع کر دیتا ہے۔" سراج اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "میں اس بار اتنا ڈھیلا جال بننے کی غلطی نہیں کروں گا کہ شکار اس میں آ کر واپس نکل جائے۔"

"اس کا ایک آسان طریقہ اور بھی ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "کسی ایسے قاتل کو جو عمر قید کی سزا کاٹ رہا ہو جیل سے فرار ہونے کا موقع فراہم کر دیجیے اور اسے اشارہ کر دیں کہ زنجن لال کو ٹھکانے لگا دے۔ اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی ٹوٹنے سے محفوظ رہے گی اس لیے کہ پھانسی کی سزا عمر قید بھگتنے سے

زیادہ آسان ہوتی ہے۔"

"آپ کا مشورہ کم از کم میرے لیے قابل قبول نہیں ہے اس لیے کہ میں ہمیشہ قانون کے دائرے میں رہ کر کام کرنے کا عادی ہوں۔"

"اور اس کا انجام آپ قاسم علی کی موت کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں۔" میں نے قدرے تلخ اور جذباتی انداز میں کہا۔ "آپ کو اس بات کا تجربہ بھی ہے کہ ماورائی قوتوں کے سامنے آپ کا قانون کس قدر بے بس ثابت ہو چکا ہے۔ صرف قاتل کا پیٹ بھر کر اسے داخل دفتر کر دینے سے کسی بے گناہ کی موت کی تلافی نہیں ہوتی۔ لوہے کو کاٹنے کے لیے ہمیشہ لوہا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ مچان پر بیٹھ کر کسی آدم خور درندے کو خوفزدہ کرنے کی خاطر ہوائی فائرنگ کرنا میرے نزدیک بہادری کی علامت نہیں ہے۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج نے کہا۔ "آپ جذباتی ہو رہے ہیں لیکن میرا وہ مقصد نہیں تھا جو آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"بہرحال میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے قبل از وقت ایک پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کر دیا۔ میں اپنی حفاظت کا خیال رکھوں گا اور مجھے معلوم ہے کہ دشمنوں سے کس انداز میں ڈیل کیا جاتا ہے۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر کسی جواب کا انتظار کیے بغیر ریسیور کریڈل پر رکھنے کے بجائے میز پر رکھ دیا تاکہ اگر سراج مجھ سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے تو اسے کامیابی نہ ہو سکے۔

مجھے اس بات کا احساس تھا کہ اس وقت میں کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گیا تھا۔ شاید اس لیے کہ میں خود کو بالواسطہ قاسم علی کی موت کا ذمے دار سمجھ رہا تھا۔ میں اگر چاہتا تو وہ ٹیپ سراج کے حوالے کر سکتا تھا جس میں میری اور زنجن لال کی گفتگو موجود تھی۔ اس ٹیپ کی مدد سے زنجن لال کو خاصا نقصان پہنچایا جا سکتا تھا لیکن اس طرح قانون کی نظروں میں میری شخصیت بھی آ جاتی جسے میں کسی قیمت پر پسند کرنے کو تیار نہیں تھا۔ غلطی انسان ہی سے سرزد ہوتی ہے۔ میں نے بھی قاسم علی کو سراج کے حوالے کر کے ایک غلطی کی تھی۔ میں چاہتا تو براہ راست بھی زنجن لال کو شکار کر سکتا تھا لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا جس کی واپسی ممکن نہیں تھی۔

میں بڑی دیر تک اندر ہی اندر الجھتا رہا۔ میرے ذہن میں پنڈت جگی دھر کا خیال بھی ابھرا جس کے بارے میں کالکا نے واضح طور پر مجھے کوئی قیمتی بات نہیں بتائی تھی۔ اس نے صرف یہ کہا تھا کہ اس کے اوپر دیوی دیوتاؤں کی جانب سے کچھ بندشیں عائد کر دی گئی ہیں اگر کالکا کا بیان اپنی جگہ درست تھا تو پھر اس نے ہمیں بچانے کی خاطر شنکر سے ٹکرانے کی کوشش کیوں کی تھی؟ ان سیاہ بادلوں کا راز کیا تھا جو آسمان سے چکراتے ہوئے زمین کی سمت آئے تھے اور اپنے اندر شنکر اور کالکا کو سمیٹ کر واپس چلے گئے تھے۔ کیا وہ دیوی دیوتاؤں کا عتاب تھا جو ان دونوں پر نازل ہوا تھا؟ کیا شنکر کالکا زندہ تھے یا؟

میں نے کچھ سوچ کر کالکا کو آواز دی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کم از کم شنکر کے معاملے میں زیادہ قوتوں کی مالک تھی۔ ایک لمحے تک دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں مضطرب ہو گیا۔ کالکا سے مجھے کوئی گہرا لگاؤ نہیں تھا لیکن وہ بہرحال مجھے عزیز تھی۔ اس لیے کہ اس نے کئی موقعوں پر اپنی پراسرار طاقت کو استعمال کر کے میری جان بچائی تھی۔ خطروں سے آگاہ کیا تھا۔ میں نے اسے دوبارہ آواز دی اس بار مجھے مایوسی نہیں ہوئی۔ کالکا نے اس بار بڑی مدھم آواز میں میری پکار کا جواب دیا تھا۔ مجھے ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے اس کی آواز بہت دور سے آ رہی ہو۔

"تم کہاں ہو؟" میں نے عالم تصور میں کالکا سے سوال کیا۔

"میں تم سے بہت دور ہوں۔" کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تمہارے پیار نے تمہاری کالکا رانی کو تم سے بہت دور کر دیا ہے۔ پر تو تم نراش مت ہو۔ میں اپنی سزا بھگتنے کے بعد ایک بار پھر تمہیں درشن دوں گی۔ یہ میرا وچن ہے۔"

"تمہیں کس بات کی سزا دی گئی ہے۔"

"میں نے تمہیں اور تمہارے متر کو شنکر کے کشٹ سے بچانے کی خاطر شنکر سے ٹکرانے کی جو کوشش کی تھی وہ دیوتاؤں کے ماتھے پر شکن بن کر ابھری ہے۔" کالکا نے کہا۔ "مگر ہمیشہ کے لیے نہیں کچھ دنوں کی بات ہے اس کے بعد میں دوبارہ دھرتی پر اتر آؤں گی۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہیں میری وجہ سے سزا بھگتنا پڑ رہی ہے۔"

"اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تمہارے راستے کا ایک زہریلا کانٹا ہمیشہ کے لیے نکل گیا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں اس پاپی شنکر کی بات کر رہی ہوں جس نے

تمہیں اور تمہارے حسن کو اپنا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔" کاکا نے نخوت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ "وہ ایرا دمی شاید یہ بھول گیا تھا کہ اس کے جوش میں کیا لکھا تھا۔ اس نے کاکا سے ٹکرانے کی بھول کی تھی۔" دو چار جنتر منتر سیکھ کر وہ بڑا گھمنڈی بن گیا تھا۔"

"کیا؟" میں نے وضاحت چاہی۔ "کیا شنکر اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"تمہیں اگر کاکا کی بات کا وشواس نہیں آرہا تو روپ نگر میں اپنے کسی جان کار کو فون کرکے معلوم کرو۔ اس مورکھ کی لاش ابھی تک اس کے اس جھونپڑے میں پڑی ہے جہاں بیٹھ کر اس دشٹ نے کاکا کی مہان شکتی کو قابو کرنے کے سپنے دیکھے تھے۔" کاکا نے بڑی حقارت سے کہا۔ "کیول آج کی رات وہ اس دھرتی پر بوجھ بنا رہے گا لیکن کل وہ چتا کی آگ میں جل بھن کر راکھ کا ڈھیر ہو جائے گا۔"

"پنڈت جسی دھر کا کیا بنا کیا وہ بھی——؟"

"مجھے کریدنے کی کوشش مت کرو۔" کاکا نے میری بات کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جن کا جواب نہیں دے سکتی اگر میں نے ایسا کیا تو مجھے ایک بار پھر پتھر کی مورتی میں ڈھال دیا جائے گا۔"

"کیا میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا؟" میں نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں—— تم اگر چاہو تو اپنی کاکا رانی کو دیوی دیوتاؤں کے شراپ سے بچا سکتے ہو لیکن——" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کیا——؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"میرا من کہتا ہے کہ تم مجھ پر یہ اپکار (مہربانی) نہیں کرو گے۔"

"مجھے بتاؤ۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"اپنی کاکا کو اس چھایا کا راز بتا دو جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔" کاکا نے کہا۔ "وہ کون سی شکتی ہے جس نے تمہارے لیے پنڈت جسی دھر کے منتل کو تس نس کیا تھا۔ دیوی اور دیوتا اس شکتی کا راز جاننے کے لیے بڑے بے چین ہیں اگر میں اس مہان شکتی کا راز انہیں بتا دوں تو وہ میری تمام سزائیں شما کر دیں گے تم اپنی کاکا رانی کو پھر دیکھ سکو گے ہر رنگ میں ہر روپ میں اور میں تم کو کالی کے شبھ نام پر وچن دیتی ہوں کہ سارا جیون تمہاری داسی بن کر تمہاری سیوا کرتی رہوں گی۔ تم جو چاہتے ہو وہ پورا ہو گا۔ تمہاری کوئی اچھا (خواہش) ادھوری نہیں رہے گی۔ کاکا کی مہان شکتی حاصل کر لینے کے بعد تم اس دھرتی پر راج کرو گے۔ تمہارے سارے سپنے پورے ہوں گے۔ بولو شہباز۔ کیا تم کاکا کی سہائتا نہیں کرو گے؟"

کاکا کے لہجے میں التجا تھی۔ وہ بغیر کسی جنتر منتر کے میری غلام بننے کو تیار تھی۔ ایک لمحے کو میرے دل میں یہ خیال ابھرا کہ کاکا کے احسانوں کا تمام بوجھ سر سے اتار دوں لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی نادیدہ قوت مجھے اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میرے دل میں کمبل پوش بزرگ کا خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔

"کس وچار میں گم ہو شہباز۔" کاکا نے ایک بار پھر بڑی لگاوٹ سے مجھے رجھانے کی کوشش کی۔ "کیا تم مجھے اس شکتی کا بھید نہیں دو گے جس نے مجھے تمہارے من میں جھانکنے سے روک رکھا ہے۔"

"میں ایسی کسی قوت سے واقف نہیں ہوں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "البتہ مجھے یہ ضرور معلوم ہے کہ خدائے بزرگ و برتر جس پر رحم و کرم کرتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت کوئی گزند نہیں پہنچا سکتی۔"

"مجھے وشواس تھا کہ تمہارا جواب یہی ہو گا۔" کاکا نے اس بار روکھے انداز میں کہا۔

"کیوں—— کیا تمہیں میری بات پر یقین نہیں آیا؟" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"تم کہہ رہے ہو تو مجھے یقین آگیا۔" کاکا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر بولی۔ "میں اب جا رہی ہوں شہباز لیکن تم میرا انتظار کرنا۔ میں دوبارہ بہت جلد تم سے ملوں گی۔ جاتے جاتے ایک بار پھر تم سے یہی کہوں گی کہ سمے مت برباد کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے دھرتی کے کسی اور کونے میں چلے جاؤ۔ کاکا کا کہا مان لو شہباز۔ تم نہیں جانتے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔"

"تم نے یہی بات شنکر سے بھی کہی تھی۔" میں نے بے چینی سے سوال کیا۔ "کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ کل کیا ہونے والا ہے؟"

"میں مجبور ہوں۔ کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے لیے منش کو صرف سمے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور ابھی وقت تمہاری مٹھی میں ہے۔ میری بات کا وشواس کرو۔ اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو سارا جیون ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔"

میرا ذہن پھر الجھ گیا۔ کاکا نے پھر مجھے وہی مشورہ دیا تھا

جس کا ذکر میری امی نے بڑے ناٹا کے حوالے سے کیا تھا۔ میں نے کچھ توقف کے بعد کاکا کو دوبارہ آواز دی لیکن شاید وہ جا چکی تھی۔

"کل کیا ہونے والا ہے؟" میرے اندر ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہونے لگی۔ اس رات جب میں سونے کے لیے اپنے بستر پر لیٹا تو یہی سوال دیر تک میرے ذہن کے اندر کسی گیلی لکڑی کی طرح سلگتا رہا پھر کب میری آنکھ لگ گئی مجھے کچھ یاد نہیں۔

دوسری صبح میں نے دفتر پہنچ کر سب سے پہلے روپ نگر کے نمبروں پر انکل دھرم داس سے بات کی۔ میں شنکر کے سلسلے میں کاکا کی فراہم کردہ اطلاع کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر تک میں دھرم داس سے ان کی خیریت دریافت کرتا رہا۔ ان کے کاروبار اور زمینوں کی بات کرتا رہا پھر اس سے پہلے کہ میں اصل مقصد کی طرف آتا دھرم داس نے میرے پوچھے بغیر ہی کہا۔

"تمہارے لیے میرے پاس ایک اہم اطلاع ہے۔"

"وہ کیا——؟"

"شنکر کی موت۔" دھرم داس جی کے لہجے سے خوشی کا احساس چھلک رہا تھا۔ "وہ پاپی جس نے پورے روپ نگر میں اپنے کالے علم کی بدولت دہشت پھیلا رکھی تھی اب اس دنیا میں نہیں رہا۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ شنکر ہی تھا؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"مجھے بھی اس خبر پر شبہ تھا جو صبح ہوتے ہی جنگل کی آگ کے مانند پورے روپ نگر میں پھیل گئی تھی۔" دھرم داس نے کہا۔ "اس لیے میں نے خود جا کر اس کی تصدیق کی تھی۔ میرے علاوہ اور بھی سیکڑوں لوگ وہاں پہلے سے موجود تھا۔ شاید انہیں بھی اس پاپی کی موت کی خبر پر وشواس نہیں ہوا تھا لیکن اس کی لاش کو ہماری موجودگی ہی میں چتا میں جلا کر اس کی راکھ کو پانی میں بہا دیا گیا۔"

دھرم داس نے کاکا کی بات کی تصدیق کر دی تھی لیکن نہ جانے کیوں میرا ذہن ابھی تک شنکر کی موت کی اطلاع کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ شخص جو اپنے گندے علم سے مردہ انسانوں میں ایک نئی آتما داخل کر سکتا تھا، وہ بھلا اتنی آسانی سے کس طرح مر سکتا تھا؟ لیکن شاید اس نے کاکا کی قوت سے ٹکرانے کی حماقت کرکے اپنی موت کو خود ہی دعوت دی تھی۔ کبھی کبھی انسان خود پرستی کا شکار ہو کر خود کو دوسروں سے بہت زیادہ بلند اور طاقت ور سمجھنے

لگتا ہے۔ آسمانوں پر پرواز کرنے لگتا ہے لیکن جب منہ کے بل زمین پر گرتا ہے تو کسی مٹی کے برتن کے مانند ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ غرور اور تکبر نے بڑے بڑے سلطانوں اور شہنشاہوں کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔ شنکر تو پھر ایک عام انسان تھا۔ شاید وہ اپنے زعم میں بھول گیا تھا کہ کاکا کا قد اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ بلند ہے۔ اسی لیے وہ خود فریبی میں مبتلا ہو کر موت کے گھاٹ اتر گیا تھا۔ بہرحال مجھے خوشی تھی کہ اس کا کانٹا میرے راستے سے ہٹ گیا تھا۔ ہرچند کہ پنڈت جسی دھر کے بارے میں کاکا نے مجھے کھل کر کچھ بتانے سے انکار کر دیا تھا لیکن میرا خیال تھا کہ اس کا قصہ بھی پاک ہو چکا ہو گا۔

انٹرکام کا بزر سنائی دیا تو میرے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو عارفہ نے مجھے بتایا کہ سراج لائن پر موجود ہے۔ ایک لمحے کو میں نے پس و پیش سے کام لیا پھر اس سے کہا کہ لائن ڈائریکٹ کر دے۔ انٹرکام کا ریسیور رکھ کر میں نے فون اٹھایا تو دوسری جانب سے سراج کی آواز سنائی دی۔

"میں نے کل رات کو بھی آپ کو کئی بار فون کیا تھا لیکن رابطہ قائم نہیں ہو سکا۔"

"جی ہاں۔" میں نے جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لیا۔ "آپ کی کال آنے کے بعد فون ڈیڈ ہو گیا تھا۔"

"رات آپ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئے تھے' اس لیے——"

"مجھے افسوس ہے۔" میں نے جلدی سے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ کو کوئی بات بری لگی

ہے تو میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں لیکن کبھی کبھی انسان اعصابی طور پر اتنا مشتعل ہو جاتا ہے کہ اعصاب اس پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ شاید کل میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا یا پھر میں ابھی تک قاسم علی کی موت کو ذہن سے بھلا نہیں سکا بہرحال میں شرمندہ ہوں۔"

"کوئی بات نہیں جہاں بے تکلفی ہو وہاں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر زیادہ غور بھی نہیں کیا جاتا۔"

"میرے پاس آپ کو سنانے کے لیے ایک اہم خبر ہے۔" میں نے باتوں کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ "وہ مردود شخص جس نے اپنے گندے علم سے ہم سب کو پریشان کر رکھا تھا وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔" میں نے سراج کو ٹھکر کے بارے میں مختصراً بتایا۔

"اس کی موت کب واقع ہوئی؟" سراج نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مجھے کل رات اطلاع ملی تھی۔ آج صبح میں نے روپ نگر فون کرکے ڈیڈی کے ایک دوست سے اس کی تصدیق بھی کر لی ہے۔"

"مجھے اس کی موت کی اطلاع سن کر خوشی ہوئی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ مرتے مرتے بھی ہمارے لیے ایک نئی پریشانی کھڑی کر گیا ہے۔"

"کیا مطلب ــــ؟" میں چونکا۔ "مجھے ابھی کچھ دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ دھمن راج بھی کل رات اپنی جیل کی کوٹھری میں پُراسرار طور پر موت سے ہمکنار ہو گیا۔" سراج نے مجھے تفصیل سناتے ہوئے کہا۔ "دیگر قیدیوں کا بیان ہے کہ مرنے سے کچھ دیر پہلے تک وہ سینہ تانے بیٹھا انہیں اپنی سورمائی کے قصے سنا رہا تھا لیکن پھر وہ اس طرح چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے اس نے اپنی موت کو سر پر منڈلاتے دیکھ لیا ہو۔ وہ تیزی سے اٹھا اس نے جیل کے سنتری سے کہا تھا کہ وہ تالا کھول دے اس لیے کہ وہ جیلر سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہے لیکن سنتری نے اس کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا پھر سنتری اور قیدیوں کے بیان کے مطابق دھمن راج نے اپنا سر آہنی سلاخوں سے ٹکرانا شروع کر دیا اور خود کو لہولہان کر لیا۔ اس کے بعد اس کے منہ سے بھی خون جاری ہو گیا اور قبل اس کے اسے کوئی طبی امداد فراہم کی جاتی وہ زمین پر گرا اور لوٹ لوٹ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ صبح سے دھمن راج کے ورثا اس کی لاش کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دھمن راج طبعی موت نہیں مرا بلکہ اسے ٹارچر کرکے مارا گیا ہے۔"

"لیکن جیل کے دوسرے قیدی اور جائے وقوعہ پر موجود سنتری کا بیان پولیس کے حق میں جاتا ہے۔"

"حق اور ناحق کی بات تو بعد میں ہو گی۔ فی الحال تو ایک نئی پریشانی کھڑی ہو گئی ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں لیکن دھمن راج موت کے وقت چونکہ پولیس کسٹڈی میں تھا اس لیے اس کی موت کی ذمے داری جیلر اور اس کے عملے پر عائد ہو سکتی ہے۔"

"مجھے اس بات کی پریشانی نہیں ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے کہا۔ "دکھ اس بات کا ہے کہ زنجن لال کے خلاف ایک اہم گواہ ہاتھ سے نکل گیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"میں نے کل شام جیل جا کر دھمن راج سے ملاقات کی تھی۔" سراج نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ قاسم علی کی موت کے بعد وہ اپنے اقبالی بیان سے منحرف ہو گیا تھا۔ کل ملاقات کے دوران ہی اس نے ایک اہم انکشاف کیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ دراصل زنجن لال نے اسے پچاس ہزار روپے کا لالچ دے کر اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ عدالت کے روبرو جا کر قاسم علی کا جرم اپنے سر لے لے۔ دھمن راج کو بیس ہزار پیشگی دیے گئے تھے اور باقی رقم کی ادائیگی کا وعدہ قاسم علی کی رہائی کے بعد کیا گیا تھا لیکن قاسم علی کے مرنے کے بعد زنجن لال کے آدمی نے بقیہ رقم ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دھمن راج بھی اپنے بیان سے منحرف ہو گیا۔ کل کی ملاقات کے دوران اس نے بھگوان کی قسم کھا کر مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگلی پیشی پر وہ عدالت کو اصلیت سے آگاہ کر دے گا اور اگر اسے رہائی مل گئی تو وہ زنجن لال کو زندہ بھی نہیں چھوڑے گا۔"

"لیکن زنجن لال قاسم علی کو رہا کیوں کرانا چاہتا تھا؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"دھمن راج کے بیان کے مطابق قاسم علی کے بیان کی وجہ سے زنجن لال کی ساکھ کو شدید نقصان پہنچا تھا جس نے اسے ذہنی طور پر دیوانہ کر دیا تھا۔ وہ قاسم علی کو عبرتناک موت مار کر اپنا غم غلط کرنا چاہتا تھا۔"

"آئی سی ــــ" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "پھر تو وہ بات یقیناً بہت اہم رہی ہو گی جو دھمن راج فوری طور پر جیلر سے کرنا چاہتا تھا۔"

"میں بھی اسی بات پر غور کر رہا ہوں لیکن اب کیا ہو سکتا ہے؟" سراج نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "مسٹر

شہباز! میں آپ سے اپنے ایک شبہے کا اظہار کر چکا ہوں۔ دو لاکھ کی رقم اور اپنے چار آدمیوں کی موت پر بھی زنجن لال نے کسی افسوس کا اظہار نہیں کیا۔ اس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ اسے کسی پر شبہ ہے بھی یا نہیں۔ اب دھمن راج کی موت کے بعد مجھے یقین ہو رہا ہے کہ وہ ذاتی طور پر آپ کے خلاف کوئی جوابی کارروائی ضرور کرے گا۔ میرے آدمی پوری طرح چوکس ہیں پھر بھی میں آپ کو ہر لمحے محتاط رہنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔"

"آپ میری فکر نہ کریں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "موت برحق ہے اور اس کے لیے جو ساعت مقرر کی جا چکی ہے اسے آپ یا دنیا کی کوئی بھی طاقت نہیں ٹال سکتی پھر ڈرنا کس بات کا؟"

سراج سے گفتگو کرنے کے بعد میرے ذہن میں ایک بار پھر وسوسے ابھرنے لگے۔ میرے خیال کے مطابق پنڈت بنسی دھر اس دنیا میں نہیں تھا۔ کاکا کے بیان کے بعد ٹھکر کی موت کی تصدیق دھرم داس نے کر دی تھی پھر وہ کون سی شیطانی قوت تھی جس نے دھمن راج کو زنجن لال کے خلاف زبان کھولنے سے پیشتر ہی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا؟ کیا وہ ٹھکر ہی تھا جس نے مرنے سے پیشتر زنجن لال کے لیے آخری خدمت انجام دی تھی یا پھر زنجن لال نے کسی اور پنڈت یا پجاری کی خدمات حاصل کر لی تھیں؟

✿

دھمن راج اور ودکرم کی موت تقریباً ایک ہی جیسے انداز میں واقع ہوئی تھی۔ سراج کا خیال تھا کہ دھمن راج کی موت کے سلسلے میں اس کے ورثا ضرور شور و غوغا بلند کریں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ لاش حاصل کرنے کے بعد اسے دھرم کے مطابق شمشان گھاٹ لے جا کر چتا کی آگ کی بھینٹ چڑھا دیا گیا تھا۔ دھمن راج کے ورثا کی خاموشی میرے علاوہ خود سراج کے لیے بھی حیرت انگیز تھی۔ ان کے احتجاج سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گئے تھے اور اس کی صرف ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی۔ زنجن لال کی دولت نے ان کے منہ پر قفل ڈال دیا ہو گا۔

دھمن راج کی موت کے بعد سراج نے مجھے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ زنجن لال اپنے آفس میں ہونے والی ڈکیتی کی واردات کے باوجود ابھی تک خاموش تھا۔ میں یہاں ایک بات تسلیم کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لوں گا۔ اپنے اغوا کے بعد بھی اس نے اپنی زبان سے میرے یا ندیم کے بارے میں ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ وہ بہت گہرا اور دور اندیش دشمن تھا۔ زبان کھول دینے کی صورت میں اس کی جانب سے کوئی جوابی کارروائی اس کے حق میں نقصان دہ ہی ثابت ہو سکتی تھی۔ قاسم علی والے معاملے میں بھی اس نے بڑے ضبط اور تحمل سے کام لیا تھا پھر ودکرم کی موت کے بعد جب میں نے اسے فون کیا تھا تو اس وقت وہ بس ایک لمحے کے لیے جذباتی ہو گیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا اب اس کی جانب سے میرے خلاف جو اقدام کیا جائے گا اس کا علم میرے فرشتوں کو بھی نہیں ہو سکے گا۔ زنجن لال کے اس چیلنج کی روشنی میں اور پھر ڈکیتی کی واردات کے بعد سراج کے مشورے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میں اپنے پڑھنے والوں کو بتا چکا ہوں کہ والد صاحب کے بے حد اصرار پر میں نے اپنے لیے ایک گارڈ رکھ لیا تھا جو بظاہر میرے لیے ڈرائیور کے فرائض انجام دیتا تھا لیکن درپردہ وہ ایک باصلاحیت محافظ بھی تھا اور کسی چالاک چیتے کی طرح اپنے شکار پر جھپٹ پڑنے اور اس کو اپنے پنجوں میں دبوچ لینے کے فن میں بھی مہارت رکھتا تھا۔

دھرم داس کی موت کو پندرہ بیس دن گزر چکے تھے لیکن ابھی تک سراج کے اندازے درست ثابت نہیں ہوئے تھے۔ دفتر آتے جاتے اور اٹھتے بیٹھتے میں پوری طرح محتاط رہتا تھا لیکن ابھی تک مجھے اپنے اردگرد یا دفتر کے آس پاس کوئی ایسا مشتبہ فرد نظر نہیں آیا تھا جس پر میں پولیس کے کسی سادہ لباس والے یا زنجن لال کی جانب سے تعینات کیے جانے والے جاسوس یا نگران کی حیثیت سے شبہ کر سکتا۔ ندیم کی باتوں سے بھی مجھے یہی اندازہ ہوا تھا کہ اس نے بھی اپنے کچھ کارندے میری حفاظت پر مامور کر رکھے ہیں لیکن اس سلسلے میں بھی میں قطعی لاعلم تھا بہرحال حفظ ماتقدم کے طور پر میں ہمہ وقت محتاط رہتا تھا۔ پولیس کی ملازمت میں رہنے کے بعد میں جرائم کی دنیا اور وہاں کے کچھ اصولوں سے بخوبی واقف ہو چکا تھا۔ وہ دشمن جو فوری طور پر جوابی کارروائی کی حماقت کرتا ہے وہ جلد بازی میں اپنے پیچھے کچھ ایسے ثبوت یا نشانات ضرور چھوڑ جاتا ہے جو قانون کی رہنمائی کے لیے بے حد موثر ثابت ہوتے ہیں لیکن سمجھدار مجرم بھی زخمی جانور کی طرح فوری طور پر پلٹ کر جھپٹ پڑنے سے ہمیشہ گریز کرتا ہے وہ کسی ایسے موقعے کی تلاش میں رہتا ہے جب وہ نہایت سکون کے ساتھ بھرپور حملہ کر گزرے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو۔ زنجن لال کا شمار دوسرے قسم کے افراد میں ہوتا تھا۔

اس سے پہلے بھی جتنی وارداتیں ہو چکی تھیں ان میں نرنجن لال کا ذکر ضرور آیا تھا لیکن اس نے کھل کر کبھی سامنے آنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ وہ ہمیشہ دور رہ کر ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اپنے کارندوں کو اس طرح استعمال کرتا تھا کہ جرم کرنے والوں کو بھی اس کی بھنک نہیں ہوتی کہ کس کی خاطر آگ میں کود رہے ہیں۔

جب تقریباً ایک مہینہ گزر گیا تو میں نے نرنجن لال کی طرف سے کسی امکانی کارروائی کا شبہ دل سے نکال دیا۔ میرا خیال تھا کہ شاید پنڈت بنسی دھر اور شنکر کی پراسرار قوتوں کا سحر ٹوٹ جانے کے بعد نرنجن لال نے یہی مناسب سمجھا ہو کہ اب اسے چھوٹی موٹی لوٹنے کے بجائے اپنے کاروبار کی سمت توجہ دینی چاہیے جو قاسم علی کے بیانات اور اخباری خبروں کی وجہ سے بری طرح متاثر ہو چکا تھا لیکن شاید وہ میری غلط فہمی ہی تھی جس نے مجھے ایک خوش فہمی میں مبتلا کر دیا یا پھر ایک کاروباری شخص ہونے کی وجہ سے میں اپنے کاروبار میں رفتہ رفتہ اتنا مصروف ہو گیا تھا کہ میں نے نرنجن لال کے خیال کو یکسر فراموش کر دیا تھا لیکن شاید وہ میری غلط فہمی ہی تھی جس نے مجھے ایک خوش فہمی میں مبتلا کر دیا تھا جس کا خمیازہ مجھے بعد میں بھگتنا پڑا۔

اس روز میں اپنے آفس میں بیٹھا ماسٹر ٹونی اور ورانی کے ساتھ ایک نئے پروجیکٹ کے سلسلے میں اہم گفتگو میں مصروف تھا' جب ندیم مسکراتا ہوا داخل ہوا اور مجھ سے مخاطب ہوئے بغیر اس حصے کی طرف جا کر بیٹھ گیا جہاں مہمانوں کے لیے صوفے موجود تھے عام حالات میں ضروری میٹنگ کے دوران میرے دفتر میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی لیکن ندیم کو میرے عملے کے افراد کے علاوہ آفس کے باہر تعینات ڈیوٹی گارڈ بھی بخوبی جانتے تھے اس لیے کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ خود میری ہدایت بھی یہی تھی کہ ندیم جس وقت بھی چاہے مجھ سے بلا کسی روک ٹوک مل سکتا ہے۔ پہلے وہ صرف میرا دوست اور کلاس فیلو تھا لیکن نسیم سے شادی کے بعد میری نگاہوں میں اس کی قدر و منزلت کچھ اور بڑھ گئی تھی اس کے علاوہ نرنجن لال والے معاملات میں بھی وہ شانہ بشانہ میرا ساتھ دے رہا تھا۔

ماسٹر ٹونی اور ورانی سے ضروری ڈسکشن کے بعد جب میں نے فارغ ہو کر ندیم کی جانب دیکھا تو وہ ایک میگزین کے مطالعے میں محو تھا۔

"کیا ہو گے؟" میں نے ٹونی اور ورانی کے جانے کے بعد ندیم سے پوچھا تو اس نے میگزین بند کر کے میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"حسب معمول عارفہ کے ہاتھوں کی بنی ہوئی گرما گرم کافی۔"

"بری بات۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اگر نسیم کو معلوم ہو گیا تو تمہاری خیر نہیں ہوگی۔"

"جو لوگ شہادت کا جام پینے کی ٹھان لیتے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ حملہ کس طرف سے اور کس وقت ہو گا۔" ندیم نے بڑی معصومیت سے کہا۔

جواب میں' میں نے عارفہ سے انٹرکام پر کافی لانے کی درخواست کی پھر اپنی کرسی سے اٹھ کر ندیم کے قریب جا بیٹھا۔

"اور سناؤ' آج صبح ہی صبح ادھر کیسے آ گئے؟"

"صبح ــــ" ندیم نے چونک کر اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی پھر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "عقل کے ناخن لو مائی ڈیئر۔ اس وقت دوپہر کے گیارہ بج رہے ہیں۔"

"جانتا ہوں۔" میں نے ندیم کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "لیکن یہ وقت ان لوگوں کے جاگنے کا ہوتا ہے جو دن میں کام کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور جو رات کا کاروبار کرتے ہیں ان کی صبح بارہ بجے سے پہلے نہیں ہوتی۔"

"پرانی بات ہے۔" ندیم نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "جب سے نسیم نے میری زندگی میں قدم رکھا ہے میرے بہت سارے شیڈول بدل گئے ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں نسیم کی شہسواری کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس نے تم جیسے منہ زور گھوڑے پر بھی لگام کس دی ہے۔"

ہمارے درمیان اس قسم کی گفتگو جاری تھی کہ عارفہ کافی کی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ ندیم یکلخت سنجیدہ ہو کر اس طرح عارفہ کو گھورنے لگا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔ عارفہ نے کافی تیار کر کے ہم دونوں کو پیش کی نسیم کی شادی کے بعد سے وہ بھی ندیم سے کھل کر باتیں کرنے لگی تھی لیکن دفتری ماحول میں اس نے بھی اس فاصلے کی حدود کو عبور کرنے کی کوشش نہیں کی تھی جو میں نے قائم کر رکھی تھی۔

"یہ آپ اس قدر سنجیدگی سے مجھے کیوں گھور رہے ہیں؟" عارفہ نے ندیم سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کو آج دفتر نہیں آنا چاہیے تھا۔" ندیم نے بدستور بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "آج کا دن

آپ کے لیے گھر میں گزارنے کا تھا۔"

"کیا مطلب؟" عارفہ نے تعجب سے پوچھا۔

"اگر میرے ذہن میں اچانک ابھرنے والے مدوجزر مجھے دھوکا نہیں دے رہے ہیں تو میں اس بات کو بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آج کا دن آپ کے لیے سعد نہیں ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ چھٹی لے کر گھر چلی جائیں اس لیے کہ سورج جب نصف النہار میں داخل ہو گا تو اس کی شعاعیں آپ کے لیے پریشانی اور الجھن کا سبب بھی بن سکتی ہیں۔"

"ایک بات پوچھ سکتی ہوں۔" عارفہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"پوچھیے' لیکن اس شرط پر کہ آپ پہلی فرصت میں دفتر کے تمام کام بالائے طاق رکھ کر گھر چلی جائیں گی۔" ندیم کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"یہ آپ نے علم نجوم میں کب سے دلچسپی لینی شروع کر دی ہے؟"

"آپ نے ناسٹرا ڈیمس کا نام ضرور سنا ہو گا۔" ندیم نے کافی کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "فرانس کی سرزمین پر جنم لینے والے دنیا کے اس عظیم شخص کو آج دنیا کے تمام ماہرین پیش گوئیوں کے سلسلے میں حرف آخر جانتے ہیں۔ اس نے چار سو برس پہلے جو کچھ کہا تھا وہ آج تک حرف بحرف پتھر کی لکیر کی طرح سچ اور درست ثابت ہو رہا ہے۔ اس پر یہ اہم انکشاف کہ وہ پیش گوئی کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہے اس وقت ہوا جب اس نے ایک مالدار بیوہ سے شادی کی تھی۔ اس کے بعد ان سے جو کچھ کہا اور لکھا اس پر آج تک دنیا کے بڑے بڑے ماہرین ریسرچ کرتے چلے آ رہے ہیں اور یہ بات پوری دنیا کے لیے باعث حیرت ہے کہ ناسٹرا ڈیمس نے چار سو برس پہلے ان واقعات کو کس طرح دیکھا اور محسوس کیا جو مستقبل میں پیش آنے والے تھے۔"

"اور تمہارے اوپر یہ انکشاف نسیم سے شادی کرنے کے بعد ہوا ہے کہ تم ایک کیسینو کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ مستقبل میں جھانکنے کی بھرپور صلاحیت کے مالک ہو۔" میں نے ندیم کی سنجیدگی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"پلیز رحم کرو۔ تمہارے منہ سے یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں۔"

"آزمائش صداقت کی کسوٹی ہے پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔" ندیم نے کسی فٹ پاتھیا شعبدہ باز جیسے انداز میں مجھے

گھورتے ہوئے کہا۔ "اس وقت ہاتھ ملنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا جب ایک پیر فقیر مردہ زندہ کرنے کے بعد پہاڑیوں میں جا چھپے گا۔ آج تمہیں ہماری باتیں مضحکہ خیز لگ رہی ہیں لیکن کل جب ہم نہ ہوں گے تو تمہیں ہماری باتیں یاد آئیں گی۔"

"کیا راستے میں فٹ پاتھ پر کسی کھیل تماشا کرنے والے سے مل کے آ رہے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ اس کی باتوں پر غور نہ کریں۔" ندیم نے میری جانب اشارہ کرتے ہوئے عارفہ سے کہا۔ "اس وقت دوپہر کے گیارہ بج کر بیس کا عمل ہے۔ ابھی آپ کے پاس پورے چالیس منٹ باقی ہیں۔ اس عرصے میں آپ اس خطرے سے خود کو محفوظ رکھ سکتی ہیں جو میری دوربین نظریں آپ کے سر پر منڈلاتا دیکھ رہی ہیں۔"

"یہ بھی ایک اچھا ایڈونچر ثابت ہو سکتا ہے۔" میں نے اس بار مضحکہ خیز سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تم کیسینو کے بزنس کے ساتھ ساتھ فاضل اوقات میں پوش علاقے کے بازاروں میں مجمع لگانا شروع کر دو تو اچھی خاصی انکم ہو سکتی ہے۔"

ندیم نے اس بار میری بات کا جواب نہیں دیا۔ کافی پینے میں مصروف ہو گیا پھر اچانک چونکتے ہوئے بولا۔

"میں ــــ میں شاید ابھی کچھ کہہ رہا تھا۔" انداز ایسا ہی تھا جیسے اس نے کچھ دیر پہلے جو حماقت انگیز باتیں کی تھیں وہ اسے مطلق یاد نہیں تھیں۔

"آپ کہہ رہے تھے کہ اگر چاہیں تو خالی پٹاری سے سانپ برآمد کر سکتے ہیں۔" عارفہ نے شرارتاً کہا۔

"خالی پٹاری سے سانپ! مجھے سوچنا پڑے گا۔" ندیم نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"کس سلسلے میں سوچو گے' سانپ یا خالی پٹاری؟" میں نے بھی ندیم کو چھیڑنے کی خاطر سوال کیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اس وقت سو فیصد مذاق کے موڈ میں ہے۔

جواب میں ندیم نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتاری اور اسے جھک کر گہری نگاہوں سے گھورنے لگا۔ میں اور عارفہ دونوں ہی اسے بغور دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ندیم کی کیفیت اس مداری سے مختلف نظر نہیں آرہی تھی جو سڑکوں پر کھیل تماشے دکھا کر اور لوگوں کی ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اٹھا کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

"میں نے یہ عمل ایک مصری خاتون سے سیکھا ہے۔" ندیم نے انگوٹھی کے نگینے سے نظر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "مغربی ممالک کے بیشتر جادوگر اور بلیک میجک کرنے والے سفید رنگ کے روشن گلوب میں دیکھ کر پیش گوئی کرتے ہیں لیکن وہ مصری خاتون انگوٹھی کے نگینے میں جھانک کر آنے والے حالات کے بارے میں بتاتی تھی۔ یہ انگوٹھی اسی نے مجھے تحفتہً دی ہے۔"

"اس وقت تم نے اس نگینے میں آنے والے لمحات کے بارے میں کیا دیکھا ہے؟"

جواب میں ندیم کے ماتھے پر سنجیدگی کی گہری سلوٹیں ابھر آئیں۔ میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے وہ خاموشی سے اٹھا پھر اس نے شیشے کی اس کھڑکی کا پردہ کھینچ دیا جو میری کرسی کی عین پشت پر واقع تھی۔ آفس میں ہلکا سا اندھیرا پھیل گیا۔ دوبارہ صوفے پر بیٹھنے کے بعد اس نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"میرے عزیز وقت آہستہ آہستہ گزر رہا ہے۔ مقدر کے لکھے کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔"

"اگر اجازت ہو تو لائٹس روشن کردوں۔" عارفہ نے پوچھا۔

"نہیں۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اندھیرے محبت کی نشانی ہیں جو انسانی عمر کو طویل کرنے میں بے حد معاون ثابت ہوتے ہیں۔"

"پلیز ندیم۔" میں نے اکتاتے ہوئے کہا۔ "اب اس ڈرامے کو ختم کردو ورنہ۔"

"ورنہ کیا؟"

"یہ بھی ممکن ہے کہ مجھے تمہیں زبردستی ساتھ لے جا کر کسی مینٹل ہسپتال میں داخل کرانا پڑے۔"

"جانتے ہو میں نے کھڑکی پر پردہ کیوں کھینچا ہے۔" ندیم نے کلام ختم کرتے ہوئے سوال کیا۔

"تاکہ کالا دیو سبز پری کو لے کر اندر نہ آسکے۔" میں نے جان بوجھ کر حماقت انگیز جواب دیا۔

"گڈ۔" ندیم نے خوشی کا اظہار کیا۔ "اب تمہارا ذہن بھی کام کرنے لگا ہے۔ تھوڑی سی مشق کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد تم بھی مستقبل بینی کے عجیب و غریب فن پر اعتماد کرنے لگو گے۔"

"ندیم۔۔۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "کیا تم اب اس فضول قسم کے ڈرامے کو ختم نہیں کر سکتے۔"

"میں چلتی ہوں۔" عارفہ نے مسکراتے ہوئے کہا پھر وہ چائے کے برتن اٹھا کر جانے کا ارادہ کر رہی تھی کہ ندیم نے تیزی سے کہا۔

"بیٹھی رہیں مس عارفہ' اس لیے کہ ڈراما شروع ہونے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس بار میں کسی فوری خیال کے پیش نظر چونکا۔

ندیم نے جواب دینے کی کوشش کی تھی کہ اچانک ایک زور کا جھناکا ہوا اور شیشے کی وہ کھڑکی جس پر ندیم نے پردہ کھینچا تھا چکنا چور ہو گئی۔ میں حیرت سے اچھل پڑا اگر میں اس وقت اپنی کرسی پر ہوتا تو شاید وہ بلٹ جو کھڑکی کا شیشہ توڑ کر اندر داخل ہوئی تھی میرا کام بھی تمام کر چکی ہوتی۔"

"خبردار' اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہ کرنا۔" ندیم نے تیزی سے اپنا پسٹل نکالتے ہوئے کہا پھر وہ سر جھکائے ہوئے بیرونی دروازے کی جانب لپکا۔ میں بھی اس کی پیروی میں اٹھ کھڑا ہوا۔ عارفہ خوفزدہ ہو کر صوفے سے اٹھ کر قالین پر لیٹ گئی تھی۔ باہر سے خودکار اسلحہ کی "ریٹ ریٹ" کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ پہلا برسٹ غالباً میرے آفس کے عقبی حصے میں زیر تعمیر عمارت سے میرے کمرے پر مارا گیا تھا۔ کھڑکی کے شیشے کے علاوہ سنسناتی ہوئی گولیوں نے دفتر کے ساز و سامان کو بھی خاصا نقصان پہنچایا تھا۔ کشن والے فرنیچر میں جابجا سوراخ نظر آرہے تھے۔ باہر سے آنے والی آوازوں سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے دو تین پارٹیاں اچانک برسرپیکار ہو گئی ہوں۔

"اوپر والی سیڑھیوں اور لفٹ کے باہر پوزیشن سنبھال

لو۔" ندیم نے باہر آکر گارڈ سے کہا۔ "سامنے آنے یا نیچے اترنے کی غلطی نہ کرنا۔ اوپر آنے والے کسی نووارد شخص پر بھی سوچ سمجھ کر وار کرنا۔"

پھر ندیم تیزی سے لپکتا ہوا ایک ایسے پائے کے قریب پہنچ گیا۔ جہاں سے باہر کا جائزہ لیا جاسکتا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا اور اپنے اعشاریہ تین آٹھ کے آٹو میٹک کے دستے پر گرفت مضبوطی سے جما رکھی تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" میں نے ندیم سے پوچھا۔

"زنجن لال کی طرف سے جوابی حملہ لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" ندیم کے لہجے میں درندگی تھی۔ "میرے آدمی باہر موجود ہیں۔ وہ دشمنوں کا صفایا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائیں گے۔"

"کیا تمہیں اس حملے کا پہلے سے علم تھا؟"

"ہاں۔" ندیم نے پائے کی آڑ سے باہر کی پوزیشن دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "اتفاق ہی سمجھو کہ زنجن لال نے جن ڈاکوؤں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ ان میں سے ایک میرے آدمیوں کا واقف کار نکل آیا۔ اسی نے بتایا تھا کہ حملہ ٹھیک بارہ بجے کیا جائے گا۔ میں نے اسی لیے عارفہ سے کہا تھا کہ وہ بارہ بجے سے پہلے نکل جائے۔"

"میرا خیال ہے کہ نیچے سراج کے سادہ لباس والے بھی ہوں گے۔" سراج کو بھی اسی بات کا شبہ تھا کہ زنجن لال اپنے دفتر میں ہونے والی ڈکیتی اور چار آدمیوں کے قتل کو ہماری ذات سے منسوب کرے گا اور جوابی کارروائی سے دریغ نہیں کرے گا۔"

"وہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم آپس ہی میں ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں۔" ندیم نے کہا پھر جیب سے ایک مختصر ٹرانسیٹر نکال کر اسے آن کیا اور کسی "این آر ون" کو بار بار آواز دینے لگا۔ ایک منٹ بعد ٹرانسیٹر پر ایک ٹھوس آواز سنائی دی۔

"این آر ون آن دی لائن سر اوور۔"

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ سراج کے کچھ سادہ لباس والے بھی اس کھیل میں شریک ہیں۔ ان کی نگاہوں سے بچنے کی کوشش کرنا۔ ہمارا کوئی بھی آدمی زندہ یا مردہ حالت میں پولیس کے ہتھے نہیں لگنا چاہیے اوور۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب۔ ہم نے پولیس کے سادہ لباس والوں کو دیکھ لیا ہے۔ فی الحال وہی لوگ حملہ کرنے والوں سے فائرنگ کا مقابلہ کر رہے ہیں اوور۔"

کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ شہباز کے پرسنل آفس پر پشت والی زیر تعمیر عمارت سے فائرنگ کی گئی اوور۔"

"ہمارے آدمیوں سے بھی دو چار منٹ کی چوک ہو گئی تھی ورنہ اس کی نوبت بھی نہ آتی۔ بہرحال ہم نے اس شخص کو قابو کر لیا ہے اوور۔"

"گڈ۔۔۔" ندیم نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔ "وہ آدمی ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ اسے پہلی فرصت میں انڈر گراؤنڈ کردو۔ پولیس کو فی الحال اس کی بھنک بھی نہیں ملنی چاہیے اوور۔"

"اور کوئی حکم۔۔۔ اوور۔"

"اس بات پر خاص نظر رکھو کہ دشمن کا کوئی آدمی بھی آفس کی حدود میں نہ داخل ہو سکے۔ خواہ اس کے لیے تمہیں دو چار خون ہی کیوں نہ کرنے پڑیں۔۔۔ اوور اینڈ آل۔۔۔" ندیم نے اپنا جملہ مکمل کر کے ٹرانسیٹر کو واپس جیب میں رکھ لیا۔

چند لمحے پیشتر جو شخص ایک کھلنڈرے نوجوان کی طرح بیٹھا ہمیں اپنی اول فول حرکتوں سے ہنسانے کی کوشش کر رہا تھا اس وقت کسی چالاک چیتے سے بھی تیز اور پھرتیلا نظر آرہا تھا۔ ٹرانسیٹر جیب میں رکھنے کے بعد اس نے ایک بار پھر نیچے کے حالات کا جائزہ لیا پھر مجھ سے بولا۔

"میرا خیال ہے کہ پولیس کی اچھی خاصی نفری باہر موجود ہے۔ انہوں نے مجرموں کو گھیر لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپریشن کے بعد سراج سیدھا تمہارے آفس ہی کا رخ کرے۔"

"ہاں' آں ہو سکتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم دفتر کے عملے کا خیال رکھو۔ میں باہر نکل کر اپنے آدمیوں کو دیکھتا ہوں۔ ویسے بھی میرا اس وقت یہاں ٹھہرنا اب بیکار ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں اس وقت سراج کے سامنے نہیں آنا چاہتا۔" ندیم نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ میں رات میں کسی وقت تمہیں فون کروں۔"

"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "باہر اس وقت گولیاں بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ ایسی پوزیشن میں تمہارا اکیلے جانا مناسب نہیں ہوگا۔"

"میں حالات کا جائزہ لے چکا ہوں۔ زندگی اور موت کا کھیل صرف سامنے کے رخ کھیلا جا رہا ہے جبکہ میں

واپسی کے لیے پچھلا راستہ اختیار کروں گا جہاں میرے دو آدمی پہلے سے تعینات ہیں۔" ندیم نے کہا پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا ندیم برق رفتاری سے اپنے جسم کو خم دیتا ہوا نیچے کی سمت جھکا اور سر جھکائے کھڑکیوں کے سامنے آئے بغیر گیلری عبور کر کے لفٹ کی جانب چلا گیا جہاں میرا ایک گارڈ سب مشین گن لیے دیوار سے چپکا کھڑا تھا۔ میں نے ندیم کے قریب جانے کی کوشش کی۔ میں اسے اس وقت تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا مگر قبل اس کے میں اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتا نیچے سے کسی نے کھڑکیوں کی جانب برسٹ مارا تو اس کے نتیجے میں بیشتر کھڑکیوں کے شیشے ریزہ ریزہ ہو کر گیلری میں بکھر گئے۔ میں نے خود کو تیزی سے پاکھے کی آڑ میں کر لیا پھر میں نے پلٹ کر لفٹ کی جانب دیکھا لیکن ندیم وہاں موجود نہیں تھا۔

میں جس جگہ کھڑا تھا وہ بہت زیادہ محفوظ بھی نہیں تھی اگر خود کار آتشی اسلحہ کے بجائے ایک آدھ گرینیڈ ادھر پھینک دیا جاتا تو شاید میں خود کو نہ بچا پاتا لیکن میرے اوپر حملہ کرنے والوں کو شاید اس اچانک مزاحمت کی امید نہیں تھی جو پولیس کی جانب سے جاری تھی۔ کسی خطرے کے پیش نظر میں نے نیچے جانے کا ارادہ ترک کر کے آفس کی طرف واپس لوٹنا زیادہ مناسب سمجھا جہاں میرے دفتر کا بیشتر عملہ درمیانی ہال میں جمع تھا۔ ان کے چہرے پر خوف کے گہرے تاثرات موجود تھے۔ عارفہ بھی مجھے ان کے درمیان نظر آئی۔ شاید میرے اور ندیم کے چلے جانے کے بعد اس نے میرے کمرے میں تنہا رہنے کے بجائے لوگوں کے درمیان رہنا زیادہ مناسب خیال کیا تھا۔

"یہ ـــ یہ سب کیا ہو رہا ہے ـــ؟" وانی نے میرے قریب آتے ہوئے سوال کیا اس کے چہرے پر بھی اس وقت ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے اسے تسلی دی۔ "نیچے پولیس آچکی ہے کچھ دیر بعد حالات معمول پر آجائیں گے۔"

"کیا یہ لسانی فساد ہے یا ـــ؟"

"قبل از وقت کچھ یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لیا۔ "ہو سکتا ہے کہ ڈکیتی کی کوئی واردات کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور کسی نے پولیس کو بروقت حالات سے باخبر کر دیا ہو۔"

"لیکن ایسی صورت میں ڈاکوؤں کو آپ کے آفس کی کھڑکی پر برسٹ مارنے کی کیا ضرورت تھی؟" وانی نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔ "مس عارفہ بتا رہی تھیں کہ آپ کے دفتر کو بھی خاصا نقصان پہنچا ہے۔"

"خوف و ہراس اور دہشت پھیلانے کے لیے ہمیشہ ایسا ہی انداز اختیار کیا جاتا ہے۔" میں نے نگاہوں میں عارفہ کو سرزنش کرتے ہوئے اور آئندہ کے لیے زبان بند رکھنے کا اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "کسی اور جانب سے کوئی کمک نہ پہنچنے پائے اس لیے اپنی مقصد براری کے لیے اکثر اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے بھی اختیار کیے جاتے ہیں۔"

"میں نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا تھا سر۔" عارفہ نے جلدی سے اپنی پوزیشن صاف کرتے ہوئے کہا۔

"باہر سے گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی آواز کچھ دیر تک وقفے وقفے سے گونجتی رہی پھر اس کی شدت میں کمی آگئی۔ میں عملے کے افراد کو وقتی طور پر مطمئن کرنے کے بعد ہال سے نکل کر اپنے آفس کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں سراج سے مڈبھیڑ ہو گئی جو دو گارڈز کے ساتھ گیلری میں موجود تھا۔ نیچے سے فائرنگ کی آوازیں آنا بند ہو چکی تھیں۔ کچھ سوچ کر میں سراج کے ساتھ وانی کے کمرے میں چلا گیا جو اس وقت میری توقع کے عین مطابق خالی ہی تھا۔ سراج کے گارڈز کے علاوہ میرے دفتر کے گارڈز بھی باہر ہی رک گئے۔

"آپ نے دیکھا مسٹر شہباز۔" سراج نے پرجوش لہجے میں کہا۔ "میں نے جس خدشے کا اظہار کیا تھا وہ غلط ثابت نہیں ہوا۔"

"کیا کچھ کارآمد ثبوت ہاتھ لگا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"دو آدمی زندہ گرفتار کر لیے گئے ہیں جبکہ ایک مارا گیا اور دو شدید زخمی حالت میں ہسپتال کے لیے روانہ کر دیے گئے ہیں۔" سراج نے فاتحانہ انداز میں جواب دیا۔ "جو مجرم زندہ حالت میں گرفتار ہوئے ہیں وہ پہلے ہی سے پولیس کو متعدد وارداتوں میں مطلوب تھے۔ ان کی زبان کھلوانے کی خاطر ہمیں کچھ نہ کچھ محنت ضرور کرنی پڑے گی۔ ویسے میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اس قسم کے پیشہ ور مجرمان پولیس کے ڈرائنگ روم سے بچنے کی خاطر سب کچھ سچ اگل دیتے ہیں۔ اس لیے کہ انہیں "جیل برڈس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دو چار سال کی قید بامشقت ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔"

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عدالت میں پیش ہونے

کے بعد اپنے بیان سے منحرف ہو جائیں۔" میں نے ایک امکانی بات کہی۔ "دھن راج کے سلسلے کے علاوہ آپ کو دوسرے مقدمات میں بھی اس قسم کے حالات سے ضرور واسطہ پڑا ہوگا اور خاص طور پر ایسی صورت میں جب کہ زنجن لال جیسا کروڑپتی اور بااثر شخص مجرموں کی پشت پناہی کر رہا ہو پولیس کو خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

"آپ کا فرمانا بجا لیکن اب مجھے بھی ضد ہو گئی ہے کہ کسی نہ کسی طرح زنجن لال کو قانون کے شکنجے میں جکڑے بغیر سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "ہماری سب سے بڑی مشکل یہی ہے کہ بااثر افراد خواہ کتنے ہی بڑے مجرم ہوں انہیں اوپر والوں کی حمایت حاصل ہوتی ہے اور یہی جرائم پیشہ قسم کے لوگ قانون کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر اور سینہ تان کر بڑی بڑی اور قیمتی گاڑیوں میں بیٹھ کر دندناتے پھرتے ہیں۔"

"اس کے باوجود آپ کے حوصلے بلند ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرا مشورہ مانیں تو اب زنجن لال کا خیال ذہن سے نکال دیں ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی صرف ایک فون کال پر یا تو آپ کا تبادلہ کسی دور دراز علاقے میں کر دیا جائے گا یا پھر کوئی جھوٹا چارج لگا کر آپ کو ملازمت سے خدانخواستہ سبکدوش بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"مجھے ان باتوں کا تجربہ ہے مسٹر شہباز، لیکن کسی کے سامنے خوفزدہ ہو کر گھٹنے ٹیک دینا بھی میری سرشت کے خلاف ہے۔" سراج نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"ایک بات پوچھوں؟"

"ضرور پوچھئے۔"

"آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ نے جن جرائم پیشہ افراد کو گرفتار کیا ہے وہ میرے ہی اوپر حملہ آور ہونے کے لیے بھیجے گئے تھے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان پیشہ ور مجرموں کو قانون کو مطلوب ہونے کی وجہ سے گرفتار کیا ہو اور اب ان پر تشدد کر کے آپ انہیں زنجن لال جیسے شریف، دیانت دار اور مشہور بزنس مین کے خلاف کسی ذاتی عناد کی وجہ سے پیش کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں آپ کا اشارہ سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "اس کے ہاتھ اتنے لمبے ہیں کہ وہ سونے کا نوالہ منہ میں ڈالنے کے بعد جس سے جو چاہے بیان دلوا سکتا ہے لیکن ان تمام اندیشوں کے باوجود میں اس تناور درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی جدوجہد جاری رکھوں گا جس کے سائے تلے مجرم پناہ لیتے ہیں اور پروان چڑھتے ہیں۔"

"آپ شاید اس حقیقت کو فراموش کر رہے ہیں کہ بڑے بڑے تمغے صرف ان ہی افراد کو محض عوام کی اشک شوئی کی خاطر عنایت کیے جاتے ہیں جو اس دنیا میں موجود نہیں ہوتے۔" میں نے زہرخند لہجے سے جواب دیا۔ "زندگی میں ان کی خدمات کو سراہنے کے بجائے انہیں شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، ایک دو افراد کے سر کفن باندھنے سے معاشرے کو گندی مچھلیوں سے پاک نہیں کیا جا سکتا۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کا خیال درست ہو لیکن اگر ہر شخص یہی سوچ کر اپنے فرائض کی انجام دہی سے منہ موڑ لے تو یہ ملک جرائم کم ہونے کے بجائے اور پھیلتے جائیں گے۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن ایک تلخ حقیقت آپ کو بھی تسلیم کرنی پڑے گی۔" میں نے زہرآلود سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میڈیکل سائنس نے کتنی ترقی کر لی ہے اس کا اندازہ آپ کو بھی ہوگا لیکن اب بھی کچھ متعدی امراض ایسے ہیں جو ناقابل علاج ہیں یا فوری طور پر ان کا تدارک نہیں کیا جا سکتا، ایسے خطرناک مرض میں مبتلا کسی مریض کو جس کی بیماری کی شدت بنی نوع انسانوں کے لیے مہلک اور جان لیوا ثابت ہو رہی ہو، علاج کرنے کے بجائے سلو پوائزن دے کر موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے۔"

"میں آپ کا مقصد سمجھ رہا ہوں لیکن ابھی زنجن لال ایسا مریض نہیں ہے جسے بغیر کسی ثبوت کے غیر قانونی طور پر مار دیا جائے۔" سراج نے بڑے عزم کے ساتھ جواب دیا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں اب اجازت چاہوں گا، بظاہر جس خطرے کا اندیشہ تھا وہ ٹل گیا ہے لیکن اس کے باوجود میں آپ کو بہت زیادہ محتاط رہنے کا مشورہ دوں گا، بار بار کی ناکامی زنجن لال جیسے کینہ خصلت مجرم کو پہلے سے زیادہ خطرناک بنا دیتی ہے پھر اس کا ہر وار پہلے وار سے زیادہ بھرپور اور منظم ہوتا ہے۔"

"میں آپ کے مشورے کا خیال رکھوں گا۔" میں نے سراج سے رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے کہا پھر سراج کے جانے کے بعد میں وانی کے کمرے سے باہر آنا چاہ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"ہیلو— شہباز خان اسپیکنگ۔"

"تمہارا حشر بول رہا ہوں۔ زنجن لال۔" ریسیور پر زنجن لال کی سپاٹ آواز سنائی دی۔

"تم—" دوسری جانب سے خلاف توقع زنجن لال کی آواز سن کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ "فون کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

"مجھے ابھی کسی نے فون پر اطلاع دی ہے کہ تمہارے آفس پر کچھ نامعلوم مجرموں نے حملہ کیا ہے' تم تو خیریت سے ہو نا؟" زنجن لال کے لہجے میں گہرا طنز شامل تھا شاید اس طرح وہ مجھے نفسیاتی طور پر مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم شاید بھول رہے ہو زنجن لال کہ چیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔

"میں تمہاری بات سے انکار نہیں کروں گا۔" وہ سرد اور سفاک لہجے میں بولا۔ "میں بھی اب یہی محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارے ڈی ایس پی سراج نے بہت زیادہ پر نکالنے شروع کر دیے ہیں۔ مجھے اب اس کے بارے میں بھی سوچنا پڑے گا' ویسے ابھی ابھی اس نے تمہیں جو مشورہ دیا ہے اس پر عمل ضرور کرنا ہے۔"

"زنجن لال۔" میں کسی زخمی درندے کی طرح غرایا۔ "مجھے اس بات پر مجبور نہ کرو کہ میں کوئی ایسا قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں کہ تم دوبارہ میرے آفس کے نمبر ڈائل کرنے کے قابل ہی نہ رہ جاؤ۔"

"یو آر جسٹ اے چائلڈ اور میں بچوں کی باتوں کا برا نہیں مانتا۔" زنجن لال نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر سلسلہ منقطع کر دیا' میں زنجن لال کی اس دیدہ دلیری کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا پھر یکلخت میرے ذہن میں ایک سوال تیزی سے ابھرا۔

"سراج کو کمرے سے نکلے ابھی بمشکل دو منٹ ہوئے تھے پھر زنجن لال کو اس بات کا علم کس طرح ہو گیا کہ سراج نے مجھے کیا مشورہ دیا تھا؟ کیا پھر کوئی طاغوتی طاقت زنجن لال کی پشت پناہی کر رہی تھی؟"

میرے ذہن کے اندر لاوا سا پک رہا تھا' ندیم کی بروقت مداخلت اور سراج کی دوراندیشی نے مجھے ایک بڑی تباہی سے بچا لیا تھا۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرا ایمان تھا کہ موت برحق ہے اور اس کے لکھے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ جو قبل از کوئی حفاظتی تدبیر کر کے بچ جاتے ہیں وہ اس خوش فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ انہوں نے موت کے آہنی شکنجوں سے نجات حاصل کر لی ہے یہ محض دل کا بہلاوا ہے' خود فریبی ہے جو انسان کو گمراہی کی سمت لے جاتی ہے لیکن مجھے ایسی کوئی خوش فہمی نہیں تھی' ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بھی دوراندیشی کے منافی ہے لیکن مجھے اس بات کا کامل یقین تھا کہ دشمنوں کی جانب سے چلائی جانے والی گولیوں میں سے اگر کسی ایک پر بھی میرا نام درج ہوتا تو نہ ندیم کی بروقت مداخلت میرے کسی کام آ سکتی تھی نہ ہی سراج کی دوراندیشی مجھے موت کے منہ سے بچا سکتی تھی۔ یہ سب مقدر کے کھیل ہوتے ہیں جو ضعیف الاعتقاد لوگوں کو سراب کے مانند دھوکے میں مبتلا رکھتے ہیں جو کبھی بھاگتے بھاگتے رک جاتے ہیں اور کبھی پیاس کی شدت انہیں فریب نظر میں مبتلا کر کے پھر بھاگ دوڑ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ میرے ساتھ ایسی کوئی خوش فہمی نہیں تھی' مجھے موت کے اٹل ہونے اور اس کا ایک وقت مقرر ہونے پر مکمل یقین تھا' بزنس میں نقصان اور فائدے ہوتے رہتے ہیں' مجھے اپنے ہونے والے نقصان کی کوئی پروا نہیں تھی' خدا کے فضل سے میں نے وہ مقام حاصل کر لیا تھا جہاں لاکھ دو لاکھ کا نقصان بہ آسانی برداشت کیا جا سکتا تھا' مجھے فکر تھی تو صرف اس بات کی تھی کہ پنڈت جسی دھر اور شنکر کے راستے سے ہٹ جانے کے بعد بھی زنجن لال نے اتنا بڑا قدم اٹھانے کا فیصلہ کس طرح کر لیا تھا۔ کیا وہ ذہنی طور پر بالکل ہی قلاش اور دیوانہ ہو گیا تھا یا پھر کوئی نئی طاغوتی قوت اس کی پشت پناہی کر رہی تھی؟ مجھے اس بات کی بھی کچھ زیادہ فکر نہیں تھی' میرے ذہن میں تو زنجن لال کے وہ جملے گونج رہے تھے جو اس نے فون پر کہے تھے اس نے مجھے طفل مکتب قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ بچوں کی باتوں کا برا نہیں مانتا۔ اس کے علاوہ ایک سوال میرے ذہن کو الجھا رہا تھا۔ زنجن لال کو میرے اور سراج کے درمیان ہونے والی گفتگو کا علم اس قدر جلدی کس طرح ہو گیا تھا؟ اس نے مجھے فون کیوں کیا تھا؟ کیا صرف یہ باور کرانے کی خاطر کہ اب وہ مجھے موت کے گھاٹ اتارے بغیر سکون کا سانس نہیں لے گا یا پھر اپنی برتری کا احساس دلانا چاہتا تھا۔

دفتر میں ابھی تک افراتفری کی فضا قائم تھی' میں نے ایک ایک کر کے انہیں رخصت کر دیا' صرف واثی اور ٹونی باقی رہ گئے تھے جو میرے ساتھ میرے دفتر میں موجود تھے'

میرے دونوں گارڈز باہر پوری طرح چوکنا تھے۔

"سر۔" ٹونی نے میری طویل خاموشی سے اکتاتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ کو پہلے بھی یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ زنجن لال بڑا کمینہ بزنس مین ہے' وہ ایک ایک پائی کو دانت سے اٹھانے کا عادی ہے اسی لیے کنٹریکٹ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد وہ پاگل ہو رہا ہے اور پاگل کتوں کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ انہیں گولی مار دی جائے' میں نے آپ کو پہلے بھی مشورہ دیا تھا۔"

"تمہارا مشورہ غلط نہیں تھا لیکن—" میں کچھ کہتے کہتے رک گیا میں نے ماسٹر ٹونی کو غور سے دیکھا' وہ میری ہی وجہ سے اپنے سیدھے ہاتھ سے محروم کر دیا گیا تھا لیکن ابھی تک اس کی ہمت جواں تھی۔

"مجھے صرف ایک موقع دیجیے۔" اس نے زہرخند لہجے سے کہا۔ "جنگ ہاتھوں سے نہیں دماغ سے لڑی جاتی ہے' محاذ پر اگر کسی جنرل کا ایک ہاتھ کاٹنا پڑے تو اس کے عہدے پر کوئی فرق نہیں پڑتا' جنرل جنرل ہی رہتا ہے' اس کی ذہنی پلاننگ بھی دشمنوں کو پسپا کرنے کے لیے کسی مہلک ہتھیار سے کم نہیں ہوتی' ٹونی کا صرف ایک ہاتھ ختم ہو گیا ہے لیکن ذہن ابھی تک پوری طرح پلاننگ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جسٹ ون چانس سر— میں صرف تین دن کی مہلت مانگتا ہوں اور سوئر اپان گاڈ پرامس کرتا ہوں کہ اگر ٹونی کی پلاننگ فیل ہو گئی تو وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو شوٹ کر لے گا۔"

"یو آر گریٹ ٹونی۔" میں نے اس کے جذبے اور اس کی محبت کو سراہتے ہوئے کہا۔ "لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔"

"میں سمجھا نہیں باس۔" ٹونی نے حیرت سے مجھے گھورا۔ "کیا آج کے حملے کے بعد بھی آپ خاموش رہیں گے؟"

"فوری طور پر کوئی جوابی کارروائی انسان کو قانونی پیچیدگیوں میں بھی الجھا دیتی ہے۔"

"لا اینڈ آرڈر۔" ماسٹر ٹونی نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بڑی حقارت سے جواب دیا۔ "اب تک جو ہوتا رہا ہے' ہو چکا ہے اور ہونے والا ہے اس کے لیے لا اینڈ آرڈر نے کیا کیا— وہائٹ پیپر پر قلم چلا کر اسے بلیک کر دینا میرے نزدیک قانون نہیں ہوتا یہ سب فائل کا پیٹ بھرنے کی باتیں ہیں۔ حقیقت سے منحرف ہونے کے اتنے گھسے پٹے پرانے اور دقیانوسی بہانے ہیں کہ ایک بچہ بھی اب ان باتوں کو سمجھنے لگا ہے۔ ماسٹر ٹونی جب تک لا اینڈ آرڈر کے گولڈن ٹیبل پر چلتا رہا کسی سورما نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی' شرافت کی زندگی اختیار کی تو کیا ملا اور آپ اب بھی لا اینڈ آرڈر کی بات کر رہے ہیں۔" ٹونی جذباتی ہو رہا تھا۔ "مجھے صرف ایک سوال کا جواب دو باس' اونلی ون کوئسچن' اگر آج کے حملے میں کوئی گولی آپ کا کام تمام کر دیتی تو کیا لا اینڈ آرڈر آپ کو دوسری لائف دے سکتا تھا؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ٹونی' شاید اب مجھے بھی تمہارے اصولوں کو اپنانا ہو گا۔"

"پلیز باس— پلیز۔" ماسٹر ٹونی نے خوشی کا اظہار کیا۔ "آپ درمیان سے ہٹ جاؤ باس' ٹونی پرامس کرتا ہے کہ تین روز کے اندر اندر اس باسٹرڈ زنجن لال کا ڈیڈ باڈی آپ کو کسی سڑک پر پڑا ملے گا۔"

"کچھ دنوں اور انتظار کرو ٹونی' میں نے اس کے غصے کو کم کرنے کی خاطر کہا۔ "اس کے بعد جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہو گا۔"

"آپ کی مرضی باس۔" ٹونی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"سر—" واثی نے پوچھا۔ "کیا آپ کو یقین ہے کہ

یہ حملہ زنجن لال کے آدمیوں نے کیا تھا؟"

"مجھے اس حملے کا انتظار بہت پہلے سے تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھالیا۔

"شہباز ـــ" دوسری جانب سے والد صاحب کی آواز ابھری۔ "تم خیریت سے تو ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ کی دعاؤں سے بالکل خیریت سے ہوں۔"

"کیا یہ سب کچھ اسی حرامزادے نے کرایا ہے؟"

"اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے لیکن آپ کو کس نے اطلاع دی۔"

"ابھی ندیم کا فون آیا تھا۔" والد صاحب نے کہا۔ "وہ نسیم کے ہمراہ ہنی مون منانے کی غرض سے باہر جانے کا پروگرام بنا رہا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم بھی اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ تمہاری ماں کا بھی یہی خیال ہے موجودہ حالات میں تمہارا کچھ عرصے کے لیے باہر چلے جانا ضروری ہے۔"

"بہتر ہے۔" میں نے مختصر جواب دیا پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کیا گیا تو میں نے ندیم کے نمبر ڈائل کیے مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس نے اتنی جلدی باہر جانے کا پروگرام مرتب کرلیا ہوگا' اس کے پیچھے بھی اس کی کوئی خاص مصلحت ہوگی۔ کوئی ایسا ماسٹر پلان جو اچانک اس کے ذہن میں ابھرا ہوگا۔ دوسری جانب سے کال نسیم نے ریسیو کی پھر اسی نے بتایا کہ ندیم گھر پر نہیں ہے۔ میں نے ندیم کو ایک دو جگہ اور بھی ٹرائی کیا لیکن اس سے میرا رابطہ قائم نہیں ہو سکا مجھے یقین تھا کہ وہ جوڑ توڑ میں مصروف ہوگا۔ اس کے آدمیوں نے اس حملہ آور کو دبوچ کر اپنے قابو میں کرلیا تھا جس نے زیر تعمیر عمارت کے بالائی حصے سے میرے پرسنل آفس پر برسٹ مار کر مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی' ندیم کے پردہ کھینچ دینے کے بعد وہ مجھے دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن اسے یقین رہا ہوگا کہ میں اپنی کرسی پر ہی موجود ہوں گا۔ اس نے نشانہ لے کر برسٹ مارنے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی اگر میں اپنی کرسی پر ہوتا تو تین چار گولیاں یقیناً میرے جسم میں پیوست ہو چکی ہوتیں۔

"سر۔" وانی نے کہا۔ "میں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں؟"

"کہو۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اپنا دفتر وقتی طور پر کسی ایسی جگہ شفٹ کردیں جہاں اس قسم کے بزدلانہ حملوں سے نسبتاً زیادہ محفوظ رہا جاسکے۔"

"نہیں ـــ" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "میں اپنے دشمنوں کو یہ سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا کہ میں ان سے خوفزدہ ہوں۔"

"پھر ہمیں سیکورٹی کا انتظام بڑھانا ہوگا۔"

"ہاں ـــ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے کوئی حکم۔" ٹونی نے پژمردہ آواز میں پوچھا۔

"تم فی الحال وقت کا انتظار کرو' میں تمہیں پاگل کتے کو گولی مارنے کا موقع ضرور دوں گا۔ اٹ از مائی پرامس۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے۔" اس بار وانی نے پوچھا۔

"تم پہلی فرصت میں دفتر کو ری ڈیکوریٹ کرنے کا بندوبست کرو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "چاہو تو ڈبل لیبر لگادو مگر دو روز کے اندر اندر ہر چیز تبدیل ہوجانی چاہیے۔"

"ایز یو وش سر۔" وانی نے بڑے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

پھر میں وانی اور ٹونی کو ضروری ہدایت دے کر دفتر سے جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ خلاف توقع سراج کا فون آگیا۔

"مسٹر شہباز' میرے پاس آپ کو سنانے کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"ہم سے ذرا سی چوک ہوگئی۔" سراج نے جتلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "دراصل مجھے اس حد تک توقع نہیں تھی کہ حملہ آوروں کی ایک پارٹی ان لوگوں کے لیے بھی تعینات کی گئی جو پولیس کے ہاتھ آجائیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"پولیس کی اس وین کو بھی راستے میں نشانہ بنایا گیا ہے جس پر وہ حملہ آوروں کو لے جایا جارہا تھا۔"

"پھر ـــ" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ اپنے گرفتار شدہ ساتھیوں کو ختم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس کے ساتھ ہی پولیس وین کا ڈرائیور اور ایک سپاہی بھی کام آگیا۔"

"اور ان حملہ آوروں کے بارے میں کیا اطلاع ہے جو زخمی حالت میں ہسپتال روانہ کیے گئے تھے۔"

"ابھی میں نے ان کے بارے میں معلوم نہیں کیا؟"

"میرا اندیشہ ہے کہ اب تک ان کی زبانیں بھی ہمیشہ

کے لیے بند کردی گئی ہوں گی۔" میں نے ایک امکانی بات کہی' "جو لوگ براہ راست پولیس وین پر حملہ کرنے کی جرأت کرسکتے ہیں ان کے لیے ہسپتال میں دو زخمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہوگا۔"

"میں ان دونوں زخمیوں کے بارے میں ابھی دریافت کرتا ہوں۔" سراج نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میرا ایک مشورہ ہے کہ آپ اپنے دفتر پر ہونے والے قاتلانہ حملے کی ایف آئی آر متعلقہ تھانے میں درج کرادیں۔ یہ ہمارے لیے بعد میں بڑی کار آمد ثابت ہوگی۔"

"میں سوچوں گا اس بارے میں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر اس کیشئر کے بارے میں دریافت کیا جسے زنجن لال کے دفتر میں پڑنے والے ڈاکے کے سلسلے حراست میں لیا گیا تھا۔

"وہ ابھی تک اسی بیان پر اڑا ہوا ہے کہ اس کا اس ڈکیتی سے کوئی تعلق نہیں۔"

"مسٹر سراج ـــ میں نے کہا تھا کہ زنجن لال کے مقابلے میں آپ کا قانون بے بس ثابت ہوگا۔"

"مجھے یاد ہے' لیکن میں اب بھی ناامید نہیں ہوں۔" سراج نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "میں نے مجرموں کے سامنے اپنی زندگی کے عوض بھی کبھی گھٹنے ٹیکنا منظور نہیں کیا۔"

"میں آپ کے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں ہو سکتا تھا کہ میں آپ کے کسی کام بھی آتا لیکن فی الحال میں نے دو چار روز کے اندر کچھ عرصے کے لیے ملک سے باہر جانے کا پروگرام بنالیا ہے۔"

"خیریت ـــ"

"والد صاحب کا حکم ہے کہ حالات کے پیش نظر مجھے کچھ دنوں کے لیے یہاں سے ہٹ جانا چاہیے اور میں ان کے حکم سے انکار نہیں کرسکتا' ویسے ہو سکتا ہے کہ اپنی روانگی سے پہلے میں حملہ آوروں کے دو ایک ایسے ساتھیوں کو آپ کے حوالے کردوں جو زنجن لال کے سلسلے میں آپ کے کسی کام آسکیں۔"

"کیا مطلب!" سراج نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا آپ کے آدمیوں نے بھی حملہ آوروں کو پکڑلیا ہے؟"

"جب موت کا دعوت نامہ پہلے سے موصول ہو جائے تو زمین پر رینگنے والی چیونٹی بھی اپنے دفاع کا کوئی نہ کوئی انتظام ضرور کرلیتی ہے' میں تو پھر انسان ہوں۔"

"مسٹر شہباز۔ کیا ان لوگوں نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا ہے؟" سراج نے بے چینی سے پوچھا۔

"اس وقت میں جلدی میں ہوں' آپ سے پھر کسی وقت اطمینان سے گفتگو ہوگی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر ریسیور کریڈل پر رکھا اور وانی اور ٹونی کے ساتھ آفس سے باہر آگیا جہاں راہداری میں اس وقت بھی کھڑکیوں کے ٹوٹے ہوئے شیشے کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔

*

مجھے ندیم کے فون کا بڑی شدت سے انتظار تھا' اس نے دفتر سے جاتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ اسے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا' پچھلے دروازے پر اس کے دو آدمی تعینات تھے اور فائرنگ کا زور سڑک کے سامنے کی جانب تھا لیکن جو جرائم پیشہ افراد پولیس کی وین پر فائرنگ کرکے خود اپنے آدمیوں کو ہلاک کرسکتے تھے وہ اتنے غافل بھی نہیں رہے ہوں گے کہ انہوں نے عمارت کے پچھلے راستے کو یکسر نظرانداز کردیا ہو' ان کے ذہن میں میرے خلاف ہر قسم کا پلان پہلے سے موجود ہوگا' حملے کی شدت اختیار کرنے کی صورت میں خود میں بھی پچھلے راستے سے بچ کر نکل سکتا تھا' میرے دشمنوں نے اس کے بارے میں بھی ضرور سوچ رکھا ہوگا' زنجن لال نے جن قاتلوں کی خدمات حاصل کی ہوں گی انہوں نے اپنا جال بُننے میں پوری احتیاط سے کام لیا ہوگا۔ ان کے دو ایک آدمی پچھلے راستے پر بھی ضرور تعینات ہوں گے' ہو سکتا ہے کہ ندیم کے آدمیوں کی نقل و حرکت ان کی نظروں میں آگئی ہو اور انہوں نے خاموشی سے انہیں دبوچ لیا ہو اور اس کے بعد انہوں نے ندیم کو بھی اپنے جال میں پھانس لیا ہو۔ سب ہی جانتے تھے کہ میرے اور ندیم کے تعلقات کس قسم کے تھے اور پھر زنجن لال کو اغوا کرنے کے بعد تو وہ دشمنوں کے لیے زیادہ اہم ہوگیا تھا۔

ضرورت سے زیادہ خوش فہمی اور خود اعتمادی اکثر انسان کے اپنے حق میں نقصان دہ بھی ثابت ہوتی ہے' میں نے ندیم کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے ذہن میں پہلے سے کوئی پروگرام تھا جس کے پیش نظر اس نے وہاں زیادہ دیر رکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

والد صاحب نے مجھے فون پر بتایا تھا کہ ندیم نے انہیں فون پر حادثے کی اطلاع دی تھی اس کے علاوہ یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اور نسیم ہنی مون منانے کی غرض سے بیرون ملک جانے کا پروگرام بنا رہے ہیں' ندیم کے فون کی وجہ سے مجھے یہ امید تھی کہ وہ خیریت سے ہوگا لیکن اس کے باوجود

میرے ذہن میں طرح طرح کے وسوسے سر ابھار رہے تھے۔ وقت جوں جوں گزرتا جا رہا تھا میری بے چینی بھی بڑھتی جا رہی تھی' میں اس وقت باہر لان پر اپنے والدین کے ساتھ بیٹھا شام کی چائے پی رہا تھا۔

"کیا بات ہے شہباز بیٹے' تم اس قدر گم صم کیوں نظر آ رہے ہو؟" والدہ نے مجھے مخاطب کیا تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔" میں نے جلدی سے انہیں مطمئن کرنے کی خاطر جواب دیا۔ "میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرے چلے جانے کے بعد ابو کو دفتر کی دیکھ بھال اور کاروبار کی نگہداشت میں بڑی دشواری پیش آئے گی۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔" والد صاحب نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں ملازمت سے ریٹائر ضرور ہو گیا ہوں لیکن اب بھی تمہارے مقابلے میں کام کرنے کی ہمت رکھتا ہوں۔"

"بات صرف کام کی نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آپ نرنجن لال کی موجودہ ذہنی کیفیت نہیں سمجھ رہے ہیں' قاسم علی کے بیان کے بعد وہ بالکل ہی پاگل ہو گیا ہے۔ جو کچھ وہ کر رہا ہے شاید خود بھی اس کے انجام سے بے خبر ہے۔ انتقام کی آگ نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو بھی جھلسا دیا ہے۔"

"ایسے لوگ ہمیشہ خود اپنے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر بڑی بے بسی کی موت مرتے ہیں۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔" والد صاحب نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "تم میری فکر نہ کرو' میں نرنجن لال جیسے آدمیوں سے نمٹنا جانتا ہوں۔"

"پھر بھی ___ میرا ذہن تو پریشان رہے گا۔"

"کچھ بھی ہو لیکن اب میں تمہیں کسی قیمت پر یہاں رکنے کی اجازت نہیں دوں گی۔" والدہ نے اپنا فیصلہ صادر کرتے ہوئے کہا۔ "تم ندیم کے ساتھ گئے تو مجھے زیادہ اطمینان رہے گا۔"

"ندیم کا فون کس وقت آیا تھا؟" میں نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"کیا مطلب؟" والد صاحب نے چونک کر مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا جس وقت حملہ ہوا تھا اس وقت وہ تمہارے پاس موجود نہیں تھا؟"

"تھا لیکن اس نے میری موجودگی میں فون نہیں کیا تھا۔"

"تم شاید سراج کے آنے کے بعد اس سے گفتگو میں مشغول ہو گئے تھے۔"

"جی ہاں۔" میں نے جلدی سے ہامی بھر لی لیکن ندیم کا مسئلہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' اسے گھر پر فون کر کے اس حادثے کی اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی اور پھر اس نے باہر جانے کا پروگرام کیوں مرتب کر لیا تھا' اس ٹولی کا کیا بنا جس نے میرے پرسکون آفس پر بوسٹ مارا تھا' ندیم کو میرے سامنے ہی اس بات کی اطلاع ملی تھی کہ اس کے آدمیوں نے حملہ آوروں کو پکڑ لیا ہے اور ندیم نے انہیں انڈر گراؤنڈ کرنے کی ہدایت بھی کی تھی؟ اس کے علاوہ ندیم نے مجھ سے اس بات کا اقرار بھی کیا تھا کہ جس گروہ نے میرے دفتر پر دہشتانہ حملہ کر کے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی تھی' اسی گروہ کے ایک فرد نے جو ندیم کے ساتھیوں کا پرانا واقف کار تھا حملہ ہونے کی بروقت اطلاع کر دی تھی بلکہ حملے کا وقت بھی بتا دیا تھا۔ وہ کون شخص تھا؟ ندیم نے ان دونوں افراد کے بارے میں کیا فیصلہ کیا تھا؟ مجھے بہت سارے سوالات کے جواب درکار تھے۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی' والد صاحب نے ریسیور کی جانب ہاتھ بڑھایا تو میں نے جلدی سے کہا۔

"اگر سراج کا فون ہو تو کہہ دیجئے گا کہ میں گھر پر نہیں ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ؟" والد صاحب نے مجھے تیز نگاہوں سے گھورا۔

"سراج کا خیال ہے کہ میں اس حملے کے بارے میں باقاعدہ ایف آئی آر درج کرا دوں اور نرنجن لال پر شبے کا اظہار کروں جبکہ میں ایسا نہیں چاہتا۔"

"کیوں؟" والد صاحب نے خالص پولیس والوں جیسے انداز میں جرح کی۔

"ایک بزنس مین ہونے کی حیثیت سے میرا پولیس کے چکروں میں پڑنا کسی طرح مناسب نہیں ہو گا۔" میں نے دلیل پیش کی۔ "اس طرح اخبار میں شائع ہونے والی خبریں میری ساکھ کو بھی متاثر کر سکتی ہیں' ہو سکتا ہے کہ نرنجن لال نے محض اسی پلاننگ کے تحت مجھے چھیڑنے کی کوشش کی ہو؟"

"گڈ۔" اس بار والد صاحب نے خوشی کا اظہار کیا۔ "تمہاری جگہ میں ہوتا تو میرا فیصلہ بھی وہی ہوتا جو تم نے کیا ہے' پولیس کے جھمیلوں میں پڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا البتہ اخبارات کو گرما گرم خبریں نمک مرچ لگا کر شائع کرنے

کا موقع ضرور مل جاتا ہے۔"

والد صاحب نے ریسیور اٹھا لیا پھر ان کی باتوں سے اس بات کی تصدیق بھی ہو گئی کہ دوسری طرف سراج ہی تھا۔ میں نے دفتر سے اٹھتے وقت سراج سے فون پر ہونے والی گفتگو کے دوران آخر میں جو دو ایک جملے کہے تھے اس نے سراج کے پیٹ میں کھلبلی ضرور مچا دی ہو گی۔ وہ یقیناً ان افراد کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہو گا جن کا ذکر میں نے کر دیا تھا لیکن ابھی تک خود مجھے بھی اس بات کا علم نہیں ہو سکا تھا کہ وہ لوگ کون تھے اور ندیم نے انہیں کہاں انڈر گراؤنڈ کر رکھا تھا؟

"آپ کا خیال اپنی جگہ درست ہو سکتا ہے لیکن میں بھی اسی فیصلے کے حق میں ہوں جو شہباز نے کیا ہے۔" والد صاحب فون پر کہہ رہے تھے۔ "بڑی حیرت کی بات ہے کہ ایک شخص کھلے عام مجرمانہ سرگرمیوں میں مصروف ہے اور آپ جیسا فرض شناس اور دیانتدار پولیس آفیسر بھی اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتا' میں سمجھ رہا ہوں آپ کی مجبوری' جی ہاں آج کل یہی ہو رہا ہے' انسانوں کی پرکھ اور ان کی شناخت ان کے تجربے سے نہیں بلکہ ان کے بینک بیلنس اور اثر و رسوخ سے ہوتی ہے۔ بہرحال میرا تجربہ ہے کہ مجرم خواہ کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن قانون کے شکنجے میں ہی دم توڑتا ہے' حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے وقت کے ساتھ ہر چیز بدل جاتی ہے۔ سب کرسی کی بات ہے مگر ایسی علامتیں بہت زیادہ دیرپا ثابت نہیں ہوتیں' آج جو شخص کرسی وزارت پر دھرنا جمائے بیٹھا ہوتا ہے کل وہی مجرم کہلاتا ہے ___ میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں' یہ سسٹم کی نہیں ہماری اپنی سوچ کی خرابی ہے۔ ضرور' جب چاہیں تشریف لائیں۔ ٹھیک ہے' شہباز جیسے ہی آیا میں آپ کا پیغام اسے دے دوں گا۔"

"سراج ہی کا فون تھا۔" والد صاحب نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "اپنی مجبوریاں بتا رہا تھا' نرنجن لال پر ہاتھ ڈالتے ہوئے گھبرا رہا ہے۔"

"وہ حق بجانب ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے کوئی بھی پولیس آفیسر ایسے شخص پر ہاتھ ڈالتے ہوئے کتراتا ہے جس کی جڑیں اونچے حلقوں میں دور دور تک پھیلی ہوں۔"

"یہ سب تباہی کے آثار ہیں' ہمارے وقتوں میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔"

"بہرحال۔" والدہ نے ایک بار پھر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "کچھ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو تمہیں ہر حال میں ندیم کے ساتھ جانے کی تیاری کرنی ہے' میں اس سلسلے میں کوئی انکار نہیں سنوں گی۔ ندیم اور نسیم رات کے کھانے پر آ رہے ہیں' تم آج ہی سارا پروگرام طے کر لو۔"

"کھانے پر!" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ___ میں نے بلایا ہے ان دونوں کو۔" والدہ نے کہا۔ "ندیم تمہارے مقابلے میں زیادہ سمجھدار اور دور اندیش ہے' تم اس کے ساتھ جاؤ گے تو مجھے زیادہ تقویت رہے گی۔"

"کیا مطلب؟" والد صاحب نے ازراہ مذاق کہا۔ "کیا آپ کو میرے خون پر بھروسا نہیں ہے۔ آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ شہباز میرا بیٹا ہے۔ نادر خان کی اکلوتی اولاد جو سو فی صد اپنے باپ پر گئی ہے۔"

"بس رہنے دیں' بچے کی موجودگی میں میری زبان کھلوانے کی کوشش نہ کریں۔"

والدین کے درمیان چونکہ ذاتی نوعیت کی گفتگو شروع ہو گئی تھی اس لیے میں خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا' میں نے ایک بار پھر ندیم کو گھر پر اور کیسینو کے نمبر پر ٹرائی کیا لیکن وہ دونوں جگہ نہیں تھا' اس نے اچانک جو بیرون ملک جانے کا پروگرام بنایا تھا اس میں یقیناً کوئی گہری مصلحت تھی جسے جاننے کے لیے میں بری طرح بے چین تھا۔

ندیم کے کہنے کے عین مطابق رات کے کھانے پر ندیم اور نسیم دونوں موجود تھے۔ والدہ نے خاص طور پر نسیم کو بڑی اپنائیت اور محبت سے خوش آمدید کہا تھا' ہم سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے' ندیم بڑی معصومیت اور سادگی کے ساتھ میرے والدین کو اپنے باہر جانے کے بارے میں بتا رہا تھا' اس کا انداز ظاہر کر رہا تھا جیسے مجھ پر حملے کی جو واردات کی گئی تھی وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دے رہا ہے' اس کی زندگی کا یہ نیا انداز میرے لیے بڑا حیرت انگیز تھا۔

کھانے کے دوران بھی وہ میرے والدین سے گفتگو کرتا رہا' اس نے بہت جلد ان کے دلوں میں گھر کر لیا تھا' خاص طور پر میری والدہ نسیم پر بہت مہربان نظر آ رہی تھیں' کھانے کے بعد میں ندیم کو کسی نہ کسی بہانے اپنے کمرے میں گھسیٹ کر لے گیا۔ نسیم میرے والدین ہی کے پاس بیٹھی رہی۔

"اب بتاؤ۔ تم صبح سے غائب کہاں تھے؟" میں نے ندیم کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ ذاتی نوعیت کی مصروفیت اور اس کے ساتھ ہی ہنی مون کے لیے باہر جانے کا پروگرام بھی بنانا تھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں دوپہر سے اب تک تمہیں کتنی بار فون کرچکا ہوں؟"

"اس کا اندازہ ہے مجھے۔"

"اور اس کے باوجود تم نے مجھے رنگ بیک کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔" میرے لہجے میں شکوہ تھا۔

"تمہیں معلوم ہے میری جان کہ میرے کام کا طریقہ قدرے مختلف ہے۔"

"جس مجرم نے میرے آفس میں برسٹ مارا تھا وہ کون ہے؟" میں نے ندیم کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"بس ایک مجرم ہی ہے جس نے زنجن لال سے پچاس ہزار روپے وصول کرنے کے بعد تمہاری جان لینے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا سودا کامیاب نہیں ہوسکا۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"میرے وفادار آدمیوں کی قید میں' ہوسکتا ہے اس کا انجام بھی سیٹھ پرشوتم سے مختلف نہ ہو۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "وہ کسی طرح بھی زبان کھولنے کو تیار نہیں' صرف ایک ہی بات پر اڑا ہوا ہے کہ اس نے پچاس ہزار کے عوض تمہیں زنجن لال کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا وہ کوئی بیان عدالت کے روبرو نہیں دے سکتا؟"

"مشکل ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "زنجن لال اسے مزید کچھ رقم دے کر زبان بند رکھنے پر مجبور کردے گا یا پھر اس کا بھی وہی انجام ہوگا جو تمہارے [illegible] سراج صاحب کے زیرِ حراست مجرموں کا ہوا تھا۔"

"کیا مطلب۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں جس ماحول میں سانس لیتا ہوں اس سے پوری طرح واقف بھی رہتا ہوں۔" ندیم نے بدستور بے پروائی سے کہا۔ "مجھے تو اس بات کا علم بھی ہے کہ حادثے کے بعد تمہیں زنجن لال نے بھی فون کیا تھا۔"

"وہ آدمی کون تھا جس نے تمہارے آدمیوں کو زنجن لال کی طرف سے ہونے والے حملے سے باخبر کیا تھا؟" میں نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا۔

"سوری۔" ندیم نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "ہم پولیس والوں کی طرح ہمارا بھی یہی اصول ہے کہ مخبروں کا نام نہیں ظاہر کرتے۔"

"یہ تم مجھ سے کہہ رہے ہو!"

"ہمیں ایک بات کا اقرار بہرحال کرلینا چاہیے کہ ہم سے زنجن لال کے سلسلے میں ایک بہت بڑی غلطی سرزد ہوچکی ہے۔" ندیم نے میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اسے آزاد کرنے کے بجائے سیٹھ پرشوتم ہی کی طرح پاگل کرکے کسی ویران سڑک پر پھینک دینا چاہیے تھا۔"

"ایک اہم سوال اور۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "تم نے یہ باہر جانے کا پروگرام اچانک کیسے بنالیا؟"

"نئے شادی شدہ جوڑے عموماً ہنی مون کا کوئی نہ کوئی پروگرام ضرور بناتے ہیں۔ کیا میرے پاس دل نہیں ہے؟"

"میں نہیں مانتا۔" میں نے اسے تیز نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ اس اچانک پروگرام کے پس پردہ بھی تمہاری کوئی خطرناک پلاننگ ضرور ہوگی۔"

"ہوسکتا ہے تمہارا اندازہ درست ہو۔" ندیم جواب میں معنی خیز انداز میں مسکرایا' اس کی مسکراہٹ اس بات کی غمازی کررہی تھی کہ میں نے اس کے بارے میں جو قیاس کیا تھا وہ غلط نہیں تھا پھر اس سے پیشتر کہ میں اسے مزید کریدنے کی کوشش کرتا میری والدہ تسنیم کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں اور مجھے مجبوراً گفتگو کا موضوع بدل دینا پڑا۔

اسی رات میں ندیم سے دوبارہ اس کے کیسینو پر جاکر ملا' ندیم اس وقت اپنے دو غیر ملکی مہمانوں کے ساتھ اپنی مخصوص نشست پر بیٹھا بڑی سنجیدگی سے کسی معاملے پر تبادلۂ خیال کررہا تھا' میں نے اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا اس لیے ایک دوسری خالی میز پر بیٹھ گیا۔ ندیم نے مجھے دیکھ لیا تھا لیکن اس نے اپنے چہرے کے تاثرات سے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا تھا۔ شاید اس کی کوئی مصلحت رہی ہو۔

اس وقت رات کے ساڑھے دس کا عمل تھا اور کیسینو کے ہنگامے اپنے پورے شباب پر تھے' اتفاق ہی تھا جو مجھے ایک خالی میز مل گئی وہ ایک کارنر ٹیبل تھی جو صرف

دو آدمیوں کے لیے مخصوص تھی' مجھے ابھی اس میز پر بیٹھے دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ ایک دبلی پتلی اور نازک اندام کال گرل بہکے بہکے قدم اٹھاتی میرے سامنے والی خالی کرسی پر آکر بیٹھ گئی' اس نے ایک خاصا لمبا پائپ اپنے ہونٹوں میں دبا رکھا تھا جس کے دوسرے سرے پر سگریٹ کا دھواں اڑ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں ساغر چھلک رہے تھے' جسم سے کسی تیز سینٹ کی خوشبو پھوٹ رہی تھی شاید وہ اس کیسینو میں نئی نئی آئی تھی اسی لیے اس نے مجھے پہچانا نہیں تھا' ایک عام گاہک ٹریٹ کررہی تھی۔

"ہائے۔" اس نے خالی کرسی پر بیٹھتے وقت اپنی بائیں آنکھ جھپکاتے ہوئے بڑی بے تکلفی کا مظاہرہ کیا تھا۔

کیسینو کے منیجر کے علاوہ دوسرے ملازمین سے ندیم کی وجہ سے میری خاصی جان پہچان ہوگئی تھی' میرا خیال تھا کہ چند لمحوں میں کوئی نہ کوئی قریب آکر اس خوب صورت لڑکی کو جو بظاہر کرسچن نظر آرہی تھی میرے پاس سے اٹھنے کی ہدایت ضرور کرے گا اس لیے کہ وہ میرے ٹاپ سے بخوبی واقف تھے اور تسنیم والے کیس کے بعد سے تو وہ مجھے زیادہ پہچاننے لگے تھے۔

"کیا ہم تمہارے ساتھ بیٹھ سکتا؟" اس نے کرسی پر باقاعدہ بیٹھنے کے بعد مجھے بڑی نشیلی آنکھوں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم شاید اس کیسینو میں نئی آئی ہو؟"

"او یس۔" اس نے اپنے جسمانی نشیب و فراز کو کچھ زیادہ ہی اجاگر کرنے کی خاطر ایک خاص انداز میں انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ "آئی ایم کوائٹ فریش۔"

"خوشی ہوئی تم سے مل کر۔" میں نے وقت گزاری کی خاطر رسمی بے تکلفی کا مظاہرہ کیا۔

"کچھ پیے گا نہیں۔" لڑکی نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اپنی تشنگی کا اظہار کیا۔

"سوری۔ میں پینے کا عادی نہیں ہوں۔"

"آئی سی۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی پھر بڑے بے باک لہجے میں بولی۔ "او مائی لیڈی کلر۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"جولی۔ جولی گراہم۔" اس نے یوں مسکرا کر جواب دیا جیسے میری اور اس کی بڑی پرانی شناسائی ہو پھر اس نے قریب سے گزرتے ہوئے ایک ویٹر کو خاصی اونچی آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے۔ ون بگ ڈرائی جن۔ نیٹ۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے پہلے ہی خاصی پی رکھی ہے۔"

"نیور مائنڈ ڈارلنگ۔" اس نے سگریٹ کا ایک طویل کش لے کر دھواں اڑاتے ہوئے کہا۔ "جولی از پروفیشنل۔ اپنا کسٹمر کو انجوائے کرانا جانتا۔ یو ول نیور فارگٹ ہی۔ دیٹ از مائی چیلنج۔"

وہ کچھ زیادہ ہی بے تکلف ہونے کی کوشش کررہی تھی' مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ابھی تک انتظامیہ کے کسی فرد نے اسے میرے پاس سے اٹھانے کے لیے کوئی پیش قدمی نہیں کی تھی بلکہ جس بیرے کو اس نے بگ ڈرائی جن کا آرڈر دیا تھا اس نے بھی آرڈر سرو کرنے میں کچھ زیادہ ہی جلدی کا مظاہرہ کیا تھا' میں اس ویٹر کو جانتا تھا لیکن اس وقت اس نے بھی میری طرف کوئی توجہ نہیں دی' جتنی تیزی سے میزوں کے درمیان سے چکراتا ہوا آیا تھا اتنی ہی پھرتی سے دوبارہ کاؤنٹر کی طرف لوٹ گیا۔

"تم اپنا انٹروڈکشن نہیں کراؤ گے۔" اس نے ایک گھونٹ لیتے ہوئے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "کوئی بگ باس۔ بزنس مین' آر سن آف سم رچ مین۔"

"نیا پنچھی۔" میں نے ازراہِ مذاق جواب دیا۔

"نیور مائنڈ سویٹ ہارٹ۔" جولی نے کہا۔ "ہم تم کو ایک دم پرفیکٹ بنادے گا۔"

میں نے ندیم کی سمت ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی' وہ اپنی میز پر ایسے رخ سے بیٹھا تھا کہ مجھے بخوبی دیکھ سکتا تھا لیکن ابھی تک اس نے بھی میری موجودگی کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا پھر میں نے اچانک راجو کو ایک آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوتے دیکھا' بظاہر وہ کسٹمری نظر آرہا تھا' جولی اسے دیکھتے ہی چونکی تھی۔

"ہیلو بگ مین۔"

"ہائے۔" راجو نے مسکراتے ہوئے کسی پرانے شناسا جیسے انداز میں کہا پھر میری میز کے قریب آگیا۔ "ہاؤ آر یو جولی؟"

مجھے اس بات پر بھی حیرت ہوئی کہ اس وقت راجو نے بھی میری سمت دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی' اچانک میری چھٹی حس جاگ اٹھی' یقیناً کوئی خاص بات ہی تھی جو کیسینو کے ملازمین کے علاوہ ندیم اور راجو بھی وہاں میری موجودگی کو دیدہ و دانستہ نظرانداز کررہے تھے۔

"آخر اس کی کیا وجہ تھی؟" میرے ذہن میں یہ سوال بڑی سرعت سے ابھرا۔

"نمبر فورٹین ۔۔۔ ون پلس ون۔" جولی نے اچانک بڑی رازداری سے مدھم آواز میں راجو سے کہا پھر ایک زوردار قہقہہ لگاتی ہوئی بلند آواز میں بولی۔ "اوہ ۔۔۔ یو نانی بگ مین۔"

جواب میں راجو نے بڑے دوستانہ انداز میں اس کے اٹھے گال پر چٹکی بھری پھر واپس پلٹ گیا بظاہر وہ سب کچھ کیسینو کے ماحول کے عین مطابق ہو رہا تھا جہاں ہر شخص نشے میں ڈوبا اپنے حال میں مست اور دوسروں سے بے نیاز نظر آ رہا تھا لیکن میرا ذہن اب پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔ میرے وجود کے اندر خطرے کی گھنٹی بجنی شروع ہو گئی۔ کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور تھی' میں کن انکھیوں سے راجو کو دیکھ رہا تھا جو اپنے ساتھی کے ساتھ بہکے بہکے قدم اٹھاتا کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا اور میرے دماغ میں نمبر فورٹین اور ون پلس ون کے الفاظ گونج رہے تھے جو جولی نے بڑی رازداری سے ادا کیے تھے۔

پھر مجھے اس کو جانے میں زیادہ دیر نہیں لگی' میزوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے راجو ٹیبل نمبر چودہ سے اس انداز میں ٹکرایا کہ اس پر رکھے ہوئے گلاس اور بوتل الٹ گئے اس کے ساتھ ہی اس میز پر بیٹھے ہوئے دونوں شخص جو صورت و شکل ہی سے کسی جرائم پیشہ گروہ سے متعلق نظر آ رہے تھے اچھل کر کھڑے ہو گئے' ان میں سے ایک دراز قد تھا جس کے بائیں کان سے ذرا نیچے خاصے گہرے زخم کا نشان موجود تھا اس کا دوسرا ساتھی قدرے پستہ قد مگر گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا۔

"یو ڈرٹی ڈاگ۔" دراز قد والے نے راجو کو للکارا۔ "کیا تم اندھے ہو۔ دکھائی نہیں دیتا؟"

"باسٹرڈ۔" پستہ قد کے تیور خطرناک نظر آ رہے تھے' اس نے بھی راجو ہی کو مخاطب کیا تھا۔ "اس بوتل کا نقصان اب کیا تمہارا باپ بھرے گا۔ یو سن آف اے ۔۔۔"

لیکن اسے اپنا جملہ مکمل کرنے کا موقع نہیں ملا' راجو کا ہاتھ یکلخت فضا میں لہرایا اور پستہ قد آدمی لڑکھڑا کر زمین بوس ہو گیا راجو نے پلک جھپکتے میں جیب سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کی کنپٹی پر رکھ دیا' کچھ ایسا ہی ملتا جلتا سلوک راجو کے ساتھی نے دراز قد آدمی کے ساتھ کیا تھا' قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے دوسرے گاہک ہڑبڑا کر اپنی اپنی میزوں سے اٹھے تھے لیکن اس سے پہلے کہ کوئی افراتفری یا ہڑبونگ مچتی راجو اور اس کا ساتھی اپنے دونوں حریفوں کو بے بس کر کے تیزی سے گھسیٹتے ہوئے ہال سے باہر لے گئے' میں نے ندیم کی سمت دیکھا وہ اپنے غیر ملکی دوستوں سے الوداعی مصافحہ کرنے کے بعد پہلی منزل کی سیڑھیوں کی طرف قدم اٹھا رہا تھا' اس نے بس ایک خفیف سے اشارے سے مجھے اپنے پیچھے آنے کو کہا تھا' مجھے معلوم تھا کہ ندیم نے اپنا ساؤنڈ پروف آفس کیسینو کی پہلی منزل پر بار کاؤنٹر کے عقب میں بنا رکھا تھا جس کا ایک دروازہ پچھلی طرف بھی کھلتا تھا۔

"اوہ ۔۔۔ کم آن ڈارلنگ۔" جولی نے بدستور نشے میں ڈوبی آواز میں مجھ سے کہا۔ "اٹ از اے پارٹ آف دی گیم۔ فارگٹ اباؤٹ اٹ ۔۔۔ ایسی جگہ میں سب چلتا۔"

"کون ہو تم ۔۔۔" میں نے مدھم آواز میں جولی سے سوال کیا۔

"تمان سنس۔" جولی نے برا سا منہ بنا کر میری میز سے اٹھتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔ "اگر پاکٹ میں کیش نہیں ہے تو پھر ادھر خالی خولی کو عیش کرنے کاہے کو آیا ۔۔۔ پھوکٹ میں عشق لڑانا مانگتا ۔۔۔ سالا فراڈ۔"

جولی کے جملے نے کچھ دوسرے گاہکوں کو بھی میری جانب متوجہ کر دیا تھا' شاید اس نے وہ جملہ اسی غرض سے اونچی آواز میں کہا تھا۔ میں کچھ دیر تک خاموش بیٹھا اندر ہی اندر حالات کی نزاکت پر غور کرتا رہا پھر اٹھ کر زینے طے کرتا ہوا فرسٹ فلور پر ندیم کے آفس میں چلا گیا جہاں قدم رکھتے ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔

وہ دونوں دراز قد اور پستہ قد آدمی جنہیں راجو اور اس کے ساتھی نے ہال میں دبوچا تھا اس وقت فرش پر پڑے کراہ رہے تھے' ندیم اپنی کرسی پر بیٹھا ان دونوں کو قہر آلود نگاہوں سے گھور رہا تھا جنہیں اس کے آدمیوں نے بڑے مختصر وقت میں روئی کی طرح دھن کر چورا چورا کر دیا تھا' شاید اب ان میں اتنی سکت بھی نہیں تھی کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکتے۔ کمرے میں راجو بھی موجود تھا' ندیم کی میز پر دو ریوالور اور ایک خطرناک خنجر پڑا تھا جو ان دونوں کے پاس سے برآمد ہوا تھا۔ کمرے میں مجھے داخل ہوتا دیکھ کر ہی ان دونوں کے چہرے زرد پڑ گئے تھے۔

"تمہارے ساتھ اور کتنے آدمی ہیں؟" ندیم نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"کک ۔۔۔ کوئی نہیں۔" دراز قد والے نے آستین سے ہونٹوں کا خون صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم بس دو ہی تھے۔"

"یہاں تک کس طرح بھول کر آ گئے تھے؟"

اس بار دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔

"میرا خیال ہے کہ ان دونوں کی خاطر مدارات میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔" ندیم نے بڑے سفاک لہجے میں راجو کو مخاطب کیا۔ "انہیں کچھ دیر کے لیے دوبارہ اسی انڈر گراؤنڈ کمرے میں لے جاؤ۔"

"نن ۔۔۔ نہیں ۔۔۔ نہیں۔" دراز قد والے نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "میں سب کچھ جانتا ہوں۔" پھر اس نے دزدیدہ نظروں سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں کو ان کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔"

"مقصد کیا تھا؟"

"تعاقب کرنا اور ۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا' اس کی پھٹی پھٹی نگاہوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"اور ۔۔۔؟" ندیم نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"کسی ویران سڑک پر موقع دیکھ کر گولی مار دینا۔" دراز قد والے نے تھوک نگلتے ہوئے رک رک کر جواب دیا' اس کا پستہ قد ساتھی بدستور فرش پر چت پڑا لمبی لمبی سانس لے رہا تھا' اس کے چہرے کی جلد جگہ جگہ سے پھٹی نظر آ رہی تھی جس سے خون رس رہا تھا۔

"آفر دینے والا کون تھا اور سودا کتنے میں طے پایا تھا؟"

"ایک لاکھ میں ۔۔۔" اس نے کچھ توقف سے جواب دیا۔ "آدھی رقم ہمیں پیشگی مل گئی تھی اور آدھی کام مکمل ہونے کے بعد ملنی تھی۔ معاملہ فون پر طے ہوا تھا اس لیے ہمیں یہ نہیں معلوم کہ وہ کون تھا؟"

"اور اگر تمہارا کام مکمل ہو جانے کے بعد باقی رقم نہ ملتی تو تم اس کی وصولیابی کا کیا طریقہ اختیار کرتے؟" ندیم نے اسے خونخوار نظروں سے گھورا۔

"جو لوگ اس قسم کے کام میں ملوث ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کی زبان پر بھی بھروسا کرتے ہیں ۔۔۔ اور ۔۔۔ پچاس ہزار کی رقم بھی کچھ کم نہیں تھی۔"

راجو کسی خطرناک ارادے سے ایک قدم آگے بڑھا تھا لیکن ندیم نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔ "نہیں ۔۔۔ میرا خیال ہے کہ یہ سچ بول رہا ہے۔"

"ان کے ڈسپوزل کے لیے کیا حکم ہے؟" راجو نے بڑے اطمینان سے دریافت کیا۔

"موت کی سزا موت ہی ہوتی ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "ویسے اگر ان دونوں کی لاشیں مخل سی رنجن لال کے بنگلے کے پچھلے حصے سے برآمد ہوں تو زیادہ مناسب ہو گا۔"

"نن۔ نن ۔۔۔ نہیں۔" اس بار پستہ قد والا گڑگڑانے لگا۔ "ہمیں جان سے مت مارو۔"

"رات کے پچھلے پہر ڈی ایس پی سراج کو ایک گمنام کال موصول ہونی چاہیے۔" ندیم نے پستہ قد والے کی گڑگڑاہٹ کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے بڑے پرسکون انداز میں کہا۔ "یہ دونوں مسٹر شہباز کے دفتر پر ہونے والے حملے میں ناکام ہونے کے بعد فرار ہو کر رات کے وقت رنجن لال کے پاس گئے اور اس کے آدمیوں نے ان دونوں کو گولی مار کر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ کہیں مسٹر سراج کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی ان دونوں کی لاشوں کو کہیں اور نہ پھکوا دیا جائے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں باس۔"

پھر وہ چیختے چلاتے اور گڑگڑا کر زندگی کی بھیک مانگتے رہے لیکن راجو ان دونوں کو گھسیٹ کر پچھلے راستے سے باہر لے گیا تھا۔

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ یہ دونوں میرا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے تھے؟" میں نے کمرا خالی ہونے کے بعد ندیم سے پوچھا۔

"میں تمہیں پہلے بھی کئی بار بتا چکا ہوں کہ ہمارا تعلق جس دنیا سے ہے وہاں کے طور طریقے تمہاری دنیا سے مختلف ہوتے ہیں۔"

"وہ دونوں غیر ملکی کون تھے؟"

"اندھیرے میں ہاتھ پیر چلانے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے تمہاری اطلاع کے لیے بتا رہا ہوں کہ وہ دونوں ایک بیرونی ٹریولنگ ایجنسی کے ایجنٹ تھے جن سے میں باہر جانے کا پروگرام طے کر رہا تھا۔"

"اور اس لڑکی جولی کے بارے میں تم کیا کہو گے؟" میں نے تیزی سے کہا۔ "راجو کو نمبر فورٹین اور ون پلس ون کا اشارہ اسی نے دیا تھا۔"

"اب تم نے ذہانت کی بات کی ہے ۔۔۔ ویسے اطلاعاً عرض ہے کہ اس کا اصل نام جولی نہیں۔ سیٹھ پرشوتم کو پھانسنے کے لیے بھی اسی نے بڑا خوب صورت اور مضبوط جال بنایا تھا۔"

"تو کیا ۔۔۔"

"ہاں۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "دفتر پر حملہ ہونے کے بعد ہی میں نے فوری طور پر اسی لڑکی کو تمہاری نگرانی پر مامور کردیا تھا' خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ وہ کسی ناگن سے بھی زیادہ خطرناک اور زہریلی واقع ہوئی ہے۔ کیا تم اس کی اس اداکاری کی تعریف نہیں کرو گے جو اس نے ایک کال گرل کی حیثیت سے تمہارے ساتھ کی تھی۔"

"یہ حقیقت ہے کہ میں اسے کال گرل ہی سمجھ رہا تھا۔" میں نے اقرار کرلیا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "میں تمہارے پاس اس وقت ایک اور مقصد سے آیا ہوں۔"

"موت بہرحال اس شخص کا مقدر بن چکی ہے جس نے تمہارے دفتر پر زیر تعمیر عمارت سے برسٹ مارا تھا' میں نے اگر اسے چھوڑ دیا تو زنجن لال کے شکاری کتے اس کی بوٹی بوٹی بھنبھوڑ کر رکھ دیں گے۔" ندیم نے کہا۔ "ویسے تم اگر سراج سے وعدہ کرچکے ہو تو پولیس کے حوالے بھی کرسکتے ہو لیکن زنجن لال کسی قیمت پر بھی اسے عدالت کے کٹہرے تک نہیں پہنچنے دے گا۔"

"آئی سی۔" میں نے ندیم کو گھورتے ہوئے کہا۔ "گویا اب تم نے اپنے ذرائع سے میرے دفتری فون کالز بھی ٹیپ کرانی شروع کردی ہیں۔"

"نسیم کے بھائی ہو اس لیے تمہارا خیال تو بہرحال رکھنا ہوگا۔" ندیم نے شوخی سے جواب دیا پھر مجھے بھی پچھلے راستے ہی سے ساتھ لے کر کیسینو کے اس حصے کی طرف آگیا جو صرف اس کی کار پارک کرنے کے لیے مخصوص تھا۔

٭

رات کے ساڑھے بارہ کا عمل رہا ہوگا' نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی' میں نے اٹھ کر نائٹ گاؤن پہنا اور ٹہلتا ہوا اپنی خواب گاہ سے باہر آگیا' لان پر گیٹ کی لائٹس کا عکس اس وقت کسی سبز حریری کپڑے جیسا لگ رہا تھا' میں نے یوں ہی آسمان کی سمت نظر ڈالی' چاند اپنی نصف سے زیادہ مسافت طے کرچکا تھا اور بکھرے ہوئے تارے خوابیدہ انداز میں ٹمٹما رہے تھے' میں نے پاؤں میں پہنی ہوئی سلیپر اتار دی' اوس کے شبنمی قطروں کی نمی نے میرے بدن میں جیسے زندگی کی ایک تازہ لہر دوڑا دی' میں لان پر ٹہلنے لگا۔ اس وقت ہر سمت ہُو کا عالم طاری تھا' میں خاصی دیر تک ادھر ادھر چہل قدمی کرتا رہا پھر اچانک میری نظر مین گیٹ پر پڑی' نائٹ گارڈ ڈیوٹی پر موجود نہیں تھا' میں نے اسے ایک دوبار اونچی آواز میں پکارا مگر کوئی جواب نہیں ملا' شاید وہ پھاٹک کے ساتھ بنی ہوئی کوٹھری میں محوخواب تھا' مجھے اس کی غیر حاضری پر شدید جھلاہٹ ہونے لگی' حالات کے پیش نظر والد صاحب نے اسے خاص طور پر نائٹ ڈیوٹی کے لیے ملازم رکھا تھا تاکہ وہ کسی آنے والے خطرے کا مقابلہ کرسکے مگر وہ اپنے فرائض سے غافل تھا' اس کی غیر موجودگی میں کوئی بھی چور اچکا یا ڈاکو بلاخوف و خطر اندر داخل ہوسکتا تھا' خاص طور پر زنجن لال کے زر خرید غنڈے جو دن کی روشنی میں میرے دفتر پر حملہ آور ہوسکتے تھے وہ رات کی تاریکی میں ڈیوٹی گارڈ کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر مجھے اس طرح ٹھکانے لگا سکتے تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔

زنجن لال کے پالتو شکاری کتوں کا خیال ذہن میں ابھرتے ہی میرے اندر خطرے کی گھنٹی بجنی شروع ہوگئی' ڈیوٹی گارڈ کی غیر موجودگی کا کچھ اور مطلب بھی ہوسکتا تھا' ممکن تھا کہ وہ خود سے غافل نہ ہوا ہو بلکہ اسے غافل کردیا گیا ہو اور میرے خلاف توقع باہر آجانے سے میرے وہ دشمن جو میرے وجود کو نابید کردینے کے لیے کوشاں تھے' وقتی طور پر تاریکی کا فائدہ اٹھا کر کہیں ادھر ادھر دبک گئے ہوں' ایسی صورت میں کسی نامعلوم سمت سے کوئی بھی گولی سنسناتی ہوئی میری جانب آسکتی تھی۔

میرا ہاتھ تیزی سے نائٹ گاؤن کے جیب میں رینگ گیا جہاں میرا آٹومیٹک موجود تھا۔ میں بڑی سرعت سے اپنی خواب گاہ کی جانب واپس جانے کے لیے پلٹا' کھلے میں موجود ہونے کی صورت میں میرے دشمن مجھے آسانی سے شکار کرسکتے تھے لیکن ابھی میں لان کی سیڑھیاں بمشکل طے کرپایا تھا کہ میری سماعت سے کسی کے کراہنے کی کربناک آواز ٹکرائی' میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے' کراہنے کی آواز پھاٹک کی سمت سے آرہی تھی' ایک لمحے کے دسویں حصے میں میرے ذہن میں ان گنت وسوسے جاگ اٹھے' میں تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر پھاٹک کی طرف لپکا میرے دائیں ہاتھ کی گرفت آٹومیٹک کے دستے پر مضبوط تھی۔

رات کے سناٹے میں کراہنے کی وہ کربناک آواز ہر لحہ مجھ سے قریب سے قریب تر ہوتی جارہی تھی پھر میں نے پھاٹک سے ملحقہ گارڈ کی کوٹھری میں قدم رکھا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں' وہ زمین پر خون میں لت پت پڑا آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا' میں نے جھک کر اسے قریب

سے دیکھا' سینے کے پاس اس کی خاکی وردی میں کئی خونی روشندان نظر آرہے تھے' شاید کسی نادیدہ دشمن نے اچانک اس پر سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولیاں برسائی تھیں' اس کی رائفل اس کے قریب ہی موجود تھی اور اس کا جسم موت اور زندگی کی آخری جنگ لڑتے ہوئے آہستہ آہستہ جھٹکے کھا رہا تھا' اس کے اندر زندگی کی تھوڑی سی رمق ابھی باقی تھی اور فوری طبی امداد اسے موت کے منہ سے نکال کر زندگی کی طرف واپس لا سکتی تھی' میں برق رفتاری سے اٹھا' میں نے طے کرلیا تھا کہ اسے فوری طور پر گاڑی میں ڈال کر کسی قریبی ہسپتال تک پہنچانے کی کوشش ضرور کروں لیکن کوٹھری سے قدم باہر نکالتے ہی میرا آٹومیٹک ایک جھٹکے سے میرے ہاتھ سے نکل گیا' دوسرے ہی لمحے کوئی آہنی شے میرے پیٹ پر اتنی شدت سے پڑی کہ میں کراہ کر دوہرا ہوگیا' میری پلکوں کے نیچے بے شمار تارے ناچ اٹھے' میں نے گرتے گرتے سنبھلنے کی کوشش کی تو ایک سرسراتی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

"زندگی چاہتے ہو تو کوئی آواز منہ سے نکالنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ہم تمہارا جسم چھلنی کردیں گے۔"

میں نے آہستہ سے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا وہ سرتاپا سیاہ اور چست لباس میں تھا' صرف اس کی آنکھیں نقاب کے حلقوں سے باہر جھانکتی نظر آرہی تھیں' اس کے ہاتھ میں بے آواز ریوالور موجود تھا۔

"کوئی مزاحمت یا حماقت کی تو ہمیں تمہیں بھی مجبوراً اپنے راستے سے ہٹانا پڑے گا۔"

"کون ہو تم؟" میں نے غور کرتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔ اس کی آواز مجھے جانی پہچانی لگ رہی تھی' میں شاید اس سے مل بھی چکا تھا لیکن کہاں؟ یہ یاد نہیں آرہا تھا۔

"تم مجھے اپنا دوست بھی سمجھ سکتے ہو اور دشمن بھی۔" وہ سپاٹ اور ٹھوس لہجے میں بولا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"کہاں؟"

"ضروری نہیں کہ ہم تمہارے ہر سوال کا جواب دیں۔"

"کیا تمہارے ساتھ کچھ اور آدمی بھی ہیں؟" میں نے ہم کے صیغے کی مناسبت سے پوچھا۔

"ہاں۔ میرے ساتھ چار آدمی اور بھی ہیں جو تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی پولیس پک اپ میں موجود ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے۔"

"نہیں لیکن ہم اس وقت جو گاڑی استعمال کررہے ہیں وہ پولیس پک اپ ہی ہے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آج رات ہمیں کسی بڑی واردات کرنے کے لیے پولیس کی گاڑی سب سے زیادہ محفوظ ترین ثابت ہوتی ہے۔ تمہارا تعلق بھی پولیس سے رہ چکا ہے اس لیے شاید تمہاری سمجھ میں ہماری بات آرہی ہوگی۔"

"لیکن۔۔۔ تم لوگ جو واردات کرنے جارہے ہو اس میں میرا کیا رول ہوگا؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ایک خاموش تماشائی کا۔" اس نے سرد آواز میں کہا۔ "ناکامیابی کی صورت میں اس واردات کی تمام تر ذمے داری زنجن لال کی ذات پر عائد ہوسکتی ہے جو تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اور۔۔۔ ناکامی کی صورت میں تم براہ راست اس واردات کے ذمے دار ٹھہرائے جاؤ گے۔"

"میں۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔"

"باقی باتیں گاڑی میں ہوں گی' اب کچھ یہیں کھڑے کھڑے سمجھنے کی کوشش نہ کرو۔"

میرے پاس ان کے حکم پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا' خاموشی سے قدم اٹھاتا ان کے ساتھ ہولیا' سیاہ پوش نے غلط نہیں کہا تھا' میری قیام گاہ سے بمشکل پچاس گز کے فاصلے پر پولیس کی پک اپ موجود تھی جس میں ڈرائیور سمیت چار آدمی پہلے سے موجود تھے' میں اگلی سیٹ پر ڈرائیور اور اس سیاہ پوش کے درمیان بیٹھ گیا' پچھلی نشستوں پر تین نقاب پوش اور موجود تھے جن کے ہاتھوں میں انتہائی جدید اور خودکار رائفلیں موجود تھیں' ڈرائیور پولیس کی وردی میں تھا لیکن اس نے اپنے چہرے پر سیاہ نقاب چڑھا رکھی تھی۔

"ہم اس وقت کہاں جارہے ہیں۔" میں نے کچھ دیر خاموشی کے بعد آہستہ سے پوچھا۔

"براؤوے کنسٹرکشن کمپنی کا نام تو سنا ہوگا تم نے وہ زیادہ تر بڑی بڑی ہائی ویز کا ٹھیکا لینے میں دلچسپی رکھتی ہے۔" نقاب پوش نے کہا پھر معنی خیز لہجے میں بولا۔ "کل صبح ایک ایسا ٹینڈر کھلنے والا ہے جسے حاصل کرنے والی کمپنی کو کم از کم پچیس لاکھ کا منافع ہوگا' اس ٹینڈر کو حاصل کرنے کے لیے براؤوے کنسٹرکشن کمپنی اور زنجن لال گروپ آف

انڈسٹریز میں ٹھن گئی ہے' ہماری اطلاع کے مطابق یہ ٹھیکا براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کے مسٹر تیموری کو ملے گا' ایسی صورت میں اگر مسٹر تیموری کے گودام اور آفس کو تباہ کردیا جائے تو پولیس اس کا شبہ زرنجن لال پر ہی کرے گی۔ ہم اگر اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے تو یہ واردات تمہارے حق میں فائدہ مند ثابت ہوگی' ناکامی کی صورت میں تم بھی ہمارے ساتھ پکڑے جاؤ گے اور پھر ممکن ہے اس واردات کی ذمے داری نادر کنسٹرکشن پر عائد ہو اس لیے کہ تم نے بھی ٹینڈر بھرا ہے۔ پکڑے جانے کی صورت میں ہمارا بیان یہی ہوگا کہ اس واردات کے سلسلے میں تم نے ہماری خدمات حاصل کی ہیں۔"

"لیکن میں—"

"ہمیں معلوم ہے کہ تم اس ٹینڈر میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے مگر اپنے بچاؤ کی خاطر ہمیں بہرحال کچھ نہ کچھ تو بیان دینا ہوگا۔"

"ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟"

"پوچھو—"

"تمہیں اس واردات کے لیے کس پارٹی نے انگیج کیا ہے۔"

"یہ ہمارا پروفیشنل سیکرٹ ہے۔" اس نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "ویسے تم مطمئن رہو' کامیابی کی صورت میں ہم تمہیں واپس تمہاری رہائش گاہ تک پہنچادیں گے۔ ہمیں اوپر سے یہی حکم ملا ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ تم آئندہ بھی اس سلسلے میں اپنی زبان بندی رکھو گے۔"

پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ نقاب پوش اور اس کے ساتھیوں کے خطرناک پلان کے عین مطابق ہی ہوا تھا' پہلے انہوں نے براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کے دفتر میں گھس کر وہاں افراتفری پھیلائی اس کے بعد کمپنی کے گودام پر پہنچ کر انہوں نے جو دھماکے کیے تھے اس سے بڑی شدید آگ بھڑک اٹھی تھی' مجھے یقین تھا کہ جتنی دیر میں فائر بریگیڈ والوں کو خبر پہنچے گی اتنی دیر میں گودام میں رکھا ہوا بیشتر قیمتی سازوسامان جل کر تباہ ہوچکا ہوگا۔

سب کچھ بمشکل آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہوگیا اور اب وہ میری رہائش گاہ کی طرف واپس گاڑی دوڑا رہے تھے۔

"تمہیں پولیس کی یہ پک اپ کہاں سے ملی؟" میں نے ہمت کرکے پوچھا۔

"آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں' کبھی کبھی وہ حقیقت کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تم بھی اس وقت ایک پریشان خواب کی کیفیت سے دوچار ہو اور کل صبح جب تم اپنے گارڈ کو زندہ سلامت اور بالکل تندرست حالت میں دیکھو تو تمہاری عقل حیرت سے دنگ رہ جائے۔" اس بار اس کا لہجہ بڑا پراسرار تھا۔

"میں سمجھا نہیں!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"اس میں ایسی کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے۔ تم اس سے پہلے بھی پراسرار اور ناقابل یقین واقعات اور حالات سے دوچار ہوچکے ہو۔" اس بار نقاب پوش کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "رعب گھر سے شروع ہونے والے واقعات کا سلسلہ ابھی شاید تمہارے ذہن میں تازہ ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"فی الحال ہم تمہیں صرف ایک ہی مشورہ دیں گے جتنی جلد ممکن ہو سمندر پار کرکے کسی اور ملک کی طرف روانہ ہوجاؤ' اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

نقاب پوش کا مشورہ سن کر میں حیرت سے اچھل پڑا' اس نے بھی مجھے وہی مشورہ دیا تھا جو اس سے پیشتر میری والدہ اور پھر کاکا نے دیا تھا۔

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا مسٹر شہباز کہ ہم تمہیں اسی جگہ دھکا دے کر گاڑی سے نیچے اتار دیں۔" نقاب پوش نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "تمہیں کچھ دور پیدل چلنے کی زحمت اٹھانی پڑے گی لیکن یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ پیدل چلنا بھی صحت کی نشانی ہے۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا پک اپ ایک جھٹکے سے رکی' نقاب پوش حیرت انگیز پھرتی سے نیچے اترا پھر اس نے ایک ہی جھٹکے میں مجھے ہاتھ سے پکڑ کر گاڑی سے گھسیٹ کر نیچے سڑک پر ڈال دیا اور تکلیف کی شدت سے میں ہڑبڑا کر اٹھا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی' میں اس وقت اپنی خواب گاہ میں بستر سے نیچے فرش پر پڑا تھا' میں نے تیزی سے دروازے پر نظر ڈالی جو اندر سے مقفل ہی تھا' کچھ دیر تک میں حیرت اور استعجاب کی تصویر بنا فرش پر بیٹھا رہا پھر میں نے اٹھ کر تکیے کے نیچے سے اپنا آٹومیٹک نکالا اور خواب گاہ سے نکل کر باہر گیا۔

صدر دروازے پر نائٹ گارڈ کو زندہ سلامت اور ہاتھ میں رائفل تھامے پوری طرح چاق وچوبند دیکھ کر میرے ذہن کو دوسرا شدید جھٹکا لگا۔ میں نے جو سب کچھ دیکھا تھا وہ کیا تھا؟

دوسری صبح میں تیار ہوکر دفتر پہنچا تو میرے آفس میں عابد کی نگرانی میں ضروری کام شروع ہوچکا تھا' کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی جگہ نیا شیشہ لگایا جارہا تھا' جہاں جہاں سے پلاسٹر ادھڑ چکا تھا اس کی مرمت ہورہی تھی' جو فرنیچر خراب یا تباہ ہوچکا تھا اسے تبدیل کیا جارہا تھا۔

"تمہارا کیا اندازہ ہے؟" میں نے عابد سے دریافت کیا۔ "یہ کام کتنے دنوں میں مکمل ہوجائے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ دو دن سے زیادہ نہیں لگیں گے۔"

"ٹھیک— میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ دو روز کے اندر اندر نیا سیٹ اپ تیار ہوجائے اس لیے کہ اس کے بعد میں کچھ عرصے کے لیے باہر جارہا ہوں۔" میں روانی میں کہہ گیا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "کام بڑھ گیا ہے اس لیے میرا ملک سے باہر بھی اپنی کمپنی کی کچھ شاخیں کھولنے کا پروگرام ہے۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے سر۔" عابد نے جو میرا دیرینہ ملازم تھا اور آؤٹ ڈور کام کی تمام ذمے داری سنبھالے ہوئے تھا خوشی کا اظہار کیا پھر دبی زبان میں بولا۔ "میں پچھلی کھڑکی کا ویسا ہی شیشہ خرید چکا ہوں جیسا پہلے لگا ہوا تھا لیکن—"

"لیکن کیا—" میں نے اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اگر اجازت دیں تو اس کی جگہ بلٹ پروف شیشہ لگوادیا جائے۔"

"نہیں—" میں نے جلدی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس شیشے کو بلٹ پروف کرانے کی کوئی ضرورت نہیں اگر کسی گولی پر میرا نام لکھا جاچکا ہے تو وہ دفتر سے باہر بھی میرا کام تمام کرسکتی ہے' ہاں اگر تم مجھے سر سے پاؤں تک بلٹ پروف کراسکو تو تمہیں مکمل اجازت ہے۔"

میں کام کا سرسری جائزہ لیتا ہوا وارثی کے کمرے میں آگیا جس نے گزشتہ روز ہی میری درخواست پر اپنے بیٹھنے کے لیے ایک اور جگہ منتخب کرلی تھی۔ کرسی پر بیٹھنے کے بعد میرے ذہن میں ایک بار پھر رات والے خواب کا تصور ابھر آیا' یہ حقیقت تھی کہ تیموری اور زرنجن لال کے درمیان ہائی ویز کی تعمیر کے سلسلے میں ٹینڈر حاصل کرنے پر سرد جنگ کا آغاز ہوچکا تھا' یہ بات مجھے مسٹر تیموری ہی کے ایک پرانے ملازم کے ذریعے معلوم ہوئی تھی نادر کنسٹرکشن کمپنی کی جانب سے میں نے بھی اپنی رجسٹریشن کی ساکھ کو برقرار رکھنے کی خاطر ٹینڈر بھردیا تھا لیکن میں نے چونکہ جان بوجھ کر زیادہ ریٹ کوٹ کیے تھے اس لیے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی' ویسے بھی میں سڑکوں کی تعمیر میں ہاتھ ڈالنے سے ہمیشہ گریز کرتا تھا۔

گزشتہ رات پراسرار نقاب پوش نے جس ٹینڈر کا حوالہ دیا تھا وہ صبح دس بجے کھلنے والا تھا' میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی' اس وقت صبح کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔ عام حالات میں کوئی ایک فرم دوسری فرم سے ٹینڈر ملنے یا نہ ملنے کے سلسلے میں گفت وشنید کرنے سے پرہیز کرتی ہے لیکن مسٹر تیموری سے میرے تعلقات بہت پرانے اور دوستانہ تھے' اس کے علاوہ کاروباری سلسلے میں بھی چونکہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ برابر تعاون کرتے رہتے تھے اس لیے میں نے کچھ سوچ کر پہلے براہ راست متعلقہ دفتر سے رابطہ قائم کیا جہاں سے مجھے یہی اطلاع ملی کہ ہائی ویز کا ٹینڈر براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کے نام کھلا ہے' اس اطلاع کے بعد میں نے مسٹر تیموری سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو— تیموری اسپیکنگ—" دوسری جانب سے خود مسٹر تیموری نے کال ریسیو کی تھی لیکن میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ تیموری کی آواز میں غصے اور جھنجلاہٹ کا ملا جلا رنگ شامل تھا۔ رات والا خواب دیکھنے کے بعد یہ محض میرا واہمہ بھی ہوسکتا تھا چنانچہ میں نے بڑی گرمجوشی سے کہا۔

"مبارک ہو مسٹر تیموری' مجھے یہ جان کر دلی مسرت ہوئی ہے کہ زرنجن لال کے مقابلے میں ٹینڈر آپ کو ملا ہے۔"

"شکریہ مسٹر شہباز۔" دوسری جانب سے تیموری نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن آپ کو شاید یہ نہیں معلوم کہ گزشتہ رات میرے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے۔ ویسے زرنجن لال نے میرے ساتھ ٹکر لے کر اچھا نہیں کیا' اس کو میری دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔"

"کیا میرے بعد اس نے آپ کے ساتھ بھی—" میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑدیا۔

"ہاں—" تیموری کی بھاری بھرکم آواز ریسیور پر ابھری۔ "گزشتہ رات میرے گودام پر بڑے پیمانے پر دھماکے کرکے مجھے لاکھوں کا نقصان پہنچایا گیا ہے میرے دفتر میں بھی کچھ حملہ آوروں نے گھس کر توڑپھوڑ مچائی ہے۔ مجھے کچھ ایسے اہم ثبوت بھی ملے ہیں جو زرنجن لال کے خلاف بطور شہادت استعمال ہوسکتے ہیں۔"

"لیکن صبح کے اخبارات میں تو ایسی کوئی خبر نہیں چھپی۔" میں نے دھڑکتے دل سے کہا۔

"میرا اندازہ ہے کہ یہ تمام واردات رات کے پچھلے حصے میں کی گئی ہے۔"

"کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟" میں نے ازراہ اخلاق پوچھا۔

"شکریہ مسٹر شہباز۔ آپ بنیادی طور پر شریف آدمی ہیں اس لیے خاموشی سے اپنا نقصان برداشت کریں لیکن میرا نام تیموری ہے' میں جانتا ہوں کہ دشمنوں کے ساتھ کس طرح نمٹا جاتا ہے۔"

تیموری نے مجھے حادثے کی جو تفصیل بتائی اس نے یہ بات واضح کر دی کہ میں نے رات کو جو کچھ دیکھا وہ محض خواب نہیں تھا ایک بھیانک اور پراسرار حقیقت تھی مجھے یقین سا آرہا تھا کہ شنکر اور پنڈت جیسی دھر کے بعد اب کوئی اور طاغوتی قوت زنجن لال کی پشت پناہی کر رہی ہے' میرا پورے ہوش و حواس میں نقاب پوشوں کے ساتھ حملے میں شریک ہونا' ڈیوٹی گارڈ کا خون میں لت پت نظر آنا پھر آنکھ کھلنے پر میں نے خود کو اپنی خواب گاہ میں پایا' باہر نکل کر دیکھا تو ڈیوٹی گارڈ پوری طرح چاق و چوبند نظر آرہا تھا۔ یہ سب محض فریب نظر نہیں تھا' ان تمام حقائق کے پیچھے کوئی پراسرار نادیدہ ہاتھ ضرور کارفرما تھا مگر وہ کون تھا؟ مجھے اس واردات میں کیوں شامل کیا گیا؟ اگر اس واردات کے پیچھے جس کی تصدیق خود مسٹر تیموری نے کی تھی' زنجن لال ہی شامل تھا تو اسے مجھے ان باتوں کی ہوا بھی نہیں لگنے دینی چاہیے تھی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا؟ یہی ایک کمزور سا خیال اس واردات میں زنجن لال کا ہاتھ شامل ہونے کی نفی کرتا تھا؟ ہو سکتا تھا کہ کسی اور پارٹی نے جان بوجھ کر لوہے کو گرم دیکھ کر پوری شدت سے ضرب لگائی ہو ممکن ہے وہ نامعلوم شخص جو براہ راست زنجن لال سے نہیں ٹکرا سکتا تھا اس نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسے حالات پیدا کردیے ہوں کہ تیموری اور زنجن لال میں ٹھن جائے۔

میرے ذہن میں متعدد سوالات گردش کر رہے تھے' میں مسٹر تیموری سے اچھی طرح واقف تھا' اپنی ذاتی فرم کھولنے سے پیشتر وہ فوج میں میجر کے عہدے پر فائز رہ چکا تھا۔ اس نے فوج میں بیش بہا خدمات انجام دی تھیں' کچھ عرصے تک وہ فوج کے سب سے حساس کمانڈو دستے سے بھی وابستہ رہ چکا تھا جہاں اس نے اپنی بہادری اور شجاعت کا کئی موقعوں پر ناقابل یقین حد تک مظاہرہ کیا تھا پھر ایک حادثے میں شدید زخمی ہونے کے بعد اس نے فوج سے ریٹائرمنٹ حاصل کر کے براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کے نام سے اپنا ذاتی ادارہ قائم کیا تھا وہ صاف ستھرا کام کرنے کا عادی تھا اس لیے اپنے حلقے اور متعلقہ اداروں میں اس کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا تھا' کاروباری لین دین کے معاملے میں بھی اس نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا تھا' وہ ہر کام مقررہ مدت سے کم وقت میں پورا کرنے کا عادی تھا' بظاہر وہ شریف اور معزز آدمی تھا لیکن لوگ یہ بھی جانتے تھے کہ اس نے کبھی اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کسی کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے تھے' بڑے سخت اور ٹھوس اصولوں کا مالک تھا' ایسے لوگوں کو معاف کرنا اس کی سرشت کے خلاف تھا جو جان بوجھ کر اسے نقصان پہنچاتے یا دھوکا دینے کی کوشش کرتے تھے۔ ابھی میں ان پراسرار واقعات کی گتھی سلجھانے میں مصروف تھا کہ سراج تیزی سے دروازہ کھولتا ہوا اندر داخل ہوا میرے دفتر کے دونوں گارڈز چونکہ اس سے واقف تھے اس لیے سراج کو روکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی' میں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا کہ سراج اس وقت نہ صرف یہ کہ جوش میں تھا بلکہ کسی فتح کا احساس بھی اس کے چہرے پر دمک رہا تھا۔

"خیریت ــــ" میں نے سنجیدہ ہوتے ہوئے دریافت کیا۔ "آج بہت خوش نظر آرہے ہیں۔"

"آپ نے جو آدمی میرے حوالے کیا تھا اس نے زنجن لال کے خلاف بیان دیا ہے۔"

"لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ عدالت میں بھی اپنے بیان پر قائم رہے۔ آپ کو پہلے بھی اس سلسلے میں کچھ تلخ تجربے ہو چکے ہیں۔"

"اس بار ایسا نہیں ہوگا اس لیے کہ مسٹر تیموری نے جو ایف آئی آر آج درج کرائی ہے اس میں بھی زنجن لال گروپ آف انڈسٹریز پر مکمل کر اپنے شبہے کا اظہار کیا گیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے قطعی انجان بنتے ہوئے کہا۔ "مسٹر تیموری نے آخر کس سلسلے میں ایف آئی آر درج کروائی ہے۔"

"اوہ ــــ آپ کو شاید ابھی تک حالات کا علم نہیں ہے۔" سراج نے تیزی سے کہا پھر وہ ساری تفصیل جس کا مجھے پہلے سے علم تھا دہراتے ہوئے بولا۔ "ہم نے ایک نقاب پوش کو بھی گرفتار کیا جو رات والی واردات میں شریک تھا' اس نے بھی تحریری طور پر یہی بیان دیا ہے کہ

براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کو نقصان پہنچانے کے سلسلے میں زنجن لال کے ایک خاص آدمی نے اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔"

"نقاب پوش پولیس کی گرفت میں کیسے آگیا؟" میں نے روانی میں پوچھ لیا پھر جلدی سے بات بناتے ہوئے بولا۔ "کیا حملے کے دوران پولیس بھی موقع واردات پر پہنچ گئی تھی۔"

"جی نہیں۔" سراج نے پُرمسرت انداز میں جواب دیا۔ "دراصل واردات کرنے والوں نے ملحقہ تھانے کی ایک پولیس پک اپ چوری کرلی تھی' اسی کی تلاش کے دوران وہ نقاب پوش بس اتفاقاً" پک اپ کے ساتھ ہی پولیس کے ہتھے چڑھ گیا۔"

"کیا وہ پک اپ میں تنہا تھا؟"

"ہاں ــــ لیکن اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں کے سلسلے میں اپنی زبان سختی سے بند کر رکھی ہے۔" سراج نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔ "اس کے علاوہ وہ ایک عادی مجرم ہے جو پولیس کو متعدد واردات میں پہلے ہی سے مطلوب تھا' دوبار سزا بھی کاٹ چکا ہے۔"

میرے ذہن میں ایک بار پھر وسوسے جاگ اٹھے گزشتہ رات والی واردات میں سو فی صد کسی پراسرار طاغوتی قوت کا ہاتھ شامل تھا جس کا میں سب سے بڑا گواہ تھا۔ ایسی صورت میں حملے میں شریک کسی نقاب پوش کا پولیس کے ہاتھ گرفتار ہو جانا کیا معنی رکھتا تھا؟ کیا اس کی گرفتاری میں بھی اسی پراسرار قوت کا دخل تھا؟

"آپ کس سوچ میں ڈوب گئے۔" سراج نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیا زنجن لال اتنی آسانی کے ساتھ قانون کے شکنجوں میں جکڑا جا سکتا ہے۔"

"میں اس وقت اسی مقصد سے حاضر ہوا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"مسٹر تیموری کی طرح اگر آپ بھی ایف آئی آر درج کرادیں اور اس میں زنجن لال پر شبہے کا اظہار کریں تو ہمارے ہاتھ بہت زیادہ مضبوط ہو سکتے ہیں۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "دو معزز آدمی اگر کسی پر اپنے شبہے کا اظہار کردیں تو وہ شریف ہونے کے باوجود پولیس اور قانون کی نگاہوں میں مشکوک ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اسے بہ آسانی حراست میں بھی لیا جا سکتا ہے۔ امید ہے آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہوں گے۔"

"میں قانونی موشگافیوں سے پوری طرح واقف ہوں مسٹر سراج لیکن میں آپ سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ مجھے اپنے بزنس کی ساکھ زنجن لال کی گیم بگی سے زیادہ عزیز ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "شاید وہ چاہتا بھی یہی ہے کہ کسی طرح ہماری فرم کا نام بھی اخباروں میں اچھالا جائے دوسری وجہ یہ ہے کہ میں دو تین روز بعد بیرونی ممالک میں اپنی برانچیں کھولنے کے ارادے سے کچھ عرصے کے لیے باہر جا رہا ہوں' ایسی صورت میں کسی قانونی رسّا کشی میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا۔ آئی ایم ایکسٹریملی سوری۔"

ابھی سراج کوئی جواب دینے کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی' میں نے ریسیور اٹھا کر کال اٹینڈ کی پھر ریسیور سراج کی طرف بڑھا دیا' کال اسی کے لیے تھی۔

"ہیلو ــــ ڈی ایس پی سراج اسپیکنگ ــــ" سراج نے ریسیور لیتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا لیکن پھر دوسری جانب سے اسے جو خبر ملی تھی اسے سن کر وہ اتنی تیزی سے کرسی سے اٹھا تھا جیسے اس میں بجلی سی دوڑ گئی ہو' اس کے چہرے کے تاثرات بڑی سرعت سے اپنا رنگ تبدیل کر رہے تھے ایک لمحے تک وہ دوسری جانب سے بولنے والے کو سنتا رہا پھر تشویش لہجے میں بولا۔ "اپنے خاص خاص آدمیوں کو ہسپتال کے چاروں طرف تعینات کردو۔ بی کو تک اور چار مسلح اور قابل اعتماد آدمیوں کو اس کمرے پر بھی پوسٹ کردو جہاں اسے لے جایا گیا ہے' اس بات کا سختی سے خیال رکھو کہ کوئی پرندہ بھی اس کے قریب پر نہ مار سکے' ڈاکٹروں کو بھی شناخت کے بعد اندر جانے کی اجازت دی جائے۔ ٹھیک ہے' فی الحال آپریشن تھیٹر کے باہر بھی کچھ نفری تعینات کردو۔ میں پہلی فرصت میں پہنچ رہا ہوں۔"

"کوئی خاص خبر۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں ــــ کسی نے زنجن لال کو دفتر جاتے ہوئے گولی ماردی ہے' وہ اس وقت زخمی حالت میں ہسپتال میں پڑا ہے۔" سراج نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا پھر مزید کوئی بات کیے بغیر اس نے میز سے اپنی ٹوپی اٹھائی اور تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا۔

زنجن لال کو پیش آنے والے حادثے کی خبر میرے لیے کسی بم کے دھماکے سے کم نہیں تھی! ایک لمحے کو میرے ذہن میں تیموری کا خیال ابھرا' ہو سکتا تھا کہ اس نے ایف آئی آر کٹانے کے بعد پہلی ہی فرصت میں زنجن لال سے اپنا حساب چکتا کرنے کی کوشش کرڈالی ہو' کچھ دیر پیشتر تیموری نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ زنجن لال نے اس سے

دشمنی مول لے کر اچھا نہیں کیا اور یہ کہ اسے اپنے دشمنوں سے نمٹنے کا سلیقہ آتا ہے لیکن اگر تیموری کو زرنجن لال کو ٹھکانے ہی لگانا تھا تو اسے ایف آئی آر کٹانے کی کیا ضرورت تھی وہ کمانڈو فورس سے وابستہ رہ چکا تھا' کسی کو کانوں کان خبر کیے بغیر بھی اپنے دشمن کو بڑی خاموشی سے موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا۔ چنانچہ تیموری سے اتنی جلدی انتقامی کارروائی کر گزرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی پھر اور کون ہو سکتا تھا جس نے بھری سڑک پر زرنجن لال جیسے آدمی کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کی ہو؟

تیموری کے بعد میرے ذہن میں ماسٹر ٹونی کا نام ابھرا' وہ ایک دوبار پہلے بھی مجھ سے اس بات کی اجازت طلب کر چکا تھا کہ زرنجن لال کے سلسلے میں اسے چھوٹ دے دی جائے لیکن میں نے اس کو سختی سے منع کر دیا تھا' ماسٹر ٹونی کو زرنجن لال اور میری دشمنی ہی کی وجہ سے اپنے سیدھے ہاتھ سے محروم ہونا پڑا تھا مگر وہ پھر بھی میری ہدایت پر خاموش رہا لیکن میرے دفتر پر ہونے والے حملے کے بعد وہ خاصا مشتعل ہو گیا تھا اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ میں اس کے راستے میں آنے کی کوشش نہ کروں تو وہ سیدھا ہاتھ ضائع ہونے کے بعد بھی زرنجن لال کو اس کی کمینگی کا جواب دے سکتا تھا' ماسٹر ٹونی نے مجھ سے صرف تین دن کی مہلت مانگی اور یقین دلایا تھا کہ تین روز کے اندر اندر زرنجن لال کی لاش کسی بھری پری سڑک پر پڑی ملے گی۔ میں نے اس بار بھی ٹونی کو دور رہنے کی ہدایت کی تھی لیکن ہو سکتا تھا کہ اس نے میری بات کو نظر انداز کر دیا ہو' میں نے کچھ سوچ کر نادر کنسٹرکشن کمپنی کے نمبر ڈائل کیے' تیسری گھنٹی پر دوسری جانب سے ٹونی ہی نے کال ریسیو کی۔

"ٹونی ــــ" میں نے اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا تم کچھ دیر پہلے سائٹ پر گئے تھے؟"

"نو باس ــــ" ٹونی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آج کوئی آؤٹ ڈور کام نہیں تھا۔"

"کیا تم اور کسی کام سے باہر گئے تھے؟"

"میں صبح سے دفتر ہی میں ہوں باس لیکن آپ یہ سب کچھ کیوں معلوم کر رہے ہیں۔" اس بار ٹونی نے تعجب کا اظہار کیا پھر بولا۔ "کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں ــــ" اس بار میں نے قدرے عجلت سے کہا۔ "میری اطلاع کے مطابق زرنجن لال اس وقت ہسپتال میں ہے' دفتر آتے ہوئے راستے میں کسی نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔"

"باس ــــ کیا ہوا! باسٹرڈ زندہ ہے یا مر گیا" ٹونی کے لہجے میں جوش تھا۔ "اگر وہ مر گیا تو ٹونی اس کی موت کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کرے گا لیکن نہیں۔ اسے مرنا نہیں چاہیے۔" اچانک ٹونی نے سرد اور سفاک آواز میں کہا۔ "اس کی موت ٹونی کے ہاتھ سے ہونی چاہیے ورنہ مجھے اس کا تمام زندگی افسوس رہے گا۔ دعا کرو باس کہ وہ میرے ہاتھوں کتے کی موت مرنے کی خاطر زندہ رہے۔"

ٹونی کے جواب نے مجھے مطمئن کر دیا' وہ صاف گو اور سچا آدمی تھا' اگر اس واردات میں اس کا ہاتھ شامل ہوتا تو میری بات سن کر اس کا گڑبڑا جانا ضروری تھا' ایک لمحے کو اسے زرنجن لال پر ہونے والے حملے کی خبر سن کر مسرت کا احساس ضرور ہوا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ زرنجن لال کے زندہ بچ جانے کی دعا کر رہا تھا۔ اس لیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے مار کر اپنی پیاس بجھانے کا خواہشمند تھا' اس کے مر جانے کی صورت میں ٹونی کی حسرت دل ہی میں گھٹ کر رہ جاتی۔ شاید یہ ملال اسے تمام زندگی رہتا۔

"میری ایک بات غور سے سنو ٹونی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم دفتر سے باہر جانے کی حماقت نہ کرنا۔"

"ڈونٹ وری باس۔ جب تک تمہاری طرف سے اجازت نہیں مل جاتی میں کوئی غلط قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ ٹرسٹ از مائی پرامس۔"

ٹونی کی طرف سے شکوک ختم ہو جانے کے بعد میرے ذہن میں جو آخری نام ابھرا وہ ندیم کا تھا پھر مجھے گزشتہ رات والا پراسرار خواب یاد آگیا جس نے ایک بھیانک حقیقت کی شکل اختیار کر لی تھی' ممکن ہے ندیم کو بھی تیموری کے گودام پر حملہ ہونے کی خبر مل گئی ہو اور اس نے یہ موقع غنیمت جان کر زرنجن لال پر اپنے آدمیوں سے حملہ کرا دیا ہو' شاید اسی لیے اس نے مجھ سے پوچھے بغیر باہر جانے کا پلان مرتب کر لیا تھا' اس نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ زرنجن لال کو آزاد کر کے اس نے غلطی کا ثبوت دیا تھا' اسے بھی سینہ پر شوتم کی طرح پاگل کر کے چھوڑ دیا جاتا تو زیادہ مناسب تھا زرنجن لال کو پھنسوانے ہی کی خاطر اس نے راجو سے کہا تھا کہ ان دونوں آدمیوں کو مار کر زرنجن لال کے بنگلے میں پھینک دیا جائے اور اس کی اطلاع پولیس کو کر دی جائے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہو سکا' سراج نے بھی اس ضمن میں مجھ سے کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا' ممکن ہے کہ زرنجن لال پر قاتلانہ حملے کی خبر سن کر اسے اتنا موقع ہی نہ مل سکا ہو کہ وہ مجھے دوسری کسی تفصیل سے آگاہ کرتا۔

میں بڑی دیر تک الجھتا رہا پھر میں نے ندیم کے نمبر ڈائل کیے' میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری وجہ سے حالات کی دلدل میں اس قدر پھنس جائے کہ پھر اسے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملے۔ میری کال نسیم نے ریسیو کی تھی پھر کچھ دیر بعد مجھے ندیم کی آواز سنائی دی۔

"میں ابھی تمہیں فون کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا۔"

"کیا باہر جانے کے لیے تم نے جہاز میں نشستیں بک کرالی ہیں۔" میں نے جان بوجھ کر زرنجن لال کا ذکر نہیں کیا۔

"ہاں ــــ ہم تین روز بعد بین ابرگین سے روانہ ہو رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تیاری کرنے کے لیے دو دن کی مہلت تمہارے لیے بہت کافی ہو گی۔"

"کیا تم صرف یہی اطلاع دینے کے لیے مجھے فون کرنا چاہ رہے تھے۔"

"نہیں ــــ" اس بار ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرے پاس تمہارے لیے ایک اہم اطلاع اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے ابھی کچھ دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ کسی نے زرنجن لال پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔"

"نہیں ــــ" میں نے انجان بنتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ "کیا وہ چل بسا؟"

"قدرت شاید اس پر مہربان تھی جو بچ گیا۔" ندیم نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "گولی چلانے والا یقیناً کوئی اناڑی تھا یا پھر شاید جان بوجھ کر اس نے زرنجن لال کو صرف زخمی کرنے پر اکتفا کیا ہو' اس لیے کہ گولی اس کے بائیں بازو پر لگی ہے' وہ خطرے سے باہر ہے' البتہ زخم بھرنے میں کچھ وقت لگے گا۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا؟"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں نے کل اپنے آدمیوں کو ایک مخصوص پلان پر عمل کرنے کی تاکید کی تھی۔" ندیم نے بات کو مبہم انداز میں کہا' شاید نسیم اس کے قریب ہی موجود تھی اس لیے اس نے کھل کر بات کرنے سے پرہیز کیا تھا۔

"ہاں ــــ" میں نے دلچسپی کا اظہار کیا۔ "ان دونوں آدمیوں کا کیا بنا۔"

"زرنجن لال کے بنگلے کے چوکیداروں نے زیادہ پھرتی

کا مظاہرہ کیا تھا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "تمہارے سراج کے پہنچنے سے پہلے ہی میدان صاف کر دیا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے کچھ اور ساتھی بھی ہوں جو دور رہ کر حالات کا اندازہ لگا رہے ہوں' شاید میدان صاف کرنے میں بھی ان ہی کا دخل ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان ہی کے کسی ساتھی نے زرنجن لال پر حملہ بھی کیا ہو۔"

"ان دونوں کے بارے میں کوئی اور رپورٹ ملی۔"

"ہاں ــــ" اس بار ندیم نے کھل کر کہا شاید نسیم اس کے قریب سے ہٹ چکی تھی۔ "وہ دونوں آدمی بیشیان نامی ایک بستی شیٹر کے گروہ کے تھے۔ کبھی بیشیان اس قسم کے کام خود انجام دیتا تھا لیکن اب اس نے ایک باقاعدہ گینگ بنا لیا ہے جو اس کے اشاروں پر کام کرتا ہے۔ تم چاہو تو اسے کیلشن ایجنٹ کا نام بھی دے سکتے ہو۔ انتہائی خطرناک اور چالاک شخص ہے' متعدد بار پولیس کی حراست میں بھی رہ چکا تھا لیکن ہر بار عدم ثبوت کی بنا پر صاف بچ نکلا' اسے کچھ بڑے لوگوں کی حمایت بھی حاصل ہے۔"

"کیا تمہیں ان دو آدمیوں کی بھی کوئی خبر ہے' جنہیں سراج نے زخمی حالت میں ہسپتال میں بھجوایا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیوں ــــ کیا سراج نے تمہیں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"نہیں ــــ"

"ہو سکتا ہے کہ زرنجن لال پر قاتلانہ حملے کی اطلاع سننے کے بعد وہ سب کچھ بھول گیا ہو۔"

"ندیم۔۔۔"

"سوری مائی ڈیئر۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "تم چونکہ میرے دوست ہونے کے ساتھ ساتھ نسیم کے منہ بولے بھائی بھی ہو اس لیے مجبوراً" تمہاری کالیں ٹیپ کرانی پڑ رہی ہیں۔ کہو تو یہ بھی بتادوں کہ مجھے فون کرنے سے پہلے تم نے ماسٹر ٹونی کو کیا فون کیا تھا۔"

"میں تم سے دونوں زخمیوں کے بارے میں دریافت کررہا تھا۔"

"وہ دونوں بھی اس جہان فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ کرچکے ہیں۔" ندیم نے جواب دیا۔ "پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق ان کی موت دم گھٹنے سے واقع ہوئی تھی۔ بہرحال وہ اتنے اہم نہیں تھے کہ میں ان کے بارے میں اس سے زیادہ تفصیل معلوم کرنے کی کوشش کرتا۔"

"ایک سوال اور۔۔۔"

"پوچھو۔"

"تم نے اچانک باہر جانے کا پروگرام کیوں بنایا ہے۔" میں نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا اس میں بھی کوئی خاص مصلحت ہے۔"

"ہو بھی سکتی ہے۔" ندیم نے گول مول جواب دیا پھر بولا۔ "بہرحال تمہارا ہم دونوں کے ساتھ چلنا ضروری ہے۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"اس کا جواب تمہیں فوری طور پر نہیں دیا جاسکتا۔" ندیم نے کہا۔ "ہاں، یہ ہوسکتا ہے کہ جہاز کی پرواز کے دوچار گھنٹے بعد میں تمہاری اس پریشانی کو دور کردوں۔ اچھا اب اجازت دو۔ نسیم مجھے کچن سے آواز دے رہی ہے۔ بائی۔" پھر ندیم نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا' یقیناً کوئی ایسی ہی اہم بات تھی جو وہ مجھے قبل از وقت بتانے سے گریز کررہا تھا' میں کچھ دیر تک اس بات کو جاننے کی خاطر ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر دفتر کے کاموں میں مصروف ہوگیا!

+

شام کو سراج گھر آیا تو خاصا پریشان دکھائی دے رہا تھا' کچھ دیر تک وہ والد صاحب کے ساتھ لان پر بیٹھا باتیں کرتا رہا پھر اٹھ کر میرے ساتھ اس کمرے میں آگیا جسے میں نے صرف دفتری کاموں کے لیے مخصوص کررکھا تھا' والد صاحب سے گفتگو کرتے وقت وہ خود کو بہت لیے دیے رہا تھا لیکن اب اس کے چہرے پر دوبارہ تشویش کے تاثرات پھیل کر گہرے ہونے لگے تھے میں نے اسے کریدنے کی کوشش نہیں کی' میرا خیال تھا کہ وہ از خود اپنی الجھن اور پریشانی کی وجہ بتائے گا پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔

"مسٹر شہباز۔" کچھ دیر بعد سراج نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "آپ نے مجھے بتایا تھا کہ شنکر نامی بدذات چمار مرچکا ہے۔"

"ہاں' کیوں؟" میں نے شنکر کے نام پر چونکتے ہوئے دریافت کیا۔ "کوئی خاص بات۔۔۔"

"جس نقاب پوش کو پولیس پک اپ کے ساتھ گرفتار کیا گیا تھا وہ بالکل اسی انداز میں پولیس لاک اپ سے غائب پایا گیا ہے جس طرح داور غائب ہوا تھا۔"

سراج نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ شخص ہمارے لیے بہت اہم تھا اس لیے میں نے اپنے اعتماد کے ایک اے ایس آئی کو اس کی نگرانی پر بطور خاص مامور کردیا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی اپنی ڈیوٹی سے غافل نہیں ہوا۔ لاک اپ کے باہر ہی اس نے اپنی کرسی ڈال رکھی تھی۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ تھانے کے ایک ساتھی سے باتیں کرنے میں مصروف تھا جب اس نے لاک اپ کے اندر زنجیروں کی آواز سنی' پلٹ کر دیکھا تو وہ شخص حیرت انگیز طور پر غائب تھا' اور اس کے ہاتھ میں پڑی ہوئی ہتھکڑی کئی ٹکڑوں میں منقسم ہوکر فرش پر بکھری پڑی تھی' لاک اپ کا قفل بھی بند ہی پایا گیا۔"

"آپ کے ذہن میں خاص طور پر شنکر ہی کا نام کیوں ابھرا؟" میں نے تفصیل سننے کے بعد کہا۔ "آپ چاہیں تو خود بھی روپ نگر فون کرکے شنکر کی موت کی تصدیق کرسکتے ہیں۔ اسے سیکڑوں آدمیوں کی موجودگی میں مرگھٹ پر جلایا گیا تھا اور پھر اس کی راکھ پانی میں بہادی گئی تھی۔"

"بہرحال میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر شنکر مرچکا ہے تو کوئی اور پراسرار طاقت اس کی جگہ کام کررہی ہے۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا پھر کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ اس پراسرار واقعہ پر کوئی روشنی نہیں ڈال سکتے؟"

"میں کیا عرض کرسکتا ہوں۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "روپ نگر میں تعیناتی سے پیشتر میں بھی ان گندے علوم کو سرے سے نہیں جانتا تھا لیکن اس کے بعد سے اب تک جو حالات پیش آرہے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔"

"میری اپنی عقل بھی دنگ ہوکر رہ گئی ہے' سمجھ میں نہیں آتا کہ ان پراسرار واقعات کا کیا سدباب کیا جائے۔"

"نرنجن لال کی حالت اب کیسی ہے؟" میں نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا۔ "کیا اس نے حملہ آور کے بارے میں کوئی اہم بات بتائی ہے۔"

"نہیں۔" سراج نے جھلاتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ بھی نجانے کس مٹی کا بنا ہوا ہے' میں نے اسے ہر طرح کریدنے کی کوشش کی لیکن اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ نہ اس نے کسی حملہ آور کو دیکھا نہ وہ کسی پر اپنے شبے کا اظہار کرسکتا ہے۔ بہرحال اس کے بائیں بازو پر نظر آنے والے زخم کا نشان اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ فائر بہت کلوز رینج سے کیا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے فائر کرنے والے کو دیکھا بھی ہو لیکن وہ اپنی زبان سے سچ اگلنے کو آمادہ نہیں ہے۔ بہرحال ڈاکٹروں نے یہی کہا ہے کہ اس کی حالت خطرے سے باہر ہے۔"

"آپ کا شبہ کس پر ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا' ویسے میرا اندازہ ہے کہ جس نے بھی نرنجن لال پر قاتلانہ حملہ کیا ہے اس کا مقصد نرنجن لال کی موت نہیں تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا ایک ماہر نشانہ باز تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے کسی خاص وجہ سے نرنجن لال کو صرف زخمی کرنے پر اکتفا کیا ہو۔"

میں سراج کی بات سن کر چپ ہوگیا' ندیم نے بھی کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا تھا۔

"کیا جس وقت حملہ ہوا اس وقت گاڑی میں نرنجن لال کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔" میں نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

"گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا اور نرنجن لال پچھلی نشست پر موجود تھا۔" سراج نے الجھتے ہوئے کہا۔ "ڈرائیور بھی اسی بیان پر اڑا ہوا ہے کہ اس نے کسی حملہ آور کو نہیں دیکھا' نرنجن لال کے کراہنے کی آواز سن کر اس نے گاڑی ایک سائڈ میں کرکے روک دی تھی حالات کی سنگینی کا احساس اسے اس وقت ہوا جب اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تھا' اس کے بعد وہ فوری طور پر نرنجن لال کو طبی امداد کی خاطر ہسپتال لے گیا پھر اسی نے متعلقہ تھانے کے ایس ایچ او کو فون کرکے حملے کی اطلاع دی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر نرنجن لال نے ڈرائیور کو بھی زبان بند رکھنے کی تاکید کردی ہے۔"

"مسز تیموری کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے دبی زبان میں کہا۔

"نہیں۔۔۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "میں نے اپنے ذرائع سے جو معلومات جمع کی ہیں وہ کسی طور پر بھی مسز تیموری کے ملوث ہونے کے خدشے کو تقویت نہیں پہنچاتیں۔"

"اب آپ کا کیا پلان ہے؟ میرا مطلب ہے کہ کیا اب بھی آپ نرنجن لال کو مسز تیموری کے بیان اور دوسرے گواہوں کے بیان کی روشنی میں حراست میں لینے کی کوشش کریں گے۔"

"فی الحال میں نے کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا۔۔۔ قاتلانہ حملے کی واردات نے میرا سارا پلان چوپٹ کردیا ہے۔" سراج نے کہا پھر بولا۔ "آپ کا ارادہ کب تک باہر جانے کا ہے۔"

"تین روز بعد۔۔۔ کیوں؟"

"میرا بھی مشورہ یہی ہے کہ آپ کچھ دنوں کے لیے یہاں سے ہٹ جائیں۔" اس بار سراج نے بڑے خلوص اور اپنائیت سے کہا۔ "ایک بار پہلے بھی وہ آپ کے ساتھ اپنی کمینگی کا ثبوت دے چکا ہے' ہوسکتا ہے اس بار بھی وہ آپ ہی کی ذات پر شبہ کرکے دوبارہ کسی انتقامی کارروائی کا مظاہرہ کر بیٹھے۔"

سراج کے جانے کے بعد میرا ذہن پھر نرنجن لال پر ہونے والے قاتلانہ حملے کے بارے میں سوچنے لگا لیکن ندیم کے آجانے سے میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہوگیا' نسیم بھی ندیم کے ساتھ تھی' ہم بڑی دیر تک بیٹھے سفر کی تیاری کی باتیں کرتے رہے۔

تین روز کے بعد پروگرام کے عین مطابق میں ندیم اور نسیم پی آئی اے کے طیارے کے ذریعے [illegible] روانہ ہوگئے' میرے دفتر کے عملے کے [illegible] بھی ائرپورٹ پر ہمیں الوداع کہنے آئے تھے۔

نسیم خاص طور پر بہت خوش نظر آرہی تھی [illegible] کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جہاز کی سیڑھیوں [illegible] بھی ان کے ہمراہ تھا لیکن جہاز میں [illegible] نجانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے [illegible] تعاقب کررہا ہو' میں نے فوری طور پر پلٹ [illegible] ہمارے پیچھے [illegible] نہیں تھا' میں نے [illegible] سے تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن میری چھٹی حس مجھے کسی نادیدہ خطرے کا احساس دلا رہی تھی!

*

جہاز آہستہ آہستہ فضا کی بلندیوں کی سمت پرواز کر رہا تھا۔ سیفٹی بیلٹ کی لائٹ آف ہوئی تو میں نے کیبن کا جائزہ لیا۔ فرسٹ کلاس کیبن میں ہمارے علاوہ پندرہ آدمی تھے جن میں زیادہ تر غیر ملکی تھے۔ صرف دو افراد مقامی نظر آ رہے تھے۔ مرد کسی اونچے طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ سفاری سوٹ اور فرنچ کٹ داڑھی میں اس کی شخصیت خاصی جاذب نظر دکھائی دے رہی تھی۔ ہونٹوں کے درمیان اس نے پائپ دبا رکھا تھا اور کسی سوچ میں غرق نظر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی خوبصورت عورت چست پتلون اور ڈھیلی ڈھالی شرٹ میں خاصی ماڈرن نظر آ رہی تھی۔ حفاظتی پیٹی کھولنے کے بعد اس نے ایک میگزین کا سرسری جائزہ لینا شروع کر دیا۔

میں نے ایک ایک کرکے کیبن کے تمام مسافروں کو بہت غور سے دیکھا۔ بظاہر ان میں کوئی بھی مشکوک نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن میری چھٹی حس بدستور کسی نادیدہ خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ لیکن وہ خطرہ کیا ہو سکتا تھا؟ اگر زرنجن لال کو کسی طرح میری روانگی کی اطلاع مل بھی گئی تھی اور اس نے کسی آدمی کو میرے پیچھے لگا دیا تھا تو وہ کم از کم دوران پرواز میرے لیے خطرناک ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے بظاہر پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ندیم اور نسیم کی موجودگی میرے لیے تقویت کا سبب تھی لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میرے اندر دور کہیں خطرے کی علامت والی مدھم سرخ بتی اسپارک کر رہی تھی۔

میرا ذہن گزری ہوئی باتوں پر غور کر رہا تھا۔ مسٹر تیموری کو ہونے والا نقصان اس کی درج کردہ ایف آئی آر اور دو گواہوں کے بیان کی روشنی میں زرنجن کی شخصیت قانون کی نگاہوں میں خاصی کمزور ہو گئی تھی لیکن داوری کی طرح پولیس پک اپ کے ساتھ گرفتار ہونے والے نقاب پوش کی پراسرار گمشدگی نے میرے علاوہ سراج کے ذہن میں بھی کسی طاغوتی قوت کے امکان کو ہوا دی تھی۔ اس کے بعد زرنجن لال پر ہونے والا قاتلانہ حملے کی واردات نے اچانک بساط کا رخ پلٹ دیا تھا۔ تفصیل کے مطابق قاتل یا قاتلوں نے بہت کلوز رینج خودکار اسلحہ سے فائرنگ کی تھی لیکن اس کے باوجود گاڑی کا ڈرائیور حیرت انگیز طور پر محفوظ رہا تھا اور زرنجن لال کا صرف بایاں بازو زخمی ہوا تھا۔ اگر قاتلوں کا مقصد خون کی ہولی کھیلنا ہوتا تو وہ زرنجن لال اور ڈرائیور کو بھون سکتے تھے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ مقصد صاف ظاہر تھا زرنجن لال نے موقعے کی نزاکت اور اپنی شخصیت کے کمزور پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہی اس قاتلانہ حملے کا ڈراما رچایا ہو گا۔ اسی قاتلانہ حملے کی وجہ سے سراج نے بھی اسے فوری طور پر حراست میں لینے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

معاً میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ زرنجن لال پر ہونے والے حملے کی اطلاع سراج کو میری موجودگی میں ملی تھی لیکن اس کی خبر ندیم کو بھی مل چکی تھی۔ میں نے ندیم سے اچانک بیرون ملک روانگی کا سبب بھی دریافت کیا تھا لیکن جواب میں اس نے یہی کہا تھا کہ اس کا سبب وہ پرواز کے تین چار گھنٹے بعد ہی بتا سکتا ہے لیکن اس نے ایسا کیوں کہا تھا؟ وہ کیا بات تھی جو ندیم پرواز سے پہلے مجھے بتانے سے گریز کر رہا تھا؟

میری نظر ایک بار پھر فرنچ کٹ داڑھی والے کی سمت اٹھ گئی۔ اب وہ خاصا مطمئن نظر آ رہا تھا اور جس انداز میں وہ اپنے برابر والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی عورت سے مسکرا کر باتیں کر رہا تھا اس سے کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ میاں بیوی نہیں تھے البتہ ایک دوسرے کے گہرے واقف کار ضرور لگ رہے تھے۔ ایک بار پھر میں نے کیبن میں بیٹھے ہوئے دیگر تمام مسافروں کا جائزہ لیا لیکن میں کسی کو پوائنٹ آؤٹ نہیں کر سکا۔ ندیم بدستور نسیم کو لندن کے بارے میں اپنی وسیع معلومات سے آگاہ کرنے میں مصروف تھا۔ جہاز کو ٹیک آف کیے گئے تقریباً پینتالیس منٹ گزر چکے تھے پھر فضائی میزبانوں نے سروس شروع کی تو ندیم نے پلٹ کر میری طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"تمہیں ذہنی جمناسٹک سے فرصت ملی یا ابھی تک عقلی قلابازی لگا رہے ہو؟"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ ندیم کو میری ذہنی کیفیت کا اندازہ کس طرح ہوا؟ یہ بات میرے لیے حیرت انگیز ہی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تم کن وسوسوں کا شکار ہو بہرحال تمہارے چہرے کے تاثرات اس بات کی چغلی کھا رہے ہیں۔ تم ابھی تک زرنجن سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے جبکہ میرا اصول اس کے بالکل برعکس ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میں جس ملک یا شہر کے ہوائی اڈے سے پرواز کرتا ہوں اس کے بارے میں سوچنا ترک کر دیتا ہوں اس لیے کہ دوسری صورت میں فضائی سفر کے علاوہ ہم نئی منزل کے حسین خوابوں سے بھی پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔"

"میں اس وقت ایک انجانے خطرے کے امکانی پہلو پر غور کر رہا تھا۔"

"وہ کیا؟"

"ہو سکتا ہے کہ یہ میرا وہم ہی ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ خطرے اب بھی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"اور تمہارے اس وہم پر مجھے وہ مثل یاد آ رہی ہے کہ چور چوری سے جاتا ہے لیکن ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے ندیم کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"مطلب صاف ہے۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "تم پولیس کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی ابھی تک پرانے خطوط ہی پر سفر کر رہے ہو۔ حالانکہ تم اب ایک کنسٹرکشن کمپنی کے مالک ہو لیکن ابھی تک بزنس اور قانون کے درمیان واقع خلیج عبور نہیں کر سکے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ دنیا کا ہر شخص تمہاری طرح سے نان سیریس اور ڈھیٹ بن جائے۔" میں نے ندیم کو چھیڑتے ہوئے جواب دیا۔ "مگر میرا مشورہ ہے کہ اب تمہیں اپنے زندگی کے اصول بدلنے پڑیں گے اس لیے کہ تم شادی شدہ ہو چکے ہو۔ اس کے علاوہ بھی خواہ پولیس کا محکمہ ہو یا کاروباری معاملات انسان کو بہرحال امکانی پہلو پر غور کرنا پڑتا ہے۔"

"فکر انسان کو گھلا دیتی ہے اور میں زندگی کے ایک ایک لمحے کو انجوائے کرنے کا عادی ہوں۔" ندیم نے بڑے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ "فرض کرو کہ میں اس وقت پر سوچتا

شروع کر دوں کہ کچھ دیر بعد ہمارا طیارہ کسی حادثے سے دوچار ہو کر پاش پاش ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں کیا یہ خوبصورت اور شوخ و شنگ ائر ہوسٹس تمہیں بھلی معلوم ہوں گی۔ ذرا ان کو غور سے دیکھو یہ کس خوبصورتی سے ہر مسافر کو اپنی بناوٹی مسکراہٹوں اور کاروباری اداؤں سے اس غلط فہمی کا شکار بنا دیتی ہیں کہ وہ صرف اسی ایک فرد واحد پر دل و جان سے مرمٹی ہیں جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔ پرواز کے اختتام کے بعد ہی یہ غزالان ختن مسافروں کی حماقتوں پر دل کھول کر قہقہے لگاتی ہیں اور قسم قسم کے ریمارکس پاس کرتی ہیں اور پھر نئے مسافروں کو اپنے حسن کے جال میں اسیر کرنے کے منصوبے بنانا شروع کر دیتی ہیں۔ یہی میرے نزدیک زندگی ہے خود بھی ہنسو اور دوسروں کو بھی مسکرانے کا موقع دو۔"

اسی وقت سفید چمڑی والی ایک ائر ہوسٹس نے ہمارے قریب آ کر بہت مہذب لہجے میں پوچھا۔

"آپ ڈرنک لینا پسند کریں گے یا کافی وغیرہ؟"

"وغیرہ وغیرہ میں کون کون سی چیزیں دستیاب ہوں گی آپ کے پاس۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا تو ائر ہوسٹس کے ہونٹوں کی لپ اسٹک کی سرخی کا رنگ کچھ اور گہرا ہو گیا۔

"پائن ایپل جوس۔" نسیم نے جلدی سے کہا تو ائر ہوسٹس مسکراتی ہوئی چلی گئی لیکن جاتے جاتے بھی اس نے ندیم کو بڑی قاتلانہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"آپ کو اس سے بلاوجہ بے تکلف ہونے کی کیا ضرورت تھی؟" نسیم نے دبی زبان میں کہا تو ندیم نے کڑوا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

"ایسا کرتے ہیں کہ جہاز کو یہیں سے واپس موڑ لیتے ہیں ورنہ لندن میں تو تم میرا جینا حرام کر دو گی۔"

"میں کبھی نہیں۔"

"فی الحال صرف اتنا سمجھ لو کہ ہم جہاں جا رہے ہیں وہاں کی اور ہماری تہذیب میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے۔" ندیم نے شوخی سے کہا۔ "ہمارے معاشرے میں اپنے پرائے، محرم اور نامحرم کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے جبکہ باہر کوئی غیر نہیں ہوتا۔ سب اپنے ہی اپنے ہوتے ہیں۔ بس پسند کی بات ہے جہاں ایک دوسرے میں بے تکلفی کی فضا پیدا ہوئی وہاں جائز اور ناجائز کے تمام اصولوں کو کسی ائرٹائٹ ڈبے میں بند کر کے بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے اور۔۔۔"

"ورنہ یہ کہ کیا تم میری موجودگی میں بھی اپنی چونچ بند نہیں رکھ سکتے۔" میں نے نسیم کے چہرے پر ابھرنے والی حیا اور حجاب کی ملی جلی کیفیتوں کو محسوس کرتے ہوئے ندیم کو ٹوکا۔ "کبھی تو موقع اور محل کا خیال کر لیا کرو۔"

"کباب میں ہڈی شاید اسے ہی موقعوں کے لیے کہا گیا تھا۔" ندیم نے ایک سرد آہ بھری پھر بولا۔ "میں نے اسی لیے بہت غور کرنے کے بعد اپنے اور تمہارے کمروں کو الگ فلور پر بک کرایا ہے۔"

"لندن میں ہمارا قیام کہاں ہو گا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں جہاں دنیا کی ہر آسائش محض ایک اشارے کی منتظر ہوتی ہے۔"

"کیا لندن میں بھی کسی کیسینو میں تمہارا کوئی حصہ ہے؟" میں نے اپنی معلومات کی خاطر پوچھا۔

"بری بات۔" ندیم نے بزرگوں جیسے لہجے میں جواب دیا۔ "دوسروں کی ٹوہ میں لگے رہنا اچھی بات نہیں ہے۔"

ہمارے درمیان ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ مجھے بڑی شدت سے تین چار گھنٹے گزرنے کا انتظار تھا۔ ندیم نے یہی کہا تھا کہ پرواز کے تین چار گھنٹے بعد ہی وہ مجھے اس بات سے آگاہ کرے گا کہ اس نے اس قدر جلدی میں بیرون ملک روانگی کا پروگرام کیوں ترتیب دیا تھا؟ نسیم بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ مجھے اس بات پر دلی مسرت تھی۔ ندیم سے شادی ہو جانے کے بعد وہ زندگی کو بہت بڑی تیزی سے واپس لوٹی تھی۔ ماں کی اندوہناک موت کا غم اور اپنی بے بسی اور بیچارگی کے احساس نے اس کے چہرے پر خزاں کے جو منحوس سائے پھیلا دیے تھے ان کا اثر زائل ہو رہا تھا۔ میں نے یوں ہی ندیم کو چھیڑنے کی خاطر نسیم سے پوچھا۔

"تم خوش تو ہو؟"

"جی ہاں۔" نسیم نے بڑی انکساری سے جواب دیا۔ "آپ نے مجھ پر جو احسان کیے ہیں وہ میں تمام زندگی۔۔۔"

"نہیں۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے معنی خیز لہجہ اختیار کیا۔ "بھائی بہنوں کے صرف کام آتے ہیں۔ ان پر احسان نہیں کرتے۔ ویسے مجھے تمہارے بارے میں ایک فکر اب بھی پریشان کرتی رہی ہے۔"

"وہ کیا؟" نسیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تم جس شخص کے پلے بندھ گئی ہو اس کا کوئی بھروسا نہیں۔" میں نے ندیم کو ترچھی انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ لوگ جو بندروں کی طرح ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگانے کے عادی ہوں۔ ذرا مشکل ہی سے قابو میں آتے ہیں۔"

"اچھل کود اور چھلانگیں لگانا صحت اور تندرستی کی علامت ہے۔" ندیم نے برجستہ کہا۔ "لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم نے مجھے جس شاخ سے باندھ دیا ہے میں تمام زندگی اسی پر الٹا لٹکتا رہوں گا۔"

"سن لیا آپ نے۔" نسیم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے بڑے پیار اور عقیدت سے ندیم کو دیکھا۔

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ ایک ائر ہوسٹس بوکھلائی ہوئی کیبن میں داخل ہوئی۔

"کیا آپ میں سے کوئی ڈاکٹر بھی ہے۔" اس نے تمام مسافروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اکانومی کلاس میں ایک مسافر کو ایمرجنسی پیش آ گئی ہے۔" ائر ہوسٹس کے سوال کے جواب میں ایک ادھیڑ عمر کا انگریز تیزی سے اٹھا اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس شخص نے اپنے سفری بیگ سے اسٹیتھوسکوپ نکالنے میں خاصی عجلت کا مظاہرہ کیا تھا۔

"تم ذرا بیٹھو۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں دیکھ کر آتا ہوں کہ کیا بات ہے؟"

"تم کیا خدائی فوجدار کی حیثیت سے جاؤ گے؟ میرا مطلب ہے کہ تمہارا ڈاکٹری کے پیشے سے دور دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"اس کا جواب میں تمہیں واپسی پر دوں گا۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا پھر وہ بھی اکانومی کلاس کی طرف چلا گیا۔ کوئی پندرہ منٹ کے بعد ہی ندیم کی واپسی ہوئی تھی۔ ادھیڑ عمر کا انگریز ڈاکٹر اس کے ساتھ نہیں تھا۔

"کوئی خاص بات۔" میں نے ندیم کے بیٹھنے کے بعد اس سے صورت حال کے بارے میں دریافت کیا۔

"ایک مسافر کی موت واقع ہو گئی ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "ڈاکٹر ابھی تک اس کی زندگی بچانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے ندیم کے جواب پر قدرے الجھتے ہوئے کہا۔ "جب ڈاکٹر ابھی تک اس کی زندگی بچانے کی تگ و دو کر رہا ہے تو پھر تم نے اسے مردہ کیسے قرار دے دیا۔"

"اس لیے کہ مجھے یقین ہے کہ وہ زندہ نہیں بچ سکے گا۔" ندیم بولا۔ "اس کے چہرے کو رنگت بڑی تیزی سے نیلی پڑ رہی ہے اور منہ سے جھاگ نکل رہا۔ شاید اسے کوئی تیز زہر دیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ خودکشی کا کیس ہو۔ بہرحال میرے اندازے کے مطابق زندگی سے اس کا رشتہ ہر لمحے ٹوٹتا جا رہا ہے۔"

"اگر اسے خودکشی کرنی تھی تو پھر اس نے جہاز کے سفر ہی کا انتخاب کیوں کیا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ کام وہ کہیں بھی کر سکتا تھا۔"

"اس کا جواب تو مرنے والا ہی دے سکتا ہے جو شاید اب تک دنیا سے قطع تعلق کر چکا ہو گا۔"

ندیم بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا لیکن میرے ذہن میں ایک بار پھر اسی خطرے کا احساس ابھر آیا جس کی سرخ بتی پہلے بار بار جل بجھ رہی تھی۔ معاً میرے دماغ میں ایک نئے نکتے نے سر ابھارا۔ کہیں میرے ذہن میں ابھرنے والے خطرے کا تعلق اسی شخص سے تو نہیں تھا جو ندیم کی اطلاع کے مطابق ہر لمحہ موت سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے کن انکھیوں سے ندیم کی سمت دیکھا۔ وہ نسیم سے باتوں میں مصروف تھا۔ میرے اندر مختلف وسوسے جنم لے رہے تھے۔ ائر ہوسٹس کی اطلاع پر صرف انگریز ڈاکٹر ہی اپنی کرسی سے اٹھا تھا۔ اس کے بعد ندیم بھی صورت حال کا جائزہ لینے چلا گیا تھا۔ باقی مسافر اس طرح اپنے اپنے کام یا آرام میں کھوئے تھے کہ انہیں مرنے والے سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

پھر ندیم ہی کیوں؟

کیا وہ مرنے والے سے واقف تھا یا پھر اسے علم تھا کہ اس قسم کا کوئی حادثہ رونما ہونے والا ہے جس کی تصدیق کی خاطر وہ اکانومی کلاس کی طرف گیا تھا؟ ندیم نے اس بات کا اظہار بھی بڑے وثوق سے کیا تھا کہ مرنے والے کو یا تو کسی نے کوئی سریع الاثر زہر دیا ہے یا پھر اس نے خود اپنے نجی حالات سے دل برداشتہ ہو کر خودکشی کر لی تھی۔ کیا ندیم مرنے والے سے پہلے سے واقف تھا؟۔ اگر نہیں۔ تو پھر خاص طور پر ڈاکٹر کے ساتھ اسی کو اٹھ کر جانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟ میں نے کسی خیال کے تحت فرنچ کٹ داڑھی والے اور اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی دوشیزہ کی سمت دیکھا۔ وہ دونوں بڑی ڈھٹائی سے سر سے سر جوڑے بیٹھے راز و نیاز میں مصروف تھے۔ فرسٹ کلاس کیبن کا ہر مسافر اپنی جگہ بڑا مطمئن اور بے پروا دکھائی دیتا تھا لیکن کوئی بات ایسی ضرور تھی جو میرے ذہن کو رہ رہ کر الجھا رہی تھی۔ بظاہر میں نے بھی خود کو لاتعلق ظاہر کرنے کے لیے اخبار اٹھا کر نگاہوں کے سامنے کر لیا تھا لیکن میرا ذہن بدستور کسی کھوجی کے مانند مختلف راستوں پر بھٹک رہا تھا پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد میں نے ادھیڑ عمر کے انگریز ڈاکٹر کو واپس آتے دیکھا۔ اس کے چہرے پر طاری مایوسی ظاہر کر

رہی تھی کہ وہ مرنے والے کو بچانے میں ناکام ہی رہا ہے۔ کیبن کے دوسرے مسافروں نے بھی بری طرح سرسری نظر سے ڈاکٹر کو دیکھا تھا پھر اپنے اپنے ماحول میں گم ہو گئے۔

"تم کہاں گم ہو میری جان۔" اچانک ندیم نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس قسم کے حادثات بھی زندگی کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔"

"لیکن جہاز پر ہی کیوں؟" میں نے سنجیدگی سے اپنی بے چینی کا اظہار کیا۔

"کیا مطلب؟" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔ "کیا جہاز پر منکر نکیر کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔"

"کون تھا وہ؟" میں نے پوچھا۔ "کوئی غیر ملکی یا ___"

"غیر ملکی اس قسم کی حماقتوں کا ثبوت شاذ و نادر ہی دیتے ہیں۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اپنی ہی برادری کا آدمی تھا۔"

"اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے مسافر کا کیا بیان ہے؟"

"تم پولیس انسپکٹر رہ چکے ہو' چاہو تو یہاں بھی اپنی تفتیش کا پٹارا کھول سکتے ہو لیکن میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ جو شخص اس قسم کے حادثات میں زیادہ دلچسپی کا اظہار کرتا ہے اسی کی پوزیشن قانون کی نگاہوں میں زیادہ مشکوک ہو جاتی ہے۔"

"اب اس لاش کا کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"ظاہر ہے اسے چلتے جہاز سے نیچے نہیں پھینکا جا سکتا۔" ندیم نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "اگلے ائرپورٹ تک اسے جہاز ہی کے اندر رکھا جائے گا۔"

"کیپٹن نے مرنے والے کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"میں نے ان باتوں کی تفصیل میں جانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ویسے میرا خیال ہے کہ جو مسافر مرنے والے کے آس پاس کی نشستوں پر بیٹھے ہیں ان کا بیان ضرور لیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے کیبن بیگ کی تلاشی بھی لی جائے۔"

میں نہ جانے کیوں مرنے والے کے سلسلے میں الجھ رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ جہاز پر چڑھتے وقت ہی مجھے کسی نادیدہ خطرے کا احساس ہوا تھا۔ میں نے ندیم سے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ پندرہ منٹ بعد نسیم اپنی نشست سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف گئی تو ندیم نے مجھ سے بڑے مدھم لہجے میں مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"جو شخص مر چکا ہے اس کے بارے میں سوچ کر ذہن کو پریشان مت کرو اس لیے کہ تمہاری زندگی کا دارومدار اسی کی موت پر ہی تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ میرے پورے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔

"وہ نیش پال تھا جسے نرنجن لال نے تمہاری موت کے لیے تعینات کیا تھا۔" ندیم کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "اگر وہ نہ مرتا تو شاید منزل پر پہنچنے کے بعد مسافروں کی بھیڑ میں ہمیں تمہاری لاش پر ماتم کرنا پڑتا۔"

"کیا نیش پال کو تمہارے آدمیوں نے"

"پلیز۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "اب اس بات کو ذہن سے نکال دو۔ جسٹ ریلیکس۔"

"لیکن ___"

"اتنی جلدی کیا ہے۔" ندیم نے قدرے جھلاتے ہوئے میری بات کاٹی۔ "ہم لندن پہنچ کر اپنے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کر بھی اطمینان سے باتیں کر سکتے ہیں۔"

ندیم کی جھلاہٹ بے جا نہیں تھی۔ میں نے جلدی سے موضوع بدل دیا لیکن دل ہی دل میں ندیم کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ اگر اس نے اپنی آنکھیں کھلی نہ رکھی ہوتیں اور بروقت نیش پال جیسے خطرناک مجرم کو ٹھکانے نہ لگوایا ہوتا تو اس کا نتیجہ میری موت کی صورت میں بھی سامنے آ سکتا تھا۔ ندیم سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے اس نتیجے پر پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں آئی کہ وہ جہاز میں صرف میرے اور نسیم کے ساتھ سفر نہیں کر رہا تھا۔ اس کے کچھ ایسے کارندے بھی موجود تھے جو اس کے ایک اشارے پر اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار تھے۔ بظاہر وہ ہمیشہ بہت بے پروا نظر آتا تھا لیکن اس وقت میں یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ وہ باطنی طور پر کس قدر محتاط اور خطروں سے آگاہ رہتا تھا۔ شاید اس کے جسم پر ہر سمت آنکھیں ہی آنکھیں موجود تھیں جو دشمنوں کی نشاندہی کرتی رہتی تھیں۔ اس سے پیشتر بھی میں نے کئی موقعوں پر ندیم کے جانثاروں کو دشمن پر اچانک کسی آدم خور چیتے ہی کے مانند جھپٹتے دیکھا تھا۔

لندن میں ہمارا قیام ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہی ہوا۔ ندیم نے کمرے بک کرنے والی بات مذاق میں نہیں کی

تھی۔ اس نے اپنے اور نسیم کے لیے جو سوٹ بک کرایا تھا وہ چوتھی منزل پر تھا جبکہ میرا کمرا چھٹی منزل پر تھا۔ عام حالات میں ممکن تھا کہ میں اس بات پر احتجاج کرتا لیکن نیش پال کی موت کے بعد میں نے ایسا نہیں کیا۔ الگ الگ منزلوں پر کمرا بک کرانے میں بھی شاید ندیم نے کسی مصلحت سے کام لیا ہو گا۔

دو روز تک ہم سارا سارا دن ندیم کے ساتھ لندن کی شاہراہوں اور تفریح گاہوں کا چکر لگاتے رہے۔ تیسری شام میں عصرانہ کرنے کے بعد ایک صوفے پر بیٹھا آرام کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ آنے والا ندیم کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ دوسرے صوفے پر تقریباً ڈھیر ہوتے ہوئے اس نے سکون کا طویل سانس لیا پھر بڑے اطمینان سے بولا۔

خدا کا شکر ہے اب فی الحال ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا سفر کی تکان دور کیے بغیر ہی کوئی شریف آدمی دو روز تک اس طرح صبح سے شام تک سڑکوں اور تفریح گاہوں میں آوارہ گردی شروع کر دیتا ہے۔"

"آئی۔ سی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم نیش پال کے علاوہ کسی اور نادیدہ دشمن کے امکانات کا جائزہ لے رہے تھے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ یہ بات آسانی سے تمہاری سمجھ میں آ گئی ورنہ پولیس والوں کی کھوپڑی میں عام طور پر ___"

"شٹ اپ۔" میں نے تیزی سے ندیم کو ٹوکا پھر اچانک میرے ذہن میں ایک سوال ابھر آیا۔ "تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ مجھ سے مشورہ کیے بغیر ہی تم نے بیرون ملک کے سفر کا پروگرام کس لیے مرتب کر لیا تھا۔"

"مجھے یقین تھا کہ یہ سوال تمہاری کھوپڑی کی بھٹی میں ضرور پک رہا ہو گا۔" ندیم معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر بڑی بے پروائی سے بولا۔ "نرنجن لال کا مسئلہ ہمارے لیے خواہ مخواہ طول پکڑتا جا رہا تھا۔ اس نے جو اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیے تھے ان کا جواب دینا ضروری تھا لیکن کسی جوابی کارروائی کے لیے ہمارا منظر عام سے ہٹ جانا بھی بہت ضروری تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے ندیم کو گھورا۔ "کیا ہماری غیر موجودگی میں تمہارے آدمیوں نے ___"

"نیش پال کی طرح اب نرنجن لال کے نام کو بھی اپنے ذہن سے کھرچ کر نکال دو۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" ندیم نے بدستور بے پروائی سے کہا۔ "اب تک تو اس کی چتا سے اٹھائی راکھ بھی سمندر برد ہو چکی ہو گی۔"

"یہ اچھا نہیں ہوا۔" میں نے کچھ توقف کے بعد جواب دیا۔ "ہماری غیر موجودگی میں ہو سکتا ہے کہ نرنجن لال کی موت کا شبہ بے چارے تیموری پر کیا جائے۔ اس لیے کہ اپنے نقصان کے سلسلے میں اسی نے نرنجن لال کے خلاف ایف آئی آر درج کرائی تھی۔"

"تمہاری پریشانی بیکار ہے اس لیے کہ میرے آدمیوں نے جو پلان مرتب کیا ہو گا اس میں تیموری کے بچاؤ کے

پہلو کو نظرانداز نہیں کیا ہو گا۔ اس کے علاوہ تیموری فوج میں بھی کارہائے نمایاں انجام دے چکا ہے۔ وہ اپنا دفاع کرنا جانتا ہے۔"

"لیکن ——"

"بلاوجہ کی ذہنی جمناسٹک سے کیا حاصل ہو گا؟" جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ ریوالور سے نکلی ہوئی گولی اور جسم سے نکلی ہوئی روح کبھی واپس نہیں آسکتی۔"

"لندن میں ہمارا قیام کتنے دنوں رہے گا۔" میں نے موضوع بدلنے کی خاطر پوچھا۔ ندیم سے بحث فضول تھی۔ وہ سوچنے سے زیادہ کر گزرنے کے اصول کا عادی تھا۔ زنجن لال کے کانٹے کو درمیان سے نکالنے کی خاطر اس نے جو پروگرام مرتب کیا تھا وہ ہر طرح سے بھرپور تھا۔ اس کی موت کی اطلاع سننے کے بعد میرے ذہن سے وہ فکر اور پریشانی بھی دور ہو گئی جو مجھے والد صاحب کے سلسلے میں لاحق تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ میری روانگی کے بعد زنجن لال ہماری کمپنی اور کاروبار کو نقصان پہنچانے کی خاطر اپنی تخریبی سرگرمیاں ضرور تیز کر دے گا جو والد صاحب کے لیے پریشانی کا سبب بن سکتی تھیں۔

"ابھی تو ہمیں اس سرزمین پر قدم رکھے دو دن ہی گزرے ہیں۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو میں نے ہنی مون کے پروگرام کو بھی آخری شکل نہیں دی۔ ہفتے دو ہفتے میں ذرا تھکن دور ہو جائے اور مقامی کاروبار کا جائزہ مکمل کر لوں پھر اطمینان سے بیٹھ کر کوئی پروگرام بناؤں گا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا تم نے یہاں بھی کسی کیسینو یا نائٹ کلب میں ٹانگ پھنسا رکھی ہے۔"

"اتنی جلدی کیا ہے۔ تم میرے ساتھ ہی ہو آہستہ آہستہ ہر بات سے واقف ہوتے رہو گے۔"

"ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو۔"

"ہم نے جس جہاز میں سفر کیا تھا۔ اس میں ہمارے علاوہ تمہارے اور کتنے فرد موجود تھے۔"

"حنیف ورجن۔" ندیم نے جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "تمہیں شبہ کس پر ہو رہا ہے؟"

"فرسٹ کلاس کے کیبن میں ہمارے علاوہ صرف ایک ہی جوڑا ایسا تھا جسے میں نے مشکوک نظروں سے دیکھا تھا۔"

"شبے کی کوئی خاص وجہ۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے دریافت کیا۔

"کچھ بھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "بس میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہ دونوں ——"

"لندن میں رہ کر ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔" ندیم نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "جلد بازی میں کسی سے ٹکرا جانے کے فیصلے سے گریز ہی کرنا ورنہ ہو سکتا ہے ہمیں اپنے ہی کسی آدمی کا نقصان برداشت کرنا پڑے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"جس طرح میں اپنے کارندوں کو بہت عزیز رکھتا ہوں اس طرح وہ بھی ایک لمحے کے لیے بھی مجھ سے غافل نہیں ہوتے۔ ہر وقت میرے آس پاس ہی سائے کی طرح منڈلاتے رہتے ہیں۔ اکثر تو مجھے دشمنوں کی موت کی اطلاع اس وقت ملتی ہے جب وہ میرے آدمیوں کے جال میں پھنس کر زندگی سے رشتہ توڑ چکے ہوتے ہیں۔"

"گویا اب وہ تمہارے علاوہ میری نگرانی بھی کریں گے۔"

"ظاہر ہے۔"

"تم نے میری چھٹی حس کے بارے میں رائے زنی نہیں کی۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہی ہے لیکن تم ان دونوں کو شناخت نہیں کر سکے حالانکہ دونوں سے مل چکے ہو۔"

"میک اپ۔"

"ہاں۔ وہ دونوں میک اپ کے فن میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔" ندیم نے کہا۔ "اکثر مجھے بھی غلط فہمی ہو جاتی ہے جو مخصوص کوڈ ورڈز کے تبادلے کے بعد ہی دور ہوتی ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"فرنچ کٹ داڑھی والا میرا دست راست راجو تھا اور دوسری لڑکی وہ تھی جس نے تمہیں کال گرل کے روپ میں کیسینو میں بچایا تھا۔ اس کے بہت سارے نام ہیں لیکن تم اسے ماریا کے نام سے مخاطب کر سکتے ہو۔" ندیم نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے ایک اور انکشاف کیا۔ "راجو اور ماریا بھی اسی ہوٹل میں الگ الگ کمروں میں مقیم ہیں لیکن اب وہ دونوں کسی اور میک اپ میں ہیں۔ میں نے اسی لیے تمہیں کہا ہے کہ کسی ایکشن میں بہت جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرنا۔"

"تم آخر ہو کیا بلا۔" میں نے ندیم کو گھورتے ہوئے

بے تکلفی سے پوچھا۔ "اوپر سے جتنے بے پروا اور لاابالی نظر آتے ہو اندر سے اتنے ہی چالاک اور محتاط ہو۔ کتنے روپ ہیں تمہارے؟"

ندیم میری بات سن کر مسکرا دیا تھا پھر کچھ دیر بعد اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کل رات ہم گی اسٹارز نامی کیسینو چلیں گے۔ میرا شبہ ہے کہ گی اسٹارز کا مقامی ایجنٹ مجھے ڈبل کراس کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ جو گوشوارے مجھے پیش کرتا ہے مجھے اس پر شبہ ہے اس لیے ہم وہاں میک اپ میں ہوں گے۔ ہمارا ظاہری کردار ان بگڑے دل رئیسوں اور عیاش لوگوں جیسا ہو گا جو شراب پانی کی طرح پیتے ہیں۔ جوئے میں تیس ہزار پاؤنڈ ہار جانا ان کے نزدیک بڑی معمولی بات ہوتی ہے اور خوبصورت اور حسین لڑکیوں کے سلسلے میں جن کی رال ہر وقت کسی ندیدے بچے کی طرح ٹپکتی رہتی ہے۔"

"جوئے اور لڑکی کی حد تک تو خیر میں اپنی اداکارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتا ہوں لیکن شراب ——"

"گھبراؤ مت۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں بائیں آنکھ جھپکاتے ہوئے کہا۔ "شراب کے معاملے میں بھی تمہیں اداکاری کرنا ہو گی لیکن کسی کو اس بات کا شبہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ تمہارے گلاس میں شراب کے بجائے کوئی حلال مشروب سرو کیا جائے گا۔"

میں مزید کچھ باتوں کی وضاحت کرنا چاہتا تھا کہ تسنیم اندر داخل ہوئی اور ہمیں گفتگو کا موضوع بڑی خوبصورتی سے بدل دینا پڑا۔

گی اسٹارز کیسینو چار منزلہ عمارت تھی۔ جس کے باہر بے شمار نیون سائن بورڈ سرشام ہی سے جگمگ جگمگ کرنا شروع کر دیتے تھے۔ گراؤنڈ فلور پر بار روم، بلیرڈ روم اور ڈانسنگ فلور کے علاوہ ایک مختصر سا حصہ اسنیک بار کے لیے بھی وقف تھا۔ پہلی منزل اور دوسری منزل پر بھی شراب کے کاؤنٹر موجود تھے۔ ان دونوں منزلوں پر مشین اور تاش کے پتوں کے ذریعے جوا کھیلنے کا انتظام تھا اور کچھ نیم تاریک بالکونیاں بھی تھیں۔ جس پر مدھم پاور کے بلب روشن رہتے تھے اس حصے کو خاص طور پر راز و نیاز کے لیے مخصوص سمجھا جاتا تھا۔ بالکونیاں اتنی کشادہ اور لمبی تھیں کہ اس میں چار چار میزیں آسانی سے آجاتی تھیں اور ہر میز پر چار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود تھی۔ دیگر تمام لوازمات کا بندوبست بھی کسی فور اسٹار ہوٹل سے کم نہیں تھا۔ تیسری منزل صرف وی آئی پی حضرات کے لیے مخصوص تھی جہاں بہت بڑے پیمانے پر جوا ہوتا تھا۔ وی آئی پی حضرات میں ان لوگوں کا شمار زیادہ ہوتا تھا جن کے لیے پاؤنڈ اور پاؤنڈ کی حیثیت ردی کی ٹوکری میں پڑے ہوئے کاغذ کے معمولی ٹکڑوں سے زیادہ اہم نہیں ہوتی تھی۔ شراب اور شباب کے معاملے میں ان میں سے بیشتر افراد اپنی عمر کا لحاظ کیے بغیر بھوکے کتوں کی طرح زبان لپلپاتے رہتے تھے۔ تینوں منزلوں پر صرف لڑکیاں سروس کرتی تھیں لیکن تیسری منزل پر خاص طور پر ان ہی لڑکیوں کو مامور کیا جاتا تھا جو نہ صرف یہ کہ کم عمر ہوتی تھیں بلکہ بہکے ہوئے شرابیوں کا شکار کرنے میں بھی مہارت رکھتی تھیں۔ گراؤنڈ فلور پر سروس کرنے والوں میں لڑکیوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں کم ہوتی تھی۔ تیسری منزل پر انتظامیہ کے دفتر بھی موجود تھے لیکن اس کا راستہ عام نہیں تھا۔ گی اسٹار میں لفٹ سروس کا معقول انتظام تھا۔ اس کے علاوہ سیاہ لباس میں بظاہر سوٹ بوٹ میں ملبوس ہر فلور پر ایسے شریف النفس افراد بھی انتظامیہ کی جانب سے تعینات تھے جو کسی دنگا فساد کی صورت میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ یہ سب پیشہ ور بدمعاش تھے جنہیں بھاری معاوضہ ادا کیا جاتا تھا۔ ان افراد کی خاص نشانی یہ تھی کہ وہ شناخت کے طور پر اپنے کوٹ کی سیدھی جیب میں سرخ رومال اس طرح رکھتے تھے جس کا کچھ حصہ باہر نکلا رہتا تھا۔

میں پروگرام کے مطابق ٹھیک ساڑھے دس بجے رات کو وہاں پہنچا۔ ندیم میرے ہمراہ نہیں تھا۔ شاید اس میں بھی اس کی کوئی خاص مصلحت تھی۔ بہرحال میں نے گاڑی سے اتر کر گراؤنڈ فلور کے مین ہال میں قدم رکھا پھر لوگوں پر ایک سرسری نظر ڈالتا ہوا لفٹ کی طرف گیا اور لفٹ میں داخل ہونے کے بعد تیسری منزل کا بٹن دبا دیا۔ لفٹ میں میرے علاوہ دو مرد اور تین عورتیں بھی تھیں جن میں سے بیشتر کے منہ سے شراب کے بھبکے نکل رہے تھے۔ ہمارے علاوہ ایک سرخ رومال والا بھی ایک گوشے میں موجود تھا۔ مجھے اس بات کا علم بعد میں ہوا کہ سرخ رومال والوں کی ڈیوٹی لفٹ پر خاص طور پر لگائی گئی تھی تاکہ سروس کے درمیان کوئی ایسی واردات رونما نہ ہونے پائے جو کیسینو کی بدنامی کا سبب بنے۔ ندیم کی اطلاع کے مطابق یہ طریقہ کار اس حادثے کے بعد اپنایا گیا تھا جب ایک کال گرل کی لاش لفٹ میں دریافت ہوئی تھی جسے کسی نامعلوم شخص نے راستے میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا۔

بہرحال میں نے لفٹ سے اترنے کے بعد ایک مختصر

راہداری عبور کر کے فلور پر قدم رکھا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پہلی نظر میں مجھے ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے میں کسی شداد کی جنت میں آگیا ہوں۔ ہر سمت زندگی اپنے پورے شباب پر تھی۔ مختلف خوشبوؤں کے ساتھ شرابوں کی ملی جلی مہک ذہن پر ایک عجیب سی غنودگی کی کیفیت پیدا کر رہی تھی۔ ماحول کو ایسا رنگ دیا گیا تھا کہ اگر اسے طلسماتی دنیا کا کوئی گوشہ کہا جائے تو بھی بے جا نہ ہوگا۔ خاص طور پر سروس کرنے والی لڑکیاں اور کال گرلز بھی حسن و شباب کے معاملے میں اپنی مثال آپ تھیں۔

ہال کی بیشتر میزیں بھری ہوئی تھیں۔ میں نے موجود افراد پر نظر ڈالی لیکن ندیم مجھے کہیں نظر نہ آیا جبکہ اس نے وہاں مجھ سے پہلے پہنچنے کو کہا تھا۔ بہرحال میری جیب میں اس وقت وہ کثیر رقم تھی جو ندیم نے فراہم کی تھی۔ میں ابھی دروازے کے قریب کھڑا ماحول اور خالی میزوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ درمیانہ قد اور کسرتی جسم کے مالک ایک مقامی شخص نے میرے قریب آکر بڑے مہذب لہجے میں کہا۔

"کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟"

"آپ کی تعریف۔" میں نے سر تا پا غور سے دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

"میں اس فلور کا انچارج ہوں۔ نارمن۔" اس نے نگاہوں ہی نگاہوں میں میری حیثیت کا اندازہ لگاتے ہوئے اپنا تعارف کرایا پھر قدرے آہستہ سے کہا۔ "اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ شاید پہلی بار یہاں آئے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ یہاں آتے رہے ہوں بہرحال اس فلور پر غالباً آج آپ نے پہلی بار قدم رکھا ہے۔"

"مسٹر نارمن! میں آپ کے اندازے کو چیلنج نہیں کروں گا۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "میں نے کل رات ہی اس سرزمین پر قدم رکھا ہے اور آج آپ کے سامنے موجود ہوں۔"

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے کنگ اسٹارز کو دوسرے مقامی کیسینو پر فوقیت دی۔"

"ہاں۔ آں۔ میں نے اس کی خاصی شہرت سن رکھی تھی اس لیے سیدھا ادھر ہی چلا آیا۔" میں نے قریب سے گزرتی ہوئی نیم عریاں لباس میں ملبوس ایک لڑکی کو دو انگلیاں فضا میں لہرا کر دش کرتے ہوئے کہا پھر کسی پیشہ ور جواری کے لب و لہجے میں بولا۔ "حقیقت کیا ہے اس کا اندازہ تو بعد ہی میں ہوگا۔"

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟"

"آپ کا اندازہ کیا کہتا ہے؟" میں نے جیب سے ایک اعلیٰ برانڈ کی سگریٹ نکال کر سلگائی پھر اس کا سارا دھواں نارمن کے چہرے کی سمت اڑا دیا۔ اسے میری حرکت یقیناً ناگوار گزری تھی لیکن اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کا تعلق ہندوستان یا پاکستان سے ہے۔"

"ون منٹ مسٹر نارمن۔" اس بار میں نے اسے ناپسندیدہ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا کنگ اسٹارز میں قدم رکھنے والے ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام پارٹیکولرز کے بارے میں انتظامیہ کو کوئی اجازت نامہ بھر کر پیش کرے۔"

"اوہ نو۔" اس نے جلدی سے کہا۔ "آپ نے میری بات کا غلط نتیجہ اخذ کیا ہے۔ میں نے محض اپنی معلومات کی خاطر یوں ہی ایک بات دریافت کی تھی۔ اگر آپ کو ناگوار محسوس ہوا ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔"

"او کے۔" میں نے فراخدلی سے اسے معاف کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے کسی ایسی ٹیبل تک پہنچا سکتے ہیں جہاں میں اپنی قسمت آزما سکوں لیکن اس بات کا خاص خیال رکھیے گا کہ آپ اس فلور کے انچارج ہیں اور میں۔ شارپنگ کرنے والوں کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔" آخری جملہ میں نے دیدہ و دانستہ ذرا مختلف اور معنی خیز انداز میں نارمن کو اپنی شخصیت کے دوسرے پہلو سے مرعوب کرنے کی خاطر کہا تھا۔

"ہمارے یہاں ہمیشہ صاف گیم ہوتا ہے مسٹر۔"

"شہباز خان۔" میں نے اپنا نام بتانے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔

"ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ کسی وزیٹر کو کوئی شکایت نہ ہونے پائے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ کسی قسم کا ہنگامہ ہو جو دوسرے گیمبلوں کے لیے تکلیف کا باعث ہو۔" اس بار نارمن کا لہجہ بھی قدرے تیکھا تھا۔

"ہنگامے ہمیشہ حالات کی پیداوار ہوتے ہیں۔" میں نے ایک بار پھر منہ بھر کر سگریٹ کا دھواں اس کی سمت اڑاتے ہوئے بے جگری سے کہا۔ "ایک منٹ بعد جو پوزیشن کیا ہو سکتی ہے اس کا اندازہ قبل از وقت کوئی بھی نہیں لگا سکتا۔"

جواب میں نارمن نے مجھے غور سے دیکھا پھر میری

رہنمائی ایک ایسی میز تک کر دی جہاں دو مقامی فرد اور دو ادھیڑ عمر کی عورتیں ذہنی کھیل میں مصروف تھیں۔ ان کے سامنے گلاس اور بوتل موجود تھی۔ یہ واحد میز تھی جہاں مجھے کوئی کال گرل نظر نہیں آرہی تھی۔ میز پر آٹھ آدمیوں کی نشست کا انتظام تھا۔ نارمن میرا تعارف دوسروں سے کرا کے چلا گیا۔ میں نے ایک بار پھر ہال میں بیٹھے ہوئے افراد کا جائزہ لیا۔ ندیم اس بار بھی مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ میں ابھی اس کی غیر موجودگی کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ایک کم سن اور شوخ و شنگ ویٹرس نے میرے قریب آتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"آپ کچھ پینا پسند کریں گے؟"

"وہائی ناٹ۔" میں نے اس کی نیلگوں آنکھوں میں دور تک جھانکتے ہوئے کہا۔ "تم اپنی پسند کی کوئی بھی ڈرنک لے آؤ میں اعتراض نہیں کروں گا۔"

میرے جواب میں ایک پیشہ ورانہ آوارگی تھی کہ مجھے خود بھی اس پر حیرت ہوئی۔ میز پر بیٹھے ہوئے دوسرے افراد نے بھی ایک نظر میری طرف دیکھا پھر اس بازی کی طرف متوجہ ہو گئے جو ابھی جاری تھی۔

"یو آر ریلی ویری سویٹ جنٹلمین لیکن پھر بھی میں آپ کی پسند معلوم کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔" اس کی نگاہوں میں یکلخت ان کہی جام ٹکرا کر چھلک اٹھے۔ وہ کم سن ہونے کے باوجود خاصی تجربہ کار لگ رہی تھی..... اس کا انگ انگ دعوت گناہ دے رہا تھا۔ سروس کے علاوہ وہ غالباً "کال گرل" کے فرائض بھی انجام دیتی ہوگی۔ میں نے اسے مایوس نہیں کیا۔

"میری پسند تم ہو۔ تمہارے ساتھ مل کر بیٹھ کر پینا میرے لیے یقیناً خوشگوار ثابت ہوگا۔"

"ایز یو وش سر۔" اس نے خود کو اتنا خم کر کے جواب دیا کہ میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ وہ بلاشبہ ایک قابل رشک جسم کی مالک تھی۔ یہ اور بات ہے کہ قدرت نے اس کی قسمت میں پامالی رقم کر دی تھی اس پامالی میں اس کی تہذیب کو بھی خاصا دخل تھا جہاں گناہ و ثواب کا تصور بے معنی چیز تھی۔

اس کے جانے کے بعد میں بڑی سنجیدگی سے غور کرنے لگا کہ اگر اس نے واقعی شراب کا کوئی تلخ جام میرے سامنے لا کر رکھ دیا تو میرا رد عمل کیا ہونا چاہیے۔ بہرحال ایک بات میں نے طے کر لی تھی کہ کم از کم اس حرام شے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا جسے میرے مذہب نے ام الخبائث قرار دیا تھا۔ مجھے اب ندیم پر بھی غصہ آرہا تھا جو مجھے وہاں بلا کر خود غائب تھا۔

میز پر جو بازی ختم ہوئی تو میں بھی اگلی بازی میں شریک ہو گیا۔ مجھے تاش، فلش اور دوسرے اقسام کے جوئے کے بارے میں بہت زیادہ معلومات نہ تھیں لیکن پولیس کی ملازمت کے دوران میں نے جو تجربات اور مشاہدے حاصل کیے تھے اس کی روشنی میں کم از کم اس بات کا اندازہ بخوبی لگا سکتا تھا کہ کون دھوکے بازی سے کام لے رہا ہے۔

پہلی بازی میں کچھ دیر تک بلائنڈ کرتا رہا پھر پتے اٹھا کر دیکھے۔ میرے پاس دو اکّے تھے لیکن اس کے باوجود میں نے کڑوا سا منہ بنا کر پتے کھلے پھینک دیے۔ عام طور پر جواری اپنے کارڈ ظاہر نہیں کرتے۔ اکّوں کا پیئر دیکھ کر ان چاروں نے مجھے حیرت سے دیکھا پھر کھیل میں مصروف ہو گئے۔ ان کی نگاہوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ مجھے کوئی نیا یا پھر اناڑی کھلاڑی سمجھ رہے تھے۔ مجھے اس کی کچھ زیادہ پروا بھی نہیں تھی۔ میرا ذہن یہ سوچ رہا تھا کہ ندیم نے مجھے کنگ اسٹارز میں کیوں بھیجا تھا؟ اس کا مقصد کیا تھا؟ اگر ندیم کا مقامی ایجنٹ اسے ڈبل کراس کر رہا تھا تو اس میں میرے رول کو کیا اہمیت حاصل تھی۔

دو تین بازی تک میں بڑی بڑی رقم سے بلائنڈ کرتا رہا اور پھر ان پتوں کو بھی بڑے بے پروائی سے پھینکتا رہا جس پر دو تین چالوں کا رسک لیا جا سکتا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اب میرے ساتھ کھیلنے والے میری حماقت پر مسکرانے بھی لگے تھے مگر میں نے اس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ البتہ اتنا اندازہ ضرور لگایا تھا کہ میرے سیدھے ہاتھ پر بیٹھنے والا شخص جس کا تعارف مجھ سے مسٹر ہاورڈ کے نام سے کرایا گیا تھا شارپنگ کر رہا تھا۔ اس کے پاس سے ہمیشہ بڑے پتے ہی برآمد ہو رہے تھے۔ دوسرا شبہ مجھے یہ ہوا کہ وہ چاروں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور مل جل کر کسی بھی نئے آدمی کی چھلائی کرنے کے عادی ہیں۔ ہار اور جیت دونوں ہی صورتوں میں وہ برابر کے شریک ہو جاتے ہوں گے یہ محض میرا اندازہ تھا۔

چوتھی بازی میں پتا پھینکنے کے بعد میں دوسری سگریٹ جلا رہا تھا کہ کمسن اور خوبصورت ویٹرس میرے لیے ایک اعلیٰ قسم کی شراب کی سربند بوتل اور گلاس لے کر آگئی۔ ٹرے میں کچھ تلے ہوئے اور خشک آئٹم بھی موجود تھے جو شراب کے ساتھ بطور شغل استعمال کیے جاتے ہیں۔

نہایت نفاست اور نزاکت سے وہ ہر شے سرو کر کے جانے کے لیے مڑی تو میں نے بڑی بے تکلفی سے اس کا ہاتھ تھام لیا پھر بغیر پیے بہکتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تمہیں بھی میرے ساتھ بیٹھ کر کمپنی دینی ہو گی۔" اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی میں نے سو پاؤنڈ کا ایک نوٹ نکال کر اس کے سلیولیس (sleeve less) اور چوڑے گلے کے بلاؤز میں ڈال دیا۔ وہ مسکرا کر میرے برابر بیٹھ گئی اور میرے لیے جام تیار کرنے لگی۔ جام تیار کرنے کے بعد اس نے مجھے بڑی مخمور نگاہوں سے دیکھا اور اپنا گلاس اٹھا کر فضا میں بلند کیا۔ میں اس کا اشارہ سمجھ چکا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی اپنی کیٹ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنا گلاس اٹھا کر اس کے گلاس سے ٹکرایا اور اسے اپنے ہونٹوں کے قریب لے آیا تاکہ سونگھ کر محسوس کر سکوں کہ گلاس میں کیا ہے۔ ندیم نے مجھے یقین دلایا تھا کہ مجھے کوئی حلال مشروب سرو کیا جائے گا لیکن مجھے اداکاری کسی بہکے ہوئے شرابی کی کرنا ہو گی۔ گلاس میں بھرے ہوئے محلول کو سونگھنے کے بعد مجھے اس بات کا یقین آگیا کہ وہ شراب نہیں تھی کچھ اور ہی شے تھی۔ میں ابھی اسے ہونٹوں سے لگانے یا نہ لگانے کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ کر ہی رہا تھا کہ لڑکی نے بڑے خوبصورت انداز میں مجھے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"کم آن پارٹنر۔ اس نعمت کو حلق میں نیچے اتارنے میں دیر مت کرو۔"

لڑکی کے آنکھ مارنے کا انداز سو فیصد بے حیائی اور بے شرمی کا کھلم کھلا مظاہرہ تھا لیکن میری چھٹی حس نے اس بات کی گواہی دی کہ وہ کال گرل ہونے کے باوجود ندیم کے ہی گروپ سے متعلق ہو گی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا پھر پہلا گھونٹ لینے کے بعد مجھے اس کا یقین آگیا کہ وہ شراب نہیں تھی۔ ندیم کے وعدے کے مطابق کوئی حلال مشروب تھا۔ مجھے اس کا مزہ کچھ کچھ پائن ایپل جوس سے ملتا جلتا محسوس ہو رہا تھا۔

میں نے اب اس لڑکی میں زیادہ دلچسپی کا اظہار شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کھیل کا شغل بھی حسب دستور جاری رکھا۔ کچھ دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ لڑکی اپنے پاؤں سے میرے پاؤں کو ہلکے ہلکے ٹکرا رہی تھی۔ تبھی میں نے کن انکھیوں سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ میرے داہنی طرف بیٹھی تھی۔ گلاس اس نے سیدھے ہاتھ سے پکڑ رکھا تھا اور اس کا الٹا ہاتھ اپنی ران پر تھا۔ جہاں مجھے کاغذ کی ایک تہ کی ہوئی پرچی نظر آرہی تھی۔ مجھے یہ بات سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ وہ اسی پرچی کو میرے حوالے کرنے کی خاطر مجھے پاؤں سے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہ رہی تھی۔ میں نے گلاس خالی کیا پھر بڑی بے باکی سے اس کی بائیں ران پر ہاتھ مارتے ہوئے قدرے نشیلی آواز میں بولا۔

"میرے لیے دوسرا پیگ تیار کرو۔ مائی سویٹ ہنی۔ ڈبل پیگ وِدھ نو واٹر۔" جملے کے اختتام کے ساتھ ہی وہ پرچی میری مٹھی میں منتقل ہو چکی تھی۔ میرے دل کی دھڑکن بھی بتدریج تیز ہو رہی تھی۔

"کیا تم دوسرے پیگ کے ساتھ میرے ساتھ ایک راؤنڈ ڈانس کرنا پسند کرو گے ڈارلنگ۔"

"وہائی ناٹ۔" میں نے اس کا ہاتھ تھام کر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ اتنی دیر میں اس پرچی کو کھول چکا تھا پھر میں نے بہکنے والے انداز سے گردن کو تھوڑا سا خم دے کر پرچی پر ٹائپ شدہ پیغام پڑھ لیا۔

"مسٹر ہاورڈ ایک شاطر شارپر ہے۔ یہ نارمن کا ساتھی ہے اور نارمن میرا وہی مقامی ایجنٹ ہے جو میرے حصے کی ایک بڑی رقم بڑی خوبصورتی سے اسے خورد برد کرتا رہا ہے۔ تم بس نشے میں بہک کر ہاورڈ سے الجھ بیٹھو۔ باقی کام میرے کارندے سرانجام دیں گے۔"

پیغام کے آخر میں جلی انداز میں "N" ٹائپ تھا۔ گویا وہ پیغام مجھے ندیم ہی نے بھیجا تھا۔ میں نے پرچی کو پڑھنے کے بعد اسے گولی کی شکل دے کر اپنے کوٹ کے جیب میں منتقل کر لیا۔

"ڈارلنگ یو آر ریئلی ڈیشنگ اینڈ چارمنگ۔" چار پیگ حلال مشروب معدے میں اتارنے کے بعد میں نے پوری طرح بہکنے کی ایکٹنگ شروع کر دی تھی۔ اس وقت تک میں ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً دس پندرہ ہزار پاؤنڈ کی رقم گنوا چکا تھا۔ میرے چاروں ٹیبل پارٹنر بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ اس عرصے میں دو بار اپنی خوبصورت پارٹنر کی ڈانسنگ کی فرمائش کو ٹال چکا تھا۔ میرے ساتھ ساتھ اس نے بھی نشے میں ہونے کی اداکاری شروع کی تھی پھر میں نے اسی پیغام پر عمل کیا جو پرچی پر ٹائپ تھا۔ ایک بار پتے بٹنے کے فوراً بعد ہی ہاورڈ کو غضیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے شبہ ہے کہ تم شارپنگ کر رہے ہو۔"

"وہاٹ نان سینس۔" ہاورڈ نے نفرت کا اظہار کیا۔

"شٹ اپ۔" میں نے بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔ "اگر میرا اندازہ غلط ہے تو اس بازی میں ہم اپنے پتے تبدیل کیے لیتے ہیں۔ اس چیلنج کے لیے میں تم کو ایک ہزار پاؤنڈ دینے کو تیار ہوں۔ بولو۔ اگر تم شارپر نہیں ہو تو تمہیں میری چیلنج قبول کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" ہاورڈ نے فیصلہ کن انداز میں کہا پھر جلدی سے بولا۔ "صرف میں ہی نہیں باقی تین ساتھی بھی جیت رہے ہیں۔ ان میں سے تو کسی نے میرے شارپر ہونے پر شبہ نہیں کیا۔ اب تمہاری لک تمہارا ساتھ نہیں دے رہی تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟"

"تمہارا قصور۔" میں نے مدھم آواز میں سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "تمہارا قصور صرف یہ ہے کہ تم سب ایک ہو جو دغا باز شکاری بن کر نئے شکار کو اپنے چنگل میں پھانستے ہو۔"

"کیا بکواس شروع کر دی تم نے۔" ہاورڈ نے حقارت سے کہا۔

"زندگی چاہتے ہو تو شرافت سے جیت کی رقم مجھے واپس کر دو ورنہ ـــــ ورنہ ـــــ"

"ورنہ کیا کرو گے تم۔"

"میں ٹیڑھی انگلیوں سے بھی کام نکالنا جانتا ہوں۔" میں نے ہاورڈ کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔ وہ بھی غراتا ہوا اٹھا تھا لیکن میرا بھرپور باکسنگ والا رائٹ ہک اس کی کنپٹی پر لگا تو وہ لڑکھڑا گیا۔ میرے قریب بیٹھی ہوئی لڑکی تیزی سے اٹھ کر ایک طرف ہو گئی۔ قرب و جوار کی میزوں پر بیٹھے افراد بھی ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

نارمن جو بار کاؤنٹر پر کھڑا تھا تیزی سے ہماری جانب لپکا۔ دو سرخ رومال والے بھی اس کے ساتھ ہی جھپٹے تھے لیکن اس سے پیشتر کہ وہ ہماری میز تک پہنچ پاتے۔ پورا ہال گھپ اندھیرے میں ڈوب گیا۔ اس کے ساتھ ہی کسی نے میرا ہاتھ تھام کر آہستہ سے سرگوشی کی۔ "نکل چلو یہاں سے۔ تمہارا کام پورا ہو گیا ہے۔"

میں نے کوئی سوال جواب نہیں کیا۔ خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا جس نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ ہال میں لوگوں کی ملی جلی آوازیں بتدریج بلند ہوتی جا رہی تھیں۔

❋

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا داڑھی والا بوڑھا شخص جس نے ڈھیلی ڈھالی جینز اور بڑے بڑے چارخانے والی قمیص پہن رکھی تھی اور ہونٹوں کے درمیان ایک سستا سا سگار دبا رکھا تھا ندیم کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ پہلی نظر میں میں بھی اسے کوئی مقامی فارمر ہی سمجھا تھا۔ ہم جس پک اپ پر سفر کر رہے تھے اس کے دونوں طرف کسی فارم ہاؤس کے نام کا اندراج نہیں تھا۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں کھیتی باڑی کا سامان تھا۔ شہری حدود کے اندر میں نے اسے کئی بار مخاطب کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے میری کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ یا تو وہ بہرا بن گیا یا پھر جان بوجھ کر میرے سوالات کو نظرانداز کر رہا تھا۔ کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا تھا لیکن دیہی علاقے کے شروع ہوتے ہی جب ندیم نے اپنی آواز میں مجھے مخاطب کیا تو میں اس طرح چونکا تھا جیسے میرا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے مس کر گیا ہو۔

"تم ـــ" میں نے اسے حیرت سے گھورا۔ "اس حلیے کی کیا ضرورت تھی۔"

"فی الحال میں نارمن پر لندن میں اپنی موجودگی کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔" ندیم نے گاڑی کو سڑک کے بائیں جانب کچے پکے ٹریک پر اتارتے ہوئے کہا۔ "دو چار روز بعد ہی میں آمد کا اعلان کروں گا۔ اس عرصے میں تمہیں وہی سب کچھ کرنا ہو گا جو میں نے سمجھایا ہے یعنی ایک پیشہ ور بدمعاش کا رول جس کے نزدیک انسانی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا نارمن آسانی سے اپنے جرم کا اقرار کر لے گا؟"

"اس کا انحصار تمہاری صلاحیت پر ہے۔" ندیم مسکرایا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "نارمن اور مسٹر ہاورڈ کے علاوہ وہاں میرے دو چار آدمی بھی ہوں گے جو تمہاری گفتگو کے دوران بالکل گونگے اور بہرے افراد کا رول ادا کریں گے لیکن تم نے اگر اشارہ بھی کیا تو نارمن اور مسٹر ہاورڈ دونوں کا جسم چھلنی کرنے میں کسی سستی کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ یہ فارم شہر سے خاصی دور ہے۔ زمین اتنی زرخیز ہے کہ دس بارہ آدمیوں کی لاشیں بھی بڑی آسانی سے قبول کر لے گی اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہو گی۔"

"یہ فارم کس کا ہے؟" میں نے کچی سڑک کے دونوں اطراف لہلہاتے کھیت کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اپنا ہی سمجھو۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "جب شہر کے ہنگاموں سے دل اچاٹ ہونے لگتا ہے تو

کچھ دنوں کے لیے اس پُرسکون اور پُرفضا مقام پر آرام کی غرض سے چلا آتا ہوں۔ سو یہ اس فارم کی ملکیت فرگوسن نامی ایک مقامی باشندے کی ہے جو کبھی زمانے میں اسمگلنگ کے کاروبار سے منسلک تھا لیکن اب نہایت شرافت کی زندگی گزارتا ہے۔"

"اور کتنے کام پھیلا رکھے ہیں تم نے۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

جواب میں ندیم مسکرا دیا۔ سامنے فارم ہاؤس نظر آنے لگا تھا۔ اس لیے میں اپنی سیٹ پر محتاط ہو کر بیٹھ گیا۔ اگر ندیم نے پہلے مجھے آگاہ کر دیا ہوتا کہ لندن میں مجھے اس کے ساتھ کیا کرنا ہوگا تو شاید میں کبھی بھی اس کے ساتھ سفر کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ کوئی خوبصورت سا بہانہ کر کے ٹال جاتا لیکن اب مجھے یہ سب کچھ اچھا لگ رہا تھا۔ یا تو یہ ماحول کا اثر تھا یا پھر عام ڈگر سے ہٹ کر زندہ رہنے کا انداز مجھے اچھا لگ رہا تھا۔ یوں بھی انسان اکثر یکسانی سے اکتا کر کوئی اور مشغلہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

فارم ہاؤس کی وہ عمارت جو ریسٹ ہاؤس کی حیثیت رکھتی تھی بہت زیادہ اچھی حالت میں نہیں تھی۔ عمارت جیسے جیسے قریب آتی جا رہی تھی میرے دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اب اطراف میں پھیلے ہوئے کھیت میں اکا دکا آدمی بھی نظر آنے لگے تھے جو بظاہر فارمر ہی لگ رہے تھے لیکن اس وقت شاید مخبر یا پھر محافظ کا کردار ادا کرنے پر مامور تھے۔

اچانک میرے ذہن میں کاکا کا خیال ابھرا۔ آخری بار میں نے اسے ایک خوفناک سیاہ ناگ کے روپ میں شنکر کے منحوس وجود سے ٹکراتے دیکھا تھا پھر آسمان سے اترنے والے سیاہ ذرات کے مرغولے ان دونوں کو اپنے اندر ضم کر کے تیزی سے بلندیوں کی سمت لوٹ گئے تھے۔ اس کے بعد کاکا نے مجھے بتایا تھا کہ اسے دیوی دیوتاؤں نے سزا کے طور پر کچھ مدت کے لیے قید کر دیا ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ رہائی ملتے ہی وہ میرے ساتھ رابطہ قائم کرے گی۔ اسی نے مجھے وطن سے دور جانے کا مشورہ بھی دیا تھا۔ شاید وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ میرے راستے کے سب سے بڑے کانٹے نرنجن لال کو اس طرح درمیان سے ہٹایا جائے کہ کسی کو میری ذات پر مطلق کوئی شبہ نہ ہو۔ بظاہر نرنجن لال کے کریا کرم کا کام ندیم کے اشارے پر اس کے پالتو گرگوں نے سرانجام دیا تھا لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ ندیم کو اس کام کے لیے کاکا نے اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے تسخیر کیا ہو۔

کاکا کی یاد میرے وجود کو گدگدا رہی تھی۔ میں نے اس کے کئی روپ دیکھ لیے تھے۔ کئی دیکھنے کو باقی رہ گئے تھے۔ وہ ایک دیومالائی کردار کی مالک تھی۔ میرے اور اس کے مذہب میں زمین و آسمان کا فرق تھا لیکن اس کے باوجود اس نے کئی موقعوں پر میری مدد کر کے مجھے موت کے آہنی شکنجوں سے نجات دلائی تھی۔ میری خاطر وہ اپنے لوگوں سے بھی برسرپیکار ہو گئی تھی۔ شنکر کو بھی اسی کی مہان شکتی نے چتا کی آگ کے اندر جھونک دیا تھا اور اب اسی جرم کی پاداش میں دیوی دیوتاؤں کے عتاب کا شکار ہو کر کہیں قید تنہائی کی گھڑیاں گزار رہی تھی۔

کاکا کے ساتھ ہی مجھے کمبل پوش بزرگ کا خیال بھی آیا جنھوں نے جلال میں آ کر اس برف پوش پہاڑ کو بھی متزلزل کر کے رکھ دیا تھا جس کے ایک غار میں پنڈت بنسی دھر جیسا گیانی دھیانی منڈل میں بیٹھا کاکا کی پراسرار قوتوں کو اپنے جاپ کے ذریعے تابع کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ ان ہی بزرگ نے مجھے وہ صندلی انگوٹھی بھی عنایت کی تھی جو اس وقت بھی میری انگلی پر موجود تھی۔ اسی کراماتی انگوٹھی کا کرشمہ تھا کہ اب باطل قوتیں میرے دل کا بھید نہیں جان سکتی تھیں۔ داور جیسا بدمعاش اور بھاری بھرکم تن و توش کا مالک بھی مجھ سے ٹکرا کر جل بھن کر خاک ہو گیا تھا لیکن مجھے اس بات پر حیرت بھی تھی کہ پنڈت بنسی دھر کا جاپ توڑنے کے بعد سے وہ بزرگ مجھ سے دوبارہ نہیں ملے تھے۔ انہوں نے مجھے پنڈت بنسی دھر کا منڈل توڑنے سے منع بھی کیا تھا لیکن میرے اصرار پر جلال کی کیفیت سے دوچار ہو گئے تھے۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ میری نافرمانی پر وقتی طور پر وہ مجھ سے کنارہ کش ہو گئے تھے لیکن ان کا سایہ اب بھی میرے سر پر ضرور موجود تھا ورنہ وہ صندلی انگوٹھی بھی میرے قبضے سے نکل گئی ہوتی۔ میں نے اس انگوٹھی کا ذکر ان کی ہدایت پر کسی اور سے نہیں کیا تھا۔ مجھے اس بات پر سخت حیرت تھی وہ صندلی انگوٹھی میری انگلی میں ہونے کے باوجود میرے سوا ابھی تک کسی اور کو نظر نہیں آ سکی تھی۔

پک اپ ریسٹ ہاؤس کے پھاٹک سے گزر کر عمارت کے صدر دروازے پر جا کر رکی تو میرے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔ میں ندیم کے ساتھ ہوتا ہوا اس عمارت کے مختلف کمروں اور راہداریوں سے گزرنے کے بعد اس زمین دوز کمرے تک پہنچ گیا جو خاصا کشادہ اور ہوادار تھا۔

کمرے میں نارمن اور مسٹر ہاورڈ کے علاوہ تین نقاب پوش جو جدید اسلحے سے لیس تین کونوں میں موجود تھے۔ نارمن اور ہاورڈ دونوں درمیانی ستون سے بندھے کھڑے تھے۔ میرا چہرہ چونکہ کسی میک اپ سے عاری تھا اس لیے وہ دونوں ہی مجھے دیکھ کر بری طرح چونکے۔ خاص طور پر نارمن مجھے کچھ عجیب نظروں سے گھور رہا تھا جبکہ ہاورڈ اس کے مقابلے میں قدرے مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔

"ہیلو مسٹر نارمن۔" میں نے نارمن کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میرے کسی آدمی نے تمہیں یا مسٹر ہاورڈ کو پریشان کرنے کی غلطی تو نہیں کی۔ دراصل میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرے ذاتی معاملات میں کوئی دوسرا شخص دخل انداز ہو۔ اپنے معاملات میں خود ہی نمٹانے کا عادی ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید اب تک دونوں دوسری دنیا میں پہنچ چکے ہوتے۔"

"مجھے یہاں کس مقصد سے لایا گیا ہے؟" نارمن نے تھوڑے توقف کے بعد سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"اس لیے کہ تم نائٹ اسٹارز کے تھرڈ فلور کے انچارج ہو۔" اس بار میں نے اسے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہیں شاید یاد ہو کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں شارپنگ کرنے والوں کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ میں نے تم کو یہ بھی باور کرا دیا تھا کہ میں نے تمہاری سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد سب سے پہلے نائٹ اسٹارز کا رخ کیا تھا اور شاید میں نے تم سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ مجھے کسی ایسی میز تک پہنچا دو جہاں میں سکون سے قسمت آزما سکوں لیکن تم نے صاف گیم کے نام پر میرے ساتھ فراڈ کرنے کی حماقت کی۔"

"یہ غلط ہے۔" نارمن نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا۔ "مجھے اس بات کا علم نہیں کہ تمہارے ساتھ کیا گزری تھی۔"

"مسٹر نارمن۔" یکلخت میرا لہجہ سفاک ہو گیا۔ "شارپنگ ہی کی طرح میں ایسے افراد سے بھی شدید نفرت کرتا ہوں جو جھوٹ بولنے کے عادی ہوں۔ کیا یہ غلط ہے کہ تم مسٹر ہاورڈ اور اس کے تین ساتھیوں سے نہ صرف یہ کہ بخوبی واقف ہو بلکہ ان کے ساتھ مل کر نئے آنے والوں کے ساتھ فراڈ کرتے ہو اور جیت کے مال میں ففٹی پرسنٹ شیئر تمہارا ہوتا ہے۔"

"یہ غلط ہے۔" نارمن نے پھر احتجاج کیا۔ "میں مسٹر ہاورڈ اور ان کے ساتھیوں سے بس اسی حد تک واقف ہوں کہ یہ ہمارے کیسینو کے ریگولر ممبر ہیں۔ ریٹائرڈ لائف گزارنے سے پیشتر مسٹر ہاورڈ ایک معزز عہدے پر فائز رہ چکے ہیں اور۔۔۔"

"اب یہ تمہارے ساتھ مل کر لوگوں کو لوٹنے کا کام انجام دے رہے ہیں۔" میں نے سرسراتی آواز میں کہا پھر میرا لہجہ خونخوار ہو گیا میں نے پلٹ کر ہاورڈ کو مخاطب کیا۔ "کیوں مسٹر ہاورڈ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ جواب دینے سے پیشتر اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تم اس وقت میرے قبضے میں ہو اور تمہاری کوئی معمولی سی حماقت بھی تمہاری دردناک موت کا سبب بن سکتی ہے۔"

"تم۔۔۔ تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟" ہاورڈ کے بجائے نارمن نے سوال کیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے کس بل ڈھیلے پڑنے لگے ہیں۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ تمہارے ساتھیوں نے مجھ سے کتنے پاؤنڈ شارپنگ کے ذریعے ہتھیا لیے ویسے میرا اندازہ ہے کہ غالباً" میں بیس ہزار پاؤنڈ سے محروم کر دیا گیا تھا۔ تم اگر یہ رقم سود سمیت واپس کر دو تو تمہارا اور میرا جھگڑا ختم ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد یہ بھی ممکن ہے کہ ہم ایک دوسرے کے اچھے دوست ثابت ہوں۔"

"تمہیں سود ملا کر کتنی رقم درکار ہے؟" نارمن نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے دریافت کیا۔ اس کی یہ کیفیت کسی ایسے دم خوردہ درندے سے مختلف نہیں نظر آ رہی تھی جو اپنے شکار پر جلد بازی میں جھپٹتے ہوئے درمیان میں کسی گہری کھائی کے امکانات کو یکسر نظر انداز کر بیٹھا ہو۔ اب اس کے لیے مفاہمت کی راہ اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"ایک لاکھ پاؤنڈ۔"

"زیادہ ہیں۔" نارمن نے کاروباری انداز میں جواب دیا۔ "میں تم کو بہرحال پچاس ہزار پاؤنڈ دے سکتا ہوں۔"

"سوری۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں کاروبار میں سودے بازی کا قائل نہیں ہوں۔"

"سوچ لو۔" نارمن نے سنبھالا لینے کی کوشش کی۔ "ہمیں موت کے گھاٹ اتار دینے کے بعد تمہیں ایک پاؤنڈ بھی نہ مل سکے گا۔"

"خیال ہے تمہارا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "تمہاری موت کے بعد میں گراہم سے تم دونوں کی لاش کی اچھی خاصی قیمت وصول کر سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی علم ہے کہ تمہاری بھاری رقم بینک میں

نہیں ہو گی۔ بینک میں رقم رکھنے کی صورت میں تمہارے خلاف یہ ثبوت ہی بہت کافی ہو گا کہ تم کسی کی اسٹارز کے پارٹنر کو ہر ماہ کتنے ہزار کی رقم سے محروم کرتے رہے ہو۔" میں نے اس بار نارمن کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "کیا یہ غلط ہے کہ کیسینو میں مسٹر گراہم کے علاوہ کچھ دوسرے شیئر ہولڈر بھی ہیں اور تم ان میں سے کسی ایک کے مقامی ایجنٹ ہو اور اپنی عیاری اور چالاکی سے نہ صرف یہ کہ اسے دھوکا دے رہے ہو بلکہ مسٹر ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مل کر مسٹر گراہم کے بزنس کے لیے بھی بدنامی کا باعث بن رہے ہو۔"

"کون ہو تم؟" نارمن نے مجھے حیرت سے گھورا۔ میری معلومات سن کر وہ ششدر رہ گیا تھا۔ ہاورڈ بھی اب مجھے تولتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"ایک لاکھ پاؤنڈ کی ادائیگی کے بعد تمہارے سلسلے میں میری زبان بند رہے گی۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "کیا یہ سودا تمہارے لیے اب بھی مہنگا ثابت ہو رہا ہے؟"

"ادائیگی کی صورت کیا ہو گی؟"

"ہارڈ کیش۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"لیکن اس وقت ہمارے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ تمہارا مطالبہ پورا کر سکیں۔" اس بار ہاورڈ نے پہلی بار زبان کھولی۔ "تم کو ہم دونوں میں سے بہرحال کسی ایک کو چھوڑنے کا رسک لینا پڑے گا تاکہ ہم تمہاری مطلوبہ رقم کا بندوبست کر سکیں۔"

"تمہارا یہ مطالبہ جائز بھی ہے اور قابل غور بھی۔" میں نے مشرقی کونے میں کھڑے ہوئے مسلح نقاب پوش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "نمبر دو، تم مسٹر ہاورڈ کی آنکھ پر پٹی باندھ کر انہیں ان کے گھر تک پہنچا دو اور تم مسٹر ہاورڈ میری بات غور سے سنو، رقم کا بندوبست کرنے کے بعد تم سیدھے کی اسٹارز کے پارکنگ لاٹ میں پہنچو گے جہاں سے میرا کوئی بھی ساتھی تمہیں انتہائی عزت اور احترام کے ساتھ دوبارہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہاں تک واپس لے آئے گا۔ ایک بات اور ذہن نشین کر لو۔ اگر تم نے زیادہ چالاک بننے کی کوشش کی تو مسٹر نارمن کے ساتھ ساتھ تمہاری موت بھی بڑی عبرت ناک ثابت ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔" ہاورڈ نے.... بندشوں سے آزاد ہونے کے بعد اپنی کلائی کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "تم جس طرح کہہ رہے ہو ایسا ہی ہو گا لیکن میں تمہارے کسی دوسرے ساتھی کو کس طرح شناخت کروں گا؟"

"ڈبل کراس کا پاس ورڈ یاد کر لو۔" میں نے نارمن کو حقارت سے گھورتے ہوئے بڑے زہر خند لہجے میں جواب دیا۔ "میرا نمائندہ تمہیں اسی کوڈ ورڈ سے مخاطب کرے گا اور تم نہایت خاموشی سے اس کے ساتھ اس کار میں بلا کسی چوں چرا کے بیٹھ جاؤ گے جو پارکنگ لاٹ میں پہلے سے موجود ہو گی۔" پھر میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہیں چار گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں اس کے بعد جو کچھ ہو گا اس کی ذمے داری تمہارے اوپر ہو گی۔"

ہاورڈ نے ایک الوداعی نظر نارمن پر ڈالی پھر اس نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھے جاتے وقت بھی بڑے صبر و سکون کا مظاہرہ کیا تھا۔ شاید وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کی ایک معمولی سی غلطی اس کا جسم چھلنی کر دینے کے لیے کافی ہو گی۔ نارمن خاموشی سے تمام کارروائی دیکھ رہا تھا پھر جب نمبر دو ہاورڈ کو لے کر قید خانے سے نکل گیا تو نارمن نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میرے سوالات کا جواب دینا پسند کرو گے؟"

"تم اس وقت ایسی پوزیشن میں نہیں ہو مائی ڈیئر مسٹر نارمن کہ میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کے لیے پابند ہو سکوں۔ بہرحال تم سوال کرو۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں زیادہ مایوسی کا شکار نہ ہونا پڑے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"جو لوگ جان ہتھیلی پر رکھ کر جینے کا سلیقہ جانتے ہیں وہ اپنا نام چھپانے کی کوشش کبھی نہیں کرتے۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "میرا نام وہی ہے جو میں نے تمہیں کیسینو میں بتایا تھا شہباز خان۔"

"کام کیا کرتے ہو؟"

"ڈبل کراس۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ویسے منہ مانگے داموں کے عوض دنیا کے کسی خطے پر بھی کسی کو قتل کر سکتا ہوں، کرا سکتا ہوں۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ کی اسٹارز میں مسٹر گراہم کے علاوہ اور پارٹنر بھی ہیں؟" نارمن نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"یہ بات ایک عام شخص بھی جانتا ہے کہ اس قسم کے کاروبار میں جب تک دو چار اہم اور تجربے کار شخصیتوں کا ہاتھ شامل نہ ہو انہیں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی۔"

"تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ میں کی

اسٹارز کے کسی پارٹنر یا شیئر ہولڈر کا مقامی ایجنٹ ہوں؟" نارمن نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ اس کی نگاہیں میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا بغور مطالعہ کر رہی تھیں۔

"کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ تم اپنے باس کو روزانہ کتنے ہزار پاؤنڈ جائز حق سے محروم کر رہے ہو اور تمہارا طریق کار کیا ہے۔" آخری جملہ میں نے محض اندھیرے میں تیر کی طرح پھینکا تھا جو خلاف توقع ٹھیک نشانے پر لگا۔ نارمن کے چہرے پر زردی پھیل گئی۔ ایک لمحے تک وہ مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر مردہ سی آواز میں بولا۔

"کیا مطلب؟" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"تم نے وعدہ کیا ہے کہ ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم مل جانے کے بعد تم ہمارے سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھو گے۔"

"ہاں میں وعدہ خلافی کرنے کا عادی نہیں ہوں لیکن تم سے وعدہ کرنے سے پہلے میں اپنا ملک چھوڑنے سے پیشتر تمہارے باس مسٹر ندیم سے بھی ایک عہد کر چکا ہوں۔" میں نے بڑے سفاک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس عہد کو پورا کرنے کی صورت میں مجھے مزید دو لاکھ کا فائدہ ہو گا۔"

"تم مسٹر ندیم کو جانتے ہو؟" نارمن نے تھوک نگلتے ہوئے مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"میں نہیں بلکہ وہ مجھے جانتا ہے۔" میں نے پیشہ ور بدمعاشوں کے لب و لہجے کی شاندار اداکاری کرتے ہوئے قدرے حقارت سے جواب دیا۔ "تمہارے باس کو اکثر ہم جیسے شوریدہ پشت لوگوں کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے ویسے تمہارا باس پیسوں کے معاملے میں خاصا شاہ خرچ واقع ہوا ہے۔ وہ مول تول کرنے کے بجائے ہمیشہ منہ مانگی رقم دینے کو آمادہ ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہی اس کی کامیابی کا راز ہو۔"

"تم۔۔۔ تم نے مسٹر ندیم سے کیا عہد کیا تھا؟" نارمن نے ہکلاتے ہوئے دریافت کیا۔

"صرف اتنا کہ دو لاکھ میں اپنی اور تمہاری گفتگو کا وہ ٹیپ اس کے حوالے کر دوں گا جو اس وقت میری جیب میں پڑے ایک مائیکرو ٹیپ ریکارڈر پر ٹیپ ہو رہا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا پھر جیب سے وہ ٹیپ ریکارڈر نکال کر نارمن کی نگاہوں کے سامنے کر دیا جو کسی سگریٹ کے پیکٹ سے زیادہ بڑا نہیں تھا۔ نارمن کا چہرہ فق ہو گیا۔ اس کے چہرے سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ اس انکشاف کے بعد دم بخود رہ گیا ہو۔ میں نے اس کی بوکھلاہٹ پر ایک اور تازیانہ لگاتے ہوئے پوچھا۔ "مائی ڈیئر مسٹر نارمن کیا تم اس حساس ٹیپ ریکارڈر پر خود اپنی گفتگو سننا پسند کرو گے؟"

"یو۔۔۔ باسٹرڈ۔۔۔" نارمن اپنا غصہ ضبط نہ کر سکا۔ وہ کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی درندے کی طرح ڈکرایا تھا لیکن اسی لمحے میرا ہاتھ کراٹے کے انداز میں پوری شدت سے فضا میں لہرایا۔ وار اتنا اچانک اور اس قدر بھرپور تھا کہ نارمن کی نکسیر پھوٹ گئی اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹ بھی پھٹ گئے۔ جن سے خون کی ایک پتلی لکیر نکل کر اس کی اجلی قمیص کو سرخ کر رہی تھی۔ میں اسے غضبناک انداز میں گھور رہا تھا۔

ہم اس وقت فارم ہاؤس ہی کے ایک پرتعیش کمرے میں بیٹھے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ندیم ابھی تک بوڑھے فارمر کے میک اپ میں ہی تھا۔ وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا مجھے عجیب مسکراتی نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ کافی کا مگ اس کے ہاتھ میں تھا جس سے ہلکی بھاپ اٹھ رہی تھی۔ ندیم کے بے حد اصرار پر کسی اجرتی قاتل اور بدمعاش کا رول میں نے زندگی میں پہلی بار کیا تھا۔ ندیم کے ہونٹوں پر پھیلنے والی مسکراہٹ دیکھ کر مجھے اس بات کا اندیشہ سا ہو رہا تھا کہ مجھ سے اس کردار کی ادائیگی میں شاید کہیں کوئی بھول رہ گیا تھا۔ کچھ دیر میں خاموش بیٹھا کافی کے تلخ گھونٹ سے اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو سکون بخش رہا تھا پھر میں نے پوچھ ہی لیا۔

"اس طرح مجھے دیکھ کر مسکرانے کا کیا مطلب ہے؟"

"تمہارے۔۔۔ پچھلے جنم کے بارے میں غور کر رہا ہوں۔" اس نے ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تم نے اس وقت اس قدر شاندار اور بے ساختہ انداز میں کسی شوریدہ پشت بدمعاش کا کردار ادا کیا ہے کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ شاید پچھلے جنم میں تمہاری اصلیت یہی رہی ہو جو ابھی تہ خانے میں نارمن کے سامنے نظر آ رہی تھی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا ہاورڈ ہماری مطلوبہ رقم چار گھنٹے کے اندر اندر ادا کر دے گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے پہلے ہی واپس لوٹ

آئے۔" ندیم نے اطمینان کا اظہار کیا۔

"اور اس کے بعد کیا تم ان دونوں کو آزاد کرنے کا خطرہ مول لو گے؟"

"سمندر کی موجیں جس شدت سے بپھرے ہوئے انداز میں ساحل سے ٹکراتی ہیں واپسی میں ان کا زور اتنی ہی تیزی سے ٹوٹ جاتا ہے۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "نارمن کی گفتگو کا ٹیپ ہمارے قبضے میں ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اس ٹیپ کی وجہ سے وہ کسی حماقت کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"اندازے کبھی کبھی غلط بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔"

"میں تمہاری بات کی نفی نہیں کروں گا لیکن تم شاید مسٹر گراہم سے واقف نہیں ہو۔ بظاہر وہ ایک موٹا تازہ معصوم اور بے ضرر سا آدمی دکھائی دیتا ہے لیکن اندر سے کتنا زہریلا شاطر اور خطرناک واقع ہوا ہے شاید تمہارے فرشتے بھی اس کا اندازہ نہ لگا سکیں۔" ندیم نے صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "جو لوگ نائٹ کلب، کیسینو یا زیر زمین کالے دھندے کرتے ہیں وہ اسے "آکٹوپس" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اپنے آدمیوں پر اندھا دھند اعتماد کرتا ہے لیکن اگر اسے ذرا شبہ بھی ہو جائے کہ کوئی اسے ڈبل کراس کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو پھر وہ اس کے پورے خاندان کو تباہی اور بربادی سے ہمکنار کیے بغیر سکون کا سانس لینا بھی اپنے لیے حرام سمجھتا ہے۔ اگر اسے بھنک بھی مل جائے کہ نارمن جس تھالی میں کھاتا ہے اسی میں چھید کر رہا ہے تو گراہم کا عتاب اسے برباد کیے بغیر نہیں رہے گا۔"

"ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے دریافت کیا۔

"یہ صورت پہلی بار میرے سامنے آئی ہے۔ پچھلی بار جب میں نے اپنے دیگر ذرائع سے معلومات کرائی تھیں اس وقت نارمن بالکل تنہا ہی سارا مال ہضم کر رہا تھا لیکن شاید اب اس نے اپنے ایک گینگ بنانے میں زیادہ عافیت سمجھی ہو۔ پکڑے جانے کی صورت میں وہ سارا الزام ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں کے سر تھوپ سکتا ہے۔"

"موجودہ حالات میں اب میری پوزیشن کیا ہو گی؟"

"[illegible]

ظاہر ہے کہ خود کو بے نقاب کر دینے کے بعد میں بھی طرح ہارمن اور اس کے ساتھیوں کی نظروں میں آ چکا ہوں۔" میں نے کہا۔ "ہمارا ایک ہی ہوٹل میں قیام آج نہیں تو کل اس بات کو بھی ظاہر کر سکتا ہے کہ میری اور تمہاری آمد علیحدہ علیحدہ نہیں ایک ساتھ ہی ہوئی تھی۔ ایسی صورت میں نارمن کا رد عمل کچھ مناسب نہیں ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ گراہم سے اپنی جان بچانے کی خاطر کوئی ایسی کہانی گھڑے جو ہمارے لیے زیادہ نقصان دہ ثابت ہو۔" میں نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تم اس بات کو بہرحال نظرانداز نہیں کر سکتے کہ گراہم اور نارمن دونوں ہی سفید چمڑی کے مالک ہیں اور ان کے ذہنوں پر ابھی تک ہمارے اوپر حکومت کرنے کا نشہ طاری ہے۔"

"تم اس کی پروا مت کرو۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "گراہم کو تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔ رہا نارمن، ہاورڈ اور ان کے ساتھیوں کا مسئلہ تو وہ میرے خلاف زہر اگلنے کے بارے میں نہیں سوچ سکیں گے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ نارمن کو میرے اور گراہم کے درمیان ہونے والے معاہدہ کا بھی بخوبی علم ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اگر اس نے مجھ سے ٹکرانے کی حماقت کی تو اس کا انجام کیا ہو گا؟"

"ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو لیکن ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم بھی کچھ کم نہیں ہوتی۔" میں نے امکانی خطرے کے پیش نظر کہا۔ "روانی یا جلد بازی میں، میں اسے یہ بھی بتا چکا ہوں کہ اس کی گفتگو کا ٹیپ میں دو لاکھ پاؤنڈ کے عوض تمہارے حوالے کر دوں گا۔ ان حالات کے باوجود کیا وہ اپنی پوزیشن کو محفوظ کرنے کی خاطر کوئی عملی اقدام نہیں اٹھائے گا؟"

"ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں زک پہنچانے کی کوشش کرے لیکن اگر اس نے ایسی کوئی حماقت کی تو اس کے نتائج بھی اس کے حق میں خطرناک ہی ثابت ہوں گے۔" ندیم نے مجھے اطمینان دلاتے ہوئے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "ویسے ایک صورت اور بھی ممکن ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہم ہاورڈ کے آ جانے کے بعد نارمن سے اس ٹیپ کا سودا بھی کر سکتے ہیں۔" ندیم کے ہونٹوں پر ایک شریر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"کیا ہم یہاں لندن میں صرف اسی قسم کی اچھل کود اور سودے بازی یعنی بلیک میلنگ کے لیے آئے تھے؟"

"زندگی کے بہت سارے زاویے ہیں میری جان۔" ندیم شوخی سے بولا۔ "ایک زاویہ یہ بھی ہے جو تمہارے

ذوق نانک سے مختلف ہے لیکن پریشان مت ہو۔ میں ابھی تمہیں زندگی کے وہ زاویے بھی دکھاؤں گا جسے دیکھ کر روحوں کی رال بھی ٹپکنے لگتی ہے۔"

"سوری۔ میں تمہاری موجودگی میں اس قسم کی خرافات میں شامل نہیں ہو سکتا۔"

"فکر مت کرو۔ زندگی کے بہت سارے چور راستے ہوتے ہیں۔ میں تمہاری تفریح طبع کے لیے بھی کوئی نہ کوئی موزوں راستہ تلاش کر لوں گا۔"

"انسانیت کے جامے کے اندر رہو۔" میں نے مصنوعی خفگی کا اظہار کیا۔ "تم بخوبی جانتے ہو کہ میں خرافات سے ہمیشہ دور رہنے کا عادی ہوں۔"

"غلطی کرتے ہو۔" ندیم مسکراتے ہوئے بولا۔ "کچھ فضولیات کی عادت ابھی سے ڈال لو ورنہ شادی کے بعد شرمندگی کا سامنا بھی ہو سکتا ہے۔"

"شٹ اپ۔" میں نے دوستانہ انداز میں ندیم کو سرزنش کی پھر اپنی رسٹ گھڑی دیکھنے لگا۔

ہاورڈ کو نمبر ٹو کے ساتھ گئے تقریباً ساڑھے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ مجھے رہ رہ کر اس بات کا خیال آ رہا تھا کہ کہیں ہاورڈ نے کوئی خطرناک جال نہ بچھا دیا ہو۔ وہ لوگ جو جرم کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں وہ سب سے پہلے اپنی حفاظت کی خاطر ایمان فروش پولیس افسروں سے ساز باز کر لیتے ہیں۔ چور ڈاکو جب کسی کے گھر میں جاتا ہے تو نکاسی کا کوئی دوسرا راستہ بھی ذہن میں ضرور محفوظ رکھتا ہے۔ ہاورڈ اگر نارمن کے گروہ کا کوئی سرگرم کارکن تھا تو وہ اتنی آسانی اور شرافت سے ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم ہاتھ سے نکل جانے پر تردد کا شکار ضرور ہوا ہو گا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم اور اپنی زندگی بچانے کی خاطر نارمن کی زندگی داؤ پر لگانے کا فیصلہ کر بیٹھتا اور خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ عرصے کے لیے انڈر گراؤنڈ ہو جاتا۔ دولت اور جائیداد کے حصول کی خاطر تو بھائی بھائی اور باپ بیٹے ایک دوسرے کے قتل سے گریز نہیں کرتے تھے۔ نارمن تو صرف ہاورڈ کے گروہ کا ایک کارکن تھا اور اس کے بے نقاب ہو جانے کے بعد اب ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں کی ذات کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔

لیکن جیسا میں سوچ رہا تھا ویسا نہیں ہوا۔ ہاورڈ چار گھنٹے سے پہلے ہی واپس آ گیا۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی جو غسل خانے میں جانے کے بعد نارمن کی موجودگی میں ہی کھولی گئی۔ گہرے چاکلیٹی کلر کا بریف کیس بدستور ہاورڈ کے ہاتھ میں موجود تھا۔ اس کی واپسی نمبر ٹو ہی کے ساتھ ہوئی تھی جو اپنے اسی پرانے حلیے میں تھا۔ میرے اشارے پر ہاورڈ کو دوبارہ نارمن کے ساتھ باندھ دیا گیا لیکن اس کے دونوں ہاتھ کھلے چھوڑ دیے گئے تھے۔ یہ حرکت میں نے اپنی چھٹی حس کے اکسانے پر کی تھی پھر میرے حکم پر نارمن کے دونوں ہاتھ بھی کھول دیے گئے۔ ندیم نے مجھے تعجب خیز نظروں سے دیکھا لیکن اس وقت چونکہ اس کی حیثیت پھر میرے ڈرائیور کی ہو گئی تھی اس لیے اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا البتہ اس کی نظروں میں ابھرنے والی الجھن اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ اسے میرے فیصلے سے اتفاق نہیں تھا۔

"نمبر ٹو۔" میں نے ندیم کو نظرانداز کرتے ہوئے نمبر ٹو کو مخاطب کیا۔ "کیا بریف کیس میں پوری رقم موجود ہے؟"

"سوری سر۔ میں نے بریف کیس کو ہاتھ نہیں لگایا اس لیے کہ مجھے صرف مسٹر ہاورڈ کو واپس لانے کا حکم دیا گیا تھا۔"

"گڈ۔" میں نے اسے تعریفی نگاہوں سے دیکھا۔ "میں ان لوگوں کو زیادہ پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتا جو احکام کی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"رقم پوری ہے۔" ہاورڈ نے خنک لہجے میں کہا۔ "تمہیں یقین نہیں آتا تو خود بریف کیس کھول کر اپنا اطمینان کر لو۔ اسے کھولنے کے لیے تمہیں نمبر ٹو زیرو تھری کے نمبر ملانے ہوں گے۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے نارمن کی نگاہوں میں ایک مخصوص چمک ابھرتے دیکھی۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن کے ایک مخصوص حصے میں خطرے کی سرخ روشنی جلنے بجھنے لگی۔ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی خطرہ ضرور منڈلا رہا تھا۔

"رقم گن کر اپنی تسلی کر لو اور اس کے بعد حسب وعدہ ہمیں جانے دو۔" نارمن نے تیزی سے کہا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" میں نے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "ابھی تو ہمارے درمیان ایک سودے بازی اور بھی ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تمہاری گفتگو کا ٹیپ۔" میں زہر خند لہجے میں بولا۔ "تم چاہو تو صرف پچاس ہزار پاؤنڈ کی حقیر رقم کے عوض وہ ثبوت بھی حاصل کر سکتے ہو۔"

"مجھے منظور ہے۔" نارمن نے میری آفر کو قبول کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ "میں تمہیں پچاس کے بجائے ساٹھ ہزار دینے کو تیار ہوں لیکن یہ ادائیگی فوری ممکن نہیں ہے۔ میں تین روز کے اندر اندر مطلوبہ رقم تمہارے حوالے کرکے ٹیپ حاصل کرلوں گا۔ اب جلدی کرو۔ پلیز۔ رقم شمار کرکے مجھے جانے دو۔ اگر میں وقت پر ڈیوٹی پر نہ پہنچا تو مسٹر گراہم ناراض ہوں گے۔"

"تمہیں اگر مجھ پر بھروسا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ میں تم پر اعتبار نہ کروں۔" میں نے ایک امکانی خطرے کو محسوس کرتے ہوئے اندھیرے میں تیر چلاتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ہاورڈ تمہیں نمبروں کی ترتیب بتا چکے ہیں۔ تم بریف کیس کھول کر رقم کا اندازہ لگا دو۔ میں تمہارے بیان پر اعتماد کرلوں گا۔"

"لیکن۔" نارمن ہچکچایا تو میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ جیب سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کا رخ نارمن کی طرف کرتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں بولا۔

"درست کہو مائی ڈیئر نارمن' میں فیصلے بدلنے کا عادی نہیں ہوں۔ بریف کیس کھول کر رقم کا اندازہ لگا کر مجھے اپنی رائے سے آگاہ کرو۔ دوسری صورت میں میرا فیصلہ اٹل ہے۔ میں تم دونوں کی کھوپڑی اڑا دوں گا۔"

نارمن نے تھوک نگلتے ہوئے قدموں کے قریب رکھے ہوئے بریف کیس کو اٹھا لیا۔ ہاورڈ کے چہرے پر موت کے سائے لہرانے لگے۔ ندیم مجھے وضاحت طلب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا لیکن پھر جو کچھ ہوا اس نے سب ہی کو حیرت زدہ کردیا۔ نارمن نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے بریف کیس کے نمبر ترتیب سے ملائے پھر اسے کھولتے ہی ایک زبردست دھماکا ہوا اور نارمن کے ساتھ ہی ہاورڈ کا بے جان جسم بھی بندشوں پر جھول کر رہ گیا۔ بریف کیس کے پرخچے اڑ گئے جس کے ایک آدھ ٹکڑے ہمارے جسموں سے بھی ٹکرائے تھے۔ مسلح نقاب پوش مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے لیکن ندیم — وہ حقارت بھری نظروں سے نارمن کی بدہیئت لاش کو گھور رہا تھا۔

*

نارمن اور ہاورڈ کی لاش ٹھکانے لگانے کا حکم دینے کے بعد ندیم نے اسی وقت واپسی کا ارادہ کرلیا۔ چند منٹ بعد ہی ہم دونوں فرگوسن فارم ہاؤس کی پک اپ میں بیٹھے واپسی کے راستے پر سفر کر رہے تھے۔ ندیم خلاف توقع کچھ زیادہ ہی خاموش خاموش اور سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے جیسے وہ شدید ذہنی خلفشار میں مبتلا ہو۔ ناہموار کچے راستے کے باوجود اس نے پک اپ کی رفتار خاصی تیز کر رکھی تھی جس کی وجہ سے ہمیں رہ رہ کر ہچکولے کھانے پڑ رہے تھے۔ وہ خاصی عجلت میں نظر آرہا تھا۔ پختہ سڑک پر آنے کے بعد اس نے پک اپ کی رفتار اور تیز کردی۔ اس کے چہرے پر بدستور گہری سنجیدگی کا تسلط تھا۔

پک اپ کی واپسی کے سفر کے بیس منٹ گزر جانے کے بعد بھی ندیم نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی' اس کی خاموشی اب مجھے گراں گزرنے لگی تھی۔ اس کی نگاہیں اس طرح سامنے سڑک پر مرکوز تھیں جیسے وہ پک اپ میں تنہا سفر کر رہا ہو' کوئی بات ایسی ضرور تھی جس نے اسے یکلخت بہت زیادہ سنجیدہ کردیا تھا ورنہ جس وقت ہم فارم ہاؤس کے زمین دوز کمرے کے اوپر ڈرائنگ روم میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے اس وقت وہ خاصے موڈ میں نظر آرہا تھا پھر اس کی اچانک سنجیدگی کا سبب کیا تھا؟ کیا اسے نارمن اور ہاورڈ کی موت پر کسی صدمے سے دوچار ہونا پڑا تھا؟ یا پھر وہ کلی اسٹارز کے مسٹر گراہم کے بارے میں غور و فکر میں ڈوبا ہوا تھا؟ جہاں تک ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم کا سوال تھا' میں ندیم کی اس عادت سے بخوبی واقف تھا کہ اس نے دولت کو کبھی ہاتھ کے میل سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ ہاں یہ ہو سکتا تھا کہ نارمن اور ہاورڈ کی موت کے بعد وہ اہم ثبوت اس کے ہاتھ سے نکل گئے تھے' ان کی موجودگی میں وہ مسٹر گراہم کو بہ آسانی باور کرا سکتا تھا کہ منافع کے بٹوارے میں اس کے ساتھ کس قسم کا کھیل کھیلا جا رہا تھا لیکن پھر مجھے یہ خیال بھی اپنے ذہن سے جھٹکنا پڑا' نارمن کو یقیناً ندیم نے خود اپنی مرضی سے اپنا سنگل ایجنٹ چنا ہوگا ایسی صورت میں اگر نارمن اس کے ساتھ بددیانتی سے بھی کام لے رہا تھا تو اس کی ذمے داری مسٹر گراہم پر عائد نہیں کی جاسکتی تھی تاوقتیکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ جاتی کہ خود گراہم بھی نارمن کا شریک کار تھا۔

میں بڑی دیر تک اپنے طور پر ذہنی جمناسٹک کرتا رہا۔ آخر میں نے ندیم سے پوچھ ہی لیا۔

"کیا بات ہے' کیا تمہیں نارمن کی موت کا صدمہ لاحق ہے؟"

"نہیں — نہیں۔" ندیم نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ وہ دونوں اپنے ہی بچھائے ہوئے

جال میں پھنس گئے۔ دوسری صورت میں مجھے خود ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ناگوار فریضہ ادا کرنا پڑتا۔"

"کیا تم اس وقت کچھ زیادہ تیز ڈرائیونگ نہیں کر رہے؟"

"ہاں — شاید تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔"

"کوئی خاص وجہ —"

ندیم نے میرے سوال کا فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' ایک لمحے تک کسی خیال میں مستغرق رہا پھر بڑے ٹھوس اور سفاک لہجے میں بولا۔

"خدا کی قسم میں جو کچھ سوچ رہا ہوں اگر وہ درست ثابت ہوا تو اپنے آپ پر قابو نہ پاسکوں گا ہوسکتا ہے کہ میرا انتقام پورے لندن کے سکون کو درہم برہم کرکے رکھ دے۔ شاہراہوں پر لاشوں کے انبار نظر آئیں اور تمام مقامی کیسینو اور نائٹ کلب جل کر خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہوجائیں۔"

"کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ تمہارے ذہن میں کیا خدشات ابھر رہے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"خدشات نہیں میرے دوست — میرے ذہن میں اس وقت اپنی زندگی کے سب سے قیمتی سرمائے کا تصور موجود ہے جو مجھے اندر ہی اندر پریشان کن وسوسوں سے دوچار کر رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک اٹھا۔ "کیا تمہارا اشارہ نسیم کی طرف ہے۔"

"ہاں —" ندیم نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے بڑے کرب سے جواب دیا۔ "ہرچند کہ میں نے روانگی سے پیشتر اپنے بہترین اور قابل اعتماد ساتھیوں کو نسیم کی حفاظت پر مامور کردیا تھا لیکن جو لوگ اتنی دیدہ دلیری سے موت کے ہولناک کھیل کی پلاننگ کرسکتے ہیں وہ کچھ بھی کر گزرنے سے دریغ نہیں کرسکتے۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے۔" میں نے اس بار بڑے پرسکون انداز میں کہا۔ "اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ... فی الحال نسیم کو کوئی خطرہ پیش آیا ہوگا۔"

"کیسے — تم اتنے وثوق سے کس طرح کہہ سکتے ہو۔" اس نے تیزی سے نظر گھما کر وضاحت طلب انداز میں مجھے گھورا۔ اس کی نگاہوں میں آگ کے ہولناک اور خطرناک شعلے رقص کرتے نظر آرہے تھے۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں ایک پولیس آفیسر بھی رہ چکا ہوں۔" میں نے ندیم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "ہاورڈ کے سامنے پہلا اور اہم مرحلہ یہ تھا کہ وہ کسی طرح ہمیں اپنی خطرناک سازش کا شکار کرکے گلوخلاصی حاصل کرلے اس کے بعد ہی وہ کسی دوسرے خطرناک اقدام کے بارے میں غور کرسکتا تھا لیکن یہ محض اتفاق تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔"

"اگر تمہارا تجزیہ درست ثابت ہوا تو میں تمام زندگی اس احسان کو نہیں بھولوں گا لیکن تمہیں اس بات کا شبہ کس طرح ہوگیا کہ بریف کیس کے اندر کوئی آتش گیر شے کسی خفیہ میکنزم کو چھیڑے جانے پر ایک محدود رقبے کے اندر ہولناک تباہی کا سبب بن سکتی تھی۔"

"کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اچانک واہمہ انسان کو کسی بڑی تباہی سے بچالیتا ہے۔ آج بھی کچھ ایسی ہی صورت حال پیش آگئی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہاورڈ نے بریف کیس کھولنے کی خاطر نمبروں کی جو ترتیب بتائی تھی اسے سن کر نارمن کی نگاہوں میں بس ایک لمحے کو عجیب سی چمک ابھری تھی' انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی ڈوبنے کو تنکے کا سہارا مل گیا ہو یا گھپ اندھیرے میں روشنی کی ایک مدھم سی کرن نظر آگئی ہو اور ٹھیک اسی وقت میرے ذہن میں نمبروں کی ترتیب الٹ گئی تھی یعنی دو سو تین کے بجائے تین سو دو۔ ایک پولیس آفیسر ہونے کی وجہ سے میں جانتا ہوں کہ تین سو دو کا مطلب کتنا ہولناک ہوتا ہے۔" میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے علاوہ ہاورڈ نے جس جوش سے مجھے بریف کیس کھول کر رقم گننے کی دعوت دی تھی وہ بھی مشکوک تھی' میرے اس شبے کو اس وقت اور تقویت ملی جب نارمن نے یہ کہا کہ رقم گننے کے بعد ان دونوں کو رہا کردیا جائے تاکہ وہ بروقت کلی اسٹارز پہنچ کر مسٹر گراہم کی خفگی سے بچ سکے' ان ہی اندیشوں نے میرے ذہن میں خطرے کا الارم بجادیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تمہارے سامنے کی بات ہے۔"

"شہباز۔" ندیم نے بڑے جذباتی انداز میں جواب دیا۔ "میں تمہارا یہ احسان مرتے دم تک یاد رکھوں گا۔"

"تکلف مت۔" میں نے اپنائیت کا اظہار کیا۔ "دوستوں کا حساب دل میں ہوتا ہے۔"

"غلط سمجھے تم۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں جس راستے کا مسافر ہوں اس پر موت کے سائے ہر وقت کسی نہ کسی صورت میں منڈلاتے رہتے ہیں۔ پہلے مجھے موت سے کوئی ذرا سا خوف نہیں محسوس ہوتا

تھا لیکن اب۔۔۔"

"اب کیا خاص بات ہو گئی۔" میں نے ندیم کی اچانک خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب مجھے اپنی زندگی سے زیادہ نسیم کی خوشیوں سے پیار ہو گیا ہے۔ ذرا سوچو شہباز' اگر خدانخواستہ بروقت تمہاری چھٹی حس نے کام نہ کیا ہوتا تو اس کا انجام کیا ہوتا۔ ہم دونوں کی موت لیکن کیا نسیم میری جدائی کے غم کو برداشت کر لیتی؟۔۔۔ نہیں۔۔۔ زندگی نے اسے پہلے ہی اتنے صدمے پہنچائے ہیں کہ اب وہ کسی مزید جھٹکے کو سہارنے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"

"ذرا میری طرف غور سے دیکھو۔" میں نے ندیم کے جذبات کا اندازہ لگاتے ہوئے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ یہ تم بول رہے ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ بھیس بدلنے کے ساتھ ساتھ تم نے اپنی آواز بھی بدل لی ہو اور میں تمہیں اصلی اور خالص ندیم سمجھ کر کسی فریب کا شکار ہو رہا ہوں۔"

"مجھے تمہاری دوستی اور تمہاری ذہانت پر فخر ہے۔" ندیم بدستور سنجیدہ تھا۔

"چرب زبانی میں تمہارا ابھی جواب نہیں۔" میں نے ندیم کو سنجیدگی اور جذبات کی بھنور سے نکالنے کی خاطر بے جھجکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں اتنا کند ذہن بھی نہیں ہوں کہ اہم باتوں کو یاد بھی نہ رکھ سکوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اب بات بنانے کی کوشش مت کرنا۔" میں نے مصنوعی خفگی سے کہا۔ "کیا ابھی کچھ دیر پہلے تم فارم ہاؤس میں بیٹھے میرے پچھلے جنم میں کسی شورہ پشت بدمعاش کو کریدنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔"

"یو آر ویری کریٹ۔" ندیم نے اس بار مسکرا کر جواب دیا۔ "تمہارے اندر پچھلے جنم کا چھپا ہوا کوئی جہاندیدہ جرائم پیشہ ہی آج ہمارے کام آ گیا ورنہ شاید نارمن اور ہاورڈ کے بجائے ہم دونوں کی روحیں برزخ کی طرف پرواز کر رہی ہوتیں۔"

"ندیم۔۔۔" میں اچانک سنجیدہ ہو گیا۔ "میرا ایک مشورہ مانو گے۔"

"کیا؟"

"تم اپنے موجودہ کاروبار کو آہستہ آہستہ پیک اپ کر کے کوئی دوسرا کاروبار شروع کر دو جس میں اتنا زیادہ خطرہ نہ ہو۔"

"نسیم کی خاطر میں تمہارے اس نیک مشورے پر عمل کرنے کا وعدہ کرتا ہوں مگر مجھے اپنا پھیلا ہوا بزنس وائنڈ اپ کرنے میں خاصا وقت درکار ہو گا۔"

"ہاورڈ کے دوسرے ساتھی اور ان دو عورتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو نارمن کی سازش میں برابر کی شریک تھیں۔ کیا وہ ہاورڈ کی موت کو خاموشی سے برداشت کر لیں گے۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا' ویسے میرا خیال ہے کہ ان تینوں کی عافیت اسی میں ہو گی کہ وہ زیر زمین کہیں غائب ہو جائیں ورنہ میرے وفادار شاید ان کا حشر ہاورڈ اور نارمن سے بھی زیادہ خراب کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہماری اسی خوش فہمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی بھرپور وار کر بیٹھیں۔" میں نے ایک امکانی خطرے کے پیش نظر کہا۔ "ہم اس وقت جس سرزمین پر موجود ہیں وہاں نسلی امتیاز کی برتری کی خاطر گورے اور کالے کا مسئلہ روز بروز خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اخبار میں آئے دن اسی سلسلے سے متعلق بے شمار خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔"

"تمہارا شبہ مجھے کچھ درست نظر آ رہا ہے۔" اس بار ندیم نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پک اپ کی رفتار کو کنٹرول کرتے ہوئے اسے سڑک کے انتہائی کنارے پر لا کر روک دیا۔

"خیریت۔۔۔"

"سامنے کھڑی ہوئی اس سیاہ رنگ کی سیڈان کو دیکھو جو رانگ سائیڈ پارک کی گئی ہے۔" ندیم کے لہجے میں کسی زہریلے ناگ کی سی پھنکار تھی۔ اس کی نگاہیں اسی سیڈان پر جمی ہوئی تھیں جو اس وقت ہم سے تقریباً سو سوا سو فٹ کے فاصلے پر پارک تھی۔

میں نے سیڈان کو غور سے دیکھا بظاہر اس کے اندر کوئی موجود نہیں تھا' ممکن ہے گاڑی کی کسی خرابی کی وجہ سے ڈرائیور اسے چھوڑ کر چلا گیا ہو' یہ بھی ممکن تھا کہ جو لوگ اس میں موجود رہے ہوں انہوں نے سڑک کے دونوں جانب اگے ہوئے درختوں کی آڑ میں کہیں پوزیشنیں سنبھال رکھی ہوں' بہرحال اس گاڑی کا رانگ سائیڈ میں پارک ہونا ندیم کے شبے کی تصدیق ضرور کر رہا تھا۔ اس بات کا امکان بھی تھا کہ وہ لوگ جو ہماری گھات میں کہیں محفوظ مقام پر چھپے بیٹھے تھے ہاورڈ اور نارمن کے گروہ کے

آدمی ہوں اور اس بات کی سن گن لینے کے لیے پیچھے رک گئے ہوں کہ ہاورڈ اپنے بچھائے ہوئے جال میں کامیاب ہوتا ہے یا نہیں۔ یعنی ممکن تھا کہ ہاورڈ نے ان لوگوں کو پہلے سے ہدایت کر دی ہو کہ وہ ایک مخصوص وقفے تک دور رہ کر حالات کا جائزہ لیں اور طے شدہ وقت گزر جانے کے بعد کوئی عملی قدم اٹھائیں۔ اگر آخری صورت درست تھی تو پھر یقیناً سیڈان میں آنے والوں کی تعداد چار سے کم نہیں ہو گی۔ میں ابھی ان ہی خطوط پر غور کر رہا تھا کہ ندیم نے دوبارہ سرسراتی آواز میں کہا۔

"میں خطرے کی بو محسوس کر رہا ہوں۔"

"ایسی صورت میں کیا ہمارا اس طرح پک اپ میں بیٹھے رہنا مناسب ہو گا۔" میں تیزی سے بولا۔ "میرا مطلب ہے کہ اگر ہمارے دشمن کہیں قریب موجود ہیں تو وہ بڑی آسانی سے ہمیں شکار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"نہیں۔۔۔" ندیم نے کہا۔ "پک اپ کے شیشے بلٹ پروف ہیں' ہو سکتا ہے کہ ہمارے دشمنوں کو بھی اس کا علم ہو اور اسی لیے وہ اپنی اپنی کمین گاہوں میں چھپے ہمارے نیچے اترنے کا انتظار کر رہے ہوں۔"

"ممکن ہے لیکن آخر ہم کب تک اسی طرح بیٹھے رہیں گے۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "شیشے بلٹ پروف ہونے کی صورت میں بھی وہ دستی بم مار کر ہمارا قیمہ بنا سکتے ہیں۔"

"ون منٹ۔" ندیم نے سیڈان پر نظریں جمائے جمائے کہا پھر اس نے جیب سے ایک مختصر مگر طاقت ور واکی ٹاکی نکال کر اس کے ایریل وائر کو تیزی سے باہر کی جانب کھینچا پھر ایک بٹن دبا کر واکی ٹاکی کے مائیک کو منہ کے قریب کرتے ہوئے بولا۔

"ہیلو۔۔۔ ہیلو۔۔۔ بلیک ڈریگن۔۔۔ کم آن دی لائن۔۔۔ اوور۔"

"بلیک ڈریگن اٹینڈنگ۔" دوسری جانب سے فوراً ہی جواب موصول ہوا۔ مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ بلیک ڈریگن کا کردار ادا کرنے والا اپنی آواز کو تبدیل کر کے بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"سیاہ رنگ کی سیڈان کس کی ہے؟ اوور۔"

"ہاورڈ کے ساتھیوں کی۔۔۔ گل اسٹارز کے پارکنگ لاٹ سے نمبر ٹو اور ہاورڈ کی گاڑی روانہ ہونے کے دو منٹ بعد ہی یہ سیڈان ان کے تعاقب میں روانہ ہوئی تھی جسے ہم نے اسپاٹ کر لیا تھا' اس کے اندر ڈرائیور کے علاوہ دو افراد اور تھے تینوں ہی مقامی باشندے تھے جو صورت و شکل سے ہی اجرتی بدمعاش لگ رہے تھے۔ اوور۔"

"اب وہ تینوں کہاں ہیں۔ اوور۔"

"دوسری دنیا میں۔۔۔ اوور۔"

"کیا ان کو ٹھکانے لگانا ضروری تھا۔۔۔ اوور۔" ندیم نے اس بار قدرے خشک انداز میں سوال کیا۔

"پوزیشن ہی کچھ ایسی اختیار کر گئی تھی کہ اگر ہم نے ایک لمحے کی بھی دیر کی ہوتی تو ہم مارے جاتے۔ اوور۔"

"لاشیں کہاں ہیں؟ اوور۔"

"ہم نے انہیں قریب ہی ایک محفوظ مقام پر چھپا دیا ہے۔ آپ کی کال کا انتظار تھا۔ اوور۔"

"میری بات غور سے سنو۔ ان تینوں کی لاشوں کو احتیاط سے سیڈان ہی میں منتقل کرو اور اس کی پیٹرول کی ٹنکی میں آگ لگا کر کار کو نشیب کی جانب دھکا دے دو۔ کام بہت ہوشیاری سے کرنا۔ اوور اینڈ آل۔"

ندیم نے آخری حکم نامہ جاری کر کے واکی ٹاکی واپس جیب میں رکھی اور پک اپ اسٹارٹ کر کے ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ ہوٹل پہنچنے میں اس نے غیر معمولی عجلت سے کام لیا تھا پھر اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے جب نسیم کو زندہ سلامت دیکھا تو میری موجودگی کا خیال کیے بغیر بڑے جذباتی انداز میں اسے اپنی باہوں میں سمیٹ لیا۔

"چائلڈش۔" میں نے آہستہ سے کہا پھر تیزی سے پلٹ کر اپنے کمرے کی جانب ہو لیا۔

چار روز بعد ہم گل اسٹارز کیسینو کے مالک مسٹر گراہم کے کمرے میں اس کے سامنے بیٹھے تھے' اس دفتر کو اگر ایک کمرے کا محل بھی کہا جاتا تو شاید بجا نہ ہوتا۔ مسٹر گراہم نے اس کی آرائش اور زیبائش پر دونوں ہاتھوں سے دل کھول کر شاہ خرچی کا مظاہرہ کیا تھا کمرے کے اندر ہی ایک طرف انتہائی رومانک ماحول میں ایک مختصر سا بار کاؤنٹر تھا جس کی پشت پر ایک بے حد خوب صورت ساقی اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ موجود تھی' فرش پر اس قدر دبیز قالین تھا کہ چلنے میں قدم دھنستے تھے' روشنی کا انتظام اتنا دیدہ زیب تھا کہ وہ دیوار کے مختلف حصوں سے پھوٹتی نظر آتی تھی۔ مسٹر گراہم کس ذوق کا مالک تھا اس کا اندازہ مجھے مطلق نہیں تھا لیکن دیوار پر جابجا مختلف پوز میں خوب صورت اور کمسن کال گرلز اور فلم اسٹارز کی نیم

عریاں تصاویر بڑے قیمتی فریموں میں آویزاں تھیں۔

دفتر کے مشرقی گوشے کو جہاں چار کرسیاں اور ایک گول میز موجود تھی ایک پہاڑی آبشار کی شکل دی گئی تھی جہاں ناہموار دیوار پر پانی مسلسل بہتا نظر آرہا تھا' یہ پانی ایک نصف دائرے کی صورت میں بنے تالاب میں گرتا تھا جس میں رنگ برنگی مچھلیاں موجود تھیں۔ دفتر میں ہر دیوار کے ساتھ چار چار آدمیوں کی نشست کا انتظام بھی موجود تھا' دیواروں پر مختلف زاویے سے شارٹ سرکٹ مووی کیمرے موجود تھے جو پورے کیسینو کے ایک ایک گوشے کو کور کرتے تھے۔ ان کیمروں کو آن آف کرنے کا کنٹرول گراہم کی لمبی چوڑی میز پر تھا' وہ جب بھی چاہتا جس حصے کی بھی خبر گیری مقصود ہوتی اپنی بھاری بھرکم ریوالونگ چیئر پر بیٹھے بیٹھے ہی متعلقہ کیمرے کا سوئچ آن کر دیتا اور دوسرے ہی لمحے اس حصے کا مکمل حال ایک بڑے اسکرین پر جو اس کے سیدھے ہاتھ پر دیوار میں آویزاں تھا' نمایاں ہو جاتا تھا۔

مسٹر گراہم تک پہنچنے کی خاطر کسی بھی آدمی کو تین چار مرحلوں سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا' ہمیں بھی ان تمام مرحلوں سے گزرنا پڑا تھا لیکن ندیم کی وجہ سے کسی سخت امتحان سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔

ندیم نے گراہم کا جو حلیہ بیان کیا تھا وہ سو فیصد درست تھا' بظاہر وہ ایک موٹا تازہ بھاری بھرکم تن و توش کا مالک تھا' چہرے پر نظر آنے والے تاثرات اور گفتگو کرنے کا دھیما اور مہذب انداز ملاقاتیوں پر یہی تاثر چھوڑتا تھا کہ وہ بہت معصوم اور بے ضرر سا آدمی ہوگا لیکن ندیم کے بیان کے مطابق گراہم کے مخصوص حلقے کے افراد اسے "آکٹوپس" کے نام سے یاد کرتے تھے' وہ اپنے کسی دشمن یا غدار ساتھی کے ساتھ کسی قسم کی رعایت کرنے کا عادی نہیں تھا لیکن کاروباری معاملات میں وہ ضرورت سے کچھ زیادہ بااصول اور دیانت دار واقع ہوا تھا۔

کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے بڑے پرتپاک انداز میں اٹھ کر ہمارا استقبال کیا' باری باری ہم سے ہاتھ ملائے۔ گراہم سے ہاتھ ملاتے وقت مجھے بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ ہاتھ گوشت پوست کا نہیں بلکہ خالص اور ٹھوس لوہے کا بنا ہوا ہو۔ مجھے ابھی اس کے بارے میں زیادہ تفصیل نہیں معلوم تھی لیکن ہاتھ ملانے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ اگر اس کو "آکٹوپس" کے بجائے "آئرن مین" کے نام سے یاد کیا جاتا تو شاید زیادہ مناسب ہوتا۔

"بیٹھو مسٹر ندیم۔" گراہم تمہیں خوش آمدید کہتا ہے'

اس نے بڑے مہذب انداز میں کہا پھر ہمارے بیٹھنے کے بعد ہی وہ اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا جسے خاص طور پر اس کے لیے بنوایا گیا تھا اس لیے کہ عام سائز کی کرسی اس کے تن و توش اور اس کی جسامت کا بوجھ سہارنے کے متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔

کچھ دیر تک ادھر ادھر کی رسمی گفتگو ہوتی رہی۔ ندیم اور گراہم ایک دوسرے سے خاصے بے تکلف معلوم ہوتے تھے۔ وہ بہترین دوستوں کی طرح باتیں کر رہے تھے لیکن میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا کہ گفتگو کے دوران گراہم کئی بار مجھے ایک مخصوص انداز میں دیکھ چکا تھا۔ ندیم نے میرا تعارف اپنے دوست ہی کی حیثیت سے کرایا تھا۔ دس پندرہ منٹ بعد ہم وہاں سے اٹھ کر اس حصے کی طرف آ گئے جسے آبشار کی شکل دی گئی تھی۔ ہم تینوں گول میز کے اطراف پڑے ہوئے آرام دہ صوفوں پر بیٹھ گئے۔ میں نے اس بات کو حیرت انگیز طور پر محسوس کیا کہ اس حصے کا درجہ حرارت دوسرے حصے کے مقابلے میں خاصا کم تھا اور خنک بھی' یہ بات اس لیے بھی حیرت انگیز تھی کہ وہ صرف ایک وسیع و عریض کمرا تھا جہاں درمیان میں دیوار یا پارٹیشن والی قسم کی بھی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔

ہمارے میز پر آنے سے پیشتر ہی وہاں مشروبات اور کھانے پینے کی اشیا کا انتظام دیا گیا تھا جس میں ذرائی سا ڈش فروٹ کی تعداد زیادہ تھی۔ اس خوب صورت حصے میں خلل ہونے کے باوجود ابھی تک گراہم اور ندیم کے درمیان کوئی کاروباری گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی' شاید میری وجہ سے گراہم کوئی گفتگو کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ چنانچہ میں کوئی خوب صورت سا بہانہ کر کے وہاں سے اٹھنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ گراہم نے اپنا گلاس ختم کر کے چٹکی بجا کر باہر کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی لڑکی کو طلب کر کے دوسرا پیگ تیار کرنے کو کہا پھر اس کے جانے کے بعد وہ براہ راست مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔

"آپ کا نام مسٹر ندیم نے غالباً "شہباز خان" بتایا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"کیا میں آپ کے بارے میں کچھ ذاتی سوال کر سکتا ہوں۔" گراہم کا لہجہ درست نہیں تھا۔

"ضرور پوچھیے۔"

"آپ کرتے کیا ہیں؟"

"ایک چھوٹا سا کنسٹرکشن آفس کھول رکھا ہے۔" میں

نے انکساری سے کام لیا۔ "بس سکون سے گزر ہو جاتی ہے۔"

"تعمیراتی ادارے کی داغ بیل ڈالنے سے پہلے آپ کیا کرتے تھے؟"

"اس سے پیشتر میں پولیس کے محکمے سے وابستہ تھا۔" میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ ندیم نہایت بے پروائی اور خاموشی سے بیٹھا اپنے گلاس کے مشروب سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"اوہ۔" گراہم نے مجھے گھورتے ہوئے پرمسرت انداز میں کہا۔ "گویا میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے سنجیدگی سے وضاحت چاہی۔

"نارمن اور ہاورڈ کے سلسلے میں۔" گراہم کے چہرے پر گہری سنجیدگی پھیل گئی۔ وہ اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "دیکھیے مسٹر شہباز خان ــــ ہر بزنس اور کاروبار کے کچھ اپنے تقاضے اور اصول ہوتے ہیں لیکن میں دروغ گوئی کو کسی قیمت پر پسند نہیں کرتا۔ مجھے ایسے افراد سے شدید نفرت ہے جو ایک جھوٹ بول کر اس پر پردہ ڈالنے کی خاطر دس جھوٹ اور بولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ انسان ہر کام صحیح کرے' کہیں کہیں بڑی فاش غلطیاں بھی سرزد ہو جاتی ہیں لیکن مردانگی اور بہادری اسی میں ہے کہ غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"نارمن اور ہاورڈ چار روز سے غائب ہیں۔" گراہم نے دوسرے گلاس سے ایک بڑا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ ان دونوں کی لاشیں شہر سے دور کسی نواحی علاقے میں مٹی میں دبی ہوں گی۔ نارمن کے علاوہ میرے تین کارندے اور بھی ایک سیڈان کار میں آگ لگ جانے کی وجہ سے جل بھن کر راکھ بن گئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ انہیں مرنے کے بعد سیڈان میں ڈال کر آگ لگائی ہوگی تاکہ پولیس کو غلط راہ پر ڈالا جا سکے لیکن لندن کے کسی علاقے میں کوئی واقعہ رونما ہو اور گراہم کو اس کی خبر نہ ملے یہ ناممکن ہی ہے۔"

"تم ــــ آپ نے ان باتوں سے کیا نتیجہ اخذ کیا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"آپ مسٹر شہباز ــــ" گراہم نے بڑی صاف گوئی سے کہنا شروع کیا۔ "آپ جس دن کیسینو کے عقب میں ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں سے ٹکرائے تھے مجھے اسی وقت اس بات کا شبہ ہو گیا تھا کہ کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہاورڈ کی میز تک نارمن ہی نے آپ کی رہنمائی کی تھی پھر جب مجھے نارمن اور ہاورڈ کی گمشدگی کی اطلاع ملی اور تین دوسرے کارندوں کی جل کر مر جانے کی خبر موصول ہوئی تو مجھے یہ بات سمجھنے میں کچھ زیادہ دشواری نہیں ہوئی کہ نارمن نے یقیناً کوئی ایسی غلطی کی ہوگی جس کی سزا اسے موت کی شکل میں دی گئی۔ ہونا بھی یہی چاہیے تھا اس لیے کہ غداری کی سزا میرے نزدیک بھی موت سے کم نہیں ہے۔" گراہم نے ایک گھونٹ لیتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "اگر مجھے اس کا یقین نہ ہوتا تو شاید آپ اس وقت میرے کمرے تک نہ پہنچ سکے ہوتے۔ سرخ رومال والوں نے آپ کو راستے ہی میں روک لیا ہوتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ میرے پارٹنر مسٹر ندیم کے ساتھ ہیں اور ــــ"

گراہم نے ایک لمحے کو خاموش ہو کر ندیم کو بغور دیکھا جو اس وقت بھی قطعی بے پروا نظر آرہا تھا پھر جیب سے ایک سادہ چیک نکال کر ندیم کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

"مجھے خوشی ہے کہ حالات کی تہ تک پہنچنے میں مجھے زیادہ دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا' یہ بات میرے علم میں جلدی ہی آ گئی۔ نارمن آپ کا مقامی ایجنٹ ہونے کے باوجود آپ کو ہر ماہ ہزاروں پاؤنڈ کی رقم سے محروم کر رہا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بلینک اور بیئرر چیک آپ کے کسی کام آ سکے اور آپ کے نقصان کا ازالہ ثابت ہو سکے۔"

"پلیز مسٹر گراہم۔" ندیم نے چیک واپس کرتے ہوئے کہا۔ "نارمن نے جو غداری کی تھی اس کی سزا اسے مل چکی ہے۔ اس کے علاوہ بھی وہ میرا مقامی ایجنٹ تھا اس لیے اخلاقی طور پر مجھے کسی قسم کے ہونے والے نقصان کی ذمے داری آپ پر عائد نہیں ہوتی۔"

"اس کے باوجود۔"

"تھ ــــ تھینکس۔" ندیم نے گراہم کو بولنے کا موقع نہیں دیا۔ "میرے لیے یہی بہت ہے کہ آپ معاملے کی گہرائی تک پہنچ گئے۔"

"اب کیا ارادہ ہے آپ کا۔" گراہم نے بے پروائی سے دریافت کیا۔ "کیا آپ نارمن کی جگہ کوئی دوسرا مقامی ایجنٹ ــــ"

"نہیں ــــ" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "اب یہ زحمت بھی آپ کو برداشت کرنا ہوگی۔ میرا جو شیئر بنے وہ آپ اپنے کسی کارندے سے بھی میرے اکاؤنٹ میں جمع کرا

کریں جس کے لیے میں آپ کا شکرگزار رہوں گا۔"

پھر ہم وہاں زیادہ دیر نہیں رکے۔ نارمن' باورڈ اور بقیہ تین آدمیوں کی موت کے سلسلے میں ہمیں جو تشویش لاحق تھی وہ مسٹر گراہم سے ملنے کے بعد دور ہو چکی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ بات بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا کہ گراہم "آکٹوپس" سے بھی زیادہ خطرناک قسم کی کوئی مخلوق ہے۔ جس کی گہرائی کا اندازہ لگانا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں تھی۔

"تم نے کیا اندازہ لگایا مسٹر گراہم کے بارے میں۔" واپسی میں ندیم نے مجھ سے سوال کیا۔

"بظاہر ایک سیدھا سادا سا انسان لگتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ تصویر کا دوسرا رخ اس سے قطعی مختلف ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہو سکتا ہے میں غلطی پر ہوں لیکن میں نے جو اندازہ لگایا ہے اس کے مطابق گراہم کسی لومڑی سے زیادہ چالاک اور آدم خور چیتے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔"

"میں تمہارے اندازے کی تردید نہیں کروں گا۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا!

☆

اس وقت رات کے تقریباً گیارہ کا عمل تھا' ڈنر کے بعد ہم اپنے ہی ہوٹل کے کافی شاپ میں بیٹھے خوش گپیاں کرتے رہے' نسیم بہت زیادہ خوش تھی' ندیم کو پانے کے بعد جیسے اس کی زندگی کے دھاروں کا رخ یکایک پلٹ گیا تھا' وہ پچھلے تمام دکھ درد بھول چکی تھی یا پھر اس نے خود ہی اپنے آپ پر قابو پالیا تھا' ماضی کے ان تمام دریچوں کو بند کر لیا تھا جس کے دوسری جانب غموں' آنسوؤں اور سسکیوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ مجھے اس بات کی بے حد مسرت تھی کہ ندیم نے بھی اپنی زندگی کی ایک ایک سانس کو نسیم کے لیے وقف کر دیا تھا۔ کبھی وہ اس کے کیسینو میں محض ایک کال گرل کی حیثیت سے آئی تھی جس کے وجود کو روز و شب ہزاروں میلی اور مکروہ نظروں سے دیکھا جاتا تھا' ہر شخص اس کی بھرپور جوانی کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لینے کا مشتاق تھا' سیکڑوں ہوس ناک نگاہیں اس کے حسن کے اجلے پن کو اس طرح میلا کرنے کے لیے مچلتی رہتی تھیں جیسے کسی چمنی سے نکلنے والا دھواں کسی سنگ مرمری عمارت کے حسن کو دھندلانے کی کوشش کر رہا ہو لیکن وہ جسم فروش نہیں تھی' اپنی بوڑھی ماں کا علاج کرانے کی خاطر زرق برق کپڑے زیب تن کر کے کیسینو تک آگئی تھی لیکن اس کا وجود کنول کے پھول کی طرح گدلے پانی کے درمیان بھی انتہائی صاف و شفاف تھا۔ ندیم کم عمری کے باوجود جہاندیدہ تھا۔ اس کی نگاہوں نے نسیم کے وجود کے اندر چھپی ہوئی سہمی سمٹی لڑکی کو دیکھ لیا تھا شاید اسی لیے اس نے اپنے آدمیوں کو تاکید کر دی تھی کہ وہ نسیم کا خیال رکھیں۔

داور کی موت بھی نسیم کے بے داغ کردار کا ایک اہم ثبوت تھی پھر اس کے بعد میں اسے کیسینو کے گندے ماحول سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پہلے اس نے میرے خلوص کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا تھا' وہ جس ماحول میں سانس لے رہی تھی اس نے اسے بہت زیادہ حساس بنا دیا تھا' وہ اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کی عادی بن گئی تھی لیکن پھر اسے میرے پیار پر یقین آگیا' اس نے مجھے بھائی کی حیثیت سے قبول کر لیا تھا۔ زندگی کے اس موڑ پر اسے نامساعد حالات سے دوچار ہونا پڑا' نرنجن لال کے زرخرید بدمعاشوں نے میری وجہ سے نسیم کو اغوا کر لیا' اس کی ماں کو بڑی سنگدلی سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ وہ زندگی سے بالکل مایوس ہو گئی تھی ممکن تھا بدلتے حالات اس کے قدموں کو ڈگمگا دیتے لیکن ندیم نے اسے سہارا دے کر گرنے سے بچا لیا اور اب وہ دونوں ہی بہت خوش تھے۔ اس وقت بھی وہ کسی بات پر قہقہہ لگا رہے تھے اور میں قریب ہی بیٹھا ان دونوں کو والہانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"یار ایک بات کہوں اگر تم برا نہ مانو۔" اچانک ندیم نے میری طرف دیکھ کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کہو۔"

"میرا خیال ہے کہ اگر مستقل نہیں تو تمہیں کچھ دنوں کے لیے کم از کم عارضی طور پر سول میرج کر لینی چاہیے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ جب تم دوسروں کو ہاتھ میں ہاتھ ڈالے یا سر سے سر جوڑے جذباتی انداز میں چہکتے بولتے دیکھتے ہو تو تمہارے دل پر سانپ لوٹ کر رہ جاتا ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں کسی دن تمہارا پاؤں کائی پر نہ پڑے اور تم رپٹ کر گہرے پانی میں غوطے لگانے لگو۔ ذرا سوچو۔ سنجیدگی سے غور کرو' اگر اتفاق سے ایسا ہو گیا تو میں نسیم کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ واپسی پر انکل اور

آنٹی سے کس طرح آنکھیں ملا سکوں گا۔"

"اے مسٹر ۔۔۔ خبردار۔" میرے بجائے نسیم نے میرا پارٹ لیتے ہوئے مصنوعی خفگی کا اظہار کیا۔ "شہباز بھائی کے لیے اس قسم کی باتیں سوچتے ہوئے آپ کو شرم آنی چاہیے۔"

"ناممکن۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔ "میری زندگی میں صرف ایک کی گنجائش تھی سو وہ جگہ تم نے پر کر دی۔ اب میں کسی اور کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"کیا مطلب؟" نسیم کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔ "میں نے آپ سے ایسی کب بات کہی تھی۔"

"تم شاید بھول رہی ہو مائی ڈیئر کہ شرم مونث ہے اور تمہاری موجودگی میں کوئی دوسری مونث میرے قریب آئے' میں ایسا خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا۔ ہاں تمہارے شہباز بھائی کے بارے میں البتہ غور کر سکتا ہوں۔"

"خدا سمجھے آپ سے۔" نسیم نے سکون کا سانس لیا۔ "کہاں کی بات کہاں لے جاتے ہیں۔"

"بات صرف بات کی نہیں ذمے داری کی ہے۔" ندیم پھر سنجیدہ ہو گیا۔ "اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو' جب شہباز مجھے اور تمہیں یا کسی اور بے تکلف اور حسین جوڑے کو راز و نیاز میں مشغول دیکھتا ہو گا تو کیا موصوف کے دل میں گدگدی نہ ہوتی ہو گی۔"

"بکومت۔" میں نے ندیم کو شوخی سے ڈانٹا پھر اٹھا اور جماہی لیتا ہوا لفٹ کے ذریعے اپنے کمرے میں آگیا۔ لباس تبدیل کر کے بستر پر سونے کے ارادے سے لیٹا تو میرے ذہن میں دو متضاد خیالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہونے لگے' کبھی میں نسیم اور ندیم کی خوشگوار زندگی کے بارے میں سوچنے لگتا اور کبھی میرے ذہن میں گراہم کا تصور ابھر آتا جس نے میرے خیال کے مطابق اپنے ظاہر پر شرافت اور معصومیت کا خول چڑھا رکھا تھا جبکہ اس کا باطن اس کی ظاہری تصویر کا دوسرا بھیانک رخ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بڑی معصومیت سے میرے بارے میں خود مجھ سے معلومات حاصل کی تھیں' کنگ اسٹارز کیسینو کی حیثیت گراہم کے لیے کسی شیر کی کچھار سے کم نہیں تھی جہاں سرخ رومال والے چپے چپے کی نگرانی پر مامور تھے' جو پل پل کی خبر گیری رکھتے اور ہر معاملے سے نمٹنے کو ہمہ وقت آمادہ نظر آتے تھے۔

میں نے خود اس روز نارمن کے ساتھ دو سرخ رومال والوں کو بگڑتے ہوئے تیور سے اپنی میز کی جانب لپکتے دیکھا تھا جب میں نے ندیم کی جانب سے ملنے والے پیغام کے تحت باورڈ کے گلے میں ہاتھ ڈالنے کی جسارت کی تھی لیکن عین موقعے پر گھپ اندھیرا ہمارے درمیان حائل ہو گیا تھا ورنہ وہ شاید میری تکا بوٹی کر ڈالنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ میری شکل ان دو کے علاوہ ٹاپ فلور پر تعینات دوسرے سرخ رومال والوں کی آنکھوں اور ذہنوں میں ضرور محفوظ ہو گی لیکن جس روز میں ندیم کے ساتھ گراہم سے ملنے گیا اس روز کسی نے مجھے دیکھ کر چونکنے کی کوشش نہیں کی تھی' شاید اس لیے کہ میں ندیم کے ساتھ تھا یا پھر اس لیے کہ مسٹر گراہم نے پہلے ہی سے اپنے آدمیوں کو اس بات کی خاص طور پر تاکید کر دی ہو کہ وہ مجھے زیادہ اہمیت نہ دیں۔ ہو سکتا تھا کہ ندیم نے نارمن کو پھانسنے کی خاطر میرے ذریعے جو ڈراما رچایا تھا اس کا علم گراہم کو ہو چکا ہو۔ نارمن کی گمشدگی گراہم کے لیے یقیناً اہم ہوتی' وہ ٹاپ فلور کا انچارج ہونے کے ناتے گراہم کے لیے ایک خاص اہمیت کا حامل ہو گا۔ گراہم جس کاروبار سے منسلک تھا اور ندیم نے مجھے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ گراہم اپنی کرسی پر بیٹھے ہی بیٹھے پورے لندن اور اس کے گرد و نواح کی خبر رکھتا ہو گا۔ اگر ایسا تھا تو پھر وہ نارمن کے سلسلے میں بھی اتنا بے خبر نہ رہا ہو گا جتنا خود کو ظاہر کر رہا تھا۔

ٹھیک گیارہ بجے میں نے اپنے بیڈ روم کی لائٹس آف کر دیں لیکن اس ہلکے نیلے رنگ کے نائٹ بلب کو آن رہنے دیا جو نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اس کی ٹھنڈی روشنی ماحول کو بڑا خوابناک بنا رہی تھی' جلد ہی میرے اوپر غنودگی کی کیفیت طاری ہونے لگی' میں بہت زیادہ تھکا ہوا تھا اس لیے کچھ دیر بعد میرے خراٹے بھی کمرے کے خوابناک ماحول میں گونجنے لگے ہوں گے۔ میں کتنی دیر تک خواب خرگوش میں محو رہا مجھے کچھ یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ دوسری بار میری آنکھ اس وقت کھلی تھی جب کوئی میرے کان میں آہستہ آہستہ رس گھول رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی ہڑبڑا کر اٹھنے کی حماقت نہیں کی۔ وہ کسی لڑکی کی آواز تھی جو مجھے میرا نام لے کر ہولے ہولے پکار رہی تھی۔

لندن کے ہوٹلوں کے لیے یہ کوئی خاص بات نہیں تھی' روم سروس پر تعینات خوب صورت لڑکیاں اکثر اسی طرح گاہکوں کو اپنے حسن کے دام میں پھنسایا کرتی ہیں۔ خوشبو کی بھینی بھینی مہک میرے وجود کو گنگنا رہی

تھی۔ میں نے آنکھوں کے درمیان ہلکی سی جھری کر کے دیکھا' وہ میرے اوپر جھکی ہوئی مجھے آہستہ آہستہ بیدار کرنے کی کوشش کر رہی تھی' اس کے جسم پر ایک شفاف سا نائٹ گاؤن موجود تھا جس کے اندر اس کے جسمانی نشیب و فراز سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے نظر آ رہے تھے۔ اس کے قرب کا احساس میرے رگ و پے میں سرایت کر رہا تھا پھر میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اس کے ساتھ ہی میں نے بیڈ سوئچ آن کیا تو کمرا روشنی میں نہا گیا' اس کے ساتھ ہی وہ حسین اور کمسن دوشیزہ میری نگاہوں میں بے نقاب ہو گئی جو میری دسترس سے زیادہ دور بھی نہیں تھی لیکن اسے دیکھتے ہی میں چونک اٹھا۔ وہ وہی کمسن اور حسین کال گرل تھی جس نے کی اسٹارز کے تھرا طور پر مجھے کینچی دی تھی' اس وقت میرے کمرے میں اس کی موجودگی میرے لیے تعجب خیز ہی تھی' مجھے یاد ہے کہ میں کمرا اندر سے مقفل کر کے لیٹا تھا پھر وہ اندر کس طرح داخل ہوئی' کیا اس کو میری خواب گاہ کی ڈپلی کیٹ چابی ہوٹل والوں نے فراہم کی تھی؟ کیا وہ بھی مجھے داد عیش دینے کی خاطر اس لڑکی کے شریک کار تھے' ایسا ناممکن بھی نہیں تھا' بہرحال میں نے خود کو بے قابو نہیں ہونے دیا' حیرت سے اس خوب صورت اور مہکتے ہوئے کمسن وجود کو بغور دیکھتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔

"تم ___ اتنی رات گئے ___ اس وقت میرے کمرے میں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے مجھے پہچان لیا ہو گا۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ اس کے لب و لہجے اور انداز میں دل لبھانے والی کوئی بات نہیں تھی۔

"ہاں ___ تم وہی ہو جس نے کی اسٹارز میں مجھے کینچی دی تھی۔"

"اور اس وقت میں تمہیں ایک اہم خطرے سے مطلع کرنے آئی ہوں۔" وہ بدستور سنجیدگی سے بولی پھر اپنی نازک کلائی پر بندھی ہوئی خوب صورت اور قیمتی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت رات کے گیارہ بج کر پچاس منٹ ہوئے ہیں اور اب سے ٹھیک ایک گھنٹے اور دس منٹ بعد تمہارا اس دنیا میں کوئی وجود باقی نہیں رہے گا۔"

"کیا مطلب؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ میں نے اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں دور دور تک جھانکا پھر وہ مخلص نظر آ رہی تھی۔

"میری بات غور سے سنو۔" وہ مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تم نے آج شام ہوٹل کے گفٹ شاپ سے جو تحفہ قسیم کو کل اس کی سالگرہ پر دینے کے لیے خریدا ہے اسے پیکنگ کے وقت بڑی خوب صورتی سے تبدیل کر دیا گیا ہے جس کا علم گفٹ شاپ کے مالک کو بھی نہیں ہے لیکن جس کے نتیجے میں تم ٹھیک ایک بجے رات اس بم کے دھماکے کا شکار ہو جاؤ گے جو گفٹ پیک میں پوشیدہ طور سے رکھا گیا ہے۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا؟" اس کی گفٹ شاپ سے خریدی گئی اشیا والی اطلاع غلط نہیں تھی لیکن میں اس سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے گفٹ پیک میں کسی شارٹ رینج مگر طاقت ور بم کی اطلاع کس طرح ہوئی؟ کیا وہ دشمنوں سے ملی ہوئی تھی؟ یا کسی خاص جذبے کے پیش نظر وہ مجھے موت کے منہ سے بچانا چاہتی تھی؟ کیا اسے اس بات کا احساس یا خوف نہیں تھا کہ میرے بچ جانے کے بعد اس کی اپنی کیا پوزیشن ہوگی؟ اگر وہ ایک اہم خطرے سے آگاہ تھی تو اس کے مطلب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ بھی ان لوگوں سے ملی ہوئی تھی جو میری جان کے درپے تھے؟ کون تھے وہ لوگ؟ کیوں مجھے موت کے منہ میں دھکیلنا چاہتے تھے؟ اور وہ لڑکی ___ وہ کس وجہ سے مجھے بچانے کی خاطر ایک اہم خطرہ مول رہی تھی؟ ظاہر ہے کہ اگر وہ میری موت کی سازش سے واقف تھی یا میرے دشمنوں کی شریک کار تھی تو جن لوگوں نے گفٹ پیک کو موت کے پیک میں تبدیل کیا تھا اس کی طرف سے اتنے غافل بھی نہ ہوں گے وہ اتنی آسانی سے میرے کمرے میں آئے اور مجھے سازش سے آگاہ کرنے کے بعد زندہ واپس چلی جائے؟

"میں جانتی ہوں کہ اس وقت تمہارے ذہن میں کیا کھچڑی پک رہی ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "مجھے غلط مت سمجھو' جو اطلاع میں تمہیں دے رہی ہوں وہ مجھے مسٹر ندیم کو دینی تھی لیکن وہ ابھی تک کافی شاپ ہی میں موجود ہیں' ایسی صورت میں' میں ان کے قریب جانے کا رسک نہیں لے سکتی۔ ویسے بھی مسٹر ندیم کی موجودگی میں میرا وہاں جانا اس وقت مناسب نہیں ہو گا۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔"

"کیا تم ندیم کے لیے کام کر رہی ہو۔"

"بہت دیر میں خیال آیا تمہیں۔" وہ عجیب بے تکلف انداز میں ہنس پڑی یوں جیسے میری حماقت پر ہنس رہی ہو پھر تیزی سے بولی۔ "میں اب واپس جا رہی ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اس گفٹ پیک کو کسی طرح ہوٹل کے پارکنگ

لاٹ سے ملحق گارڈن میں کسی ایسی جگہ چھپا آؤ جہاں کسی اور کی نظر نہ پڑ سکے لیکن کام احتیاط سے کرنا' اگر تمہارے دشمنوں نے دیکھ لیا تو وہ تمہیں شاید وقت سے پہلے ہی ٹھکانے لگانے کی کوشش کریں۔"

"ون منٹ" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "کیا تم ان لوگوں سے واقف ہو جو مجھے اپنی ناپاک سازش میں ٹریپ کرنا چاہتے ہیں اور اس کی وجہ کیا ہے۔"

"سوری ___ میں ان سوالات کا جواب براہ راست تمہیں نہیں دے سکتی۔"

"ایک اہم سوال اور ___" میں نے اسے واپس جاتے دیکھ کر تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔ "تم میرے کمرے میں کس طرح داخل ہوئیں جب کہ میں نے سونے سے پہلے اسے اندر سے لاک کر لیا تھا۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر شہباز کہ میں صرف اور صرف مسٹر ندیم کو جواب دہ ہوں۔ خدا حافظ اور شب بخیر۔" وہ تیزی سے پلٹی' دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے کان لگا کر باہر کی سن گن لی پھر خاموشی سے سر باہر نکال کر دائیں بائیں دیکھا اور برق رفتاری سے کمرے سے نکل کر بائیں جانب راہداری میں چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی' میں نے ریسیور اٹھا کر ندیم کے کمرے کے نمبر آزمائے لیکن وہ ابھی تک کمرے میں نہیں آیا تھا۔ میرے پاس وقت کم تھا چنانچہ میں نے لڑکی کے مشورے پر عمل کرنے کی ٹھان لی' الماری سے گفٹ پیک نکال کر کمرے سے باہر آیا۔ راہداری خالی پڑی تھی۔ میں لپکا ہوا لفٹ کے قریب آیا' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ میں نے پارکنگ لاٹ کی طرف جانے کے لیے عقب کا راستہ اختیار کیا۔

گفٹ پیک کو مطلوبہ گارڈن کی ایک ویران بینچ کے نیچے رکھنے کے بعد میں اپنے کمرے میں واپس آیا تو میرا جسم سردی کے باوجود پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ میں نے گھڑی پر نظر ڈالی' ایک بجنے میں اب صرف پینتیس منٹ باقی تھے۔ میں نے ایک بار پھر ندیم کے نمبر ڈائل کیے' اس بار مجھے مایوسی نہیں ہوئی دوسری جانب سے ندیم ہی نے کال ریسیو کی تھی۔ میں نے بڑے مختصر وقت میں اسے تمام صورت حال سے آگاہ کیا' اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں خاموشی سے پوری تفصیل سناتا رہا پھر جب میں اپنی بات مکمل کر چکا تو اس نے جواب میں صرف اتنا کہا۔

"پریشان مت ہو۔ سونے کی کوشش کرو تو نیند جلدی آ جائے گی۔ باقی باتیں صبح اطمینان سے ہوں گی۔ وش یو اے نائس نائٹ اینڈ ساؤنڈ سلیپ۔"

دوسری جانب سے رابطہ منقطع کر دیا گیا شاید ندیم قسیم کی موجودگی میں کھل کر کچھ کہنے سے گریز کر رہا تھا' میں نے ریسیور رکھا پھر دوبارہ اپنے بستر پر دراز ہو گیا پھر کب میری آنکھ لگی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔

دوسری صبح میں ناشتے سے فارغ ہی ہوا تھا کہ ندیم میرے کمرے میں آ گیا۔ وہ تنہا ہی تھا۔ اس کے بیان کے مطابق قسیم اس وقت سو رہی تھی اس لیے اس نے ابھی تک ناشتا بھی نہیں کیا تھا۔ میں نے روم سروس کو فون کر کے ندیم کے لیے ناشتے کا آرڈر پیش کر دیا' ندیم خلاف توقع اس وقت کچھ زیادہ سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"آج ہم نے قسیم کی ایما پر زو اور چند دوسرے مقام پر تفریح کا پروگرام مرتب کیا تھا لیکن شاید اب تم ہمارے ساتھ نہ جا سکو مگر قسیم پر یہ بات ظاہر نہ ہونے دینا کہ اس کا مشورہ میں نے دیا ہے' تم سر درد یا پھر اور کوئی بہانہ کر کے ٹال جانا۔"

"کوئی خاص مصلحت۔" میں نے بھی سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں ___ شاید تمہیں آج ہی کسی وقت اس ہوٹل سے منتقل ہونا پڑے۔" ندیم نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "تمہارا قیام اب ایک دوسرے ہوٹل میں ہو گا جہاں تمہیں کچھ عرصہ تک شہباز کے بجائے بلرام کے نام سے سکونت اختیار کرنا پڑے گی' تم وہاں تنہا نہیں رہو گے' تمہارے ساتھ رام اوتار نامی ایک دوست بھی ہو گا' تم دونوں کی حیثیت سیاحوں کی سی ہو گی اور جب تک حالات قابو میں نہ آ جائیں تمہیں مستقل طور پر میک اپ میں رہنا ہو گا' اس حد تک کہ قسیم بھی اگر تمہیں دیکھے تو شناخت نہ کر سکے' خاص طور پر تمہیں اپنی آواز بھی تبدیل کرنا ہو گی۔"

"رام اوتار کا رول کون ادا کرے گا۔"

"ظاہر ہے وہ میرا کوئی خاص کارندہ ہی ہو گا جو تمہارے ساتھ رہ کر ہر لحہ تمہاری حفاظت کرے گا۔" ندیم نے کہا۔ "تنہائی میں اس کی حیثیت تمہارے ماتحت جیسی ہو گی لیکن ہوٹل کے کمرے سے باہر تم ایک دوسرے کے بے تکلف دوست ہو گے۔"

"کیا یہ سب کچھ ضروری ہے۔" میں نے پہلو بدل کر

پوچھا۔

"کل رات تم نے مجھے جس گفٹ پیک کی اطلاع دی تھی وہ ٹھیک ایک بجے بلاسٹ ہوا تھا' دھماکا زیادہ شدید نہیں تھا لیکن بدقسمتی سے ہوٹل کی ایک ویٹرس جو اپنے کسی آشنا کے ساتھ اسی بینچ پر بیٹھی تھی بری طرح زخمی ہوئی ہے۔ بینچ درمیان میں نہ ہوتی تو شاید ان دونوں کے جسمانی اعضا بھی فضا میں بکھر گئے ہوتے۔ پولیس رات ہی سے بڑی سرگرمی سے دکھا رہی ہے۔ دھماکا ایک پلاسٹک بم کا نتیجہ ثابت ہوا ہے لیکن گفٹ چونکہ راکھ ہو گیا اس لیے اس کی نشاندہی نہیں ہو سکی۔"

"پھر پولیس نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے۔"

"ابھی تک تفتیش کرنے والی ٹیم نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا مگر زخمی ہونے والی ویٹرس چونکہ خراب ریپوٹیشن کی مالک تھی اس لیے پولیس کا خیال ہے کہ یہ تخریبی کارروائی کسی ذاتی رنجش یا رقابت کا نتیجہ ہی ہو سکتی ہے۔"

"لیکن اس گفٹ پیک کی تبدیلی کا مقصد کیا تھا۔"

"تمہاری موت۔" ندیم نے صوفے سے اٹھ کر ٹہلتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے کے تیور اچھے نہیں تھے' پیشانی پر ان گنت شکنیں نظر آ رہی تھیں اور ایسا صرف اسی وقت ہوتا تھا جب وہ بہت زیادہ خطرناک موڈ میں ہوتا تھا۔ میں اس کے چہرے سے اس کی اندرونی کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے ٹہلتے ٹہلتے یکلخت رک کر بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "ایک بات میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ براہ راست تمہاری موت سے ان لوگوں کا کوئی گہرا تعلق نہیں ہو سکتا جن کے مشاق ہاتھوں نے گفٹ پیک کو اتنی ہوشیاری سے تبدیل کیا کہ گفٹ شاپ کے مالک کو بھی اس کی خبر نہیں ہوئی ۔۔۔۔ وہ ابھی تک بے خبر ہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "جب وہ میری موت کے خواہاں نہیں تھے تو پھر وہ گفٹ پیک۔"

"تمہیں کوئی شدید نقصان پہنچا کر دراصل وہ مجھے ایک وارننگ دینے کے خواہشمند تھے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا تم ان لوگوں سے واقف ہو۔"

"میرا تعلق جس کاروبار سے ہے اس میں اس قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرنا معمولی بات ہے۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن دشمن چونکہ پس پردہ ہوتے ہیں انہیں فوراً" پہچانا نہیں جا سکتا۔ ان کے بارے میں صرف قیاس آرائی کی جا سکتی ہے۔"

"تمہارا شبہ کس پر ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"فی الحال مسٹر گراہم کے سوا کوئی اور اس قسم کی گھٹیا حرکت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔" ندیم نے حقارت سے جواب دیا۔ "سائنس نے انسانی سوچ سے بھی زیادہ ترقی کر لی ہے لیکن ابھی تک کوئی ایسا فارمولا تلاش نہیں کر سکی جو نسلی نجاست اور رنگ و نسل کی تمیز کو ختم کر سکے' فرقہ وارانہ فسادات آج بھی اسی طرح جاری ہیں جس طرح سو سال پہلے تھے' میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اپنے سرکل میں اسے "آکٹوپس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے' اس کے ایجنٹ اور خطرناک کارندے ملک کے طول و عرض میں دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ بزنس کے معاملات میں ہمیشہ سے دیانتداری کا قائل ہے' اپنے بزنس کے اصولوں کے سلسلے میں وہ ٹھوس کردار کا مالک ہے لیکن ہارمن اور ہاورڈ بہرحال سفید چمڑی کے مالک تھے اور جہاں نسلی امتیاز کا زہر رگوں میں سرایت کر چکا ہو وہاں انتقامی جذبات کا اظہار زبان سے نہیں کیا جاتا۔ اس کے لیے ایسے ہی ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں جیسا تمہارے سلسلے میں کیا گیا تھا۔"

"لیکن میرے درمیان سے ہٹ جانے کے بعد کیا گراہم ہارمن اور ہاورڈ کی موت کو نظرانداز کر دے گا۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دوسرا راستہ اختیار کرے لیکن میں اتنا پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ براہ راست میری ذات پر ہاتھ ڈالنے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

"اس خوش فہمی کی کوئی وجہ؟"

"پہلی وجہ یہ ہے کہ میں اس کا بزنس پارٹنر ہوں' اس لیے وہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر پولیس کو کسی قسم کے شبے کا موقع فراہم نہیں کرے گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اس بات سے بھی بخوبی واقف ہے کہ مقامی لوگوں کی اچھی خاصی تعداد میری مٹھی میں ہے ان لوگوں کا کوئی دین دھرم نہیں ہوتا' وہ صرف پیسوں کو خدا مانتے ہیں اور چند پاؤنڈ کے لالچ کے عوض کچھ بھی کر گزرنے کو تیار رہتے ہیں۔ ان باتوں کے علاوہ گراہم یہ بھی جانتا ہے کہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کے بعد اس کا سکون بھی درہم برہم ہو جائے گا۔"

بیرا ناشتے کی ٹرالی لیے کمرے میں داخل ہوا تو ندیم کا موڈ یکلخت تبدیل ہو گیا' وہ بالکل ندیدے بچوں کی طرح

ناشتے پر ٹوٹ پڑا پھر جب وہ چائے کا کپ تیار کرنے لگا تو میں نے پوچھا۔

"تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اب کیا تم مجھ پر ہونے والے حملے کا انتقام گراہم سے لو گے۔"

"ٹٹ فار ٹیٹ ہماری دنیا کا سب سے پہلا اور زریں اصول ہے ورنہ ایک بار اگر درگزر سے کام لیا جائے تو پھر اس شخص پر "بزدلی" کا ٹھپا لگ جاتا ہے۔" ندیم کے لہجے میں کسی کوبرا ناگ کی سی پھنکار تھی۔

"کیا گراہم کی موت کے بعد کوئی ہنگامہ نہیں کھڑا ہو گا۔"

"ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔ یہ سب حالات پر منحصر ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "کبھی بڑے سے بڑا جرم اتنی صفائی سے کیا جاتا ہے کہ اس کی تہہ تک کوئی کبھی نہیں پہنچ پاتا اور کبھی چھوٹے موٹے جرم کا مجرم بھی کسی طاعون زدہ چوہے کے مانند ماؤس ٹریپ میں پھنس جاتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پیشتر اس بات پر بھی غور کر لینا چاہیے کہ اب تم تنہا نہیں ہو' نیلم کی زندگی بھی تمہاری ذات سے وابستہ ہو چکی ہے اگر خدانخواستہ تمہارے اوپر کوئی آنچ بھی آئی تو وہ اس صدمے کو برداشت نہیں کر سکے گی۔"

ندیم نے فوراً" ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش بیٹھا چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آ رہا تھا پھر وہ کپ کو میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

"تمہیں اپنے ایک ذاتی کاروباری سلسلے میں اچانک امریکا جانا پڑ رہا ہے جہاں سے تمہاری واپسی میں ایک دو مہینے بھی لگ سکتے ہیں۔ نیلم سے تم یہی بہانہ کرو گے۔ اسے اصل حالات کی بھنک بھی نہیں ملنی چاہیے۔"

"گویا تم اپنے ارادے سے باز نہیں آؤ گے۔" میں نے اسے تیکھی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم ابھی تک البرٹو سے نہیں ملے۔" ندیم نے میری بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تمہیں اس سے بھی ملواؤں گا لیکن شاید فی الحال اب ایسا ممکن نہ ہو سکے۔"

"یہ البرٹو کون ہے؟"

"گراہم کا ولی عہد۔" ندیم کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل کر گہری ہونے لگی۔ "باپ کی ضد واقع ہوا ہے' ٹیکسٹائل میں ایم ایس کر رہا ہے' میری بڑی عزت کرتا ہے اور شاید وہ خواب میں بھی یہ بات نہیں سوچ سکتا کہ میں اس کے باپ کے خلاف کوئی سازش کر سکتا ہوں' گراہم کے مقابلے میں وہ گلی اسٹارز کے کاروباری معاملات میں میرے لیے زیادہ سودمند ثابت ہو سکتا ہے۔"

"لیکن۔"

"مطمئن رہو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "میں اس قسم کے کاموں میں بہت زیادہ احتیاط برتنے کا قائل ہوں۔ راجو میرا دست راست ہے مگر کبھی اس کو بھی اس بات کی خبر نہیں ہوئی کہ شہر میں ہونے والی کسی خاص واردات میں میرا ہاتھ بھی شامل ہے۔ ایسے کاموں کے لیے پیشہ ور قسم کے اجرتی قاتل اور جرائم پیشہ افراد زیادہ کارآمد ہوتے ہیں۔ انہیں صرف منہ مانگے دام سے تعلق ہوتا ہے' وہ آم کھانے کے عادی ہوتے ہیں پیڑ گننے کے نہیں' بیشتر معاملات میں انہیں یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ کس کی خاطر آگ میں کود رہے ہیں' وہ مارنا یا پھر مر جانا کے اصول پر عمل کرتے ہیں۔ جیل یا لمبی لمبی سزائیں ان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں' قانون کی نگاہوں میں انہیں "جیل کے پنچھی" کہا جاتا ہے۔"

"کیا تم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ تم کسی خطرناک آکٹوپس کو آسانی سے شکار کر لو گے؟"

"ضروری نہیں ہے۔ ویسے اس قسم کے معاملات میں رسک تو بہرحال لینا پڑتا ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں بھی پہلے گراہم کو صرف ایک وارننگ ہی دینے پر اکتفا کروں۔"

مجھے اندازہ تھا کہ ایک بار جو بات ندیم کے ذہن میں بیٹھ جائے اسے آسانی سے نہیں نکالا جا سکتا تھا' وہ گراہم کو ٹھکانے لگانے کی ٹھان چکا تھا' شاید راتوں رات اس نے اس ضمن میں کوئی منصوبہ بھی ترتیب دے لیا ہو۔ مجھے اس میدان کے نشیب و فراز کے بارے میں کچھ زیادہ علم بھی نہیں تھا جس کا وہ کھلاڑی تھا لیکن اتنا ضرور جانتا تھا کہ اس قسم کی جنگ میں تخت یا پھر تختہ کے علاوہ کوئی تیسری صورت ممکن نہیں ہوتی۔ میں نے ہر طرح سے ندیم کو اس خطرناک کھیل سے باز رکھنے کی کوشش کی جس میں جیت یا ہار دونوں ہی صورتوں میں انسان کو قانون کے ساتھ آنکھ مچولی کرنا پڑتی ہے لیکن وہ مجھے بڑی خوب صورتی سے ٹالتا رہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ گراہم کے بعد البرٹو تمہارے

لیے زیادہ مفید ثابت ہوگا۔"

"ہاں ۔۔۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ گراہم کی کرسی مجھے سنبھالنے کی پیشکش بھی کر بیٹھے۔"

"تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اب قسیم سے شادی کے بعد تم اپنا موجودہ بزنس وائنڈ اپ کرکے کوئی اور کاروبار کرو گے۔"

"میں اب بھی اپنے عہد پر قائم ہوں لیکن کسی بھی جمے جمائے کاروبار کی وائنڈنگ میں کچھ وقت تو بہرحال لگتا ہے۔"

"ایک بات اور بھی ہو سکتی ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا۔"

"تم کلی اسٹارز سے دست بردار ہونے کی خاطر اپنا شیئر کسی اور کے ہاتھوں فروخت بھی کر سکتے ہو۔"

"کر سکتا تھا لیکن اب نہیں۔" ندیم نے سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "گراہم نے آنکھ بند کرکے سانپ کی بل میں ہاتھ ڈال دیا ہے تو اب اسے سانپ کے زہر کا ذائقہ بھی ضرور چکھنا ہوگا۔"

"وہ نرس کون تھی جو کل رات میری خواب گاہ میں داخل ہوئی تھی۔" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے سوال کیا۔

"تم اس سے پہلے بھی مل چکے ہو۔" ندیم مسکرایا۔ "ہو سکتا ہے کہ آئندہ بھی ملتے رہو لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تم اسے آسانی سے شناخت نہیں کر سکو گے۔ اسے آواز بدلنے کے ساتھ ساتھ میک اپ کے ذریعے عمر کم زیادہ ظاہر کرنے پر بھی ملکہ حاصل ہے۔"

"ماریا ۔۔۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں، وہ ماریا ہی تھی، کلی اسٹارز میں بھی اسی نے تمہیں کمپنی دی تھی لیکن خود گراہم کے زرخرید بدمعاش اور دیگر کارندے بھی یہ نہیں جان سکے تھے اس نے کس کال گرل کی جگہ اپنا کردار ادا کیا تھا۔"

"کیا بعد میں بھی یہ راز راز ہی رہے گا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اسی نے گراہم یا پھر اپنے ساتھیوں کو اس بات سے آگاہ کر دیا ہو اور مجھ پر ہونے والا حملہ اسی کا نتیجہ ہو اس لیے کہ اس روز اسی کو میرے ساتھ ظاہری طور پر دیکھا گیا تھا۔"

"نہیں۔ ایسا ممکن نہیں۔" ندیم نے بڑے یقین سے کہا۔ "ماریا نے جس لڑکی کی جگہ لی تھی وہ بھی ایک طرح سے میرے مقامی ایجنٹس کی خفیہ فہرست میں شامل ہے جسے ہر ماہ ہماری جانب سے ایک معقول معاوضہ ملتا ہے۔"

"اور میرے کمرے کی چابی ماریا کے پاس کہاں سے آئی تھی۔"

"میں نے فراہم کر رکھی ہے۔" ندیم مسکرایا۔ "کسی نادیدہ خطرے سے بروقت نمٹنے کے لیے میں نے ان تمام کمروں کی ڈپلی کیٹ کی بنوا رکھی ہے جہاں جہاں میرے آدمی مقیم ہیں۔ کیا تم یقین کرو گے کہ اس کام کے عوض مجھے پورے ایک ہزار پاؤنڈ خرچ کرنا پڑے تھے۔"

"اور یہ رقم تمہیں اب مع منافع کے میری صورت میں وصول ہوگئی۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "دوسری شکل میں شاید تمہیں میری لاش کے ٹکڑے سمیٹنے اور ٹھکانے لگوانے پر مزید رقم خرچ کرنا پڑتی۔"

"یقیناً۔" ندیم شوخ ہوگیا۔ "ویسے کباب کی ہڈی بڑی سخت جان ہوتی ہے، آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑتی۔"

"بالکل تمہاری ہی طرح کبل ہو جاتی ہے۔" میں نے برجستہ کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تمہیں میری صحبت میں بولنا آگیا۔"

"شٹ اپ۔" میں نے خوشگوار لہجے میں ندیم کو ڈانٹا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اگر گراہم کے آدمی گفٹ پیک والی سازش میں شریک تھے تو یقیناً اب بھی کوئی نہ کوئی خفیہ آنکھ ہماری نقل و حرکت کا جائزہ لینے پر ضرور مامور ہوگی۔ ایسی صورت میں کیا اس ہوٹل سے کسی دوسرے ہوٹل میں میری شفٹنگ آسان کام ہوگی۔"

"یہ سب کچھ تم میرے اوپر چھوڑ دو۔"

"رام اوتار کا کردار کون ادا کرے گا۔" میں نے ندیم کو ٹٹولنے کی خاطر پانسا پھینکا۔ "راجو ۔۔۔؟"

"گڈ گاڈ ۔۔۔" ندیم نے مجھے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہوئے مسرت کا اظہار کیا۔ "مبارک ہو ۔۔۔ اب تمہاری عقل ڈاڑھ بھی نکلنا شروع ہوگئی۔"

میں پلٹ کر صوفے کا کشن اٹھا کر ندیم کو مارنا چاہتا تھا کہ اچانک قسیم اندر داخل ہوئی اور مجھے فوری طور پر اپنا ارادہ ترک کر دینا پڑا پھر قسیم کے سامنے میں نے اپنی کاروباری مصروفیات کے تحت فوری طور پر امریکا جانے کا ذکر بھی کر دیا۔

*

سی ویو ہوٹل ابھی حال ہی میں تیار ہوا تھا، چونکہ

ساحل سمندر کے کنارے واقع تھا اس لیے وہاں ہمیشہ سیاحوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی بہرحال ہمیں دو بستروں کا ایک کمرا مل ہی گیا۔ وہاں میرا اور راجو کا قیام بحیثیت بلرام اور رام اوتار ہی عمل میں آیا تھا۔ دونوں ہی میک اپ میں تھے، میک اپ راجو نے کیا تھا لیکن میک اپ کے بعد جب میں نے خود اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا تو ایک لمحے کو بوکھلا کر رہ گیا، میرے چہرے پر اب گھنی مونچھوں اور ڈاڑھی کا اضافہ ہو چکا تھا، چہرے پر سیدھے ہاتھ کی طرف ناک کے قریب ایک بڑا سا تل بھی موجود تھا۔ الٹی جانب کنپٹی سے ذرا نیچے ایک معمولی زخم کا نشان تھا جو بڑی حد تک بھرا ہوا نظر آرہا تھا۔ خود راجو نے بھی اپنے چہرے کی مرمت کر ڈالی تھی اور اب وہ بالکل اسی حلیے میں نظر آرہا تھا جس میں میں نے اسے پہلی بار ندیم کے کیسینو میں اس وقت دیکھا تھا جب میں قسیم کی خاطر داور سے ٹکرایا تھا۔

راجو کے کہنے پر میں نے اس وقت لائٹ گرے کلر کی جینز اور ہلکی نیلی دھاریوں والی ڈھیلی ڈھالی بش شرٹ پہن رکھی تھی، راجو نے صرف ایک نیکر اور بنیان پر اکتفا کیا تھا۔ جس پر ایک حسین لڑکی کو مچھلی کا شکار کرتے دکھایا گیا تھا۔

اس وقت شام کے تقریباً پانچ کا عمل تھا، ہم دونوں اپنے کمرے کی بالکونی میں بید کی کرسیوں پر بیٹھے ساحل کا نظارہ کر رہے تھے جہاں قدرت کی رنگینیاں مختصر ترین لباس میں جگہ جگہ اٹھکیلیاں کرتی نظر آرہی تھیں۔ ان میں زیادہ تر جوڑے تھے لیکن تنہا مردوں اور عورتوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں تھی۔ یہ اور بات ہے کہ دو چار کے علاوہ بیشتر تنہا عورتیں اپنی زندگی کا نصف حصہ گزار چکی تھیں لیکن اب بھی ان کے جسم کی ساخت بتا رہی تھی کہ عمارت شاندار رہی تھی۔

راجو میز پر رکھی بوتل سے اپنے لیے تیسرا پیگ تیار کر رہا تھا، کبھی کبھی وہ گلے میں پڑی ہوئی دوربین آنکھوں سے لگا کر ساحل کی جانب دیکھنے لگتا، گلاس میرے سامنے بھی موجود تھا لیکن وہ نصف سے زیادہ خالی ہی رہنے دیا گیا تھا کہ اگر کوئی ویٹر یا ویٹرس قسم کی چیز آئے تو یہی سمجھے کہ ہم پینے میں مصروف ہیں، ہوٹل کے قریب ہی دو پلیٹیں بھی موجود تھیں جس میں تلے ہوئے جھینگے اور آلو کی ٹکیاں نظر آرہی تھیں۔

"راجو ۔۔۔" میں نے راجو کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم اس وقت جس حلیے میں نظر آرہے ہو یہی تمہارا اصلی روپ ہے۔"

"نہیں ۔۔۔" اس نے دوربین نظروں کے سامنے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "میں بھی آپ کی طرح میک اپ میں ہوں۔"

"تم نے ہوٹل کے رجسٹر میں کیا اندراجات کرائے ہیں۔"

"ہمارے نام بلرام اور رام اوتار ہی ہیں۔" راجو نے مجھے تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہم پونا کے رہنے والے ہیں جہاں بمبئی میں آپ کا قالینوں کے امپورٹ ایکسپورٹ کا دفتر موجود ہے۔ آپ کمپنی کے مالک ہیں اور میں منیجر، ہم دونوں یہاں بزنس ٹرپ پر آئے ہیں اور اپنا کام ختم کرنے کے بعد آج کل صرف سیر سپاٹے کے موڈ میں ہیں، ہماری واپسی شاید پندرہ دن بعد ممکن ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔ "کیا سی ویو میں ہمارا قیام صرف پندرہ دن رہے گا۔"

"باس نے یہی کہا تھا۔" راجو نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "دوسری ہدایت دو ہفتے بعد ہی ملے گی۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ ندیم نے ہمیں حلیہ تبدیل کرکے یہاں رہنے کا مشورہ کیوں دیا ہے۔" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"میرا کام باس کے حکم پر صرف عمل کرنا ہے، اس کی وجہ دریافت کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"بہت گہرے اور وفادار معلوم ہوتے ہو۔" میں مسکرایا پھر ایک تلا ہوا جھینگا ۔۔۔۔۔۔۔۔ اٹھا کر منہ میں ڈالتے ہوئے بولا۔ "کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ ہمیں ہمارے موجودہ حلیوں میں کوئی شناخت نہیں کر سکے گا۔"

"راجو ادھورا یا کچا کام کرنے کا عادی نہیں ہے۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔

"اگر ہم بھی ساحل پر گھومتے گھومتے نہانے کی غرض سے سمندر میں چلے گئے تو۔"

"اس وقت بھی ہمارا اصلی میک اپ برقرار رہے گا۔" راجو نے میری بات کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔ "میں نے جو میک اپ تیار کیا ہے وہ پلاسٹک میک اپ ہے جسے اتارنے کے لیے ہمیں دو تین گھنٹے درکار ہوں گے اور اس کے لیے کچھ خاص کیمیکل کی ضرورت بھی پیش آئے گی۔"

"ہمیں یہاں سیاحی کے علاوہ اور کیا کچھ کرنا ہوگا؟" میں نے یوں ہی پوچھ لیا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "کیا ہمیں سیاحوں والے شغل بھی کرنے ہوں گے۔"

"آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔" راجو مسکرایا

"انسان سمندر کے کنارے جائے اور پھر بھگوئے بغیر ہی واپس ہو جائے تو کچھ اچھا نہیں لگتا۔"

"آئی سی۔" میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔ "رنگین مزاج بھی ہو۔"

"زندگی اور موت کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا' کبھی بن بلائے آجاتی ہے اور کبھی آتے آتے اس طرح ٹل جاتی ہے کہ انسان ششدر رہ جاتا ہے۔" اس نے بڑے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا پھر ساحل کی طرف دیکھ کر ایک لمبا گھونٹ لیتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت جتنے لوگ ساحل پر موجود ہیں وہ تمام زندہ سلامت ہی اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے چونک کر راجو کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تم مجھے کیا باور کرانا چاہتے ہو۔"

"ذرا جھٹ پٹا اور ہو جائے تو ہم دونوں بھی ساحل کی طرف چلیں گے۔" راجو نے ایک بار پھر دوربین آنکھوں سے لگاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اکثر اچانک کوئی ان ہونی بات ہو جائے تو قرب و جوار کے لوگ بوکھلا جاتے ہیں' ممکن ہے ہمارے ساحل پر پہنچنے کے بعد کوئی خوب صورت صحت مند دوشیزہ اچانک ایک سسکاری لے کر پھڑپھڑا کر نرم ریت پر گرے اور ہمیشہ کے لیے....... پرسکون نیند سو جائے' ایسے موقعوں پر جو افراد بوکھلا کر بھاگتے ہیں وہ قانون کی نظروں میں مشکوک سمجھے جاتے ہیں' زیادہ معصوم اور بے قصور وہ ہوتا ہے جو لاش کے قریب کھڑا ہو کر اس کی موت کا سوگ منائے۔"

"کیا ندیم نے تمہیں ابھی یہ نہیں بتایا کہ میں پولیس کے ایک بڑے عہدے پر فائز رہ چکا ہوں۔"

"بتایا تھا۔ اسی لیے تو میں آپ کو جرائم کی دنیا کے اہم اصول بتا رہا ہوں۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" میں نے راجو کو وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔ "کیا ہمارے ساحل پر پہنچنے کے بعد حقیقتاً کوئی خوب رو اور صحت مند دوشیزہ اس دنیا سے کوچ کر جائے گی۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" راجو نے سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "اس لیے کہ یہ باس کا حکم ہے۔"

"کیا۔" میں اچھل پڑا۔ "تم قتل کرو گے اسے؟"

"شاید ایسا ہی ہو۔ بہرحال موت اس حسینہ کے مقدر میں رقم کی جاچکی ہے۔" راجو نے بے پروائی سے کہا پھر ساحل کی طرف نظر دوڑاتے ہوئے بولا۔ "زمانے نے کس قدر منزلیں طے کرلی ہیں لیکن ابھی تک کوئی ایسی مشین ایجاد نہیں کر سکے جو کسی کی موت کے وقت کا تعین کر سکے' یہ دنیا بھی عجیب ہے۔ انسان پانی کے کسی حقیر بلبلے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ ابھی وہ زندگی سے بھرپور مسکراہٹیں ہونٹوں پر سجائے نرم ریت پر محو خرام ہے مگر اس بات سے قطعی لاعلم ہے کہ کچھ دیر بعد اس کے جسم اور روح کا تعلق ہمیشہ کے لیے ختم ہونے والا ہے۔"

"کیا تم اس دوشیزہ سے واقف ہو؟"

"ہاں..... صرف اسی حد تک کہ وہ مسٹر گراہم کی سب سے عزیز ترین داشتہ ہے۔"

"راجو..... تم نے ابھی کچھ دیر پہلے کہا تھا کہ تم صرف ندیم کے کہنے پر عمل کرنے کے عادی ہو۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"پھر تم مجھے اس دوشیزہ کے بارے میں قبل از وقت کیوں بتا رہے ہو' موت جس کے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

"یہ بھی باس کا حکم تھا کہ آپ کو اس سے آگاہ کر دیا جائے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"یہ باس ہی بہتر جانتا ہے۔" راجو نے گول مول لہجے میں جواب دیا۔ "ہمارا کام صرف حکم پر عمل کرنا ہے۔"

"کیا ساحل پر تمہارے کچھ اور ساتھی بھی موجود ہوں گے؟"

"ہو بھی سکتے ہیں لیکن مجھے اس کا علم نہیں۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر گلاس میں بچی شراب کو ایک ہی گھونٹ میں حلق کے نیچے اتارتے ہوئے بولا۔ "ہمیں اب چلنا چاہیے' باس نے ٹھیک سوا سات بجے ڈیڈ لائن مقرر کی تھی' اس وقت ساڑھے چھ کا عمل ہے' ہمیں ساحل تک پہنچنے اور اپنے کام کو عملی جامہ پہنانے میں پینتالیس منٹ ضرور لگ جائیں گے۔"

"کیا تم موت سے پہلے مجھے اس لڑکی کو ایک نظر دیکھنے کو موقع نہیں دو گے۔"

"سوری....." راجو نے مسکراتے ہوئے کہا پھر میرے ساتھ ہی اٹھ کر ہوٹل سے باہر آگیا۔

ہمارے علاوہ اور بھی بہت سارے افراد ساحل کی طرف آجا رہے تھے' جیسے جیسے ساحل قریب آرہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوتی جارہی تھیں' میری متجسس نظریں ہر اس خوب رو اور صحت مند دوشیزہ کے چہرے کو گھور رہی تھیں جو ساحل کے قریب موجود تھی'

ان میں سے کسی ایک کو موت سے ہمکنار ہونا تھا۔ کیسے؟ یہ بات شاید راجو اور ندیم کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم تھی۔ مجھے صرف اتنا معلوم تھا [illegible] دوشیزہ کی موت گراہم کے لیے منہ توڑ جواب تھا جس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا۔ ندیم کے سوچنے کا [illegible] میرا اندازہ تھا' بظاہر جو دوشیزہ موت کا شکار ہونے والی تھی اس کا مجھ پر حملے سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا لیکن اسے گراہم کی ایک مذموم حرکت کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا تھا' اسی طرح جس طرح مجھے لاتعلق ہونے کے باوجود نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔

راجو نے ساحل کے قریب پہنچ کر ایک خالی سگریٹ ہولڈر جیب سے نکال کر ہونٹوں کے درمیان دبا لیا۔ میں نے اس ہولڈر کو بغور دیکھا' اس میں بظاہر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں اکثر لوگوں کو جانتا تھا جنہیں کسی بیماری کے پیش نظر تمباکو نوشی سے روک دیا گیا تھا مگر وہ محض خود کو تسلی دینے کی خاطر بغیر جلی سگریٹ' سگار ہولڈر یا پھر پائپ ہونٹوں کے درمیان دبائے گھومتے رہتے تھے۔

ساحل پر ٹہلتے ہوئے اچانک میری نظر ایک ایسی خوبرو حسینہ کے چہرے پر پڑی جو صحت مند ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے جاذب نظر خدوخال کی مالک تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک نوجوان بھی تھا جو کچھ فاصلے سے چل رہا تھا۔ شاید وہ اس خوب صورت دوشیزہ کا باڈی گارڈ تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں بڑی سرعت سے ایک خیال ابھرا۔ "کہیں شکار ہونے والی عورت وہی تو نہیں تھی؟" لیکن پھر اس سے پیشتر کہ میں اس کی تصدیق راجو سے کرتا' خوبرو دوشیزہ نے اچانک ایک دردناک سسکاری بھری پھر وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کے مانند نرم ریت پر ڈھیر ہو گئی پھر دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کا اچھا خاصا ہجوم اس کے گرد جمع ہو گیا۔

بلو پائپ (وہ پائپ جس کے ذریعے زہریلی سوئیاں شکار کی جانب پھینکی جاتی ہیں) میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ میں نے راجو کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا' خالی پائپ جو سگریٹ ہولڈر نما تھا بدستور اس کے ہونٹوں کے درمیان موجود تھا۔

دو گھنٹے تک ساحل پر موجود افراد حسینہ کے ریت پر بکھرے ہوئے نیم عریاں جسم کو دیکھتے رہے' اس کے ساتھ جو باڈی گارڈ تھا وہ بری طرح بوکھلایا ہوا نظر آرہا تھا لیکن اس نے کسی ڈر یا خوف سے اپنی زبان نہیں کھولی تھی پھر پولیس کی گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی آگئیں' مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا' ضروری کارروائی کے بعد لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کردیا پھر لوگوں کے بیان پر اس نوجوان کو بھی حراست میں لے لیا گیا جو مرنے والی کے ساتھ نظر آرہا تھا' اس نے اپنی زبان بڑی سختی سے بند کر رکھی تھی۔

راجو بدستور بے پروا نظر آرہا تھا۔ وہ خاصے مضبوط اعصاب کا مالک تھا جو بھرے مجمعے میں ایک دوشیزہ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے باوجود بالکل نارمل نظر آرہا تھا' ممکن ہے اسے صرف اس دوشیزہ کے قتل ہونے کا علم رہا ہو اور واردات کسی اور نے کی ہو لیکن راجو نے بہرحال یہی ظاہر کیا تھا۔ وہ ذمے داری ندیم نے اسی کو سونپی تھی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ راجو نے مجھے اندھیرے میں رکھنے کی خاطر غلط بیانی سے کام لیا ہو تاکہ میں اس واردات کو روکنے کے سلسلے میں کوئی اقدام نہ کر سکوں۔

ہوٹل واپس آنے کے بعد میں نے راجو کو مشتبہ نظروں سے دیکھا لیکن اس کے چہرے پر ایسی کوئی علامت نہیں تلاش کر سکا جو عموماً قاتل کے چہرے پر یا پھر اس کی حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتی ہے' خالی پائپ بدستور اس کے ہونٹوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا۔

"راجو....." میں نے اسے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ "کیا میں تمہارا یہ خوب صورت پائپ ایک نظر دیکھ سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں۔" اس نے خوش دلی کا مظاہرہ کیا پھر وہ پائپ منہ سے نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ میں اسے خاصی دیر تک دیکھتا رہا لیکن مجھے اس میں بھی بظاہر ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی جو "بلو پائپ" کے شبہے کی تصدیق کر سکتی' میں نے خاموشی سے پائپ اسے واپس کیا تو وہ بڑے معنی خیز انداز میں بولا۔

"آپ کو پسند آگیا ہے تو شوق سے رکھ لیجیے میں بازار سے دوسرا خرید لوں گا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب ایک دو روز کے لیے سیاحوں کی بڑی تعداد ساحل سے دور ہی رہے گی۔" میں اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

"ہو سکتا ہے کہ آپ کی قیاس آرائی درست ثابت ہو لیکن اس قسم کی وارداتیں تو آئے دن ہوتی ہی رہتی ہیں۔" راجو نے سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔ "دو چار گھنٹے تک سراسیمگی کا عالم ضرور طاری رہتا ہے لیکن اس کے بعد حالات پھر نارمل ہو جاتے ہیں۔"

"کل کے لیے تمہارے پاس کیا پروگرام ہے۔" میں

نے جھجکتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"کل ہم ایک ایسے ہوٹل میں چلیں گے جسے مقامی لوگ سیاحوں کی جنت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔" راجو نے مسکرا کر جواب دیا۔ "وہاں رنگین مزاج لوگوں کی دل بستگی کے سامان پورے کیل کانٹے سے موجود ہوتے ہیں' اس کے علاوہ بھی وہاں سیاحوں کے لیے ہر قسم کی تفریح مہیا کی گئی ہے۔"

"کیا وہاں بھی کسی کے قتل کا پروگرام طے ہے۔"

"باس کے حکم پر منحصر ہے' فی الحال میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" راجو نے شانے اچکاتے ہوئے کہا پھر سگریٹ ہولڈر منہ میں دبائے دبائے ہی باتھ روم میں چلا گیا۔

سگریٹ ہولڈر' نجانے کیوں میرا ذہن ایک بار پھر اسی ہولڈر میں الجھ گیا' میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ کسی نہ کسی زاویے سے وہی مرنے والی کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ اس میں یقیناً کوئی ایسا خفیہ میکنزم موجود ہوگا جو اسے استعمال کرنے والے کے سوا کسی دوسرے کی نگاہوں میں نہیں آسکتا تھا۔

※

راجو مجھے دوسرے دن جس ہوٹل میں لے گیا وہ سیاحوں کی جنت اس طرح تھا کہ یہاں کچھ زیادہ ہی آزاد ماحول اور مغربی تہذیب کے آثار موجود تھے' یہاں پر سیاحوں کی دل بستگی کے لیے ہر وہ آسائش اور آسانی تھی جس کے بارے میں سوچا جاسکتا تھا۔ خوب صورت اور حسین لڑکیاں نیم عریاں لباس میں ملبوس ہر آنے والے کو دعوت گناہ دے رہی تھیں' بہکے ہوئے شرابیوں کو شکار کرنے کا یہ بھی ایک بے ہودہ انداز تھا جو مغربی تہذیب میں ہمیشہ سے رائج ہے اور شاید اس میں کمی آنے کے بجائے اور اضافہ ہی ہوتا چلا جائے بہکے ہوئے یا بھٹکے ہوئے ذہن کو آسودگی بخشنے کا یہ گھٹیا طریقہ ہر چند کہ اخلاق اور تہذیب کے دائرے سے گرا ہوا تھا لیکن ابھی تک مروج تھا۔ مجھے صدر دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی ایسا لگا جیسے کسی نے بھرے بازار میں میرے جسم سے کپڑے اتار لیے ہوں پھر میری نظر اپنے ہی ایک ہم وطن پر پڑی جو خود کو ہمیشہ بہت زیادہ پارسا اور پاکباز ظاہر کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن اس وقت وہ بھی کسی [illegible] کے ساتھ ایک سہمی ہوئی لڑکی کو اپنے بازوؤں میں دبائے لڑکھڑاتے قدموں سے بائیں جانب بنے ہوئے سوئمنگ پول کی طرف جارہا تھا جہاں بے شرمی اور بے حیائی اپنے پورے عروج پر تھی' فضا میں ہر سو انواع و اقسام کے نشے کی خوشبو رچی بسی تھی جو کم از کم میرے لیے قطعی ناقابل برداشت تھی۔ میں نے پلٹ کر راجو کی طرف دیکھا جو بے غیرتوں کی طرح مست نظر آرہا تھا' میں دل ہی دل میں اس کی اداکارانہ صلاحیتوں کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیا ہمارا یہاں آنا ضروری تھا۔" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"قطعی نہیں۔" راجو نے مدھم آواز میں لہراتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم صرف اپنے سیاح ہونے کا ثبوت پیش کرنے کی غرض سے یہاں آئے ہیں۔"

"مجھے اس ماحول سے وحشت ہورہی ہے۔" میں نے کڑوا سا منہ بنا کر کہا۔ "ہوسکتا ہے سب کھایا پیا ایک ہی ابکائی میں حلق سے باہر آجائے۔"

"فوری طور پر ہماری واپسی دوسروں کو مشکوک کرسکتی ہے۔" راجو نے بڑے تجربے کی بات کی۔ "ہم کچھ دیر کے لیے سوئمنگ پول کی طرف چلتے ہیں کھلی فضا میں سانس لینا ہمارے لیے زیادہ مفید ثابت ہوگا۔"

"کیا میں آپ کی مدد کرسکتی ہوں۔" ایک شوخ سی بنی ہوئی دوشیزہ نے قریب آکر ہمیں باری باری نشیلی اور قاتل نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اس کے ہاتھ میں گلاس تھا جو آدھے سے زیادہ خالی ہوچکا تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا' وہ پینتیس سال سے کچھ زیادہ ہی کی رہی ہوگی لیکن میک اپ کے کمال نے اس کی اصلی عمر کو بڑی حد تک نکھار رکھا تھا۔ مجھے اس پر ترس آنے لگا' نجانے کون سی ضرورت یا حالات اسے اس ہوٹل تک لے آئے تھے' اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ساغر چھلکتے نظر آرہے تھے لیکن بات کرنے کا لب ولہجہ اس بات کی چغلی کھا رہا تھا کہ وہ پیشہ ور نہیں تھی' صورت شکل اور رنگت کے اعتبار سے وہ مقامی ہی لگ رہی تھی' شاید حالات کے بھنور میں پھنس کر وہ بے بس ہوچکی تھی۔

"تمہارا نام کیا ہے بنی؟" راجو نے بے تکلفی سے اس کی کمر کے گرد ہاتھ ڈال دیے۔

"میلیا۔" اس نے راجو کے گال پر ہلکی سی چٹکی لیتے ہوئے شوخی سے پوچھا۔ "یو آر انڈین۔"

"او یس۔ مائی نیم رام اوتار۔" راجو نے بہکتے ہوئے جواب دیا۔

"تم ادھر پہلی بار آیا۔"

"ون ویک پہلے بھی آیا تھا لیکن اس روز وہ جھگڑا لے آئی مین کرانگ ہیرو والا تمہارے ساتھ رومانس کررہا تھا۔"

"ولیم ہوگا۔" وہ کچھ سوچ کر بولی پھر اس نے کاروباری انداز اختیار کرلیا۔ "وہ سالا ایک دم باسٹرڈ ہے۔ ڈیم' بلاڈی فول۔ یو نو وہ ہم کو کیا بولتا۔"

"کیا بولتا؟"

"مسٹرس۔"

"نان سنس۔" راجو نے اسے اپنی بانہوں میں کھینچتے ہوئے کہا۔ "کوئی مینٹل ہوگا یا پھر زیادہ ڈرنک کرگیا ہوگا۔"

"اوہ نو۔" اس بار اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہم کو معلوم ہے اس کا ایک مسٹرس ہوتا جو کسی امریکن کے ساتھ بھاگ گیا۔ اس کا فیس ہم سے ملتا اس لیے وہ ہم کو مسٹرس بولتا پور فیلو۔"

"پور فیلو۔" راجو لڑکھڑاتے ہوئے میلیا کے ساتھ نے لگا۔ "ہی از اے چیٹر' کراڈ' بیوٹی فل گرلز کو ٹریپ کرنے کے لیے سالا بوسڑی مارتا۔"

"وہاٹ بوسڑی۔" میلیا نے تعجب سے پوچھا' شاید اسے اتنی اردو یا ہندی نہیں آتی تھی کہ وہ بوسڑی کا مطلب سمجھ پاتی۔

"بوسڑی ـــــ بوسڑی ـــــ اوہ یس ـــــ فالس اسٹوری۔" راجو نے بوسڑی کا انگریزی ترجمہ کرتے ہوئے کہا پھر معنی خیز لہجے میں بولا۔ "ریو فری۔"

"یس۔" وہ نہایت بے شرمی سے بولی۔ "ایٹ یور سروس۔"

"ول یو ڈانس اینڈ ڈرنک ود می۔"

"وہائی ناٹ۔" میلیا نے پیشہ ورانہ انداز میں کہا۔ "یو آر اے ہینڈسم گائی۔ آئی لو انڈین۔"

"تھینکس۔" راجو نے اسے والہانہ نگاہوں سے دیکھا پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کمرے کی جانب بڑھنے لگا جس پر ڈانسنگ فلور کا رنگ برنگا نیون سائن جل بجھ رہا تھا' جاتے جاتے راجو نے دوسروں سے نظریں بچا کر مجھے بڑی خوب صورتی سے آنکھ ماری تھی لیکن میں اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہی رہا۔

راجو اس وقت جو پارٹ پلے کررہا تھا اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور تھی لیکن میرے لیے وہاں اب ایک لمحہ بھی رکنا محال ہورہا تھا' میرا جی بری طرح مالش کررہا تھا۔ میں واپسی کے ارادے سے صدر دروازے کی جانب پلٹا ہی تھا کہ اچانک میری نگاہیں ایک ایسی عورت سے چار ہوگئیں جس کی وہاں موجودگی میرے لیے تعجب خیز بھی تھی اور حیران کن بھی۔ شاید وہ اس حیاسوز ماحول میں اپنے خوب صورت ماضی کو تلاش کرنے آئی تھی جو بری طرح مسخ ہوچکا تھا۔

اس کی عمر کسی طرح بھی ستر اسی سے کم نہیں لگ رہی تھی' چہرے پر جابجا جھریاں لٹکتی نظر آرہی تھیں' صورت و شکل کے اعتبار سے بھی وہ کوئی چڑیل ہی نظر آرہی تھی' اس کی ناک ضرورت سے کچھ زیادہ خمیدہ تھی جس کی وجہ سے اس کی شخصیت مضحکہ خیز بن کر رہ گئی تھی۔ اس کے جسم پر ڈھیلا ڈھالا لباس تھا جسے غالباً استری کیے بغیر ہی زیب تن کرلیا گیا تھا' اس کے بال الجھے ہوئے اور بے ترتیب سے تھے لیکن اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی جو اسے دوسروں سے نمایاں کررہی تھی۔ لمبے اوور کوٹ میں دونوں ہاتھ ڈالے وہ مجھے اس طرح ٹکٹکی باندھے گھور رہی تھی جیسے میری صورت میں وہ اپنے کسی مردہ یا بچھڑے ہوئے عزیز کو تلاش کررہی ہو یا اس شخص کا عکس محسوس کررہی ہو جس نے اس کے حسین ماضی کو ڈس کر ایک قابل رحم مستقبل کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔

میں نے اسے غور سے دیکھا' وہ جو کوئی بھی تھی اس کی حالت قابل رحم تھی لیکن میں نے اس پر رحم کھانے کی خاطر وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا' اس کے مکروہ وجود سے نظر ہٹا کر تیزی سے لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوٹل سے باہر نکلا اور ایک ٹیکسی پکڑ کر اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہوگیا۔

کھلی فضا اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے میری مکدر طبیعت کو بڑی حد تک بحال کردیا تھا' ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے مجھے بس اچانک ہی اس بات کا شبہ ہوا۔ جیسے کوئی میرا تعاقب کررہا ہے' میں نے تیزی سے پلٹ کر پیچھے بھاگتی ہوئی سڑک پر نظر ڈالی' وہاں دور دور تک کسی گاڑی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

واپسی پندرہ منٹ بعد ہوئی' اب وہ اپنے نائٹ گاؤن میں ملبوس تھی۔

"بچے ابھی تک جاگ رہے ہیں۔" اس نے دیوار گیر گھڑی پر نظر ڈالی جو ڈیڑھ بجے کے عمل کا اعلان کر رہی تھی۔

"مجھے تمہارا انتظار تھا۔"

"خیریت___" راجو نے بستر پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کوئی خاص بات؟"

"ہاں___ میں تم سے یہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ تم نے اس لڑکی کے ساتھ سوئمنگ پول کی طرف جاتے وقت مجھے آنکھ کیوں ماری تھی؟ کیا کوئی خاص مصلحت تھی؟"

"نہیں___" راجو مسکرا کر بولا۔ "وہ تو میں نے بس یوں ہی خود کو اوباش ظاہر کرنے کی خاطر ایک عامیانہ حرکت کی تھی۔"

"اس لڑکی کے ساتھ تمہارا وقت کیسا گزرا۔"

"ویسا ہی جیسا کسی سیاح کے ساتھ ایک کال گرل کا گزرتا ہے۔" راجو نے جماہی لیتے ہوئے کہا پھر بستر پر دراز ہو گیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"تم کیا سمجھتے ہو کیا گراہم اپنی سب سے عزیز داشتہ کی موت کے غم کو آسانی سے برداشت کرے گا؟"

"اس کا جواب تو خود گراہم ہی بہتر طور پر دے سکتا ہے۔" راجو نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"نارمن' ہاورڈ اور پھر وہ خوبرو حسینہ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا گراہم حالات کی کڑیاں ملانے کی کوشش نہیں کرے گا اور ایسی صورت میں جبکہ اس کو اس بات کا شبہ ہو چکا ہے کہ نارمن اور ہاورڈ کی موت میں کس کا ہاتھ ہے' گراہم کے لیے بقیہ تین آدمیوں کی موت جو سیڈان میں لگنی والی آگ کا نتیجہ تھی مشکوک ہوگی' ایک ہی روز میں اس کے پانچ افراد لقمۂ اجل بن گئے اور اب___"

"یہ سب کچھ سوچنا اور سمجھنا باس کا کام ہے۔" راجو شانے اچکاتے ہوئے بولا۔ "ہمارا کام صرف حکم کی تعمیل کرنا ہے۔"

"وہ لڑکی جو تم سے ہوٹل میں ملی تھی وہ گراہم کی طرف سے ایک ٹریپ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے جیسا آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"اس یقین کی کوئی وجہ۔"

"یہ بات آپ کے علم میں بھی آ چکی ہے کہ گراہم کو اس کے حلقے میں آکٹوپس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اگر اسے ہمارے خلاف کوئی شبہ ہوتا تو اب تک وہ باس پر جوابی حملہ کرا چکا ہوتا۔" راجو نے جواز پیش کیا۔ "شہر میں بے شمار ایسے شوریدہ پشت اور خطرناک قاتل موجود ہیں جو گراہم کے ایک اشارے پر کسی بھی بڑے سے بڑے آدمی پر بھوکے شکاری کتوں کی طرح ٹوٹ پڑنے کو اپنے لیے ایک اعزاز سمجھیں گے۔"

"کیا تم گراہم کے بارے میں پہلے سے بھی کچھ جانتے ہو؟" میں نے راجو کو کریدنے کی خاطر کہا' "میرا مطلب ہے کہ کیا تم اس سے پہلے بھی مل چکے ہو یا صرف ندیم کی فراہم کردہ اطلاع پر قیاس آرائی کر رہے ہو۔"

"مجھے اس وقت بڑی شدت سے نیند آ رہی ہے۔" راجو نے مجھے ٹالنے کی خاطر ایک بار پھر طویل جماہی لیتے ہوئے کہا' پھر دوسری کروٹ لے لی' غالباً اسے ندیم کی طرف سے ایسی ہی ہدایت ہوگی کہ بغیر اس کی اجازت کے زبان نہ کھولی جائے۔ میں نے راجو کو زیادہ ٹٹولنے کی کوشش نہیں کی اور ہاتھ بڑھا کر لائٹ آف کر دی!

دوسری صبح میں بیدار ہوا تو راجو کے خراٹوں کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی' رات شاید اس نے زیادہ ہی چڑھالی تھی جو نو بجے کے بعد بھی گہری نیند کے مزے لوٹ رہا تھا ورنہ عام طور پر وہ مجھ سے پہلے بیدار ہونے کا عادی تھا۔ میں واش روم جانے کے لیے ابھی بستر سے اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کسی نے دروازے پر زور سے دستک دی' میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو تین افراد مجھے دھکیلتے ہوئے تیزی سے اندر داخل ہوئے' وہ تینوں ہی بہترین سوٹ بوٹ میں ملبوس تھے' بظاہر کھاتے پیتے لوگ نظر آ رہے تھے لیکن ان کی آنکھوں میں نظر آنے والی مخصوص چمک نے ان کی اصلیت مجھ پر ظاہر کر دی' وہ اچھے لوگ نہیں تھے' اندر داخل ہوتے ہی ایک نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بولٹ کیا' باقی دو نے برق رفتاری سے بغلی ہولسٹر سے آٹو میٹک نکال لیے تھے جن پر اعلیٰ قسم کا سائلنسر بھی فٹ تھا۔

"اس حرکت کا مطلب___" میں نے انہیں تیز نظروں سے گھورا۔ "اس طرح کسی کے کمرے میں گھس آنا کہاں کی شرافت ہے۔"

"خاموش___" دراز قد والے نے کرخت لہجے میں کہا۔ "ہم یہاں تم سے شرافت یا تہذیب کا درس لینے نہیں آئے ہیں۔"

"لیکن___"

"ہم سے کم بات کرنے کی کوشش کرو۔" دوسرے کے انداز میں سفاکی تھی۔ "زندگی چاہتے ہو تو ہمارے سوالات کا ٹھیک ٹھیک جواب دو ورنہ ہمیں تم دونوں کی موت پر کوئی

صدمہ نہیں ہو گا۔"

تیسرا شخص ریوالور کے دستے پر گرفت مضبوطی سے تھامے راجو کے سرہانے پہنچ چکا تھا، فوری طور پر میرے ذہن میں ایک ہی خیال ابھرا، وہ تینوں یقیناً گراہم کے گروہ کے لوگ تھے جو غالباً "سی ویو" میں مقیم تمام کسٹمرز کو باری باری ٹٹولنا چاہتے تھے۔ میں نے کسی گھبراہٹ کا ثبوت دینے کے بجائے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"تم شاید غلط جگہ آ گئے ہو۔"

"اس کا فیصلہ ہم بعد میں کریں گے۔" دراز قد والے نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا قیام سی ویو میں کب سے ہے؟"

"اتنی سی بات تو تم کاؤنٹر کلرک سے بھی معلوم کر سکتے تھے۔" میں نے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" دوسرے نے مجھے قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا، میں سمجھ رہا تھا کہ وہ نفسیاتی طور پر مجھے کریدنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"بلرام۔۔۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"دوسرا کون ہے۔۔۔" اس نے راجو کی سمت اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"میرا منیجر۔۔۔ رام اوتار۔"

"کیا کرتے ہو۔۔۔"

"قالینوں کا کاروبار۔۔۔"

"سی ویو میں تمہارے قیام کا مقصد کیا ہے۔"

"دہاٹ نان سنس۔" میں نے دیدہ و دانستہ جھلاتے ہوئے کہا۔ "کوئی شخص کسی ہوٹل میں کیوں قیام کرتا ہے۔"

"خاص طور پر تم نے سی ویو ہی کا انتخاب کیوں کیا؟"

"محض تفریح کی خاطر۔۔۔" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "ساحلی علاقے تھکے ہوئے ذہنوں کو زیادہ سکون پہنچاتے ہیں۔۔۔ اور کچھ۔"

"جو لوگ تفریح طبع کے لیے ساحلی ہوٹلوں کو پسند کرتے ہیں وہ کمرے میں گھسے بیٹھے رہنے کے عادی نہیں ہوتے اور ہماری اطلاع کے مطابق تم دونوں زیادہ تر۔۔۔"

"یہ سراسر غلط ہے۔" میں نے تلملا کر احتجاج کیا۔ "تمہیں یقیناً کسی نے غلط اطلاع فراہم کی ہے لیکن تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔"

"کل شام تم دونوں چھ اور آٹھ بجے شام کے درمیان کہاں تھے؟" دراز قد والے نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"سمندر کے کنارے چہل قدمی کر رہے تھے لیکن۔۔۔" میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"لیکن کیا۔۔۔"

"ایک خوب صورت دوشیزہ کی موت نے سارا مزہ کرکرا کر دیا۔" میں نے انہیں تاریکی میں رکھنے کی خاطر قیاس آرائی کا انداز اختیار کیا۔ "میرا خیال ہے وہ ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے اس دنیا سے سدھار گئی۔"

"تمہیں اس کا اندازہ کس طرح ہوا کہ وہ کیس ہارٹ فیلیور ہی کا تھا۔"

"موت سے کچھ دیر پہلے وہ بھلی چنگی لگ رہی تھی لیکن پھر بیشتر لوگوں نے ایک ہی منظر دیکھا، وہ مسکراتے مسکراتے یک دم سنجیدہ ہو گئی تھی پھر اچانک ہم نے اسے نرم ریت پر گرتے دیکھا اور اس کے بعد لوگوں کا ہجوم اس کے گرد جمع ہو گیا، بعد میں اس کے موت کی تصدیق نے سب ہی کو افسردہ کر دیا تھا۔"

"تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟" دوسرے شخص نے تیزی سے پوچھا۔

"ہندوستان سے۔" میں نے جواب دیا۔ "پونا میں ہمارا ہیڈ آفس بلرام انٹرپرائز کے نام سے مشہور ہے۔"

"کیا تم ان چہروں کو شناخت کر سکو گے جو اس خوبرو عورت کی موت کے وقت اس کے قریب موجود تھے۔"

"مشکل ہے اس لیے کہ عورت کے مرتے ہی ساحل پر موجود سیکڑوں افراد اس کی خیریت معلوم کرنے کی خاطر اس کے اطراف جمع ہو گئے تھے۔۔۔" میں نے بے زاری سے کہا پھر چونکتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ لوگوں کا تعلق محکمہ پولیس یا سراغ رسانی سے ہے۔"

"ہم تمہارے کمرے سے جانے سے پیشتر تمہارے سفری دستاویز دیکھنا پسند کریں گے۔" دراز قد والے نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ضرور۔۔۔ ضرور۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا پھر وہ تمام سفری دستاویز نکال کر ان کے حوالے کر دیں جو ندیم نے قبل از وقت تیار کرا کے ہمارے حوالے کی تھیں، وہ دونوں خاصی دیر تک ہمارے پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات دیکھتے رہے، ان تصویروں کو ہمارے چہرے سے ملاتے رہے جو پاسپورٹ پر چسپاں تھیں۔

"ٹھیک ہے۔" دوسرے شخص نے کاغذات مجھے لوٹاتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ تم وہ نہ

ہو جس کی ہمیں تلاش ہے لیکن اس کے باوجود ہماری اجازت کے بغیر تم سی ویو سے کہیں دوسری جگہ شفٹ ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"روانگی کی صورت میں ہم آپ سے کس طرح رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔" میں نے سوال کیا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کا کوئی کانٹیکٹ نمبر۔۔۔"

"اس کی اطلاع تم ہوٹل کے منیجر کو کرو گے اس کے بعد وہ ہم سے رابطہ قائم کر کے تمہیں جانے کی اجازت دے سکتا ہے۔"

"آپ حضرات کا تعلق۔۔۔"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو اور اس بات کا خاص خیال رہے کہ تم ہماری یہاں آمد اور تفتیش کا ذکر کسی اور سے نہیں کرو گے ورنہ کھیل بگڑ بھی سکتا ہے۔"

"او۔کے۔۔۔" میں نے بڑی سعادت مندی کا ثبوت دیا۔ "میں آپ لوگوں کے بارے میں اپنی زبان بند ہی رکھوں گا۔"

ان تینوں نے میرا جملہ ختم ہوتے ہی ایک دوسرے کی جانب دیکھا پھر جس تیزی سے آئے تھے اسی تیزی سے واپس چلے گئے۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر پلٹ کر راجو کی سمت دیکھا جس کے خراٹے بدستور کمرے میں گونج رہے تھے۔ مجھے اس بات پر حیرت بھی تھی کہ انہوں نے صرف ہماری دستاویز چیک کرنے پر اکتفا کیا تھا۔ ہمارے سازوسامان کو کھنگالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ جس انداز میں آئے لوٹ گئے تھے اس سے مجھے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ ان کا تعلق کم از کم پولیس کے محکمے سے نہیں تھا، اگر ہوتا تو وہ قانون کے مطابق کسی چھان بین سے پیشتر اپنی شناخت ضرور کراتے۔ وہ یقیناً گراہم کے آدمی تھے جو اپنے باس کی سب سے زیادہ عزیز داشتہ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کی خاطر ساحلی علاقے پر واقع ہوٹلوں میں قیام پذیر لوگوں کو کریدتے پھر رہے تھے۔

کچھ دیر تک میں حالات کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرتا رہا، ندیم نے لندن کا جو پروگرام مرتب کیا تھا اس کا پہلا مقصد یہ تھا کہ وہ تیم کے ذہن سے اس کے ماضی کو کھرچ ڈالنے کا خواہشمند تھا، اس کے علاوہ میری غیر موجودگی میں اس نے میرے سب سے بڑے کاروباری دشمن کو بھی انتہائی خوب صورتی سے راستے سے ہٹا دیا تھا لیکن ہارمنز اور ہاورڈ کی موت کے بعد سے جس کہانی کی ابتدا ہوئی تھی اس نے میرے ذہن کو پراگندہ کر دیا تھا۔ حالات سدھرنے کے بجائے آئے دن ایک نئی پیچیدگی پیدا کرتے جا رہے تھے، ان ہی نامساعد حالات کی بنا پر مجھے میک اپ کر کے ندیم اور تیم سے دور رہنا پڑا تھا۔

تھوڑی دیر بعد راجو انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا، میں نے اسے نئے حالات سے باخبر کیا تو ایک لمحے کے لیے وہ بھی سنجیدگی سے کسی خیال میں مستغرق ہو گیا پھر اس نے اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"گویا اب یہ قصہ ختم ہونے کے بجائے اور طول پکڑتا جائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے کہ اب گراہم کو ایسے ان تین شکاری کتوں کی موت پر بھی ماتم کرنا پڑے جو ہماری تلاش میں ادھر ادھر بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔۔۔"

"میں باس کو بہت قریب سے جانتا ہوں۔" راجو بولا۔ "وہ کم از کم اس بات کو بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ کسی بھی مخالف گروہ کے لوگ اس کے آدمیوں کا سکون برباد کریں۔۔۔ آپ کا تعلق تو زیادہ گہرا ہے۔"

"کیا ندیم کو اب تک حالات کا علم ہو چکا ہو گا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"عام حالات میں ہمیں باس کے حکم کے بغیر زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہے لیکن یہاں چونکہ معاملہ آپ کی ذات سے ہے اس لیے آپ کے اطمینان کے لیے اتنا بتا دینا کافی سمجھتا ہوں کہ ہم یہاں دو نہیں ہیں۔ چار دوسرے افراد بھی ہر وقت ہماری نگرانی پر مامور ہیں۔ انہوں نے باس کو خفیہ طور پر اب تک معاملات سے باخبر کر دیا ہو گا۔"

"کوئی وجہ نہیں کہ میں تمہاری بات کو ماننے سے انکار کروں لیکن ایک سوال اب بھی باقی رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"تم پورے وثوق کے ساتھ کس طرح کہہ سکتے ہو کہ جن تین افراد نے ہمیں کھنگالنے کی کوشش کی تھی ان کی موت بھی یقینی ہو گی۔"

"باس دشمنوں کو اندھیرے میں شکار کرنے کا عادی نہیں ہے۔" راجو نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "وہ ہمیشہ اپنے مخالف کو للکار کر مارنے کا عادی ہے۔ اگر وہ تینوں گراہم کی ٹیم کے افراد تھے تو باس کی طرف سے اب تک ان کے موت کے احکام جاری ہو چکے ہوں گے۔"

"لیکن اس طرح تو معاملات اور خطرناک صورت

اختیار کرلیں گے۔"

"گراہم کو ڈھیل دینا بھی مناسب نہیں ہے ورنہ وہ اور کھل کھیلنے کی کوشش کرے گا۔" راجو نے زہر خند لہجے میں جواب دیا۔ "اپنا باس گربہ کشتن روز اول کے اصول کا قائل ہے۔"

"ہوگا مگر ایک بات ابھی تک میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "گراہم کی داشتہ کو قتل کرنے سے ندیم کو کیا فائدہ حاصل ہوا ہوگا۔"

"ممکن ہے اس طرح باس گراہم کو یہ باور کرانا چاہتا ہو کہ اگر اس نے باس کے ساتھ کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔"

"تم شاید ایک بات کو نظرانداز کر رہے ہو۔"

"وہ کیا.....؟"

"گراہم مقامی باشندہ ہے اور اس کا تعلق جس کاروبار سے ہے وہ بااثر لوگوں کے تعاون کے بغیر نہیں چمک سکتا' ایسی صورت میں کیا ندیم کا گراہم سے ٹکر لینا دانشمندی کے منافی نہیں ہے۔"

"اپنے اپنے سوچنے کا انداز ہے۔" راجو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے میرا ذاتی خیال ہے کہ باس دنیا کے کسی بھی خطے میں دوسروں کے مقابلے میں کمزور نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سیر پر سوا سیر ثابت ہوا ہے۔ کم از کم میرا تجربہ تو یہی ہے۔"

"تم ندیم کے ساتھ کب سے ہو؟" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔

ٹھیک اسی وقت راجو کے ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی سے الارم کی مدھم آواز ابھری۔ اس کے ساتھ ہی ایک ننھا سا باریک سرخ دانہ روشن ہوگیا' گھڑی کے اندر انتہائی حساس اور طاقت ور قسم کا کوئی ٹرانسمیٹر تھا' راجو نے تیزی سے گھڑی کی چابی معمول سے کھینچی تو اس پر ایک بھرائی ہوئی مدھم آواز ابھرنا شروع ہوگئی' میں چونکہ راجو کے قریب ہی بیٹھا تھا اس لیے ابھرنے والی آواز کو سن سکتا تھا' بولنے والے کا انداز بتارہا تھا کہ وہ لب ولہجہ تبدیل کرکے بات کر رہا تھا۔

"ہیلو..... ہیلو..... چیف کالنگ..... کم آن دی لائن..... ہیلو..... ہیلو....."

"بلیک ڈریگن آن دی لائن..... چیف۔" راجو نے کوڈ ورڈ کے حوالے سے اپنی شناخت کرائی۔

"کچھ دیر پہلے جو تین افراد تمہارے کمرے میں گھسے

تھے ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔"

"سوری باس۔" راجو نے بڑی صاف گوئی سے کام لیا۔ "اس وقت میں سو رہا تھا۔"

"تمہارے ساتھی کی کیا رپورٹ ہے۔" دوسری جانب سے پوچھا گیا۔

"وہ پولیس کے محکمے سے متعلق نہیں تھے۔" راجو نے سنبھل کر جواب دیا۔ "ہمیں یقین ہے کہ وہ ساحل پر قتل ہونے والی خوبرو حسینہ کے سلسلے میں آکٹوپس کی ہدایت پر مشتبہ افراد کی لسٹ تیار کرنے کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔"

"ان کی آمد کی تفصیل کیا ہے؟"

"انہوں نے صرف ہمارے سفری کاغذات چیک کرنے پر اکتفا کیا تھا۔"

"اور کوئی خاص بات۔"

"نہیں باس۔" راجو نے یاد کرتے ہوئے کہا۔ "جاتے جاتے وہ ہمیں ہدایت کر گئے ہیں کہ ہوٹل کے منیجر کی اجازت کے بغیر ہم یہاں سے کسی دوسری جگہ شفٹ نہیں ہوسکتے ورنہ کھیل بگڑ بھی سکتا ہے۔"

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔" دوسری جانب سے اطمینان کا اظہار کیا گیا۔ "میرے آدمی ان کے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے ہیں۔ ان کا انجام خوبرو حسینہ سے مختلف نہیں ہوگا۔ ایک خاص بات اور چوبیس گھنٹے تک تم لوگ سی ویو سے باہر جانے سے پرہیز ہی کرنا۔"

"رائٹ....." راجو نے کہا پھر میرا اشارہ پاکر بولا۔ "میرا پارٹنر آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"ابھی مناسب نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے میں رات کو کسی وقت دوبارہ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں۔" اس جواب کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سگنل ملنے بند ہوگئے' راجو نے گھڑی کی چابی کو دبا کر اس کی اصلی حالت میں واپس کردیا' سرخ روشنی کا ننھا دانہ بجھ چکا تھا۔

"یہ قتل و غارت گری کا کھیل کب تک جاری رہے گا۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں راجو سے کہا۔ "ان تینوں کی موت کے بعد تو حالات اور سنگین صورت اختیار کرجائیں گے۔"

"اس کا جواب بھی باس ہی دے سکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ میں سی ویو سے نجات پاتے ہی واپس چلا جاؤں۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ "مجھے ان حالات یا واقعات سے کوئی دلچسپی نہیں جنہوں نے کم از کم میری شخصی آزادی کو مفلوج کردیا ہے۔"

"یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے روم سروس کو فون کرکے ناشتا کمرے میں ہی طلب کرلیا پھر جب بیرا ناشتے کے برتن واپس لے گیا تو میں نے ایک رسالہ اٹھایا اور وقت گزاری کی خاطر [illegible] کے مطالعے میں مشغول ہوگیا بظاہر میری نظریں رسالے پر مرکوز تھیں لیکن ذہن برابر ان واقعات اور حادثات میں الجھا ہوا تھا جو ہمیں تیزی سے پیش آرہے تھے۔

رات کے کھانے کے لیے ہم ڈائننگ ہال میں جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے کہ دروازے پر دستک سنائی دی' راجو نے نہایت اطمینان سے دروازہ کھول دیا' آنے والا ہوٹل کا بیرا تھا جو وردی میں ملبوس تھا۔

"کیا بات ہے؟" راجو نے برا سا منہ بنا کر دریافت کیا' وہ یہ ظاہر کرنا چاہ رہا تھا کہ بن بلائے اسے بیرے کی آمد گراں گزری ہے۔

"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے جناب۔" اس نے بڑے ادب سے پوچھا پھر کمرے کے اندر چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ بھی بند کرلیا۔

"ہم اپنے آرام و سکون میں بلاوجہ کی مداخلت برداشت کرنے کے عادی نہیں ہیں۔" راجو نے اس بار کرخت آواز میں بیرے کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میرا مشورہ ہے کہ رات کا کھانا بھی تم دونوں روم سروس کے ذریعے اپنے کمرے میں منگوالو۔" بیرے کے مشورے پر راجو کے علاوہ میں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا اس لیے کہ وہ آواز سو فیصد ندیم کی تھی۔

"تم..... اس حلیے میں۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم مجھ سے ملاقات کے لیے خاصے بے چین ہوگے اس لیے فلمی ماحول لے کر چلا آیا۔" ندیم نے مسکرا کر کہا پھر ایک کرسی پر اس طرح دراز ہوگیا جیسے بری طرح تھکا ہوا ہو۔

"نیلم کیسی ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا اسے بھی حالات کا علم ہے؟"

"نہیں..... وہ بڑے سکون سے میرے ساتھ وقت کو انجوائے کررہی ہے۔"

"خود اپنے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"کوئی خاص نہیں۔" ندیم نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "جو واقعات رونما ہو رہے ہیں میں اب ان کا اس قدر عادی ہوچکا ہوں کہ مجھے کسی قسم کی تشویش کا احساس نہیں ہوتا۔"

"گراہم کی داشتہ کو بلاوجہ موت کے گھاٹ اتارنے سے تمہارا کیا مقصد تھا۔"

"میں کوئی کام بلاوجہ نہیں کرتا میرے دوست۔" ندیم یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔ "مجھے اس کا علم ہے کہ گراہم اور اس کے آدمی کم از کم میرے اوپر ہاتھ ڈالنے کی حماقت نہیں کریں گے اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ میں کس قماش کا آدمی ہوں لیکن گراہم نے تمہاری ذات پر شبہ کرکے پٹرول کو آگ دکھانے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا مطلب.....؟"

"بات خاصی تفصیل طلب ہے اور میں اس وقت جلدی میں ہوں' فی الحال اتنا سمجھ لو کہ وہ تمہیں کوئی زک پہنچا کر مجھے اس بات کا احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ نارمن' ہولنڈا اور ان کے بقیہ تینوں ساتھیوں کی موت میں میرا ہاتھ محسوس کرچکا ہے' میں نے اسی لیے تم دونوں کو بھیس بدل کر سی ویو میں قیام کا مشورہ دیا تھا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا پھر بولا۔ "رہا گراہم کی داشتہ کرسٹینا کی موت کا سوال تو وہ میری جانب سے گراہم کے لیے صرف ایک معمولی سی وارننگ تھی کہ اگر اس نے میرے کسی ساتھی پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو اس کا انجام اور زیادہ بھیانک بھی ہوسکتا ہے۔"

"کیا ہم یہی سب کچھ کرنے کی خاطر یہاں آئے تھے۔"

"غلط خیال ہے تمہارا؟" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ہم صرف تفریحاً یہاں آئے تھے لیکن نارمن نے میرے ساتھ جو غداری کی تھی اس نے موجودہ صورت حال کا رخ اختیار کرلیا۔"

"اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

"حکم نہیں ہے۔۔۔۔ درخواست مائی ڈیئر" ندیم مسکراتے ہوئے بولا۔ "نارمن اور اس کے ساتھی پھر گریشیا اور اب تین نہایت قیمتی اور خطرناک قسم کے بلڈ ہاؤنڈز کی موت کے بعد گراہم کو اس بات کا احساس ہوگیا ہوگا کہ اس نے نارمن کو جو میرا مقامی ایجنٹ تھا اپنی عزت اور وقار کا مسئلہ بناکر کسی دوراندیشی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔؟" میں چونکا۔ "کیا وہ تین آدمی بھی۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔" ندیم نے زہرخند لہجے میں جواب دیا۔ "یہیں ساحلی علاقے میں وہ سی ویو کے بعد ایک تیسرے ہوٹل کے افراد کو چیک کررہے تھے کہ اچانک کچھ نامعلوم افراد نے انہیں بھی پراسرار حالات میں موت سے ہمکنار کردیا۔"

"اور ان تینوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے بھی تمہارے ہی لوگ تھے۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "تم نے ٹرانسمیٹر پر بھی ان ہی خیالات کا اظہار کیا تھا۔"

"مجھے ٹھیک سے یاد نہیں۔ ویسے پولیس کے بہترین دماغ اس وقت گریشیا اور اس کے بعد ان تین افراد کی موت پر کام کرنے میں مشغول ہیں جو تقریباً" دو گھنٹے پہلے ایک ہوٹل کی ٹنکی سے لاش کی صورت میں برآمد ہوئے تھے۔ پورے ساحلی علاقے میں ان واقعات سے سراسیمگی کی کیفیت طاری ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ حالات کے معمول پر آتے ہی مجھے واپس لوٹ جانا چاہیے۔"

"نہیں۔۔۔۔" ندیم نے تیزی سے اٹھ کر میرے قریب آگیا' بڑی اپنائیت سے میرا ہاتھ تھام کر جذباتی لہجے میں بولا۔ "تم صرف میرے دوست ہی نہیں' میرے محسن بھی ہو اور میں امید کرتا ہوں کہ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔"

"لیکن حالات۔۔۔۔"

"پریشان مت ہو۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "گراہم نے کل رات مجھے ایک مقامی ہوٹل میں دعوت دی ہے' مجھے یقین ہے کہ اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے کی خاطر وہ میری طرف مفاہمت کا ہاتھ بڑھانے کی کوشش کرے گا۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دعوت کے پس پردہ گراہم کی کوئی سازش بھی پوشیدہ ہو۔" اس بار راجو نے سنجیدگی سے ایک ممکنہ خدشے کا اظہار کیا۔

"تم جیسے وفادار ساتھیوں کی موجودگی میں مجھے کبھی کسی خطرے کا احساس نہیں ہوگا۔" ندیم نے مسکرا کر راجو سے کہا۔ "کل رات تم اور شہباز بھی اس ہوٹل میں میرے ساتھ ہوگے۔ تمہیں اپنے موجودہ حلیے میں ردوبدل کرنی ہوگی مگر شہباز کو بلرام ہی حلیے میں رہنا ہوگا۔ سی ویو سے تمہاری روانگی ایک ساتھ نہیں ہونی چاہیے۔ تم شہباز سے تین گھنٹے پہلے روانہ ہوگے۔ ہوٹل کا نام اور ڈنر کا وقت نوٹ کرلو۔۔۔۔ لارڈز' وی آئی پی لاؤنج' رات ٹھیک نو بجے۔"

"مجھے اس حلیے میں کب تک رہنا ہوگا۔" میں نے خشک لہجے میں سوال کیا' ندیم نے جس لب و لہجے میں مجھ سے اپنائیت کا اظہار کیا تھا اس نے میرے واپسی کے ارادے کو متزلزل کردیا تھا۔

"صرف تین دن اور۔۔۔۔ میری خاطر۔" ندیم نے دوستانہ انداز میں کہا۔ "اس کے بعد تم اپنے اصلی حلیے میں بھی رہنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ سب کچھ تمہاری مرضی پر منحصر ہوگا۔"

"جیسے اب ہو رہا ہے۔"

"ناراض مت ہو جان من۔" ندیم نے میرے جواب میں ہلکی سی چبھن کو محسوس کرتے ہوئے بڑی گرم جوشی سے کہا پھر بائیں آنکھ کو جھپکاتے ہوئے بولا۔ "ویسے موجودہ حلیے میں بھی تم گریشیا سے کم حسین نہیں لگتے۔"

"ڈونٹ بی سلی۔۔۔۔" میں نے مصنوعی غصے کا اظہار کیا تو ندیم نے ایک بار پھر میرا ہاتھ تھام کر کہا۔

"میں اب اجازت چاہوں گا اس لیے کہ سی ویو سے روانگی سے پہلے ابھی مجھے یہ ہیروں والا لباس پھر اس کے اصلی مالک کو پہنانا ہے جو قریب اسٹور روم میں خواب خرگوش میں مبتلا ہے۔" پھر ندیم نے شوخی سے مجھے دوبارہ آنکھ ماری اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"باس از گریٹ۔" راجو نے ندیم کے جانے کے بعد کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' بڑی سنجیدگی سے ندیم کے بارے میں اس نکتے پر غور کرتا رہا کہ بظاہر ایک بے پروا اور کھلنڈرا معصوم اور بے ضرر نظر آنے والا شخص کیا اندر سے اتنا معاملہ فہم' دوراندیش اور خطرناک بھی ہوسکتا ہے؟

*

لارڈز کے وی آئی پی لاؤنج میں قدم رکھتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے میں جنت ارضی کے کسی حصے میں آگیا ہوں' وہاں کی بناوٹ اور سجاوٹ دونوں ہی قابل دید تھیں' بیشتر میزیں پہلے ہی سے مخصوص تھیں اور ان پر ریزرو کی تختیاں رکھی ہوئی تھیں پھر بھی میں دو کرسیوں کی ایک ایسی میز حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا جہاں سے ندیم اور گراہم کو بہ آسانی دیکھا جاسکتا تھا' وہ دونوں اس بڑی میز پر موجود تھے جس کی چار کرسیاں خالی تھیں' دونوں کے درمیان کیا گفتگو ہورہی تھی۔ میں یہ سننے سے قاصر تھا لیکن ان کے چہرے کے تاثرات بتا رہے کہ وہ دونوں ہی بڑے دوستانہ انداز میں ایک دوسرے سے ہم کلام تھے۔ ان کے ہونٹوں پر بار بار ابھرنے والی مسکراہٹ میرے خیال کی تصدیق کررہی تھی۔ دو باوردی بیرے بڑی مستعدی سے ان کی میز پر کھانا چننے کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

میں نے اطراف کا جائزہ لیا' میرے داہنی جانب ایک مقامی جوڑا بیٹھا راز و نیاز میں مصروف تھا بائیں جانب ایک جاپانی نژاد اپنے روایتی لباس میں نظر آرہا تھا' وہ جس زبان میں سرگوشیاں کررہے تھے اول تو وہ مجھے سنائی نہیں دے رہی تھیں اور اگر ایک دو لفظ میرے کان تک پہنچتے بھی تھے تو سر سے گزر جاتے تھے۔ باقی لوگ مقامی ہی نظر آرہے تھے۔ دو چار میزیں ابھی تک خالی پڑی تھیں لیکن ان پر بھی "مخصوص" ہونے کی تختی رکھی ہوئی تھی۔

بیرے نے مینو لا کردیا تو میں نے اس کا جائزہ لینا شروع کردیا جو لوگ (بالخصوص مسلمان) جو بیرونی دنیا کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔ وہ حرام و حلال کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی بیشتر ابلے ہوئے سی فوڈ کا آرڈر دیا' بیرے کے جانے کے بعد میں نے سرسری طور پر پورے ہال کا جائزہ لیا' میری نظریں راجو کو تلاش کررہی تھیں لیکن وہ مجھے کہیں نظر نہیں آیا اور اگر وہ وہاں موجود بھی تھا تو یقیناً کسی ایسے میک اپ میں تھا کہ میں اسے شناخت کرنے سے قاصر تھا۔ میزوں پر نظر دوڑاتے ہوئے میری نگاہ مغربی گوشے کے ایک کارنر ٹیبل کی سمت اٹھی تو میں چونک اٹھا' خمیدہ ناک والی وہی بے ہنگم لباس والی بوڑھی عورت کارنر ٹیبل پر بیٹھی مجھے اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے میرے وجود کے اندر کسی شے کو تلاش کررہی ہو' پہلی بار میں نے اسے اس بیہودہ ہوٹل میں دیکھا جہاں میرا دم گھٹنے لگا تھا اور میں راجو کو ایک کال گرل کے ساتھ چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

مجھے لارڈز میں اس کی موجودگی کچھ عجیب سی لگ رہی تھی' اس وقت بھی اس کے جسم پر شکن آلود' ڈھیلا ڈھالا لباس موجود تھا جس پر وہی لمبا اور جھاڑ جھلا اوور کوٹ موجود تھا' جسے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا' لارڈز میں مجھے اس کی موجودگی پر اس لیے حیرت ہوئی کہ وہ اس خوب صورت اور مہذب ماحول میں سب سے زیادہ مکروہ نظر آرہی تھی' مجھے تعجب تھا کہ ہوٹل کے منتظمین نے وی آئی پی لاؤنج میں اس کے داخلے کو کس طرح برداشت کرلیا تھا۔ کیا وہ اپنی صورت و شکل اور گھٹیا لباس میں ہونے کے باوجود کسی ایسی خاص اہمیت کی حامل تھی کہ اس کے وہاں داخلے پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا؟ کیا اس کا تعلق کسی بڑے خاندان سے تھا؟

میری اور اس کی نگاہیں چار ہوئیں تو ایک لمحے کو اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں چمک اٹھیں' لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے حقارت سے منہ پھیرلیا۔ وقتی طور پر میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ وہ ذہنی طور پر صحت مند نہیں ہے اور حسب نسب کی وجہ سے اسے اونچے حلقوں میں ازراہ مروت برداشت کیا جارہا ہے۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ ہال میں بیٹھے ہوئے افراد نے بھی جن کا تعلق یقیناً بڑے بڑے خاندانوں اور طبقے سے تھا اس خمیدہ ناک والی چڑیل جیسی عورت کی موجودگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔

میں لارڈز میں محض ندیم کی وجہ سے آیا تھا' میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ندیم اور گراہم کی درمیان کس ماحول میں ملاقات اور گفتگو ہوتی ہے' مجھے بظاہر یہاں کسی میری شخصیت کی موجودگی سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن اس کے باوجود اس عورت کو لارڈز کے صاف ستھرے ماحول میں دیکھ کر مجھے عجیب سی کراہت محسوس ہورہی تھی وی آئی پی لاؤنج میں اس کا وجود بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی فیشن شو میں اچانک کیچڑ میں لتھڑا ہوا کوئی جانور گھس آیا ہو۔

بیرے نے میرا آرڈر سرو کیا تو میں خاموش نہ رہ سکا' میں نے اس سے پوچھ ہی لیا۔

"وہ کونے والی میز پر جو بوڑھی خاتون بیٹھی ہیں کیا وہ یہاں اکثر و بیشتر نظر آتی ہیں۔"

"وہ مرضی کی مالک ہیں' جب چاہیں آسکتی ہیں۔" بیرے نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لارڈز میں ان کی آمد ہمارے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں۔"

"کیا نام ہے ان محترم خاتون کا۔" میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے خمیدہ ناک والی ناقابل برداشت عورت کے لیے محترم جیسے لفظ کا استعمال کیا تھا۔

"لیڈی مکلارنس۔" بیرے کا جواب مختصر تھا۔

"کیا تم مجھے لیڈی مکلارنس کے بارے میں کچھ اور بتانا بھی پسند کرو گے۔" میں نے بات کو آگے بڑھانے کی خاطر دریافت کیا۔

"مسٹر مکلارنس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو بلا کسی روک ٹوک کے ملکۂ برطانیہ سے بھی جب چاہے مل سکتے تھے۔" بیرے نے کہا۔ "بڑے زندہ دل اور فیاض قسم کے لارڈز میں شمار ہوتا تھا ان کا۔ اس زمانے میں لیڈی مکلارنس لباس اور رکھ رکھاؤ کے معاملے میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں لیکن پھر مسٹر مکلارنس کی اچانک موت کے بعد لیڈی مکلارنس اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی تھیں' دو تین سال تک وہ آبادی سے دور اپنے محل نما مکان میں گوشہ نشین رہیں' ان کے معالج اور مخصوص ملازموں کے سوا کسی کو ان کی خواب گاہ میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ تین سال بعد ہی اب لیڈی مکلارنس نے گھر سے قدم باہر نکالا تھا۔ زیادہ تر خاموش رہتی ہیں اور اکثر ——" بیرا کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئے؟" میں نے پُرتجسس انداز میں دریافت کیا۔

"کبھی کبھی جب وہ بولتی ہیں تو عجیب بہکی بہکی اور بے سروپا باتیں کرنے لگتی ہیں۔"

"مثلاً؟"

"سوری سر۔" بیرے نے دبی زبان میں کہا۔ "ہمارے اونچے حلقوں میں آج بھی لیڈی مکلارنس کو وہی مقام اور عزت حاصل ہے جو مسٹر مکلارنس کی زندگی میں حاصل تھا۔ اگر کسی کو میری اور آپ کی گفتگو کا پتا چل گیا تو میری ملازمت جاتی رہے گی۔"

بیرا کھانے کا سامان میز پر چُن کر تیزی سے واپس لوٹ گیا' میں نے ایک بار پھر لیڈی مکلارنس کی میز کی سمت کن انکھیوں سے دیکھا جو کرسی کی پشت پر سر لگائے اس طرح چھت کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی جیسے یا تو اس کی روح جسم سے پرواز کر چکی تھی یا پھر وہ اس پر غور کر رہی تھی کہ اگر چھت اچانک منہدم ہو کر اس کے سر پر گری تو اس کا انجام کس حد تک بھیانک ہو سکتا ہے۔ مجھے اس کے فاترالعقل ہونے میں اب کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس کی جانب سے نظر ہٹا کر میں نے کھانا شروع کیا' ندیم اور گراہم کے درمیان ہونے والی گفتگو بظاہر بڑی خوشگوار نظر آ رہی تھی' دونوں ہی بات بات پر مسکراتے نظر آ رہے تھے۔

اسی وقت میں کن انکھیوں سے ندیم اور گراہم کی جانب دیکھ رہا تھا جب ایک اجنبی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "کیا میں آپ کی اجازت سے یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔"

میں نے پلٹ کر نووارد کی طرف دیکھا' وہ کوئی مقامی باشندہ ہی تھا' چہرے پر گھنی داڑھی اور بڑی بڑی مونچھیں موجود تھیں۔ عمر تقریباً پچپن اور پچاس کے درمیان نظر آ رہی تھی' ہلکے بادامی رنگ کے تھری پیس سوٹ میں وہ خاصا پرکشش اور مہذب نظر آ رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے میں اسے ایک دوسری میز پر دیکھ چکا تھا جہاں وہ اپنی ایک ہم عمر اور خوب صورت عورت کے ساتھ موجود تھا۔ میں نے اس کا جواب دینے سے پیشتر اسی میز کی جانب دیکھا' وہ خوب صورت عورت بدستور اپنی میز پر موجود تھی مجھے حیرت ہوئی' جب اس کی اپنی کرسی خالی تھی تو وہ میرے ساتھ کیوں بیٹھنا چاہتا تھا؟ کیا وہ ندیم کا کوئی آدمی تھا جو مجھے کوئی اہم اطلاع دینا چاہتا تھا یا پھر گراہم کے خفیہ گروہ کا کوئی فرد تھا جو مجھ سے میری اصلیت معلوم کرنے کی ٹوہ میں لگا ہوا تھا۔

"مجھے جان ڈینگو کہتے ہیں لیکن میرے دوست مجھے ڈنگو کے نام سے جانتے ہیں۔" اس نے اپنا تعارف کرایا پھر میری اجازت کے بغیر ہی دوسری کرسی پر براجمان ہو گیا۔

"ڈنگو ——" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا یہ نام کچھ عجیب سا نہیں ہے۔"

"درست فرمایا آپ نے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "لغوی اعتبار سے ڈنگو آسٹریلیا کے جنگلی یا پھر وحشی کتے کو کہتے ہیں۔"

"آپ خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے رسمی طور پر پوچھا۔ "کیا لینا پسند کریں گے آپ۔"

"کچھ بھی نہیں۔"

"کچھ دیر پیشتر آپ شاید اپنی مسز کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔"

"جی ہاں۔" اس نے اپنی میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

کہا۔ "وہ اب بھی موجود ہے۔"

"فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" میں نے اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے بے پروائی سے پوچھا۔

"آپ کا تعلق؟"

"انڈیا سے ہے۔ جسے آپ بھارت اور ہندوستان بھی کہتے ہیں۔" میں نے اپنا مکمل تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "میرا نام بلرام ہے اور میں یہاں ساحلی علاقے کے سی ویو ہوٹل میں مقیم ہوں جہاں میرا منیجر رام اوتار بھی میرے ساتھ ہے۔ واپسی کے سلسلے میں ابھی تک میں نے کوئی پروگرام نہیں بنایا۔ ہو سکتا ہے کہ ہفتے دس دن میں ہی واپسی ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ دنوں کے لیے شاید امریکا جانا پڑے لیکن امریکا کا دورہ قطعی طور پر تجارتی ہو گا۔"

"کیا آپ میری خاطر ایک چھوٹا سا کام کر سکتے ہیں۔" ڈنگو نے اس بار قدرے مدھم لہجے میں کہا۔

"فرمائیے۔"

"آپ اس بوڑھی عورت کو دیکھ رہے ہیں جو ہمارے سیدھے ہاتھ پر کارنر ٹیبل پر موجود ہے۔" ڈنگو نے انگوٹھے کے ہلکے سے اشارے سے جس عورت کی طرف اشارہ کیا وہ میری فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق لیڈی مکلارنس کے سوا کوئی اور نہیں تھی۔

"کیا آپ کو بھی لارڈز کے وی آئی پی لاؤنج میں اس کی موجودگی مخمل کے کپڑے میں ٹاٹ کا پیوند تو نظر نہیں آ رہی۔" میں نے تمسخرانہ لہجہ اختیار کیا۔

"آپ شاید لیڈی مکلارنس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔" وہ بدستور سنجیدہ تھا۔

"مجھے اس کی خواہش بھی نہیں اس لیے کہ میں یہاں محض تفریح طبع کے لیے آیا ہوں۔" میں نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "محکمۂ آثار قدیمہ سے میرا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی مجھے قدیم نوادرات اکٹھا کرنے کا کوئی شوق ہے۔"

"لیڈی مکلارنس اپنے وقت کی عظیم ترین خواتین میں شمار ہوتی تھی اور —— اب بھی وہ اتنی ہی عظیم ہے۔"

"ہو گی —— لیکن میری صحت پر اس کا بھلا کیا اثر پڑ سکتا ہے۔" میں نے ڈنگو کو سپاٹ نظروں سے دیکھا۔

"میری درخواست ہے کہ آپ کچھ دنوں کے لیے اس سے دوستی کر لیں۔" ڈنگو بدستور سنجیدہ تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے ڈنگو کو حیرت سے دیکھا انداز ایسا ہی تھا جیسا مجھے اس کے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہو رہا ہو۔

"مجھے معلوم تھا کہ آپ کو میری خواہش عجیب سی لگے گی۔ لیڈی مکلارنس سے آپ کی دوستی میرے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔"

"آپ خود کیوں نہیں کر لیتے اس سے دوستی۔"

"...... ؟ وہ مقامی لوگوں سے شدید نفرت کرتی ہے۔" ڈنگو نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ مسٹر مکلارنس کو کسی مقامی شخص نے اپنے راستے سے ہٹانے کی خاطر موت کے گھاٹ اتارا ہے۔"

"مسٹر مکلارنس کی موت کس طرح واقع ہوئی تھی؟" اس بار میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"ان کی گاڑی ایک مقامی فرم کے ٹرالر سے ٹکرا گئی تھی۔" ڈنگو نے کہا۔ "چشم دید گواہوں کے بیان کے مطابق غلطی ٹرالر کے ڈرائیور کی تھی جو شاید نشے کی حالت میں تھا۔ مسٹر مکلارنس کو زخمی حالت میں ہسپتال لے جانے کی کوشش کی گئی لیکن انہوں نے راستے میں ہی دم توڑ دیا تھا۔ ان کا ڈرائیور جائے حادثہ پر ہی ہلاک ہو چکا تھا۔"

"اور ٹرالر کے ڈرائیور کا کیا ہوا؟"

"تلاش بسیار کے باوجود بھی پولیس کے اعلیٰ دماغ بھی اس کا کوئی سراغ نہیں لگا سکے۔" ڈنگو نے کہا۔ "اور یہی وجہ ہے کہ لیڈی مکلارنس پولیس اور انتظامیہ دونوں کو مشکوک سمجھ رہی ہے اور مقامی لوگوں سے شدید نفرت کرنے لگی ہے۔"

"آپ نے اس بات کا اندازہ کس طرح کر لیا کہ وہ مجھ سے دوستی کرنے پر آمادہ ہو جائے گی۔"

"اس لیے کہ آپ کا تعلق مشرقی علاقے سے ہے۔"

"مشرقی علاقے میں تو ہندوستان کے علاوہ اور بھی بہت سارے ممالک آتے ہیں۔"

"او۔ کے۔" ڈنگو نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اگر آپ میری مدد نہیں کرنا چاہتے تو میں آپ کو مجبور نہیں کر سکتا۔"

"لیڈی مکلارنس سے میری واقفیت آپ کے کس کام آئے گی۔" میں نے پوچھا۔

"دراصل میں اس سے معلوم کرانا چاہتا ہوں کہ اگر میں اپنی موجودہ پارٹنرشپ ختم کر کے کوئی علیحدہ کاروبار شروع کر دوں تو اس میں مجھے فائدہ ہو گا یا نقصان؟"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرانی سے کہا۔ "آپ ایک

سمجھدار پڑھے لکھے آدمی ہو کر ایک فاتر العقل عورت سے اپنے مستقبل کا حال دریافت کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کو اس کے بارے میں علم نہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ لیڈی مکلارنس کی زبان سے نکلا ہوا ہر حرف اب تک پتھر کی لکیر ثابت ہوا ہے۔ وہ جو کچھ کہہ دیتی ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔" ڈگو نے میری حیرت میں اضافہ کرنے کی خاطر لیڈی مکلارنس کی ذات سے منسوب متعدد ایسے واقعات سنا ڈالے جو میرے لیے ناقابل یقین تھے۔

"مسٹر ڈگو۔" میں نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کہیں میرے ساتھ مذاق تو نہیں کر رہے۔"

"مجھے معلوم تھا کہ آپ میری بات پر یقین نہیں کریں گے جو کچھ میں نے کہا ہے وہ حقیقت ہے۔" اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "ابھی دو ماہ پہلے کی بات ہے اس نے ایک مقامی کروڑپتی تاجر کا بھرے بازار میں گریبان پکڑ کر کہا تھا کہ تم بارہ گھنٹے کے اندر اندر مر جاؤ گے اور ایسا ہی ہوا۔ دوسرے روز صبح اس تاجر کی لاش اس کی خواب گاہ سے خون میں لت پت ملی تھی۔ خواب گاہ میں وہ تنہا تھا اور دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔ پولیس کی تفتیش اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے بعد یہی نتیجہ نکلا کہ مرنے والے نے کسی نامعلوم وجہ کی بنا پر اپنے ہاتھ سے ریوالور کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبا دی تھی۔ آپ چاہیں تو پولیس کے ذرائع سے اس حادثے کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقامی لوگ اس سے خوفزدہ رہتے ہیں اور اس کے قریب جانے سے کتراتے ہیں۔"

"لیکن آپ نے یہ نتیجہ کس طرح اخذ کر لیا کہ وہ میرے کہنے سے آپ کے بارے میں کوئی رائے دے گی۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ وہ مشرقی لوگوں سے جنون کی حد تک پیار کرتی ہے۔"

میں ابھی کوئی جواب دینے کے بارے میں غور کر ہی رہا تھا کہ میں نے لیڈی مکلارنس کو میرے اٹھتے دیکھا۔ وہ ڈگو کو حقارت بھری نظروں سے گھورتی ہوئی ہماری جانب آ رہی تھی۔ ڈگو کے چہرے پر موت کے سائے منڈلانے لگے۔ وہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خائف نظر آ رہا تھا۔ لیڈی مکلارنس ہمارے قریب آ کر رک گئی۔ کچھ دیر تک ڈگو کو نفرت سے گھورتی رہی پھر ڈگو کے بجائے مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔

"ڈگو نے ابھی کچھ دیر پہلے تم سے جو کچھ کہا وہ حرف بحرف درست ہے میرے بچے!" اس کے لہجے سے اداسی جھلک رہی تھی۔ "مکلارنس طبعی موت نہیں مرا۔ اسے مارا گیا تھا۔ میں آج بھی اس کے قاتلوں کی تلاش میں ہوں لیکن شاید وہ مجھ سے ابھی تک روٹھا ہوا ہے۔ جانتے ہو کیوں، جس روز اس کی موت واقع ہوئی تھی اس نے مجھے گھر سے نکلنے کو منع کیا تھا۔ شاید اس نے موت کے سائے اپنے سر پر منڈلاتے ہوئے دیکھ لیے تھے۔ اس لیے وہ مجھے بار بار روکتا رہا لیکن موت اس کا مقدر بن چکی تھی۔ وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتا تھا اس لیے بالآخر میری ضد کے آگے مجبور ہو گیا اور ایک حادثے کا شکار ہو کر مجھ سے بہت دور چلا گیا۔ ہمیشہ کے لیے۔" اس نے ایک سرد آہ بھری۔ وہ چہرے سے جتنی مکروہ نظر آتی تھی اس کی باتوں میں اتنی ہی کشش تھی کچھ دیر تک خلا میں گھورنے کے بعد بولی۔ "میں نے اس کی روح سے بارہا رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار ایک دھواں سا میری نگاہوں کے سامنے لہرا کر رہ گیا مگر میں مایوس نہیں ہوں میرے بچے! جس دن میں نے اس کی روح کو منا لیا وہ دن اس کے قاتلوں کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔ میری بددعا انہیں اپنے ہاتھوں سے خود اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور کر دے گی۔ وہ خارش زدہ کتوں سے بھی زیادہ بدتر موت مرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ یہ میرا دعویٰ ہے اور میری زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات آج تک غلط ثابت نہیں ہوئی۔"

"کیا آپ دوسروں کے بارے میں پیش گوئیاں کر سکتی ہیں؟" میں نے اس کی باتوں سے مرعوب ہوتے ہوئے پوچھا۔ شاید میں اس کی باتوں کے سحر میں پوری طرح الجھ کر رہ گیا تھا۔

"پیش گوئی۔" وہ عجیب انداز میں مسکرائی جیسے میں نے اس کی شخصیت کے بارے میں کوئی ناموزوں لفظ ادا کر دیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ ابھری پھر وہ یکلخت مجھے سنجیدگی سے گھورتے ہوئے بولی۔ "ابھی وہ پیمانہ ایجاد نہیں ہوا جس سے کوئی لیڈی مکلارنس کی بڑائی کی پیمائش کر سکے لیکن ایک دن برطانیہ کا بچہ بچہ میری لازوال طاقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ یہ بھی میرا دعویٰ ہے۔"

"آپ تشریف رکھیں لیڈی مکلارنس۔" ڈگو نے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے احتراماً اسے بیٹھنے کی دعوت دی۔

"وہ جو میرے شوہر کے قاتل ہیں ان کی کسی پیشکش کو

قبول نہیں کر سکتی۔" لیڈی مکلارنس نے حقارت سے جواب دیا۔

"میں دخل در معقولات کی معافی کا خواستگار ہوں لیکن کسی ایک فرد یا خاندان کی غلطی کا ذمے دار پوری قوم کو تو نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔" میں نے ڈگو کی سفارش کرنے کی کوشش کی۔

"یہ تم کہہ رہے ہو میرے بچے!" وہ حیرت سے بولی۔ "کیا تم اس حقیقت کو بالکل فراموش کر بیٹھے کہ اسی سفید نسل قوم نے اپنی دوغلی پالیسی کے تحت ایک طویل عرصے تک تمہاری سرزمین پر اپنا تسلط جمائے رکھا تھا۔ آج بھی یہ تمہیں ایسی ہی نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے تم ان کے پیدائشی غلام ہو۔ تم ایسے لوگوں کو کیا نام دو گے؟"

"ان تمام حقائق کے باوجود میں آپ سے مسٹر ڈگو کے مستقبل کے لیے نیک تمناؤں اور دعاؤں کی درخواست کروں گا۔"

لیڈی مکلارنس کا جھری زدہ چہرہ ایک لمحے کو کانپ اٹھا۔ اس نے حقارت سے ڈگو کی جانب دیکھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ بڑی مشکل سے اپنے غصے اور جذبات پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ قرب و جوار کی میز کے افراد بھی اب ہماری باتوں کی جانب متوجہ تھے۔ کچھ دیر تک لیڈی مکلارنس کے پورے وجود پر زلزلے کی سی کیفیت طاری رہی پھر اس نے قدرے نرم مگر سپاٹ لہجے میں ڈگو سے کہا۔

"جو پھول کاغذ سے تیار کیے جاتے ہیں ان کی مہک بھی عارضی ہوتی ہے۔ میں تم سے شدید نفرت کرتی ہوں اس لیے کہ سانپ کے بچے بھی سنپولے کہلاتے ہیں۔ آج تم زندگی کی بقا کے لیے مجھ سے دودھ کا پیالہ طلب کر رہے ہو لیکن کل ـــــ میں جانتی ہوں کل کیا ہو گا۔ جب تمہارے جوڑ اور پٹھے مضبوط ہو جائیں گے تو سب سے پہلے مجھے ڈسنے کی کوشش کرو گے۔ کیوں ڈگو کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

جواب میں ڈگو صرف تھوک نگل کر رہ گیا لیکن اس کی پرامید نگاہیں اب بھی لیڈی مکلارنس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"تمہارے ذہن میں ترقی کرنے کا جو خیال پل رہا ہے وہ کبھی پورا نہیں ہو گا۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے چچا سے علیحدہ ہو کر کام کرنے کا ارادہ ترک کر دو ورنہ آسمانی بلائیں تم کو اور تمہارے پورے خاندان کو تباہی کے اندھیرے غار میں دفن کر دیں گی۔" وہ پورے یقین سے ڈگو سے مخاطب تھی۔ "لیڈی مکلارنس کی اس پیش گوئی کو کبھی فراموش کرنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ تم بڑے خسارے میں رہو گے۔"

ڈگو نے اس بار بھی کوئی جواب نہیں دیا البتہ لیڈی مکلارنس کا جواب سن کر اس کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا۔ دوسری میز پر بیٹھی ہوئی ڈگو کے ساتھ والی عورت کا چہرہ بھی کسی انہونی خوف سے زرد پڑ گیا تھا۔

"تم میرے بچے!" کچھ توقف کے بعد اس نے میری طرف شفقت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم عظیم ہو جو اپنے دشمنوں کی بھی سفارش کرنے کا حوصلہ رکھتے ہو۔ میں تمہارے مستقبل میں جھانک کر دیکھ رہی ہوں۔ ترقی کی راہیں قدم قدم پر تمہارا استقبال کریں گی اور وہ جو تمہارے دوست ہیں تمہاری خاطر بڑی سے بڑی قربانی بھی پیش کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ فی الحال میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ویسے ڈگو نے جو کہا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ مجھے مشرق اور اس میں بسنے والوں سے والہانہ محبت ہے جنون کی حد تک۔"

"لیڈی مکلارنس!" میں نے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ ـــــ"

"تمہیں اجازت ہے میرے بچے!" اس نے میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی جواب دیا۔ "تم جب چاہو مجھ سے مل سکتے ہو۔ مکلارنس کیسل کے دروازے مشرق میں بسنے والوں کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں لیکن دو شرط پر ـــــ تم مجھ سے جب بھی ملو تنہا ملو۔ تمہارے ساتھ کوئی مقامی شخص نہیں ہونا چاہیے ورنہ میرے گونگے اور بہرے گارڈز شاید اس کے ساتھ تمہیں بھی اس بربریت کا نشانہ بنا دیں جو ان کے معصوم دلوں میں مکلارنس کے مرنے کے بعد پیدا ہوئی ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ تم کبھی مجھ سے دروغ گوئی سے کام نہیں لو گے۔"

"کیا آپ کے محافظ پیدائشی گونگے اور بہرے ہیں۔" میں نے یونہی روانی میں پوچھ لیا۔ اس کی دوسری شرط میں دیدہ و دانستہ نظرانداز کر گیا۔

"نہیں۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "وہ مکلارنس کے بہترین جانثار اور وفادار ساتھی جو اس کے ایک اشارے پر خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے کو ہر دم تیار رہتے تھے۔ مکلارنس کی موت ... ان بے گناہوں کے لیے ایک ایسا صدمہ جانکاہ تھا جسے وہ ماننے کو تیار نہیں تھے۔ وہ یہ بھی سننا پسند نہیں کرتے کہ مکلارنس اب اس دنیا میں

نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے کچھ ایسی زہریلی دھات اور ادویات کا استعمال کیا کہ ان کی قوت گویائی اور قوت سماعت ہمیشہ کے لیے جاتی رہی لیکن قدرت نے ان کی بیش بہا قربانی کے عوض انہیں اشاروں کی زبان سمجھنے کی لامحدود قوتوں سے نواز دیا ہے۔"

"میں کسی دن آپ کے دولت خانے پر ضرور حاضری دوں گا جو میرے لیے کسی اعزاز سے کم نہ ہوگی۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہوں گی میرے بچے!" اس نے بڑی محبت سے جواب دیا پھر ڈگو کو حقارت بھری نگاہوں سے گھورتی ہوئی تیزی سے مڑی اور میزوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی لاؤنج سے باہر چلی گئی۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا تھا کہ اس کے جانے کے بعد بڑی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے افراد کے چہروں پر طمانیت کا احساس واپس لوٹ آیا تھا۔ البتہ جاپانی نژاد جوڑا بدستور اپنی زبان میں سرگوشیوں میں مصروف تھا۔ میں نے سرسری طور پر ندیم اور گراہم کی میز پر نظر ڈالی۔ وہ دوستانہ انداز میں کھانے سے شغل کر رہے تھے۔ یوں جیسے وہ ایک دوسرے کے بہترین دوست ہوں اور ان کے درمیان کبھی کوئی رنجش بھی پیدا نہ ہوئی ہو۔

میرے ساتھ ڈگو بھی کرسی پر بیٹھ گیا پھر اس نے کہا۔

"آپ بڑے خوش نصیب ہیں مسٹر بلرام جو لیڈی مکلارنس نے آپ کو اپنے کیسل میں خوش آمدید کہنے کے اعزازات سے نوازا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"آپ ہی نے تو کہا تھا کہ اسے مشرق کے لوگوں سے پیار ہے۔"

"ہاں میں نے غلط نہیں کہا تھا۔" ڈگو نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "لیکن مجھے اس بات کا بخوبی علم ہے کہ اس نے مکلارنس کی موت کے بعد کسی اجنبی کو مکلارنس کیسل میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ خواہ اس کا تعلق مشرقی ممالک ہی سے کیوں نہ ہو۔"

"کیا آپ وہاں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔"

"متعدد بار لیکن کیسل کے گونگے اور بہرے گارڈ ہمہ وقت اپنے فرائض کی انجام دہی میں بہت چوکس رہتے ہیں اور کسی کو قریب پھٹکنے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔"

"بہرحال مجھے خوشی ہے کہ اس نے آپ کے سلسلے میں پیش گوئی کرنے میں کسی حیل و حجت سے کام نہیں لیا۔"

"ہاں۔" ڈگو نے کچھ عجیب مبہم لہجے میں کہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں اب اجازت چاہوں گا۔"

پھر مجھ سے اجازت ملنے کے بعد ڈگو اور اس کے ساتھ والی عورت نے بھی وہاں مزید رکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے ایک بار پھر ندیم کی جانب کن انکھیوں سے دیکھا پھر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ لیڈی مکلارنس کا وجود اب میرے لیے دلچسپی کا باعث بن چکا تھا۔ اس کے جملے میرے کانوں میں بدستور گونج رہے تھے۔ اس کے علاوہ ایک خیال نہ جانے کیوں رہ رہ کر میرے ذہن میں ابھر رہا تھا۔ ڈگو وہ نہیں تھا جو وہ نظر آ رہا تھا پھر وہ کون تھا؟

●

رات کے تقریباً گیارہ بج رہے تھے لیکن راجو ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔

میں پی ویو میں اپنے ہوٹل کے کمرے کی بالکونی میں کھڑا دور تک شناسائی روشنیوں کو دیکھ رہا تھا۔ ہوٹل میں سیاحوں کے ہنگامے ابھی تک جاگ رہے تھے۔ دور سے سمندر کی سائیں سائیں کرتی ہوئی موجوں کے ساتھ کبھی کبھی نیچے بار روم سے ابھرنے والے بہکے ہوئے قہقہوں کی آوازیں بھی میرے کان میں گونجنے لگتی تھیں۔

میں نے لارروز کے وی آئی پی لاؤنج میں راجو کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ مجھے وہاں کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ اتنی رات گئے تک ہوٹل سے دور رہنا بھی اس کے لیے مناسب نہیں تھا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ گراہم کے خونخوار شکاری کریشیا کے قاتلوں کی بو سونگھتے پھر رہے تھے۔

میرے ذہن میں ایک خیال سرعت سے ابھرا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ راجو پی ویو کے اندر ہی کہیں ہنگاموں میں مصروف تھا۔ ہماری حیثیت سیاحوں جیسی تھی اور راجو خاص طور پر اس حیثیت میں پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ مجھے راجو کا انتظار اس لیے بھی شدت سے تھا کہ میں اس سے گراہم اور ندیم کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا تھا۔ راجو چونکہ ندیم کا دست راست تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ ندیم نے اسے کسی نہ کسی طرح اپنے اور گراہم کے مابین ہونے والی گفتگو کے ماحصل سے ضرور آگاہ کیا ہوگا۔

میں ابھی نیچے جا کر راجو کو تلاش کرنے کے ارادے سے لباس تبدیل کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔۔۔ بلرام اسپیکنگ۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"اوہ۔۔۔ یو۔۔۔ سوئٹ ہنی۔" دوسری جانب سے ایک نسوانی آواز کے ساتھ ہی ہوائی بوسے کی گونج بھی میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"کون ہو تم؟" میں نے محتاط انداز میں سوال کیا۔

"تمہاری پرستار۔" دوسری جانب سے بولنے والی نے بڑی روانی سے انگریزی میں جواب دیا۔

"سوری۔" میں نے سپاٹ لہجہ اختیار کیا۔ "میرا خیال ہے کہ تم سے جلدی میں غلط نمبر ڈائل ہو گئے ہیں۔"

"وہ تو ہیلن اب اتنی زیادہ نشے میں بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے محبوب کے نمبر بھی نہ یاد رکھ سکے۔"

"میں کسی ہیلن سے واقف نہیں ہوں۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔" اس بار اس کے لہجے میں ہنسی کا عنصر شامل تھا۔ "ہیلن آف ٹرائے کو دنیا جانتی ہے۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ یونانی دیو مالا کی مشہور روایات کے مطابق مجھے قاتل حسن کی علامت بھی سمجھا جاتا ہے۔ میری ذات سے بہت ساری کہانیاں مشہور ہیں۔ مختلف مقامات پر میری پرستش مختلف انداز میں آج بھی ہو رہی ہے۔ تھراپنی (therapne) کے مقام پر حسن و جمال کی دیوی کی حیثیت سے۔ رہوڈس (Rhodes) کے لوگ مجھے درختوں کی محافظ دیوی کے طور پر پوجتے ہیں اور علاقے کے ملاح میرا مقدس نام لیے بغیر اپنی کشتیاں یا جہاز سمندر کی موجوں کے حوالے نہیں کرتے۔"

"اگر تم صرف میرا امتحان لینا چاہتی ہو تو میں تمہیں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تم دیوی اور دیوتا زیس اور لیڈا کی وہ حسین بیٹی ہو جس سے حسن اور عشق کی اور بہت ساری روایات بھی مشہور ہیں۔ تم ٹرائے کے شہزادے کے عشق میں گرفتار ہو کر یا پھر اسے اپنی زلفوں کا اسیر بنا کر پیرس بھاگ گئی تھیں پھر یونان کی ملکہ نے تمہاری بازیابی کے لیے ایک مہم چلائی تھی اور۔۔۔"

"اور اتنا کچھ جاننے کے بعد تم ابھی کہہ رہے کہ اپنی ہیلن سے ناواقف ہو۔" اس نے بڑی لگاوٹ سے کہا۔ "تمہیں تو اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہیے تھا کہ میں نے تمہاری خاطر ایک نیا جنم لیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم شاید اپنا اور میرا وقت برباد کر رہی ہو۔" میں نے اکتاہٹ بھرے انداز میں اسے ٹالنے کی کوشش کی۔ میرا ذاتی خیال تھا کہ وہ بری طرح نشے میں ہو گی اور رانگ نمبر مل جانے کے بعد مجھ سے فلرٹ کر کے لطف اندوز ہو رہی ہو گی۔

"یہ کیسے جان لیا تم نے کیا تم وہی بلرام نہیں ہو جو آج لارروز کے وی آئی پی لاؤنج میں لیڈی مکلارنس سے ملاقات کا شرف حاصل کر رہے تھے۔"

"کون ہو تم؟" میں سنجیدہ ہو گیا۔

"تمہاری ہیلن۔" وہ کھنکتا قہقہہ لگا کر بولی۔

"فون کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

"تم سے دل کی باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔" وہ کچھ زیادہ ہی قریب ہونے لگی۔ "اجازت ہو تو تمہارے روم میں آکر کچھ وقت تمہارے ساتھ گزار لوں۔ تم مجھے اچھے لگتے ہو۔"

"میں فون بند کر رہا ہوں۔"

"پلیز۔۔۔ ایسی بے رخی بھی اچھی نہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "کیا تم اتنی جلدی ہیلن کو بھول گئے۔ وہ ہیلن جس نے ایک بار تمہاری جان بچائی تھی۔ بڑے احسان فراموش معلوم ہوتے ہو۔"

"ایک بات بہت سنجیدگی سے کہوں۔ مانو گی۔" میں کسی قدر جھنجھلا کر بولا۔

"تم حکم دے کر دیکھو۔ میں اپنا لازوال حسن تمہارے قدموں میں بکھیر دوں گی۔"

"تم کوئی بھی ہو مجھے اس وقت تنگ مت کرو۔ میں اس وقت بے حد تھکا ہوا ہوں بڑی شدت سے نیند کے جھونکے مجھ پر غنودگی کی کیفیت طاری کر رہے ہیں۔"

"بڑے خشک اور بور لگ رہے ہو اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے۔" اس نے کہا۔ "اگر تم واقعی سیاح ہو تو یہ بھی ضرور جانتے ہو گے کہ پی ویو میں قیام کرنے والوں کے لیے رات سونے کے لیے نہیں جاگنے کے لیے ہوتی ہے۔"

"قار گاڈ سیک وقت گزاری کے لیے مجھے بلاوجہ تنگ کرنے کے بجائے تم کسی اور کے نمبر پر قسمت آزما سکتی ہو۔"

"کتنی شادیاں کر چکے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"عورتوں سے صرف وہی مرد الرجک ہوتے ہیں جن کی ازدواجی زندگی بار بار ناکامی کا شکار ہوئی ہو۔"

"تم کون ہو؟" میں نے نفرت سے پوچھا۔ "بہت زیادہ تجربہ کار معلوم ہوتی ہو۔"

"تمہاری توقعات سے کہیں زیادہ۔" وہ بے تکلفی

سے بولی۔ "کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ تمہاری اصلیت کیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں اس کا آخری جملہ سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ شاید وہ گراہم کے گروہ سے تعلق رکھتی تھی اور مجھے باور کرانا چاہتی تھی کہ وہ میری اصلیت سے واقف ہے۔

"زیادہ سمجھنے کی کوشش نہ کرو اور الجھ جاؤ گے اور انسان جب الجھن کا شکار ہو تو اس سے قدم قدم پر غلطیاں سرزد ہونے لگتی ہیں جبکہ ہمیں ہر لمحہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" اس بار وہ بڑی سنجیدگی سے اپنی مادری زبان میں بولی۔ "میں یونہی وقت ضائع کر رہی تھی صرف یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کوئی تیسرا شخص ہماری گفتگو سننے کی کوشش تو نہیں کر رہا۔"

"کون ہو تم؟" میں نے اردو میں پوچھا۔

"جولی ـــ مونا ـــ ماریا یا پھر ہیلن جو چاہو سمجھ لو۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "تمہارے لیے ایک ضروری پیغام ہے۔ تمہارا ساتھی رام اوتار ایک بزنس ڈیل کے سلسلے میں مصروف ہے۔ آج رات وہ کی ویو میں نہیں گزارے گا۔"

"اوہ! ماریا۔" میں نے اس بار دوستانہ لہجہ اختیار کیا۔

"میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"پوچھو۔"

"گراہم اور ندیم کے درمیان کیا طے پایا۔"

"سوری۔ یہ دونوں نام میرے لیے اجنبی ہیں۔" اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ مجھے بڑی شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ماریا نے اصل پیغام پہنچانے کے لیے جو طویل راستہ اختیار کیا تھا وہ اس کے تجربے اور ذہانت کی دلیل تھی لیکن میں نے فون پر گراہم اور ندیم کا نام لے کر شاید عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔

●

رات' میں چونکہ دیر سے سویا تھا اس لیے صبح میری آنکھ بھی دیر سے کھلی۔ میں اٹھتے ہی باتھ روم میں چلا گیا۔ ندیم سے دوری اور حالات سے ناواقفیت نے میرے اندر ایک ہلچل سی مچا دی تھی۔ مجھے ندیم پر شدید غصہ آ رہا تھا جس نے نارمن کے سلسلے میں مجھے میری اصلی شکل میں کی اسٹارز جانے کی ہدایت کی تھی۔ اگر اس وقت میں برام کے میک اپ میں ہوتا تو اس وقت مجھے دور رہنے کی کوفت نہ برداشت کرنی پڑتی پھر گراہم سے پہلی ملاقات کے وقت بھی مجھے میری اصلی شکل میں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اسی بات نے گراہم کو انتقام لینے پر مجبور کر دیا ہو گا۔ گراہم کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید وہ بھی وہی کچھ کرتا جو گراہم کر رہا تھا۔

ممکن ہے ان باتوں کے پس پشت ندیم کی کوئی خاص مصلحت کارفرما ہو' لیکن بہرحال میں اس مصلحت سے بھی ناواقف ہی تھا اور ان ہی عوامل نے مجھے شدید اکتاہٹ کا شکار کر رکھا تھا۔

پندرہ بیس منٹ تک نیم گرم پانی سے نہانے کے بعد میرے ذہن سے کسل مندی کے اثرات دور ہو گئے۔ میں باتھ روم سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ راجو بستر پر پڑا خراٹے لے رہا تھا جس وقت میں باتھ روم میں گیا تھا۔ وہ اپنے بستر پر موجود نہیں تھا۔ وہ کس وقت کمرے میں داخل ہوا اور کب نیند کی آغوش میں گم ہوا مجھے اس کی مطلق خبر نہ ہوئی۔ یہ کوئی تشویش کی بات بھی نہیں تھی اس لیے کہ راجو کے پاس کمرے کی ڈبلی کیٹ چابی موجود تھی۔

میں نے اسے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ نیچے جا کر ڈائننگ ہال میں ناشتا کیا پھر اوپر آ کر بالکونی میں آرام کرسی پر بیٹھ کر اخبارات کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ صبح خاصی خوشگوار تھی۔ آسمان پر ہلکے اودے بادل چھائے ہوئے تھے اور ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی جاری تھی۔ ساحل پر غیر ملکی سیاحوں کے علاوہ مقامی لوگ بھی بڑی تعداد میں موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

میں خاصی دیر تک اخبارات کے مطالعے میں مصروف رہا۔ میرے ذہن میں ندیم کا تصور بار بار ابھر رہا تھا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا اور کر رہا تھا مجھے اس کے بارے میں مطلق کوئی علم نہیں تھا۔ اگر مجھے اس کی دوستی اور قسم کا خیال نہ ہوتا تو شاید اب تک میں خاموشی سے واپس کا ٹکٹ کٹا چکا ہوتا۔ بہرحال میں نے طے کر لیا تھا کہ پہلی ہی ملاقات میں ندیم سے کھل کر اس مسئلے پر بات کروں گا۔ شاید تنہائی کے احساس اور میک اپ کے بکھیڑے نے مجھے زیادہ ہی حساس بنا دیا تھا۔

وہ کہانی جو میرے نام سے شروع ہوئی تھی اب ندیم اس میں بحیثیت مرکزی کردار کے اپنا رول ادا کر رہا تھا۔ اپنے خیالات کی رو میں بہک کر میں ماضی کے تانے بانوں میں الجھنے لگا۔ روپ نگر میں اگر پہلی پوسٹنگ نہ ہوئی ہوتی تو شاید میں اس وقت تجارت میں آنے کے بجائے ایس ایس پی کے عہدے پر فائز ہوتا۔ روپ نگر کے ساتھ ہی میرے ذہن میں شنکر اور کالکا کا تصور ابھر آیا پھر ماضی کے تمام

تصویر بن کر میرے ذہن کے پردے پر سلسلے وار اجاگر ہونے لگے۔ کالکا نے میری خاطر شنکر سے ٹکرا کر خود کو دیوی دیوتاؤں کے عتاب کا نشانہ بنا دیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس نے مجھے سمندر پار سفر کرنے کا مشورہ دیتے وقت اس بات کا وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ دیوتاؤں کی قید سے آزاد ہوتے ہی مجھ سے رابطہ قائم کرے گی لیکن ابھی تک ایسا نہیں ہوا تھا۔

کالکا کے خیال نے میرے وجود کو گدگدا دیا تھا۔ میں نے اس کے صرف دو روپ دیکھے تھے۔ اس نے کئی موقعوں پر مجھے موت کے منہ سے نجات دلائی تھی۔ اس اعتبار سے وہ میری محسنہ تھی۔ کچھ سوچ کر میں نے دل ہی دل میں کالکا کے پراسرار وجود کو آواز دی' لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ شاید دیوی دیوتاؤں نے اس پر عائد پابندیوں میں کچھ اور سختی کر دی تھی۔ ورنہ وہ جواب ضرور دیتی۔ پھر میرا ذہن کمبل پوش بزرگ کی شخصیت کے بارے میں غور کرنے لگا۔ خدا کے اس برگزیدہ بندے نے مجھے ان کالی طاقتوں سے دور رہنے کی تاکید کی تھی لیکن میں اپنی ضد پر اڑا رہا پھر میری ہی خاطر اس بزرگ نے اپنی ٹیڑھی میڑھی لکڑی غصے میں اس منڈل کی جانب اچھال دی تھی جس میں پنڈت جسی دھر دھونی رمائے بیٹھا کالکا کی قوتوں کو جنتر منتر کے ذریعے اسے قبضے میں کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ سفید ریش بزرگ کی اس لکڑی کی کرامت نے جسی دھر کے منڈل کو توڑ دیا۔ برفانی پہاڑ کی وہ پھاڑ ڈالنے کی کیفیت سے دوچار ہو گئی تھی اور جسی دھر روئی کے گالے کے مانند فضا میں اچھلا تھا اس کے بعد کیا ہوا مجھے اس کی کوئی خبر نہیں ہوئی۔ کالکا نے بارہا استفسار کے باوجود اپنی زبان بند رکھی تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ بزرگ کی لازوال روحانی قوتوں نے اس منحوس پنڈت کو کسی سنگلاخ چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش کر دیا ہو گا۔

اچانک میری نظر اپنی اس انگلی پر پڑی جس میں بزرگ کی دی ہوئی وہ صندلی انگوٹھی اس وقت بھی موجود تھی جو میرے سوا کسی اور کو نظر نہیں آتی تھی۔ اس انگوٹھی کی موجودگی میں کالکا کی کالی قوتیں بھی میرے دل کا احوال جاننے سے قاصر ہو گئی تھیں۔ بزرگ مجھ سے خفا ہو چکے تھے لیکن وہ صندلی انگوٹھی شاید اب بھی غائبانہ طور پر میری مدد کر رہی تھی۔

میں اپنے خیال میں کتنی دیر محو رہا مجھے یاد نہیں پھر راجو کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا' وہ کمرے میں کھڑا اپنے گیلے بدن کو تولیے سے خشک کر رہا تھا۔ وہ کس وقت بیدار ہوا اور کس وقت غسل خانے سے فارغ ہوا مجھے اس کی بھی مطلق کوئی خبر نہیں ہوئی۔

"کیا آپ ناشتا کر چکے ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "کچھ دیر بعد لنچ کا وقت ہو جائے گا۔"

راجو لباس تبدیل کر کے میرے قریب ہی بالکونی میں آ کر بیٹھ گیا۔ غسل کرنے کے بعد اب وہ بالکل تر و تازہ لگ رہا تھا۔ روم سروس کو فون کرنے کے بعد اس نے اپنے لیے صرف کافی کا آرڈر دیا تھا۔ کافی پینے کے دوران وہ خاموش بیٹھا ساحل پر ہونے والے حسین ہنگاموں سے لطف اندوز ہو رہا تھا پھر اس نے ایک سگریٹ سلگا کر دھواں اڑاتے ہوئے کہا۔

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو شاید آپ میری رات کی غیر حاضری سے ناراض ہیں۔" اس نے خود ہی سوال کیا پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔ "دراصل باس نے مجھے ایک ضروری کام سونپ دیا تھا۔"

"رات ماریا نے ہیلن بن کر مجھے اس کی اطلاع دے دی تھی۔"

"وہ بہت دور اندیش لڑکی ہے۔" راجو نے ماریا کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ "بے پناہ صلاحیتوں اور خوبیوں کی مالک' اکثر ایسے مشکل کام بھی کر گزرتی ہے جو گروہ کے دوسرے افراد سرانجام دینے سے کتراتے ہیں۔ باس اسی وجہ سے اس پر بے حد اعتماد کرتا ہے۔ وہ گروہ کے لیے اب تک سیکڑوں بیش بہا خدمات انجام دے چکی ہے۔ موت اس کے نزدیک کسی دلچسپ کھیل سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ خاص طور پر میک اپ کے فن میں اسے مہارت حاصل ہے۔ میں نے بھی یہ فن اسی سے سیکھا ہے۔"

"کیا گزشتہ رات تم اور ماریا ایک ساتھ ہی تھے۔"

"نہیں۔"

"ندیم اور گراہم کے درمیان کیا طے پایا؟"

"جو کچھ ہوا ہے مجھے اس کا اندازہ کسی حد تک پہلے ہی سے تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"گراہم نے مفاہمت کی راہ اختیار کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔" راجو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ گریشیا کی موت کے صدمے کو بھی بھول جانے پر آمادہ ہو گیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس آمادگی کے پیچھے بھی گراہم کی

کوئی خطرناک سازش ہو۔"

"ہاں، ہو سکتا ہے لیکن اگر ایسا ہوا تو وہ گراہم کی زندگی کا آخری دن ثابت ہوگا اور طے شدہ پروگرام کے تحت گراہم کی جگہ اس کا لوکا البرٹو لے لے گا۔"

"کیا کل رات تم البرٹو ہی سے ملنے گئے تھے؟" میں نے قیاس آرائی کی۔

"نہیں۔" راجو نے ایک طویل کش لے کر پُرفضا ماحول میں آلودگی بکھیرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے کل رات صرف اس شخص کے کھوج میں گزاری ہے جس نے ڈگو کی حیثیت میں آپ سے مل کر لیڈی مکلارنس سے دوستی پیدا کرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے راجو کو وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ڈگو کی اصلیت کچھ اور ہے؟"

"ہاں۔" ماریا نے اسے بغور دیکھنے کے بعد ہی رائے قائم کی تھی کہ وہ میک اپ میں تھا۔ بعد میں اس کی تصدیق بھی ہو گئی تھی۔"

"کیا ہے اس کی اصلیت؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے دریافت کیا۔

"یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ ماریا اور باس دونوں ہی کو ڈگو کی اصلیت پر شبہ ہوا تھا پھر باس کے حکم پر میں نے گزشتہ رات اسی دوڑ دھوپ میں گزاری ہے۔"

"میں نے تم سے ڈگو کی اصلیت کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"میری معلومات کے مطابق وہ کئی مہینوں سے ڈگو کے میک اپ میں دیکھا جا رہا ہے لیکن اس کی اصلیت کچھ اور ہے۔" راجو نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "دراصل وہ مقامی سیکرٹ سروس کا چیف انسپکٹر پاول ہے۔"

"آئی سی۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا اسے بھی میری اصلیت پر شبہ ہو گیا ہے؟"

"میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے۔" راجو نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ محض لیڈی مکلارنس کی وجہ سے آپ سے مل بیٹھا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ لیڈی مکلارنس ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی وہ بلا کی حسین تھی اس لیے مکلارنس کی حسن پرستی نے اس غریب لڑکی کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا۔ پھر اسے لیڈی کا خطاب ملا اور وہ تمام سیاہ و سفید کی بلا شرکت غیرے مالک بن گئی۔ بلا کی ذہین عورت تھی اس لیے ان لوگوں کا دل بھی اپنے حسن اخلاق سے جیت لیا جو مکلارنس کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ وہ اپنے ملازموں سے برابری کا سلوک کرتی تھی چنانچہ وہ بھی اس کے اشاروں پر چلنے لگے اور آج بھی اس کے تابع ہیں۔"

"تو کیا پاول کا خیال ہے کہ خود لیڈی مکلارنس نے اپنے شوہر کی موت کی سازش مرتب کی تھی تاکہ وہ جائیداد کی مالک بن سکے۔"

"انسپکٹر پاول کے علاوہ کچھ اور بااثر لوگ بھی اس خیال کے حامی ہیں۔"

"کوئی خاص وجہ۔"

"دراصل لیڈی مکلارنس اپنے شوہر کے لیے کوئی وارث پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی جبکہ مکلارنس بڑی شدت سے کسی وارث کی کمی محسوس کرتا تھا اور اسی خیال سے کہ کہیں وارث کی لالچ میں مکلارنس ان خوبصورت لڑکیوں میں سے کسی ایک کا انتخاب نہ کر لے جو اس کے ارد گرد منڈلاتی رہتی تھیں۔ لیڈی مکلارنس نے تمام جائیداد پر قبضے کرنے کی خاطر مکلارنس کو ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹا دیا۔"

"ایسی صورت میں تو شبہے کی بنیاد پر بھی لیڈی مکلارنس کو حراست میں لے کر تفتیش کی جا سکتی ہے۔" میں نے ایک سابقہ پولیس آفیسر کی حیثیت سے اپنے تجربات کی روشنی میں کہا۔ "مردوں کے مقابلے میں عورتیں زیادہ کمزور ہوتی ہیں اس لیے پولیس کی طرف سے ہونے والے ممکنہ تھرڈ ڈگری کے استعمال سے پہلے ہی اپنی زبان کھول دیتی ہیں۔"

"انسپکٹر پاول نے اس کی کوشش کی تھی لیکن اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اول اس لیے کہ یہ حقیقت ہے کہ مکلارنس کے گونگے اور بہرے گارڈز جو حکومت کی طرف سے بااختیار ہیں کسی اجنبی کو لیڈی مکلارنس کے اشارے کے بغیر کیسل کے قریب نہیں پھٹکنے دیتے اور دوسری ایک عجیب روایت یہ بھی مشہور ہے کہ لیڈی مکلارنس بہت بڑی جادوگرنی بھی ہے جس کا اندازہ لوگوں کو مکلارنس کی موت کے بعد ہوا۔"

"کیا اس جادوگرنی والی کہانی میں کچھ حقیقت بھی شامل ہے۔"

"ہاں لوگوں کا خیال ہے کہ لیڈی مکلارنس کی زبان سے جو بات نکل جاتی ہے وہ پتھر کی لکیر ثابت ہوتی ہے۔"

راجو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "مکلارنس کی موت سے آج تک اس نے جن جن باتوں کی پیش گوئیاں کی ہیں وہ حیرت انگیز طور پر حرف بحرف سچ ثابت ہوئی ہیں اس کے علاوہ ایک اور اہم بات اور بھی ہے۔ لیڈی مکلارنس شادی کے بعد سب سے زیادہ خوش پوش اور خوش گفتار خاتون شمار کی جاتی تھی لیکن مکلارنس کے انتقال کے بعد اس نے اپنی جون ہی بدل ڈالی۔ کئی کئی ہفتوں تک ایک ہی لباس میں نظر آتی ہے۔ اس حد تک چڑچڑی ہو گئی ہے کہ اب کسی سے ہمکلام ہونا بھی گوارا نہیں کرتی۔ ایک بات یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے مکلارنس کی موت کے بعد سوائے اس رہائشی کیسل کے جہاں وہ مقیم ہے تمام جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ ایک مقامی ٹرسٹ کے نام کر دی ہے۔"

"کیا اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی۔"

"ایک رات میں، میں نے جو کچھ معلوم کر لیا ہے وہی بہت ہے۔" راجو بے پروائی سے بولا۔ "حقیقت کیا ہے اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"گویا انسپکٹر پاول میرے ذریعے لیڈی مکلارنس تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"لیکن ایک بات قابل غور ہے۔" میں نے کہا۔ "اگر یہ بات درست ہے کہ لیڈی مکلارنس جادوگرنی ہے تو کیا وہ انسپکٹر پاول کو ڈگو کی حیثیت سے شناخت نہیں کر سکتی۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ اس راز کو پا چکی ہے۔" راجو نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ کی میز پر آنے کے بعد اس نے ڈگو کو حقارت سے مخاطب کرتے ہوئے پہلا جملہ یہی کہا تھا کہ جو پھول کاغذ سے تیار کیے جاتے ہیں ان کی مہک بھی عارضی ہوتی ہے اور یہ بھی مشورہ دیا کہ وہ اپنے جتھے سے علیحدہ رہ کر کام کرنے کا ارادہ ترک کر دے۔"

"تم نے وہ جملے کس طرح سن لیے۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کبھی کبھی جاپان سے تعلق رکھنے والے بھی ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا وہ جاپانی جوڑا جو میری میز کے بائیں جانب بیٹھا تھا وہ تم اور ماریا تھے۔"

جواب میں راجو نے مسکراتے ہوئے اقرار کر لیا۔

"اور وہ زبان جو تم دونوں بول رہے تھے۔"

"وہ صرف جاپانی لب و لہجے کی نقل تھی۔"

"تم دونوں واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔" میں نے ان دونوں کی تعریف کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا۔

"ذرّہ نوازی ہے آپ کی۔" راجو نے کہا۔ "ورنہ من آنم کہ من دانم۔"

"تم نے جن حالات سے پردہ اٹھایا ہے اس کے بعد ندیم کا کیا خیال ہے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا میرا لیڈی مکلارنس کی دعوت پر اس کے محل تک جانا مناسب ہوگا۔"

"باس کا مشورہ یہی ہے کہ آپ کو لیڈی مکلارنس سے ملاقات کرنی چاہیے۔" راجو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے ڈگو یا انسپکٹر پاول لیڈی مکلارنس کے سلسلے میں آپ سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔"

*

راجو نے مجھے جو حالات بتائے تھے میں ان پر دن بھر بڑی سنجیدگی سے غور کرتا رہا۔ ڈگو اور لیڈی مکلارنس دونوں ہی کی شخصیت میرے لیے دلچسپی کا سبب بن چکی تھی چنانچہ میں نے لیڈی مکلارنس سے ملنے کی خاطر اس کے کیسل تک جانے کا ارادہ کر لیا۔

شام کی چائے پینے کے بعد میں نے دوبارہ شیو کیا۔ بہترین سوٹ زیب تن کرنے کے بعد جانے کے لیے تیار ہوا تو راجو نے کہا۔ "کیا آپ کو اشاروں کی زبان آتی ہے۔"

"صرف اس حد تک کہ کام چلا سکتا ہوں۔"

جواب میں راجو نے جیب سے ایک ٹائی پن نکال کر میرے حوالے کرتے ہوئے بڑی رازداری سے کہا۔

"اسے احتیاط سے ٹائی پر لگا لیجیے۔ بظاہر یہ ٹائی پن ہے لیکن اس کے اندر ایک بے حد حساس اور پاور فل ٹرانسمیٹر موجود ہے جس کی فریکوئنسی صرف میرے اور باس کے پاس موجود ہے۔ آپ کے درمیان جو گفتگو ہوگی وہ بہ آسانی ہم تک پہنچتی رہے گی۔"

"اور اگر لیڈی مکلارنس کے جادوگرنی ہونے والی بات درست ثابت ہوئی تو۔" میں نے ٹائی پن کو لگاتے ہوئے کہا۔

"باس یہی معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس کی اصلیت کیا ہے۔"

میں راجو کو وش کرتا ہوا لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ ہوٹل کے پارکنگ لاٹ میں بہت ساری خالی ٹیکسیاں موجود تھیں۔ میں ان میں سے ایک کا دروازہ کھول کر پچھلی

نشست پر بیٹھ گیا۔
"کہاں چلنا ہے جناب؟" ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر ڈاؤن کرتے ہوئے پوچھا۔
"مکلارنس کیسل۔"
"مکلارنس کیسل۔" ڈرائیور نے چونکتے ہوئے پلٹ کر مجھے کچھ ایسی نگاہوں سے دیکھا جیسے یا تو اسے اپنی قوت سماعت پر یقین نہیں آیا تھا یا اسے میرے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہو رہا تھا۔
"کوئی خاص بات۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔
"نج ۔۔۔ جی نہیں۔" ڈرائیور نے اپنی بوکھلاہٹ کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے جواب دیا پھر ٹیکسی کو بڑی مہارت سے دوسری گاڑیوں کے درمیان سے کاٹتا ہوا ہوٹل سے باہر کھلی سڑک پر آ گیا۔
میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ٹیکسی ڈرائیور کے رویے پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔
ٹیکسی پندرہ منٹ تک لندن کی بھری پری شاہراہوں کے درمیان سے گزرتی رہی' عام حالات میں ٹیکسی ڈرائیور مقامی لوگوں کے مقابلے میں غیر ملکی سیاحوں کو زیادہ اُجرت کی وجہ سے ترجیح دیتے ہیں۔ سی ویو کے پارکنگ لاٹ میں بھی اس ٹیکسی ڈرائیور نے بڑے پُرتپاک انداز میں مجھے جھک کر سلام کرتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا تھا لیکن مکلارنس کیسل کا نام سنتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات یکسر تبدیل ہو گئے تھے۔ میں نے اس تغیر کو خاص طور پر محسوس کیا تھا۔ غالباً وہ بھی مکلارنس کیسل کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ میں خاصی دیر تک اس کے بدلے ہوئے رویے پر غور کرتا رہا پھر جب ٹیکسی شہری حدود سے نکل کر نواحی علاقے کی سمت فرّاٹے بھر رہی تھی تو میں چپ نہ رہ سکا۔
"کیا مکلارنس کیسل یہاں سے خاصی دور ہے۔" میں نے ڈرائیور کو کریدنے کی خاطر محتاط انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔
"جی ہاں۔"
"پھر تو عام حالات میں ٹیکسی ڈرائیور اس طرف جانے سے گریز ہی کرتے ہوں گے؟"
"جی ہاں۔"
"شاید اس لیے کہ واپسی کا سفر بغیر کسی پسنجر کے گزارنا پڑتا ہے۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔
"فکر مت کرو۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "میں تمہیں واپسی کا کرایہ بھی ادا کر دوں گا۔"
"تھینک یو سر۔" اس نے سپاٹ لہجے میں شکریہ ادا کیا۔
"کیا تم پہلے کیسل کے لیے سواری لے گئے ہو۔"
"جی نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "البتہ ایک بار اس کے قریب سے گزرنے کا اتفاق ضرور ہوا تھا۔"
"لیڈی مکلارنس نے بطور خاص مجھے اپنے کیسل پر مدعو کیا ہے۔ میں گزارش کرتا تو یقیناً مجھے پک کرنے کے لیے وہ اپنی شاندار گاڑی بھی بھیج دیتی لیکن میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔"
"کیا آپ اس معزز خاتون سے مل چکے ہیں۔" لیڈی مکلارنس کے لیے معزز کا لفظ استعمال کرنے کے باوجود اس کے لہجے سے بیزاری جھلک رہی تھی۔
"ہاں۔ صرف ایک بار۔ کیوں؟"
"کچھ نہیں۔ یوں ہی برسبیل تذکرہ پوچھ لیا تھا۔"
"کیا تم مقامی ہو؟"
"جی نہیں۔۔ میرا تعلق منگولیا سے ہے۔"
"پھر تو تم ایشین ہوئے۔" میں نے بات آگے بڑھائی۔ "میرا اندازہ ہے کہ لیڈی مکلارنس ایشیا سے تعلق رکھنے والوں کو زیادہ پسند کرتی ہے۔"
"اسی لیے میں نے آپ کو کیسل تک لے جانے سے انکار نہیں کیا لیکن۔"
"لیکن کیا؟" میں نے اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے استفسار کیا۔
"لیڈی مکلارنس کے گونگے اور بہرے گارڈز اپنے فرائض کی انجام دہی میں کچھ زیادہ سخت واقع ہوئے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "پہلی بار جب میں کیسل کی طرف گیا تھا تو مجھے اپنی جان بچانا مشکل ہو گئی تھی۔ وہ صرف اشاروں کی زبان سمجھتے ہیں اگر میرے پاس اپنی شناخت کرانے کے لیے کاغذات نہ ہوتے تو شاید وہ مجھے مار ڈالنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔"
"لیڈی مکلارنس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"
"میں نے آج تک اسے دوبدو بھی نہیں دیکھا۔ ایک دوبار اس کی تصویر اخباروں میں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔"

"تم لندن میں کب سے مقیم ہو؟"
"تقریباً گیارہ سال سے۔ جب میں یہاں آیا تھا اس وقت میری عمر صرف اٹھائیس سال تھی۔ میرا ارادہ تعلیم حاصل کرنے کا تھا لیکن حالات نے اس کی اجازت نہیں دی اور میں ٹیکسی ڈرائیور بن گیا۔"
"تمہاری شادی ہو چکی ہے۔"
"جی ہاں۔ دو بچے بھی ہیں جو فی الحال تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔"
"تم نے ان کے بارے میں کیا سوچا ہے۔" میں نے بے تکلفی بڑھانے کی خاطر پوچھا۔
"قبل از وقت یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن میری کوشش یہی ہوگی کہ وہ پڑھ لکھ کر کوئی معزز پیشہ اختیار کریں۔"
"کیا تم نے کسی مقامی لڑکی سے شادی کی ہے۔"
"جی نہیں۔ اس کا تعلق ہن کیانگ سے ہے۔" اس نے نظریں بدستور سڑک پر جمائے ہوئے جواب دیا۔ "بڑی جفاکش اور وفادار بیوی ہے' میں دن بھر ٹیکسی چلاتا ہوں اور وہ ایک مقامی اسکول میں پرائمری کے بچوں کو پڑھاتی ہے۔"
"تمہارا نام کیا ہے۔"
"یوہون باتور۔"
"خاصا مشکل نام ہے۔"
"یہ میرا اصلی نام ہے جناب۔ ویسے یہاں مجھے لوگ ... کے نام سے جانتے ہیں۔"
میں خاصی دیر تک بوبی کے ساتھ بے تکلفی پیدا کرتا رہا پھر بولا۔ "مکلارنس کیسل اب کتنی دور رہ گیا ہے۔"
"ہمیں وہاں پہنچنے کے لیے ابھی تقریباً پینتالیس منٹ کا سفر اور طے کرنا پڑے گا۔"
"مسٹر مکلارنس کو اپنی رہائش گاہ شہر سے اتنی دور تعمیر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"
"اکثر بڑے بڑے مقامی لوگ سکون اور ذہنی آرام کی خاطر شہری حدود سے دور ہی کسی پُرفضا مقام پر تنہائی میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔"
"میرا نام بلرام ہے اور میرا تعلق انڈیا سے ہے۔" میں نے اسے اپنا تعارف کرایا۔ "کاروباری آدمی ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ سیاحی کا شوق بھی ہے۔"
"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" بوبی نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "اگر برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں۔"

"پوچھو۔"
"آپ لیڈی مکلارنس سے کس غرض سے ملنا چاہتے ہیں۔" اس نے سوال کیا پھر خود ہی اس کی وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ بھی اس سے اپنے کاروبار یا کسی نجی معاملے میں کسی پیش گوئی کے خواہش مند ہیں؟"
"اوہ۔ گویا تم لیڈی مکلارنس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔"
"اس کے بارے میں مختلف روایتیں مشہور ہیں جناب۔" اس نے سنجیدگی سے مجھے اپنی معلومات سے استفادہ پہنچانے کی کوشش کی۔ "کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مستقبل میں جھانکنے اور پیشگوئیاں کرنے میں حیرت انگیز صلاحیت رکھتی ہے۔ اکثر افراد اس کی شخصیت کو محض فراڈ کہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ بے سروپا باتیں کرتی ہے جس میں اکثر اتفاقیہ طور پر درست ثابت ہو جاتی ہیں۔ ایک گروپ اسے ذہنی مریضہ کی حیثیت سے جانتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اسے جادوگرنی گردانتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مکلارنس کی روح آج بھی اس کے اردگرد منڈلاتی رہتی ہے اور وہی اس کی مدد اور رہنمائی کرتی ہے۔"
"کیا یہ درست ہے کہ وہ مقامی لوگوں کو اپنے شوہر کا قاتل سمجھتی ہے۔"
"اس کا جواب تو محکمۂ پولیس اور سراغرسانی کے ذمے دار آفیسری دے سکتے ہیں لیکن لیڈی مکلارنس کا یہی خیال ہے کہ اس کے شوہر کو جان بوجھ کر اس کے حریفوں نے اپنے راستے سے ہٹا دیا ہے۔"
"اس خیال یا شبہے کی کوئی معقول وجہ بھی ضرور ہوگی۔" میں نے پوچھا۔
"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ مسٹر مکلارنس کھل کر حکومت اور انتظامیہ کی مختلف پالیسیوں پر بڑی سخت اور بے لاگ تنقید کرتے تھے جسے صاحب اقتدار حلقہ اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا تھا۔"
کچھ دیر تک ہمارے درمیان لیڈی مکلارنس کی بابت گفتگو ہوتی رہی پھر ٹیکسی کچے کی جانب سے ایک پختہ روڈ کی طرف مڑ گئی۔ سڑک کے دونوں اطراف دور دور تک سبزہ نظر آ رہا تھا۔ سامنے کی سمت کچھ فاصلے پر گھنے درختوں کا لامتناہی سلسلہ کافی وسیع و عریض علاقے میں پھیلا ہوا تھا اور اس سلسلے سے تقریباً چار پانچ فرلانگ دور قدیم طرز کی محل نما ایک عمارت کے کچھ حصے نظر آ رہے تھے۔ درخت

خاصے بلند اور گھنے تھے جس کے اندر آٹھ دس آدمی بآسانی دوسروں کی نگاہوں میں آئے بغیر چھپ کر بیٹھ سکتے تھے اور اپنے کسی بھی دشمن کو نہایت آرام سے نشانہ بنا سکتے تھے۔ اس حصے میں چاروں اطراف سوائے اس قدیم طرز کے محل کے اور کوئی عمارت نظر نہیں آرہی تھی۔

"ان گھنے درختوں کی دوسری طرف مکلارنس کیسل کی شاندار عمارت موجود ہے۔" بوبی نے ٹیکسی کی رفتار کم کرتے ہوئے کہا۔ "جہاں سے درختوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس کے قریب آپ کو جو بورڈ نظر آرہا ہے اس پر واضح طور پر جلی حرفوں میں یہ نوٹس درج ہے کہ اس بورڈ سے آگے جانے والا خود اپنی موت کا ذمے دار ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو اس بورڈ سے پچاس گز پہلے ہی چھوڑ دوں گا۔ بقیہ سفر آپ کو اپنے رسک پر پیدل طے کرنا پڑے گا۔ ایک مشورہ اور دے رہا ہوں۔ لیڈی مکلارنس کے گونگے اور بہرے گارڈز افریقہ کے ان آدم خور جنگلیوں سے زیادہ وحشی اور درندہ صفت ہیں جو اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتارتے وقت ایک خاص قسم کی مسرت سے دوچار ہوتے ہیں۔"

"کیا وہ مجھ سے کوئی سوال جواب کیے بغیر ہی مار ڈالیں گے؟"

"ایسا بھی نہیں ہے۔" بوبی نے کہا۔ "اگر لیڈی مکلارنس نے آپ کو واقعی مدعو کیا ہے تو اس نے آپ کے بارے میں اپنے آدمیوں کو کچھ ہدایتیں بھی ضرور جاری کی ہوں گی۔"

ایک لمحے کو میرے ذہن میں آیا کہ جہاں تک آچکا تھا وہیں سے واپس پلٹ جاؤں لیکن پھر صندلی انگوٹھی کی موجودگی نے مجھے حوصلہ دیا اور میں نے واپسی کا ارادہ ترک کردیا۔ بوبی نے حسب وعدہ مجھے اس نوٹس بورڈ سے پہلے ہی اتار دیا۔ میں نے کرائے کے طور پر اسے ایک معقول رقم دی جسے اس نے تھوڑے سے پس و پیش کے بعد شکریے کے ساتھ قبول کرلیا۔

بوبی کے واپس جانے کے بعد میں کچھ دیر تک قرب و جوار کا جائزہ لیتا رہا، جہاں سے درختوں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا وہاں سے سرخ بجری کی روش بل کھاتی ہوئی کیسل تک جاتی نظر آرہی تھی جو پیدل چلنے والوں کے لیے تھی۔ اس کے ساتھ ہی پختہ سڑک بھی موجود تھی۔ دور دور تک کسی آدم زاد کا بظاہر کوئی وجود نظر نہیں آرہا تھا۔ پورا علاقہ بھائیں بھائیں کررہا تھا۔ ہر سمت ایک پراسرار سناٹا طاری تھا۔ اپنی شناخت کے لیے میرے پاس بلرام کی تصویر پاسپورٹ موجود تھا اس کے علاوہ بغلی ہولسٹر میں پسندیدہ اور آزمودہ آٹومیٹک بھی تھا جسے میں ہمیشہ ساتھ رکھتا تھا۔

کچھ دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد میں نے والی روش پر قدم بڑھانے شروع کردیے لیکن ابھی بمشکل بیس پچیس گز کا فاصلہ طے کرپایا تھا کہ اچانک درختوں سے چار طویل القامت افراد جو جدید اسلحے لیس تھے کود کر میرے سامنے آگئے، ان کی آنکھوں درندگی کے سوا کچھ اور نہیں تھا۔ چاروں رائفل دیر تک مجھے وحشیانہ انداز میں گھورتے رہے پھر ان سے ایک لمبے لمبے قدم بڑھاتا میرے قریب آگیا۔

"غوں ۔۔۔ غاں ۔۔۔ غاں" اس نے ہاتھ کے اشا سے میری اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کی جواب میں نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں سمجھانے کی کی کہ میں وہاں خود سے نہیں آیا بلکہ بلایا گیا ہوں۔ کے ساتھ ہی میں نے اپنا پاسپورٹ نکال کر اس کے کردیا جسے وہ الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا، پاسپورٹ پر چسپ تصویر کو میرے چہرے سے ملاتا رہا پھر اس نے اش سے مجھے چھتری کی اس بینچ پر بیٹھنے کو کہا جو روش کے طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر موجود تھیں۔ میں خاموشی سے اس کے اشارے پر عمل کیا، وہ تعداد چونکہ مجھ سے زیادہ تھے اس لیے ابھی تک انہوں نے تلاشی لینے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ تین رائفل جیسے شعلہ بار نگاہیں میری ایک ایک حرکت پر تھیں۔

میں بینچ پر بیٹھ گیا تو جس شخص نے میرا پاسپورٹ کیا تھا اس نے اپنی جیب سے ایک مختصر سی عجیب کیمرے نما کوئی چیز نکالی پھر اس کے ایک مخصوص کر اپنی زبان میں غوں ۔۔۔ غوں ۔۔۔ غوں ۔۔۔ غاں اس کے بعد اس نے وہ کیمرے نما شے جیب میں رکھی، میرے قریب آکر میرا پاسپورٹ واپس کیا مہذب انداز میں ہاتھ کو دائرے کی شکل میں اس نے بڑی آسانی سے مجھ پر یہ بات واضح کردی گاڑی مجھے لینے آرہی ہے، میں نے اثبات میں دی پھر بڑی بے پروائی سے پاسپورٹ جیب میں ایک سگریٹ جلا کر گاڑی کی آمد کا انتظار کر اس بات پر حیرت تھی کہ اس دراز قد وحشی نما

شکل غوں غاں کے ذریعے اپنا مافی الضمیر دوسری جانب سے کال اٹینڈ کرنے والے پر کس طرح ظاہر کیا ہوگا۔ غالباً انہوں نے کوئی مخصوص لب و لہجے پہلے سے طے کر رکھے تھے جس کے ذریعے وہ پیغام رسانی کے مشکل کام کو بہ آسانی انجام دینے کے عادی بن چکے تھے۔

مجھے وہاں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا، دس منٹ کے اندر اندر ایک جھلملاتی ہوئی گاڑی میرے قریب آکر رکی اور میں ڈرائیور کے اشارے پر خاموشی سے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد ہی میں مکلارنس کیسل کی شاندار عمارت کے ڈرائنگ روم میں لیڈی مکلارنس کے سامنے موجود تھا۔ میری توقع کے خلاف وہ اس وقت بھی کم و بیش اسی لباس میں ملبوس تھی جس میں، میں اسے دوبار پہلے دیکھ چکا تھا۔ کمرے کے خوبصورت ماحول اور اعلیٰ قسم کے قیمتی فرنیچر اور سازو سامان کے درمیان مجھے لیڈی مکلارنس کا وجود کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔" اس نے مجھے اپنے قریب صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر خود بھی بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تمہیں یہاں تک پہنچنے میں کسی دشواری یا پریشانی کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا۔"

"نہیں۔" میں نے اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں کی سمت دیکھتے ہوئے کہا جس میں اس وقت بھی ایک چمک تھی۔ اس کے جسم پر بس آنکھیں ہی تھیں جو بڑی منفرد لگتی تھیں۔

معاً ایک خیال میرے ذہن میں بڑی سرعت سے ابھرا اگر لیڈی مکلارنس کے لیے یہ بات درست تھی کہ وہ جادوگری اور مستقبل میں جھانکنے اور پیشگوئیاں کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو پھر میرے میک اپ کا بھرم بھی اس پر کھل چکا ہوگا۔ شاید وہ ڈگو کی اصلیت سے بھی واقف ہی تھی جو اس نے دبی زبان میں کاغذ کے پھول اور سانپ اور دودھ کا حوالہ دیا تھا لیکن کسی خاص مصلحت کی بنا پر اس نے کھل کر ڈگو کی سرکاری حیثیت کو بے نقاب نہیں کیا تھا۔

مجھے شاید لیڈی مکلارنس کی دعوت پر اس کے پاس جانے میں اتنی جلدی نہیں کرنا چاہیے تھی۔ غور و خوض کرنے کے بعد کچھ سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا چاہیے تھا لیکن اب پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اس کی واپسی مشکل تھی بہرحال میں نے طے کرلیا تھا کہ اس سے گفتگو کرتے وقت پوری طرح محتاط رہوں گا۔

"تم ناشتا کرکے ہوٹل سے چلے ہوگے اس لیے اب رات کا کھانا کھانے کے بعد ہی تمہاری واپسی ممکن ہوگی۔" اس نے مہمان نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا لیکن اس کے لہجے میں تحکمانہ انداز بھی شامل تھا۔ اس کی آنکھیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اس کے دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا جیسے وہ کسی کھلی ہوئی کتاب کے بغور مطالعہ میں مصروف ہو۔

"اس تکلف کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں ہے لیکن اگر یہ آپ کا حکم ہے تو میں انکار بھی نہیں کروں گا۔"

"میں محسوس کررہی ہوں کہ تم ایک باہمت اور باصلاحیت نوجوان ہو شاید اسی لیے تم نے لارڈز میں مجھ سے ڈگو کی سفارش کی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مروت اور کسی کے کام آنا اچھی بات ہے لیکن کسی اجنبی سے اتنی جلدی گھل مل جانا میرے نزدیک عقلمندی کی دلیل نہیں ہے۔ میں تمہیں محتاط رہنے کا مشورہ دوں گی۔ یہاں کے لوگوں کے دل و دماغ میں بڑا تضاد ہوتا ہے۔ وہ سوچتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں لیکن ٹھہرو، شاید میں روانی میں غلط بات کہہ گئی۔ مجھے دراصل یہ کہنا چاہیے تھا کہ بظاہر اوپر سے وہ جتنے معصوم، نیک اور منکسار نظر آتے ہیں اندر سے ان کے دلوں میں اتنا ہی بغض، کینہ اور کھوٹ بھرا ہوتا ہے، کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہر کوئی نہیں کرسکتا اسی لیے میرا مشورہ ہے کہ تم جب تک یہاں رہو محتاط رہنے کی کوشش کرو۔"

"لارڈز میں آپ نے کہا تھا کہ آپ اپنے شوہر کے قاتلوں کی دعوت قبول نہیں کرتیں تو کیا۔"

"نہیں۔" اس نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "ڈگو میرے شوہر کا قاتل نہیں ہے لیکن وہ اس قتل کے اندر میرا ہاتھ تلاش کرنے کی کوشش میں اپنا قیمتی وقت ضائع کررہا ہے۔"

"لیکن وہ تو ایک تجارت پیشہ آدمی ہے اور آپ سے صرف مشورے کا طلب گار تھا۔" میں نے محتاط لہجے میں کہا۔ "وہ مجھے بتا رہا تھا کہ آپ لازوال قوتوں کی مالک ہیں اور آپ کی زبان سے نکلی ہوئی بات کبھی غلط ثابت نہیں ہوتی۔"

"اس کے باوجود لوگ مجھ کو آزمانے کی کوشش کرتے ہیں۔" لیڈی مکلارنس نے اپنے سر کے الجھے ہوئے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے جواب دیا۔ "دو اور دو ہمیشہ چار ہوتے ہیں لیکن وہ عقل کے اندھے اسے پانچ ثابت کرنے کی تگ و دو کررہے ہیں۔ ذرا غور کرو میرے

بچے! اگر مجھے صرف دولت کا لالچ ہوتا تو میں اپنے شوہر کو اپنے راستے سے ہٹانے کے بعد اس کی بے پناہ دولت اور جائیداد کو ٹرسٹ کے حوالے کیوں کرتی۔"

"کیا میں ایک ذاتی قسم کا سوال کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں۔"

"تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ تم میرے مہمان ہو اور میں نے آج تک اپنے کسی مہمان کی دل شکنی کبھی نہیں کی۔ جو چاہو بلا تکلف پوچھ سکتے ہو۔"

"آپ نے لارواز میں کہا تھا کہ آپ متعدد بار مسٹر مکارنس کی روح سے رابطے کی کوشش کر چکی ہیں لیکن ابھی کامیاب نہیں ہو سکیں اس لیے کہ وہ آپ سے ناراض ہیں۔"

"ہاں۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر اداس لہجے میں بولی۔ "یہ سچ ہے کہ وہ مجھ سے روٹھا ہوا ہے' اسی لیے میں ابھی تک اس کی روح سے اس کے قاتلوں کا سراغ نہیں معلوم کر سکی۔"

"کیا آپ کسی بھی مردہ شخص کی روح سے رابطہ قائم کر سکتی ہیں۔" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن میں اپنے شوہر کی روح کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتی۔" اس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "زندگی میں' میں ہمیشہ اس کے تابع رہی ہوں۔ مجھے اس سے بہت زیادہ پیار تھا۔ آج بھی میری محبت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس کے باوجود جب لوگ میری ذات پر شبہ کرتے ہیں تو میری قوت برداشت جواب دے جاتی ہے۔ وہ مجھے دیوانی اور پگلی سمجھتے ہیں لیکن جس دن انہیں میری قوت کا اندازہ ہو گیا اس روز وہ میری رہائش گاہ کے ارد گرد کتوں کی طرح دُم ہلاتے پھریں گے۔"

"آپ نے ڈنگو سے کہا تھا کہ وہ اپنے جتھے سے علیحدہ ہو کر کام کرنے کا ارادہ ترک کر دے ورنہ آسمانی بلا میں اسے اور اس کے خاندان کو ہولناک تباہی سے دوچار کر دیں گی۔"

"تم نے اپنا کیا نام بتایا تھا۔" اس نے میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ اس کا لہجہ اس قدر معنی خیز تھا کہ میرے پورے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔

"بلرام۔" میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی' میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ میری اصلیت کا راز پا چکی ہے۔

"خوبصورت نام ہے لیکن میری ایک بات یاد رکھو۔ زمین اور آسمان کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ڈنگو کے بارے میں تمہاری ذاتی رائے کیا ہے۔" اس نے ایک بار پھر میرے سوال کو نظر انداز کر دیا۔

"اس روز لارواز میں وہ مجھ سے پہلی بار ملا تھا۔"

"لیکن اس کے باوجود تم اس کے بارے میں بہت کچھ جان چکے ہو؟" وہ عجیب تیور سے مسکراتے ہوئے بولی۔ "کیا تم میری بات سے انکار کر سکو گے میرے معصوم بچے!"

"اس کا اصل نام غالباً" جان مینگو ہے لیکن اس کے دوست احباب اسے ڈنگو کے نام سے یاد کرتے ہیں۔" میں نے سنجیدگی برقرار رکھی۔ "اس نے مجھ سے اپنا تعارف اسی انداز میں کرایا تھا۔ کیا اس نے غلط بیانی سے کام لیا تھا۔"

"جو لوگ دوسروں سے الگ تھلگ نظر آئیں ان کے بارے میں کھوج لگانا انسانی جبلت میں شامل ہے۔" اس نے یکلخت گہری سنجیدگی اختیار کر لی۔ "شاید اسی لیے تم نے لارواز میں میرے بارے میں پوچھ گچھ کی تھی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی بات سن کر چونک اٹھا' مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے اور میرے درمیان ہونے والی گفتگو اتنی مدھم آواز میں ہوئی تھی کہ شاید اسے برابر والی میزوں پر بیٹھے ہوئے افراد بھی نہیں سن سکتے تھے پھر؟ لیڈی مکارنس کو اس کا علم کس طرح ہو گیا؟

"تمہاری شخصیت بھی مجھے دوسرے افراد کے مقابلے میں دلچسپ نظر آ رہی ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "یہی وجہ ہے کہ میں نے تم کو مکارنس کیسل میں آنے کی دعوت دی تھی۔"

"آپ کی باتیں بھی آپ کی شخصیت کی طرح پراسرار ہیں۔" میں نے اس کی تعریف کی۔

"لیکن تم۔" وہ ایک لمحے تک مجھے گھورتے رہنے کے بعد سپاٹ آواز میں بولی۔ "میں تسلیم کرتی ہوں کہ تم ابھی تک مکمل طور پر مجھے نظر نہیں آ سکے۔"

"جی۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"ایک پردہ سا ہے جس نے تمہاری شخصیت کے کچھ پہلوؤں کو اپنے اندر چھپا رکھا ہے۔"

"آپ شاید۔"

"نہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "میں بہکی بہکی باتیں نہیں کر رہی ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ تم وہ پہلے شخص ہو جو مکمل طور پر میری نگاہوں کے سامنے ہونے کے باوجود کچھ زاویوں سے پوشیدہ ہو۔ درمیان میں کوئی شے ایسی ضرور حائل ہے جو میرے ذہن کی لہریں تمہارے وجود کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ پا رہی۔ کسی طاقت سے ٹکرا کر واپس لوٹ آتی ہیں۔"

"میں آپ کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" میں نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ ویسے لیڈی مکارنس کی بات سن کر میرے ذہن میں اسی کراماتی صندلی انگوٹھی کا خیال ابھرا تھا جو سفید ریش بزرگ نے مجھے دی تھی۔ اس کی موجودگی میں کالکا کی لازوال قوتیں بھی میرے دل کا بھید نہیں معلوم کر سکتی تھیں اور اس وقت غالباً" وہی انگوٹھی میرے اور لیڈی مکارنس کے درمیان حائل ہو رہی تھی۔

"تم لیڈی مکارنس سے اڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میرے بچے! شاید اس لیے کہ ابھی تم مجھ سے پوری طرح واقف نہیں ہوئے۔ کیا تم میری قوت کا ایک چھوٹا سا کھیل دیکھنا پسند کرو گے۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا اس کی نگاہوں کا مرکز تبدیل ہو گیا۔ اب وہ اس پتھر کی خوبصورت مورتی کی طرف متوجہ تھی جو ہمارے سامنے شیشے کی گول میز پر ایک شوپیس کے طور پر رکھی ہوئی تھی۔ چند لمحوں تک وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی رہی پھر اس کی کرخت آواز ڈرائنگ روم میں بازگشت بن کر گونجی۔ "میں۔ لیڈی مکارنس تجھے حکم دیتی ہوں کہ ان باتوں کو دہراتی چلی جا جو کچھ دیر پہلے سی ویو ہوٹل میں بلرام اور رام اوتار کے درمیان ہوئی تھیں۔"

پھر اس وقت میں حیرت سے اچھل پڑا جب مورتی کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ تمام گفتگو جو میرے اور راجو کے درمیان ہوٹل میں ہوئی تھی ٹیپ کی ہوئی آوازوں کی طرح فضا میں گونجنے لگی۔ میں آنکھیں پھاڑے اس بے جان مورتی کو دیکھتا رہا پھر جب اس کے ہونٹوں کی جنبش ختم ہوئی تو لیڈی مکارنس نے میری طرف دیکھتے ہوئے فخریہ انداز میں کہا۔

"کیا اب بھی تم اس بات سے انکار کر سکو گے کہ جو کچھ میں نے تمہارے بارے میں کہا تھا وہ غلط ہے؟"

"آپ کی قوت حیرت انگیز ہے۔" میں نے پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "اب جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسپکٹر پاول کی شخصیت آپ کے لیے بے نقاب ہو چکی ہے اور اس کے ارادے واضح ہو چکے ہیں تو کیا آپ اسے مزید ڈھیل دینے کا ارادہ رکھتی ہیں۔"

"انسپکٹر پاول۔" اس نے حقارت سے کہا۔ "جو شیر اور ہاتھی کا شکار کھیلنے کے عادی ہوں ان کے لیے طاعون زدہ حقیر چوہے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ اندھیروں میں ہاتھ پیر چلا رہا ہے۔ اس کی بے بسی میرے لیے خوشی کا باعث ہے۔"

"آپ کی پتھر کی مورتی میرے لیے ایک عجوبے سے کم نہیں۔"

لیڈی مکارنس نے میری جانب غور سے دیکھا پھر وہ تیزی سے اٹھی' میز سے پتھر کی مورتی کو اٹھا کر اس نے فرش پر اتنی شدت سے مارا کہ پلاسٹر آف پیرس کے ٹکڑے دور دور تک بکھر گئے' میں حیرت سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ لیڈی مکارنس نے اچانک جو حرکت کی تھی وہ اس بات کی یقین دہانی کے لیے بہت کافی تھی کہ اس پر بھی دماغی دورے بھی ضرور پڑتے ہوں گے۔

"بیٹھ جاؤ۔" وہ دوبارہ اپنی نشست کی جانب بڑھتے ہوئے بولی۔ "پتھر کی یہ بے جان مورتیاں میرے لیے سستے اور حقیر کھلونے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں۔ میں تمہیں دکھانا چاہتی تھی کہ اس مورتی کے اندر کوئی لاسلکی نظام پوشیدہ نہیں تھا۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔" میں نے تذبذب کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں تمہیں صرف یہ باور کرانا چاہتی ہوں کہ دوبارہ میرے بارے میں کسی قسم کی سراغرسانی کی کوشش بھی نہ کرنا۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تمہاری ناگی پن بلاشبہ ایک حساس اور پاورفل میڈیا ہے لیکن لیڈی مکارنس کے کیسل میں صرف اس کا اشارہ کام کرتا ہے۔ اس کے علاوہ تمام قوتیں بیکار اور ناکارہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ میری مرضی اور اجازت کے بغیر یہاں کا ایک ذرہ بھی اڑ کر کیسل سے باہر نہیں جا سکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہارا ساتھی اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا ہماری گفتگو سننے کی ناکام کوشش میں الجھ رہا ہو گا۔"

"مجھے افسوس ہے محترم خاتون لیکن۔"

"جو کچھ ہو چکا اسے بھول جاؤ۔" اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے بڑی اپنائیت کا اظہار کیا۔ "تم اس وقت میرے مہمان ہو اور میں مہمانوں کی قدر کرتی ہوں۔ کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ مکارنس کی موت کے بعد تم پہلے شخص ہو جس نے میری قیام گاہ کی دہلیز کو عبور کیا

ہے۔"

"میں اسے اپنی عزت افزائی سمجھوں گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ مجھے یقین تھا کہ لیڈی ملکارنس میرے ساتھیوں کے بارے میں بہت کچھ جان چکی ہے' ایسی صورت میں اس کے ساتھ کھل کر گفتگو کرنا ہی زیادہ مناسب تھا۔

"آج تم پہلی بار مجھ سے ملے ہو۔ آہستہ آہستہ تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ لیڈی ملکارنس ایک ایسی ناقابل تسخیر شخصیت کی مالک ہے جس سے ٹکرا کر پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو سکتا ہے لیکن میری ایک نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا۔ ہمارے درمیان جو بھی گفتگو ہو اس کا علم کسی تیسرے کو نہیں ہو ورنہ ہو سکتا ہے کہ تم میری رفاقت سے محروم ہو جاؤ۔ ایسی صورت میں فائدہ حاصل کرنے کے بجائے بہت خسارے میں رہو گے۔"

"میں آپ کے پُر خلوص مشورے کو ذہن نشین رکھوں گا۔"

"تم ایک اچھے انسان ہو۔ ابھی تمہیں دنیا میں بہت کچھ کرنا ہے۔ تم مجھے پہلی ہی نظر میں عام انسانوں سے ہٹ کر نظر آئے تھے اسی لیے مجھے تمہارے اندر دلچسپی لینا پڑی۔ ویسے تم چاہو تو میں تمہیں ہمیشہ کے لیے حرف غلط کی طرح فراموش بھی کر سکتی ہوں۔" اس نے خلا میں گھورا پھر اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "ہماری عمروں میں بڑا فرق ہے۔ تم کو بچہ کہتے ہوئے مجھے ایک روحانی مسرت کا احساس ہوتا ہے۔ شاید اسی لیے کہ قدرت نے میرے نصیب میں اولاد نہیں لکھی تھی۔ قسمت کے لکھے کو کوئی نہیں مٹا سکتا مگر تم چاہو تو ہم دوست کی حیثیت سے بھی مل سکتے ہیں۔" اس کے لہجے کی اداسی بڑھتی جا رہی تھی۔ "ملکارنس کی زندگی میں مقامی لوگ مجھے سب سے زیادہ حسین' باذوق اور خوش پوش عورتوں میں شمار کرتے تھے لیکن ملکارنس کی موت کے بعد سے وہ مجھے چڑیل سمجھنے لگے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہیں تو کترا کر نکل جاتے ہیں۔ میں ان کی نگاہوں کا مفہوم اور دل کا حال جاننے کی قدرت رکھتی ہوں لیکن میں نے آج تک کسی سے کوئی شکوہ' کوئی گلہ نہیں کیا۔ تم بتاؤ میرے عزیز۔ کیا میں ملکارنس کی موت کو بھول جاؤں اس کے غم کو فراموش کر دوں۔ اس دل کو قدموں سے روند ڈالوں جو آج بھی ملکارنس کی یاد میں دھڑکتا ہے۔ کیا یہ ملکارنس سے بے وفائی نہیں ہو گی؟"

وہ ایک لمحے کو سانس لینے کی خاطر رکی پھر اس نے دوبارہ بولنا شروع کیا۔

"ملکارنس کی موت کے بعد سیکڑوں بڑے بڑے لوگوں نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے سہارا دینے یا پھر میرے قریب آنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ان میں سے کسی کی پیشکش قبول نہیں کی۔ میں نے اپنی خواہش کو ملکارنس کے پیار پر قربان کر دیا۔ جب لوگ میری جانب سے مایوس ہو گئے تو میرے خلاف ان کی گندی اور ناپاک زبانیں طرح طرح کے الزام تراشنے لگیں۔ یہ بھی انسانی فطرت ہے کہ جب وہ کسی شے کے حصول میں ہار کر ناکام ہو جاتا ہے تو محض اپنی انا کو تسکین پہنچانے کی خاطر دوسرے کے اندر خامیاں نکالنا شروع کر دیتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی سب کچھ ہوا۔ میں چاہتی تو اپنے خلاف زہر اگلنے والی زبانوں کو بند کر سکتی تھی لیکن میں ملکارنس کے اصول پر قائم رہی۔ وہ بڑا نیک اور رحم دل واقع ہوا تھا۔ اپنے دشمنوں اور حریفوں سے انتقام لینے کے بجائے انہیں معاف کر دینے کا عادی تھا۔"

لیڈی ملکارنس بولتی رہی۔ میں سنتا رہا۔ اس وقت وہ صرف ایک عورت لگ رہی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے۔ میں نے اس سے بات کو ٹٹولنے کی خاطر دبی زبان میں کہا۔

"آپ جس معاشرے اور تہذیب میں سانس لے رہی ہیں وہاں تو ایک شوہر کی موجودگی میں بھی۔۔۔"

"جن کے شوہر نہیں ہوتے وہ ہی بے راہ روی کا شکار ہو کر گمراہی کے راستے پر چل نکلتی ہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "ایک اوسط گھرانے سے لے کر شاہی محل تک اس قسم کی ہزاروں داستانیں موجود ہیں۔ بے حیائی ہماری تہذیب کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہے لیکن پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ تم اگر یقین کر سکو تو میری مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ مسٹر ملکارنس طبعی موت نہیں مرے۔"

"کوئی اور بات کرو۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔ "اصلیت کیا ہے یہ ایک نہ ایک دن ضرور بے نقاب ہو کر رہے گی۔"

ہم ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ ابھی تک ایک سوال تشنہ تھا۔ لیڈی ملکارنس نے مجھے اپنے کیسل میں آنے کی دعوت کیوں دی تھی۔ کیا اسے صرف میری شخصیت نے مرعوب کیا تھا یا اس دوستی کے پس پردہ اس کا

اور مقصد کار فرما تھا۔

ساڑھے آٹھ بجے ایک ملازم نے اطلاع دی کہ کھانا چکا ہے تو میں اس کے ساتھ اٹھ کر کھانے کی میز پر جہاں دو ملازم پہلے ہی سے ہاتھ باندھے باادب کھڑے ڈائننگ روم کی سجاوٹ بھی لیڈی ملکارنس کے اعلیٰ کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ کھانے کے دوران کچھ دیر تک خاموش رہا۔ دو آدمیوں کی موجودگی میں میں نے کھل کر بات کرنی مناسب نہیں سمجھی تھی۔ لیڈی ملکارنس ار کے مجھے ہر ڈش کی طرف متوجہ کرتی رہی۔ وہ کے فرائض سے بخوبی واقف تھی۔

"کیا آپ کے تمام ملازم گونگے اور بہرے ہیں۔" میں زبان میں پوچھا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"تم کھل کر بات کر سکتے ہو۔ یہاں جو ملازم سننے اور کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ بھی اپنی زبان کھولنے کی ت نہیں کرتے۔"

"میں آپ سے اپنے بارے میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "انسپکٹر پاول یا ڈگوئے تا کہ آپ کی پیشگوئیاں کبھی غلط ثابت نہیں ہوتیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا تمہارے بارے میں کچھ پوچھے بغیر میں نے تمہیں یہاں مدعو کر لیا ہو گا۔" اس معنی خیز تھا۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے اسے وضاحت طلب وں سے دیکھا۔

"پہلی ہی ملاقات میں سب کچھ سمجھنے کی کوشش نہ ۔" اس نے فرائڈ فش کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالتے ے کہا۔ "فی الحال میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ وپس کا مطلب کیا ہوتا ہے۔"

"ایک خطرناک سمندری مخلوق۔" میں نے جواب

"ہاں۔" اس نے میری معلومات میں اضافہ کرتے ے کہا۔ "آکٹوپس کو ہشت نیش اور ہشت پا بھی کہا جاتا ۔ اس کا جسم تھیلی کے مانند ہوتا ہے جس سے آٹھ عدد اور خطرناک بازو منسلک ہوتے ہیں۔ ان بازوؤں کے نیچے وہ اپنے شکار کو مضبوط رسیوں کی طرح اپنی گرفت لے کر اس قدر شدت سے دبوچتا ہے کہ اس کا دم گھٹ ہو جاتا ہے۔ اپنے سے بڑے شکار کو پھانسنے کی خاطر وہ سیاہ رنگ کا لعاب دہن اسپرے کرتا ہے جو شکار کو مفلوج تا ہے۔"

"آپ کی معلومات خاصی وسیع ہیں۔" میں نے اسے سراہتے ہوئے کہا۔ "اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو شاید آپ ایک سے زیادہ زبانوں سے بھی واقف ہیں۔"

"ہاں' مجھے دنیا میں بولی جانے والی گیارہ مختلف زبانوں پر مکمل عبور حاصل ہے۔"

"کیا آپ کا تعلق؟"

"تمہارے دوست نے تم سے میرے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں ہے۔" اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جواب دیا۔ "میرا تعلق ایک غریب خاندان سے ہے۔ میرا باپ ایک چھوٹے سے فارم ہاؤس کا مالک تھا جس کی آمدنی سے وہ آٹھ افراد کا پیٹ بہ مشکل پالتا تھا۔"

"کیا آپ کے اور بھی بھائی بہن ہیں؟"

"ہاں۔" اس کا لہجہ پھر اداس ہو گیا۔ "ملکارنس حسن کا شیدائی تھا لیکن وہ جس کلاس سے تعلق رکھتا تھا اس کے اپنے کچھ علیحدہ اصول ہوتے ہیں۔ شادی کے وقت اس نے پہلی شرط یہی رکھی تھی کہ میں اس کی شریک حیات بننے کے بعد اپنے خاندان کے کسی افراد سے بھی نہیں ملوں گی اور . . . . میں آج بھی اپنے عہد پر قائم ہوں' مجھے نہیں معلوم کہ وہ کس حالت میں ہیں۔ میں نے ان کے بارے میں جاننے کی بھی کوشش بھی نہیں کی۔ شاید اس لیے کہ عہد شکنی میرے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے۔"

"آپ آکٹوپس کے بارے میں کچھ عرض کر رہی تھیں۔" میں نے اسے دوبارہ اصل موضوع کی طرف لانے کی خاطر کہا۔

"تمہارا دوست بہت ذہین اور دور اندیش نوجوان ہے۔ میں اس کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتی ہوں لیکن گراہم اس کی توقعات سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔" لیڈی ملکارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "نارمن جن حالات کا شکار ہوا ہے اس میں اس کی اپنی ذات کو کوئی دخل نہیں تھا۔ وہ تمہارے دوست کے ساتھ جو خورد برد کر رہا تھا اس کی پشت پر بھی گراہم کا سازشی ذہن کام کر رہا تھا۔"

"آپ گراہم کے بارے میں اور کیا جانتی ہیں۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"اسے نارمن' ہاورڈ اور اپنے تین دیگر ساتھیوں کی موت کا کوئی غم نہیں ہے۔ جو لوگ اس کے قریبی واقف کار ہیں وہ اسے آکٹوپس کے علاوہ موت کے سوداگر کے نام سے بھی جانتے ہیں لیکن حسین اور اوباش عورتیں اس کی سب سے بڑی کمزوری ہیں۔ وہ حد درجہ عیاش اور بدکردار

واقع ہوا ہے۔ گریشیا کو وہ اپنی داشتاؤں میں سب سے زیادہ عزیز رکھتا تھا اسی لیے ابھی تک وہ اس کی موت کے انتقام کی آگ میں جھلس رہا ہے۔" لیڈی مکلارنس بولتی رہی۔ "بظاہر اس نے تمہارے دوست کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ اس کا بات عہد بھی کیا کہ اب وہ کسی قسم کی جوابی کارروائی سے گریز کرے گا لیکن وہ عیاری اور مکاری سے ایک خطرناک سازش کا جال بن رہا ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے تجسس بھرے انداز میں سوال کیا۔

"گراہم اس معصوم اور غم زدہ لڑکی کو ٹریپ کرنے کے لیے جال بچھا رہا ہے جسے تم نے سہارا دے کر نیکی کا راستہ دکھایا ہے۔"

"آپ کا اشارہ نسیم کی طرف ہے۔" میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔

"ہاں۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ تمہارا دوست اپنی بیوی کو اپنی زندگی سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ گراہم اسے اغوا کرانے کا منصوبہ بنا رہا ہے اور اگر وہ کامیاب ہو گیا تو گریشیا کا انتقام بھی پورا ہو جائے گا اور وہ تمہارے دوست کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور بھی کر دے گا۔"

"اس سے پیشتر میں گراہم کا جسم چھلنی کر ڈالوں گا۔" میں نے غصے سے جواب دیا۔ لیڈی مکلارنس کی فراہم کردہ اطلاعات نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی تھی پھر میں نے کسی خیال کے تحت تیزی سے کہا۔ "آپ اس سلسلے میں کیا پیش گوئی کرتی ہیں؟ کیا گراہم اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"گراہم کے گندے منصوبے کی ناکامی۔"

"صرف ناکامی۔" اس کے لہجے میں سفاکی بھی شامل ہو گئی۔

"کیا مطلب!"

"تم چاہو تو گراہم اسی گڑھے میں گر کر اپنی جان سے ہاتھ دھو سکتا ہے جسے وہ نسیم کے لیے کھود رہا ہے۔" وہ بڑے وثوق سے بولی۔

"کیا کوئی اور طریقہ ممکن نہیں ہے۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ بنیادی طور پر تم ایک شریف، نیک اور رحم دل انسان ہو۔" اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "بہرحال تم اب مطمئن ہو جاؤ۔ میں گراہم کے منصوبے کو اس طرح ناکام بنا دوں گی کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

میں جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک شخص تیزی سے ڈائننگ ہال میں داخل ہو کر [illegible] میں کوئی ایسی ہی اہم بات کہی جسے سن کر لیڈی مکلارنس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ مجھے اس کی نگاہوں سے شعلوں کی لپٹیں پھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ بہت غور سے نووارد کی بات سنتی رہی پھر اسے اشارے سے جانے کو کہا اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔

"مجھے افسوس ہے کہ ایک ایسا ضروری اور اہم کام درپیش آگیا ہے کہ میں تمہاری میزبانی کے فرائض جاری نہیں رکھ سکوں گی۔" اس نے میز سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم کھانے کے بعد واپس جا سکتے ہو۔ میرے ملازم تمہیں نہایت عزت سے تمہارے ہوٹل تک چھوڑ آئیں گے۔ ہاں تم مکلارنس کی تصویر والے اس سنہری سکے کو اپنے پاس رکھو۔" اس نے اپنے اوورکوٹ کی جیب سے ایک سکہ نکال کر میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس کی موجودگی میں تم جب چاہو بلا روک ٹوک یہاں آ کر مجھ سے مل سکتے ہو۔ میرے ملازم تم سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کریں گے۔ البتہ ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔ سکہ گم ہو جانے کی صورت میں تم پہلی فرصت میں مجھے آگاہ کرو گے۔"

پھر وہ اپنا جملہ مکمل کر کے تیزی سے مڑی اور لمبے قدم اٹھاتی ڈائننگ روم سے باہر چلی گئی۔ میں نے ہتھیلی پر رکھے ہوئے گنی کے برابر والے اس سنہری سکے کو دیکھا جس کی ایک جانب مکلارنس کی ابھری ہوئی تصویر موجود تھی اور دوسری جانب ایک کا ہندسہ دائرے کے اندر نظر آ رہا تھا۔

☐

حالات کے پیش نظر میرا ندیم سے فوری طور پر ملنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ لیڈی مکلارنس نے گراہم کی جانب سے کی جانے والی جس سازش کی نشاندہی کی تھی اس کے بعد ایک معمولی سی غفلت بھی بازی پلٹنے کا سبب بن سکتی تھی۔ میں نسیم کو کسی قیمت پر حالات کا شکار ہونے دینا نہیں چاہتا تھا وہ پہلے ہی بہت بدنصیب تھی۔ وقت کے دھارے جو صورت اختیار کر رہے تھے اس میں اس کی [illegible] کا کوئی دخل نہیں تھا لیکن گراہم اسے لیڈی مکلارنس کے مطابق اغوا کرنے کے لیے خوبصورت جال بن رہا تھا۔

کو پھانسنے کا دستور بھی عجیب ہوتا ہے۔ ایک جاندار کو مارنے کی خاطر دوسرے جاندار کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ نسیم کو بھی اسی مقصد کے تحت اغوا کیا جا رہا تھا کہ ندیم کے کس بل نکل جائیں۔ ندیم جذباتی نوجوان تھا اگر وہ غصے میں دیوانہ ہو کر گراہم کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کرتا تو اس کے عوض نسیم کی لوجھڑی ہوئی لاش بھی کسی ویران شاہراہ سے دستیاب ہو سکتی تھی۔

راجو نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ گراہم کے پاس ایسے خطرناک شکاری کتے ہیں جو اس کے ایک اشارے پر کسی کی بوٹیاں بھی ادھیڑ سکتے ہیں۔ لیڈی مکلارنس کی باتوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا کہ میری خوشنودی کی خاطر وہ گراہم کو اس کے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گی لیکن اس یقین دہانی کے باوجود میں کوئی رسک لینے کو تیار نہیں تھا۔ مکلارنس کیسل میں اس سے ملاقات کرنے کے بعد مجھے بڑی حد تک اس کی طاقت کا اندازہ ہو گیا تھا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں فوری طور پر ندیم سے مل کر اسے حالات سے باخبر کرنا چاہتا تھا۔

میں ہی وی پہنچا تو راجو بے چینی سے میری راہ تک رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کی نگاہوں میں مسرت کی کرن پھوٹ پڑی۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ کو صحیح سلامت دیکھ رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکا۔

"ریسیونگ سیٹ پر آپ کے اور ٹیکسی ڈرائیور کے درمیان ہونے والی گفتگو مجھے صاف سنائی دے رہی تھی لیکن اس کے بعد اچانک سگنل ملنا بند ہو گئے تھے جس نے مجھے پریشان کر دیا تھا۔" راجو نے اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا لیڈی مکلارنس سے آپ کی ملاقات نہیں ہو سکی۔"

"ہوئی تھی مگر ایک مختصر وقت کے لیے۔" میں نے لیڈی مکلارنس کی ہدایتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے محتاط لہجے میں کہا۔ "اسے کہیں جانے کی بہت جلدی تھی، ممکن ہے ہماری دوسری ملاقات جلد ہی ہو۔" اس نے یہی کہا تھا۔"

"کیا آپ کے اور اس کے درمیان اشاروں کی زبان میں گفتگو ہوئی تھی۔"

"میں تمہارا مقصد نہیں سمجھا۔"

"ریسیونگ سیٹ پر سگنل نہ ملنا میرے لیے پریشان کن ہے۔"

"ممکن ہے ٹرانسمیٹر میں وقتی طور پر کوئی فنی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔"

"لیڈی مکلارنس سے ملاقات کے بعد آپ نے اس کی شخصیت کے بارے میں کیا نتیجہ اخذ کیا ہے۔"

"وہ دیوانی یا پاگل نہیں ہے بلکہ حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے۔"

"پھر۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس کی حیرت انگیز قوتوں سے ہمارے لاسلکی نظام کو ناکارہ کر رہا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے بولا۔ "کیا تم میرا میک اپ اتارنے میں میری مدد کر سکتے ہو یا یہ تکلیف خود مجھے برداشت کرنی پڑے گی۔"

"میں سمجھا نہیں۔" راجو نے حیرت کا اظہار کیا۔ "اگر میری معلومات غلط نہیں ہیں تو باس نے آپ کو مزید تین دن تک اسی میک اپ میں رہنے کی گزارش کی ہے اس کے بعد آپ اپنی اصلی صورت میں واپس آسکتے ہیں۔ تین روز میں سے صرف دو دن باقی رہ گئے ہیں۔"

"نہیں اب میں ایک لمحے کے لیے بھی اس حلیے کو برداشت نہیں کر سکتا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں" مجھے بروقت سوجھ گئی۔ "لارڈز کی ملاقات کے بعد انسپکٹر پاول کو غالباً اس بات کا شبہ ہو گیا ہے کہ میں میک اپ میں ہوں اس کے آدمی میرے تعاقب میں ہیں۔ ٹریپ ہو جانے کی صورت میں حلیہ تبدیل کرنے کا سبب بتانا میرے لیے دشوار ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ گریشیا کے پراسرار قتل کے الزام میں ہی مجھے حراست میں لے لیں۔"

"آپ کو اس بات کا شبہ کس طرح ہوا کہ جو لوگ آپ کا تعاقب کر رہے ہیں وہ انسپکٹر پاول ہی کے تعینات کردہ ہوں گے۔" راجو نے جرح کی۔ "ہو سکتا ہے وہ گراہم کے گروہ کے افراد ہوں۔"

"وہ کوئی بھی ہوں لیکن اب میں اس حلیے کو برداشت نہیں کر سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "تمہیں بہرحال مجھے اس میک اپ سے نجات دلانا ہو گی ورنہ یہ زحمت بھی مجھے کرنا ہو گی۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ ہم باس سے مشورہ کر لیں۔" راجو نے نرم لہجے میں کہا۔ "جلد بازی میں اٹھایا گیا کوئی قدم ہمارے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

میں نے ہامی بھری تو راجو نے اپنے مخصوص سیٹ پر ندیم سے رابطہ قائم کیا پھر اپنا کوڈ نمبر بتانے کے بعد اسے حالات سے آگاہ کر دیا۔ اس کے بعد ندیم کے حکم پر اس نے اپنی دستی گھڑی اتار کر میرے حوالے کر دی۔

"ہیلو۔ میں ڈریگن کا روم میٹ بول رہا ہوں۔" میں نے اپنا تعارف کرایا۔

"کیا تم میری خاطر دو دن اور انتظار نہیں کر سکتے۔" دوسری جانب سے ندیم کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

"نہیں۔" میرا جواب مختصر تھا۔

"کوئی خاص وجہ۔"

"میں تم سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہوں۔"

"ملاقات کسی وقت بھی ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے لباس تبدیل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" ندیم نے بڑی دوراندیشی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ موجودہ لباس میں ہماری ملاقات نامناسب رہی۔"

"کوئی خاص بات۔"

"ہاں مجھے فوری طور پر کچھ اہم تجارتی امور پر تم سے کچھ ڈسکس کرنا ہے۔"

"لباس کی تبدیلی تمہارے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔" ندیم نے کہا۔ "مجھے خوش قسمت ستارے پر ابھی تک مکمل یقین نہیں آسکا۔" ندیم نے ملکی اسٹارز کی رعایت سے خوش قسمت ستارے کا لفظ استعمال کیا تھا۔ "زر، زن اور زمین ہمیشہ انسان کے لیے مصیبت کا سبب ثابت ہوئے ہیں۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"او۔ کے' اگر تمہاری ضد یہی ہے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا لیکن میری ایک درخواست ہے۔"

"کیا؟"

"لباس تبدیل کرنے کے لیے صبح کا وقت زیادہ مناسب ہو گا۔ تم اس طرح اپنے کمرے سے نکلو گے کہ وہاں کا کوئی ملازم تمہیں دیکھ نہ سکے۔ عمارت سے باہر آ کر تم ساحل کی طرف جاؤ گے جہاں ایک سیاہ رنگ کی مرسڈیز پارک ہو گی۔ تم اپنا کوڈ بتا کر اس میں بیٹھ جانا۔"

"اور کوئی ہدایت۔" میں نے اکتاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"تمہاری روانگی کے دو گھنٹے بعد تمہارے روم میٹ کو بھی اس عمارت سے کہیں دوسری جگہ نئے لباس میں منتقل ہونا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر کسی فوری خیال کے تحت بولا۔ "ساحل پر سیاہ رنگ کی مرسڈیز کی تعداد ایک سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا ہو گا۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم یہ سوال ضرور پوچھو گے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا ایک مشورہ ذہن نشین کر لو۔ گاڑی ہمیشہ احتیاط سے چلاؤ اس لیے کہ انسانی جسم کے اسپیئر پارٹس مارکیٹ میں نہیں ملتے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔ باقی باتیں بعد میں اطمینان سے ہوں گی۔" ندیم نے کہا اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے ابھرنے والی مدھم سی کلک کی آواز کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا۔ میں نے خاموشی سے گھڑی راجو کے حوالے کر دی اور اسے ندیم کی ہدایت سے آگاہ کرنے لگا۔

اس رات میں خاصی دیر تک بستر پر آنکھیں بند کیے لیڈی مکلارنس اور گراہم کے بارے میں سوچتا رہا۔

❖

دوسری صبح میں ٹھیک آٹھ بجے اپنے کمرے سے اصلی حلیے میں نکلا' راہداری سنسان پڑی تھی اس لیے کسی نے نہیں دیکھا۔ میں نے راجو کو ہدایت کر دی تھی کہ سی ویو سے منتقل ہوتے وقت میرا سامان بھی اپنے ساتھ لے جائے جسے میں براہ راست یا پھر ندیم کے ذریعے حاصل کر لوں گا۔ میرے ہاتھ میں اس وقت صرف ایک بریف کیس تھا جس میں شہباز خان کی حیثیت سے میرے اصلی سفری کاغذات اور کچھ ضروری چیزوں کے علاوہ ایک سلیپنگ سوٹ بھی موجود تھا۔

آرام سے قدم اٹھاتا ہوا ہوٹل کے کاؤنٹر کے قریب سے گزرنے لگا تو کاؤنٹر کلرک نے مجھے روکتے ہوئے بڑی معذرت سے مخاطب کیا۔ "معاف کیجیے گا جناب کیا آپ رات ہمارے ہوٹل میں کسی کسٹمر کے مہمان تھے؟"

"کیا مطلب؟" میں نے اسے ناگوار انداز میں گھورا۔

"میں زحمت دینے کے لیے معافی کا خواستگار ہوں لیکن آج میں نے آپ کو پہلی بار رہائشی کمروں کی طرف سے آتا دیکھا ہے اور وہ بھی اتنے سویرے جبکہ اس وقت بیشتر افراد گہری نیند میں ہوں گے۔"

"کیا اتنے سویرے رہائشی کمروں سے نکل کر باہر جانا کوئی قانونی جرم ہے۔" میرے لہجے میں تلخی آ گئی۔

"میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں لیکن حال ہی میں پولیس کی جانب سے ہمارے اوپر کچھ پابندیاں عائد کی گئی ہیں جس کی وجہ سے ہم مجبور ہو گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ کل شام ساڑھے سات بجے تم شاید ڈیوٹی پر نہیں تھے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ کا خیال درست ہے جناب۔" اس نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔ "میری ڈیوٹی رات بارہ بجے سے شروع ہوئی تھی۔"

"شاید اسی وجہ سے تم مجھے پہچان نہیں سکے۔"

"میں سمجھا نہیں جناب۔"

"کل رات میں مسٹر بلرام اور رام اوتار کا مہمان تھا جو یہاں مقیم ہیں۔" میں نے اس پر شخصیت اور بھاری بھرکم آواز کا رعب ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "تم اگر چاہو تو میں تمہارے ساتھ واپس مسٹر رام اوتار کے کمرے تک چل سکتا ہوں تاکہ تم میری بات کی تصدیق کر سکو۔"

"اب میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا جناب۔" اس نے رجسٹر میں بلرام اور رام اوتار کی انٹری چیک کرتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ شوق سے جا سکتے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ میری مداخلت کو آپ نظرانداز کر دیں گے۔"

میں کاؤنٹر کلرک کو گھورتا ہوا سی ویو سے باہر آ کر ساحل کی جانب قدم اٹھانے لگا جہاں اس وقت بھی کچھ حسین جوڑے چہل قدمی میں مصروف تھے۔ ساحل پر اس وقت پانچ گاڑیاں موجود تھیں لیکن ان میں کالے رنگ کی کوئی مرسڈیز نہیں تھی۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کل ندیم سے ہونے والی گفتگو کے دوران مجھے وقت کا تعین بھی کر لینا چاہیے تھا۔ بہرحال مجھے دس منٹ سے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سیاہ رنگ کی ایک مرسڈیز ساحل کے قریب پہنچ کر رک گئی پھر اس میں سے ایک ڈرائیور نے سر باہر نکال کر سگریٹ جلائی اور سمندر کا نظارہ کرنے لگا۔ فوری طور پر میں نے اس گاڑی کی سمت بڑھنے کی جلدی نہیں کی تھی۔ میں ٹہلتا ہوا اس کی پشت کی جانب سے گزرا۔ دراصل میں اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ گاڑی کے اندر کوئی اور بھی موجود تھا یا وہ خالی تھی۔ قریب سے گزرتے ہوئے میری نظر گاڑی کے عقبی شیشے پر پڑی تو چونک اٹھا۔ اس پر ایک اسٹیکر چسپاں تھا جس پر انگریزی میں ایک کوٹیشن درج تھا۔

"ڈرائیو ود کیئر لائف ہیز نو اسپیئر"

(Drive with care, life has no spare)

ندیم نے گاڑی کی شناخت کی خاطر اسی کوٹیشن کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ میں بلا جھجک قدم بڑھاتا ہوا ڈرائیور کے قریب سے گزرا اور مدھم آواز میں اسے مخصوص کوڈ بتاتا ہوا پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر نہایت اطمینان سے بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے گاڑی چل پڑی۔ ڈرائیور نے کوڈ سننے کے بعد مجھ سے کسی قسم کا مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

خاصی دیر تک مختلف سڑکوں کا چکر لگانے کے بعد مرسڈیز لندن کے مشہور ہائیڈ پارک میں داخل ہو کر رک گئی۔ ڈرائیور نے اتر کر دروازہ کھولا اور میں نیچے اتر آیا۔ جو لوگ ہائیڈ پارک کے نام سے واقف ہیں اور لندن جا چکے ہیں وہ اس کے بارے میں یقیناً بہت کچھ معلومات رکھتے ہوں گے۔ اس پارک میں ہر شخص کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے حتیٰ کہ یہاں حکمرانوں اور سیاست دانوں کے خلاف بھی زہر اگلنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اپنے رقبے کے اعتبار سے بھی اسے سب سے بڑا پارک ہونے کا شرف حاصل ہے۔

"کیا مجھے یہیں اتارنے کا حکم ملا تھا۔" میں نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"ندیم کہاں ہے؟"

"مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں جناب۔" ڈرائیور نے جو کوئی مقامی باشندہ ہی نظر آ رہا تھا بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "آپ نے جو نام لیا وہ بھی میرے لیے نیا ہے۔"

"تمہیں ساحل پہنچنے کے سلسلے میں کیا ہدایت دی گئی تھی۔"

"صرف یہ کہ جو شخص ایک مخصوص کوڈ ورڈ سے اپنی شناخت کرائے اسے لمبا راستہ اختیار کر کے ہائیڈ پارک میں چھوڑ دیا جائے اور دو گھنٹے بعد اسے ایک مخصوص ہوٹل میں پہنچا دیا جائے۔ مجھے صرف اتنی ہی ذمے داری سونپی گئی ہے۔"

"گویا تم دو گھنٹے تک یہیں میرا انتظار کرو گے۔"

"جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔ پچھلی سیٹ پر میرا بریف کیس پڑا ہے اس کا خیال رکھنا میں پارک کا ایک چکر لگا کر آتا ہوں۔" میں نے ڈرائیور کو ہدایت کی پھر روش پر قدم بڑھاتا ہوا آگے چل پڑا۔ ایک فرلانگ دور جانے کے بعد ندیم سے

میری ملاقات ہو گئی لیکن اگر اس نے خود مجھے اپنی اصلی آواز میں مخاطب نہ کیا ہوتا تو شاید میں اس پر کوئی توجہ دیے بغیر اس کے قریب ہی سے گزر جاتا وہ اس وقت میک اپ میں تھا۔ چسٹر اور فلیٹ ہیٹ نے اس کی ہیئت بالکل ہی بدل دی تھی۔ اس کے چہرے پر نظر آنے والی داڑھی اور مونچھوں کے بال جھاڑ جھنکار کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں صبح کا تازہ اخبار موجود تھا اور چہرے پر کچھ ایسے ہی تاثرات موجود تھے جیسے وہ سیاست کے میدان کا پٹا ہوا مہرہ ہو۔ میں اسی بنچ پر تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گیا جس پر وہ پہلے سے موجود تھا۔ اخبار کو اس طرح اٹھا رکھا تھا کہ اس کا آدھا چہرہ چھپ کر رہ گیا تھا۔

"اب کہو کیا بات ہے؟" ندیم نے بدستور اخبار پر نظر جمائے ہوئے پوچھا۔

"گراہم اور تمہارے درمیان کیا معاہدہ ہوا ہے۔" میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا وہاں ہمارے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

"اس نے وعدہ کیا ہے کہ اب ہمارے ساتھ دوستوں جیسا برتاؤ کرے گا۔"

"گرشیا کی موت کے بارے میں اس کا کیا کہنا ہے؟"

"اس نے اس سلسلے میں کھل کر کسی خیال کا اظہار نہیں کیا مگر یہ خیال ہے کہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ گرشیا ہمارے ہی کسی آدمی کے ہاتھوں شکار ہوئی ہے۔"

"ایسی صورت میں کیا تم اس کی جانب سے دوستی کی توقع رکھ سکتے ہو۔"

"میں سمجھا نہیں۔" ندیم نے میری جانب کن انکھیوں سے دیکھا۔ "کیا تمہارے ذہن میں کوئی نیا خطرہ جنم لے رہا ہے۔"

"ہاں۔" میں نے سوچے سمجھے انداز میں جواب دیا۔ "میری چھٹی حس بتا رہی ہے کہ گراہم اپنے فیصلے پر قائم نہیں رہے گا۔ وہ اتنی آسانی سے گرشیا کی حسین یادوں کو فراموش نہیں کر سکے گا۔"

"تم پریشان مت ہو۔ میرے آدمی ہر وقت اس پر نظر رکھیں گے۔" ندیم بے پروائی سے بولا۔

"ضروری تو نہیں کہ وہ خود میدان عمل میں چھلانگ لگا کر اپنی حماقت کا ثبوت دے۔ وہ جو کام کرنا چاہتا ہے اس کے لیے وہ اپنے شکاری کتوں کو بھی استعمال کر سکتا ہے۔"

"اگر ایسا کوئی حادثہ پیش آیا تو اسے بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا۔" ندیم نے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"اور اگر اس نے تمہاری کسی دکھتی رگ پر قابو پا لیا تو۔۔۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے اس کے آدمی نسیم کو اغوا کر لیں اور پھر وہ تمہیں اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں۔"

"تمہارے دل میں یہ خیال کیوں ابھرا؟" ندیم نے اخبار تہ کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات یکلخت بدل گئے تھے۔

"میں نے کہا نا کہ میری چھٹی حس بار بار اسی خدشے کی نشاندہی کر رہی ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "اس کے علاوہ میرا خیال یہ بھی ہے کہ مارسن تمہارے ساتھ جو فراڈ کر رہا تھا اس میں گراہم بھی برابر کا شریک تھا۔"

"کیا کل رات تم لیڈی ملارنس سے ملے تھے؟" ندیم نے مجھے متولی نظروں سے گھورا۔

"ہاں۔"

"کہیں اس نے تو ساری پیش گوئیاں نہیں کیں جسے تم اپنی چھٹی حس سے تعبیر کر رہے ہو۔" ندیم نے مجھے کریدنا چاہا۔

"لیڈی ملارنس سے میری ملاقات بڑی مختصر رہی۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے اس کے ذکر کو ٹالتے ہوئے کہا۔ "تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ لندن آنے سے پہلے بھی تم میری چھٹی حس کو بار بار آزما چکے ہو۔ کیا میرے ذہن میں اچانک ابھرنے والی کوئی بات یا خدشے غلط ثابت ہوتے ہیں۔ میں کوئی پہنچا ہوا بزرگ بھی نہیں ہوں، لیکن ہو سکتا ہے یہ سب میرے پاپا کا کرشمہ ہو جو وقتاً فوقتاً میری رہنمائی کرتے ہوں۔"

ندیم نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر تک اپنے خیالات میں مستغرق رہنے کے بعد بولا۔ "ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"وہ کیا؟"

"تم اپنے ان خدشات کا اظہار بلرام کے روپ میں بھی کر سکتے تھے۔"

"میں اس میک اپ سے تنگ آ چکا تھا۔" میں نے بہانہ تراشا۔ "میری جلد کے اندر ناقابل برداشت سوزش ہونے لگی تھی اور۔۔۔ لیڈی ملارنس نے مجھے بلرام کے میک اپ میں ہونے کے باوجود شہباز کی حیثیت سے پہچان لیا تھا۔"

"تم نے اچھا کیا جو مجھے ایک اہم خطرے سے قبل از

وقت آگاہ کر دیا۔" ندیم کے لہجے میں سفاکی آ گئی۔ "اس سے پہلے کہ گراہم کے ہاتھ یا اس کا ناپاک ذہن نسیم کے سلسلے میں گردش میں آئیں میں اس کا قصہ ہی ختم کر دوں گا۔ اس کے بعد البرٹو ہی اسٹارز کا مالک ہو گا۔"

"میں حالات سے نبٹ لوں گا لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟" میں نے پُرتجسس لہجے میں سوال کیا۔

"تم نے شہباز کی حیثیت میں دوبارہ سامنے آ کر مشکلات پیدا کر دی ہیں، ہو سکتا ہے کہ گراہم کے آدمی پھر تمہاری جانب رخ اختیار کر لیں۔"

"تم صرف نسیم کی حفاظت کا خیال رکھو۔ میں گراہم کے آدمیوں سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتا ہوں۔"

"خوش فہمی ہے تمہاری۔" ندیم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "وہ جتنا زمین کے اوپر نظر آتا ہے اس سے کئی گنا زمین کے اندر بھی اس کے قدم مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ بہرحال اب مجھے دو محاذوں پر بیک وقت توجہ دینا پڑے گی۔"

"تم شاید بھول رہے ہو میرے دوست کہ میرا تعلق محکمۂ پولیس سے بھی رہ چکا ہے اس کے علاوہ میں اب اتنا بچہ بھی نہیں ہوں کہ کوئی مجھے گود میں اٹھا کر لے اڑے اور میں کوئی مزاحمت بھی نہ کر سکوں۔"

"اس کا فیصلہ تو اب آنے والے حالات ہی کر سکیں گے۔" ندیم نے کہا پھر بولا۔ "میرا مشورہ ہے کہ تم اب شہباز ہی کی حیثیت سے سی ویو کے بجائے ہوٹل امپائر میں منتقل ہو جاؤ۔ میں نے وہاں تمہارے لیے سارے انتظامات کر دیے ہیں۔ تمہیں صرف کاؤنٹر پر جا کر اپنا تعارف کرانا ہو گا جس کے بعد تمہیں تمہارے کمرے تک پہنچا دیا جائے گا اور تم لیڈی ملارنس سے ملتے رہنا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہو سکتی ہے۔ اونچے حلقوں میں وہ اب بھی خاصا اثر و رسوخ رکھتی ہے۔"

"کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ ہم حالات کے پیش نظر نسیم کو لندن سے کہیں اور منتقل کر دیں۔"

"نہیں۔" اس بار ندیم کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی ناگ ہی کی طرح پھنکارا تھا۔ "میں گراہم کے مقابلے میں بزدلی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ تم نسیم کی طرف سے مطمئن رہو۔"

پھر تقریباً دو گھنٹے بعد ہی میں اس سیاہ رنگ کی مرسڈیز میں بیٹھ کر ہوٹل امپائر کے لیے روانہ ہو گیا جہاں ساتویں منزل پر روم نمبر 92 میرے نام پر پہلے ہی سے بُک تھا۔ ایک گھنٹے بعد میرا باقی سامان بھی ایک پورٹر کے ذریعے میرے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ سامان وہاں کس کے طرح پہنچا مجھے اس کا علم نہیں تھا۔

○

گھپ اندھیرے میں دو شعلہ بار نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میرے جسم میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ مجھے تاریکی میں ان آنکھوں کے سوا کچھ اور نہیں دکھائی دے رہا تھا لیکن وہ آنکھیں جس انداز میں مجھے گھور رہی تھیں میں اس کا مقصد سمجھنے سے قاصر تھا۔ ان آنکھوں میں قہر و غضب بھی تھا۔ انتقام کی آگ بھی شعلے کے روپ میں بھڑک رہی تھی اور ان میں شکوے اور شکایت کی کیفیتیں بھی موجود تھیں۔

وہ آنکھیں کس کی تھیں؟۔۔۔ کوئی مرد یا پھر عورت؟۔۔۔ وہ مجھ سے کیا چاہتی تھیں؟۔۔۔ ان کا مفہوم کیا تھا؟ کیا مجھے صرف خوفزدہ کرنے کی خواہشمند تھیں یا مجھ سے کچھ کہنا بھی چاہتی تھیں؟

"کالکا۔" میرے ذہن میں اچانک کالکا کا پراسرار تصور ابھر آیا۔ شاید وہ دیوی دیوتاؤں کی قید سے رہائی پا چکی تھی اور حسب وعدہ پہلی فرصت میں میرے قریب آ گئی۔ وہ پراسرار اور لازوال قوتوں کی مالک تھی۔ میں اس کی طاغوتی شکتیوں کا چمتکار دیکھ چکا تھا۔ سفید ریش بزرگ نے مجھے اس سے دور رہنے کی تلقین کی تھی۔ بزرگ کی روحانی کرشمہ سازیاں بلاشبہ غیبی قوتوں کا مظہر تھیں۔ ان کی باتیں تائید غیبی سے منسلک تھیں۔ اس میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں تھی۔ زندگی کے کئی موڑ پر انہوں نے بروقت میری مدد کی تھی۔ مجھے موت کے منہ سے بچایا تھا۔ شیطانی قوتوں کے مقابلے میں اس برگزیدہ بزرگ کی پلکوں کا ایک اشارہ بھی بہت تھا لیکن میں کالکا کے احسانات کو بھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے مجھے شنکر کے شر سے نجات دلائی تھی۔ میری خاطر وہ شنکر کی پلید قوتوں سے بھی ٹکرا گئی تھی اور اس جرم کی پاداش میں دیوی دیوتاؤں کے قہر کا نشانہ بن گئی تھی۔

لیکن اگر وہ کالکا ہی تھی تو پھر مجھے اس قدر قہرآلود اور شاکی نظروں سے کیوں گھور رہی تھی؟ شاید وہ مجھ سے خفا تھی۔ مگر کیوں؟ میرے ذہن میں متعدد شبہات سر اٹھانے لگے تھے۔ ان گنت خیالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہونے لگے۔ وہ نگاہیں میری دیکھی بھالی تھیں۔ بڑی مانوس سی تھیں لیکن میں اس وقت انہیں پہچاننے سے قاصر تھا۔

اچانک میرے ذہن میں کالکا کے ساتھ ہی لیڈی

نے مجھے اپنے دولت
کہ کوئی شے درمیان میں
میرے دل کی گہرائیوں
میں اس کے بیان کے
ملکارگس کی موت کے بعد
اس مہیلی کا مقصد کیا تھا؟
کی شخصیت میں دلچسپی لینے
کے بیان کے مطابق اس
ناتے میرے اندر دلچسپی
کوئی اور مقصد بھی تھا؟ وہ
وال تھے جس نے اسے
تھا؟
و تھا کہ وہ ڈائننگ ٹیبل پر
تھی جب ایک شخص نے
ل پیغام دیا تھا۔ وہ بات یقیناً
جس نے پہلی بار مجھے کیسل
چانک کہیں جانے کے لیے
کی تھی۔ وہ عورت جو چھری
کلوں دور ہونے والی گفتگو
و نووارد کا پیغام سننے کے بعد
ن کا حل بھی تلاش کر سکتی
نی بھی سمجھی جاتی تھی لیکن
سے کام نہیں لیا تھا۔ مجھ سے
رخصت ہو گئی تھی۔
کا تعلق میری ہی ذات سے
کی جس نے لیڈی ملکارگس کو
یا تھا؟ اگر نہیں تو پھر وہ مجھے

گم صم پڑا ان مانوس آنکھوں
ید کا رہا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ
قریب سے دیکھا تھا لیکن شاید
ور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں
ب عجیب تذبذب کی حالت سے
کیفیت بھی تھی کہ ان آنکھوں
چہرے کا کوئی اور حصہ نظر نہیں
اسرار نظر آ رہی تھیں۔
میں ایک ہلکی سی گردش ہوئی
کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔

بدستور وہ میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"لیڈی ـــ ملکارگس ـــ" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے اس مدھم آواز میں پکارا۔

اس بار بھی دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں سنائی دیا۔ البتہ ان پراسرار آنکھوں میں تیرتی خون کی سرخیاں کچھ اور گہری ہو گئیں لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی پلکوں کے گوشے بھی بھیگنے لگے تھے۔ نفرت اور اداسی کی متضاد صورتوں کو آپس میں گڈمڈ ہوتے دیکھ کر میری پریشانی میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔

"کون ہو تم؟" میں نے اس بار الجھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

وہ بدستور خاموش رہیں ان آنکھوں سے خون کے ڈورے بڑی سرعت سے چھٹنے لگے۔ اب ان میں حقارت کے بجائے بے بسی اور بے کسی کے تاثرات ابھرنے لگے تھے۔ بدلتے حالات کے سحر نے مجھے پوری طرح تسخیر کر لیا تھا۔ اچانک باہر کہیں زور سے بجلی کا کڑاکا ہوا اور اس کا پورا وجود میری نگاہوں کے سامنے اجاگر ہو کر دوبارہ تاریکی میں ڈوب گیا۔

وہ نسیم تھی جو میرے کمرے میں موجود مجھے بڑی حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"نسیم!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "تم اس وقت یہاں ...؟ کوئی خاص بات ہے؟"

اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دبی دبی سسکیاں میرے کانوں میں گونجنے لگیں۔

"تم مجھے بہت زیادہ پریشان نظر آ رہی ہو؟" میں نے بے چینی سے الجھتے ہوئے کہا۔ "مجھے بتاؤ تمہاری اداسی اور پریشانی کا سبب کیا ہے؟"

"میں ـــ میں اس وقت ایک درخواست لے کر آئی ہوں۔" وہ کپکپاتی آواز میں بولی۔

"کیا ندیم نے تمہیں کچھ کہا ہے؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"نہیں۔" اس نے بڑے خلوص سے کہا۔ "وہ مجھ سے بے انتہا پیار کرتے ہیں۔"

"پھر تم کیا کہنا چاہتی ہو؟" میں نے ہمدردی اور اپنائیت کا اظہار کیا۔

"آپ۔" وہ رک رک کر بولی۔ "آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

"کیا تمہیں ایک بھائی کے خلوص پر اعتماد نہیں رہا۔" میں جذباتی ہو گیا۔

"نہیں ـــ ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر ـــ؟"

"آپ نے اگر میرے سلسلے میں کوئی قدم اٹھایا تو شاید میں پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں گی۔"

"تمہیں اس بات کا خیال کس طرح آیا۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔ نسیم کا جواب سن کر میرے دل کو ایک دھچکا سا لگا تھا۔ میں نے اسے ایک بھائی کا پیار دیا۔ میرے پیار میں کوئی کھوٹ، کسی قسم کی ملاوٹ نہیں تھی۔ میں اس کے مستقبل کو تابناک دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ اس کے خوبصورت ہونٹوں سے غم کے تاثرات کو ہمیشہ کے لیے کھرچ کر ان پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹیں سجانے کا متمنی تھا۔ اس کی خاطر میں اپنی جان کی بازی بھی لگا سکتا تھا لیکن وہ مجھے دور رہنے کی تلقین کر رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میں جیسے اپنے وجود میں منجمد ہو کر رہ گیا۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے کے بدلتے تاثرات کا جائزہ لیتی رہیں پھر اس کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن اس ہولناک چہرے والے پراسرار شخص نے مجھے یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی۔" وہ مبہم لہجے میں بولی۔

"کون تھا وہ؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"م ـــ میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ شکل سے بڑا مکروہ اور ہولناک لگ رہا تھا۔" اس نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "وہ ہڈیوں کا پنجر نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پتلی نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ حلقوں کی خلا کے اندر بھڑکتی آگ کے شعلے سے لپک رہے تھے۔ اس کے ہونٹ ساکت تھے لیکن اس کی آواز میں بادلوں جیسی گھن گرج تھی۔ میں نے خوفزدہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں لیکن اس کے کہے ہوئے جملے بڑی دیر تک بازگشت بن کر میرے کانوں میں گونجتے رہے۔"

"کیا تمہیں وہ جملے یاد ہیں؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے استفسار کیا۔

"ہاں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر مجھے اپنی اور ندیم کی زندگی سے پیار ہے تو میں آپ سے دور رہوں، ہو سکے تو آپ کے علم میں لائے بغیر اچانک ندیم کو ساتھ لے کر کہیں دور چلی جاؤں ورنہ ......" وہ بولتے بولتے رک گئی۔

"ورنہ کیا ہو گا؟" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"میری موت میری ماں کی موت سے زیادہ بھیانک ہو گی اور ندیم اپاہجوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"تم نے یقیناً کوئی خواب دیکھا ہو گا۔" میں نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔ "ذہن الجھا ہو اور پریشان ہو تو اکثر سوتے میں اسی قسم کے ڈراؤنے خواب نظر آتے ہیں لیکن حقیقت سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔"

"کچھ خواب سچے بھی ہوتے ہیں۔" وہ گومگو کی کیفیت سے دوچار تھی۔ پریشان کن لہجے میں بولی۔ "مجھے اپنی زندگی کی کوئی پروا نہیں لیکن میں ندیم کو کسی حالت میں کھونا نہیں چاہتی۔"

"پریشان مت ہو۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "جب تک میں زندہ ہوں دنیا کی کوئی طاقت تمہارا اور ندیم کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔"

"میں آپ کے خلوص پر شبہ بھی نہیں کر سکتی لیکن مجھے اپنی ماں کی دردناک موت ابھی تک یاد ہے۔" اس نے مجھے لاجواب کرنے کی خاطر آہستہ سے کہا۔ "آپ کی موجودگی اور تمام حفاظتی انتظامات کے باوجود موت کے سرد ہاتھ پراسرار طور پر اس کی شہ رگ تک پہنچ گئے تھے اور قانون ـــ قانون ابھی تک میری ماں کے قاتلوں کو تلاش کرنے کے سلسلے میں بے بس نظر آ رہا ہے۔"

"کیا ندیم کو علم ہے کہ تم اس وقت مجھ سے ملنے آئی ہو؟"

"کیوں؟ کیا مجھے اس وقت یہاں نہیں آنا چاہیے تھا؟" اس نے عجیب انداز میں سوال کیا۔

"ہاں۔" میں نے اسے حالات کے پیش نظر ایک ممکنہ خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "کچھ دشمن عناصر تمہیں یرغمال بنا کر ندیم کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دینے کے خواہش مند ہیں۔"

"مجھے کسی حد تک اندازہ ہے لیکن کیا آپ ان دشمنوں کی یلغار کے سامنے سینہ سپر ہو سکیں گے؟ انہیں ان کے خطرناک ارادوں سے باز رکھ سکیں گے؟" اس بار نسیم نے استہزائیہ انداز اختیار کیا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیا تمہیں میری باتوں پر اعتماد نہیں رہا۔" میں نے قدرے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"بات اعتماد کی نہیں۔ حقائق کی ہے شہباز خان۔"

ریت کے حقیر پتلے بکھر تو سکتے ہیں لیکن تیز و تند طوفانوں کی یلغار کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ اب ندیم اور نسیم سے دور رہو ورنہ ممکن ہے کہ تمہیں اپنی موت پر پچھتانے کا موقع بھی میسر نہ آسکے۔

اس بار کمرے میں نسیم کے بجائے کسی مرد کی آواز ابھری انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی تانبے کے برتن میں لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے آپس میں پوری شدت سے ٹکرا رہے ہوں۔ تاریکی میں نظر آنے والی آنکھیں یکلخت میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھیں۔

میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کمرا اندر سے بند تھا اور اس میں میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں نے شاید کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔ امپائر ہوٹل میں قیام کرنے سے پہلے میں نے ندیم کو یہی مشورہ دیا کہ وہ نسیم کا خاص خیال رکھے۔ ڈاکٹر مکارنس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ گراہم نے محض وقتی طور پر ندیم سے مفاہمت کا اظہار کیا تھا۔ ورنہ وہ گرشیا کی موت کو نہیں بھولا اور نسیم کو اغوا کرنے کی خاطر منصوبے بنا رہا تھا۔ شاید ان ہی پریشان کن حالات نے مجھے ایک ڈراؤنے خواب کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ انسان اپنے آپ کو جن حالات سے زیادہ وابستہ کر لیتا ہے اکثر وہی حالات خواب کی شکل اختیار کر لیتے۔

میں نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت صبح کے ساڑھے چھ بجنے کا عمل تھا۔ کمرے کی شرقی سمت والی کھڑکی سے صبح کی ہلکی روشنی شیشے سے چھن چھن کر کمرے میں اجالا بکھیر رہی تھی۔ میں ایک لمحے تک بستر پر بیٹھا خواب کے بارے میں سوچتا رہا۔ اگر وہ خواب نہیں تھا تو پھر یقیناً کوئی طاغوتی طاقت کی ڈرامائی تشکیل ہوگی جس نے نسیم کے روپ میں مجھے گراہم اور ندیم کے معاملات سے دور رہنے کی تاکید کی تھی۔ لیکن وہ طاغوتی طاقت کس کی تھی؟ کیا گراہم نے بھی کچھ ایسے لوگوں کی خدمات حاصل کر رکھی تھیں جو بلیک میجک کے ذریعے مخالفین کو خوفزدہ کر کے راستے سے ہٹ جانے پر مجبور کر دیتے ہیں؟

مشرق سے زیادہ مغرب کے لوگ کالے جادو پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ میں نے اپنی داستان کے آغاز میں بتایا تھا کہ مجھے پراسرار کہانیاں اور ایسے ناول پڑھنے کا شوق جنون کی حد تک تھا جن میں ناقابل یقین اور محیر العقول واقعات رقم ہوتے تھے۔ میں نے ایسے متعدد کرداروں اور زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے بارے میں بھی پڑھ رکھا تھا جو روحوں سے باتیں کرانے کا دعویٰ کرتے تھے اور عالمگیر شہرت کے حامل بن گئے تھے۔ اس میں ایک نام ایلن گیرٹ کا تھا جو جذب کی گہری کیفیتوں سے دوچار ہو کر روحوں سے رابطہ قائم کر لیتی تھی اور ان کے پیغام سناتی رہتی تھی۔ انگلستان میں دور دور تک اس کی شہرت کا چرچا تھا۔ شرلاک ہومز کے خالق مشہور زمانہ سر آرتھر کانن ڈائل کے بارے میں بھی یہ بات مشہور ہے کہ وہ اپنی آخری عمر میں سر آلیور لاج سے ملنے کے بعد روحانیت کا معتقد ہو گیا تھا اور روحوں سے تعلق پیدا کرنے کے لیے تجربے کرتا رہا۔

دنیا کے ان گنت لوگ آج ناسٹر ڈیمس (Nosteradmus) کے نام سے بخوبی واقف ہیں۔ جس کی پیش گوئیاں چار سو سال پر محیط ہیں اور آج بھی اس کی کہی ہوئی باتیں حرف بحرف درست ثابت ہو رہی ہیں۔ محمود غزنوی کے دربار سے وابستہ ابوریحان البیرونی کے متعلق بھی لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ وہ ایک مشہور منجم تھا اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کی سو فیصد درست نشاندہی کرتا تھا۔ تاریخ کی کتابیں البیرونی کی مخفی قوتوں کی شاہد ہیں۔

بہرحال مجھے رہ رہ کر یہی خیال آرہا تھا کہ جو خواب میں نے دیکھا تھا اس میں کسی طاغوتی قوت یا بلیک میجک کو ضرور دخل حاصل تھا۔ خاصی دیر تک میں اس خواب سے الجھتا رہا پھر میں نے کچھ سوچ کر ندیم سے رابطہ قائم کیا جو غالباً نیند سے اٹھا تھا۔

"ہیلو۔" ریسیور پر اس کی غنودگی میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"اتنی صبح صبح بور کرنے کا مقصد؟"

"میں نسیم کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا وہ اس وقت کمرے میں تمہارے ساتھ موجود ہے۔"

"ہاں۔ وہ بے خبر نیند سو رہی ہے۔" ندیم نے بدستور نیند میں ڈوبی آواز میں دریافت کیا۔ "کیا کوئی خاص بات؟"

"نہیں۔ میں نے محض خیریت دریافت کرنے کے لیے فون کیا تھا۔"

"خدا سمجھے تم نے بلاوجہ نیند سے اٹھا دیا۔" ندیم نے

کہا پھر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

ندیم سے تسنیم کی خیریت دریافت کرنے کے بعد میں نے سکون کا سانس لیا۔ نائٹ گاؤن کی بیلٹ کستا ہوا اٹھ کر کھڑکی کے قریب ہو گیا باہر ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ایک لمحے تک میں کھڑکی کے قریب کھڑا دور تک پھیلے ہوئے سبزے کا مشاہدہ کرتا رہا پھر غسل کے ارادے سے باتھ روم میں چلا گیا۔ غسل کرنے کے بعد میں لباس تبدیل کر کے باہر آیا تو میرے ذہن سے خواب کے بوجھل اثرات زائل ہو چکے تھے۔ میرا جسم قدرے ہلکا ہو چکا تھا۔ مجھے اس وقت ایک کپ گرما گرم کافی کی خواہش بڑی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے روم سروس کو فون کیا دوسری جانب سے ایک شربتی اور مترنم آواز ابھری۔ اس وقت شاید کوئی خاتون آن ڈیوٹی تھی۔

"ہیلو۔"

"ایک کپ کافی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا بریک فاسٹ آپ ڈائننگ ہال میں آ کر کریں گے۔"

"اس سوال کا جواب کیا کافی کے آرڈر کے ساتھ ہی دینا ضروری ہے؟"

"اوہ، نو سر۔ آئی ایم سوری۔" اس نے میرے لہجے کی تلخی محسوس کرتے ہوئے معذرت کا اظہار کیا۔ "روم سروس میں پانچ دس منٹ لگ جاتے ہیں اس لیے میں نے یوں ہی پوچھ لیا تھا۔"

"کوئی بات نہیں آپ فی الحال ایک کپ کافی بھیج دیں۔"

"رائٹ سر۔" اس نے بڑے مہذب لہجے میں جواب دیا۔

ریسیور کریڈل پر رکھ کر میں اس بالکونی میں آ کر کھڑا ہو گیا جو عقب کی جانب واقع تھی۔ وہاں سے دور دراز کا منظر خاصا بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ میں ریلنگ پر کہنی ٹکا کر جھک گیا۔ میرے ذہن کے پردوں پر رات والے خواب کی دھندلی دھندلی تصویر ابھی تک رینگ رہی تھی۔ میرے دماغ میں صرف ایک ہی نام رہ رہ کر گونج رہا تھا۔ گراہم کا نام' لیڈی ملکارنس نے اس کی جانب سے تسنیم کے اغوا کیے جانے کے خدشے کا اظہار کیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات کا یقین بھی دلایا تھا کہ وہ گراہم کے ناپاک مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ میں نے بلرام کے میک اپ سے اسی لیے چھٹکارا حاصل کیا تھا کہ اگر گراہم اور اس کے شکاری کتے میری تلاش میں ہیں تو مجھے دوبارہ منظر دیکھ کر ضرور چونکیں گے۔ اس طرح ممکن تھا کہ وہ اغوا کا خیال ترک کر کے مجھ پر ہاتھ صاف کرنے کی کریں۔

ٹھیک بارہ منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ میں دروازہ کھولا تو امپائر کی یونیفارم پہنے ہاتھ میں ٹرے ایک بیرا موجود تھا۔ میں دروازے کے سامنے سے اس نے پہلے بڑے مہذب انداز میں ٹرے سمیت جھک مجھے صبح بخیر کہا پھر آگے بڑھ کر ٹرے اس گول میز جو منیلی گوشے میں موجود تھی۔ میز کے ساتھ چار بھی تھیں جس پر خوبصورت کشن موجود تھے۔ میں کرسی پر بیٹھ کر کافی تیار کرنے لگا کچھ دیر بعد میں دروازے کی سمت دیکھا تو دروازہ بند تھا لیکن کافی لانے بیرا بدستور دروازے کے قریب موجود تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے کافی کا ایک گھونٹ ہوئے استہزائیہ انداز میں اسے مخاطب کیا۔ "کیا تم کے خالی برتن ساتھ لے جانے کے ارادے سے یہاں کھڑے ہو؟"

"جی نہیں مجھے برتن سے زیادہ آپ کو ساتھ جانے کی فکر لاحق ہے۔" اس نے معنی خیز انداز مسکراتے ہوئے کہا۔ دونوں ہاتھ اس نے پتلون کی میں ڈال رکھے تھے۔

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ میرے کان جواب میرے ذہن کے گوشوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں

"آرام سے کافی ختم کر لیں مسٹر شہباز۔" اس سیدھے ہاتھ کو جیب سے نکالا تو اس میں سائلنسر لگا آٹومیٹک بھی موجود تھا۔ "مطلب سمجھنے کے لیے کافی سے زیادہ موقع دیں گے۔ فی الحال کافی ختم کر ہاں کسی قسم کی ہوشیاری دکھانے کی کوشش نہ قرب و جوار میں میرے تین ساتھی اور بھی آپ کے ہیں۔"

اس کے لہجے میں سفاکی تھی۔ میرے ذہن میں بار پھر گراہم کا نام ابھر آیا۔

میں نے جان بوجھ کر کافی ختم کرنے میں قدرے سستی کا مظاہرہ کیا۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی سوال گونج رہا تھا' وہ شخص جو بیرے کے روپ میں اسلحہ ہاتھ میں لیے کھڑا نہایت اطمینان سے کافی ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا کس گروہ سے تعلق رکھتا تھا؟ آٹومیٹک کی موجودگی میں مجھے یقین تھا کہ اس نے جو کچھ کہا تھا اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو گا۔ اس نے مجھے وارننگ دی تھی کہ میں کسی قسم کی حماقت کرنے کی کوشش سے گریز کروں اس لیے کہ اس کے تین مسلح ساتھی باہر بھی قرب و جوار میں کہیں موجود تھے۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا اس نے اپنے ساتھیوں کے بارے میں جو بات کہی تھی اسے محض دھمکی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ بڑے ہوٹلوں میں کوئی بھی واردات کرنے کے لیے ہمیشہ صرف ایک آدمی سامنے آتا ہے۔ اس کے باقی ساتھی دور دور رہ کر کسی بھی غیر یقینی صورت حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح چوکس رہتے ہیں۔

میں نے کافی ختم کرنے کے بعد اس کی جانب غور سے دیکھا لگتا ہے وہ میک اپ میں نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن اس کے چہرے پر کسی قسم کی پریشانی یا جلد بازی کی علامتیں بھی موجود نہیں تھیں۔ چہرے کے نقوش بتا رہے تھے کہ وہ مقامی باشندہ تھا۔ وہ جس سکون سے کھڑا میری طرف دیکھ رہا تھا اس سے بھی یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ اسے جس کام پر مامور کیا گیا ہے وہ اس میں پورا تجربہ اور مہارت رکھتا ہے۔ اس کے چہرے سے کسی قسم کی سفاکی یا کرختگی بھی ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے برعکس اس نے مجھے مہذب لہجے میں مخاطب کیا تھا۔ وہ اپنے رول کی اداکاری نہایت اطمینان سے کر رہا تھا۔

"سر۔" اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دوبارہ مخاطب کیا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ کافی سے لطف اندوز ہو چکے ہیں۔"

"تمہاری گفتگو کا انداز بتا رہا ہے کہ تم پڑھے لکھے بھی ہو اور خاصے مہذب بھی ہو۔"

"آپ نے میرے بارے میں جو رائے قائم کی ہے اس سلسلے میں کوئی تردید یا تائید نہیں کروں گا لیکن اتنا بتانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جو کام مجھے سونپے جاتے ہیں اس کی انجام دہی میں کسی کوتاہی کا مظاہرہ کرنا بھی میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"جو کام تم کر رہے ہو اس میں پکڑے جانے اور جرم ثابت ہونے کی صورت میں لمبی سزا کے بھی امکانات ہوتے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پولیس مقابلے میں زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں۔" اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "میں کسی اچھے کردار کا مالک نہیں ہوں لیکن اس کے باوجود اس پر یقین رکھتا ہوں کہ جس گولی پر میرا نام لکھا ہے وہ کسی دوسرے کے جسم کو نہیں لگ سکتی اور موت کا جو وقت لکھا جا چکا ہے وہ اٹل ہوتا ہے۔"

"میرے بارے میں تمہیں کیا حکم ملا ہے؟"

"صرف اتنا کہ آپ کو شرافت کا مظاہرہ کرنے کی صورت میں بڑی عزت کے ساتھ ہوٹل امپائر کی عمارت سے ایک طے شدہ مقام پر منتقل کروا دیا جائے۔"

"تمہیں اس کام کا کتنا معاوضہ ملے گا۔" میں نے اسے خریدنے کی ایک موہوم سی کوشش کی۔

"بات معاوضے کی نہیں زبان کی ہوتی ہے مائی ڈیئر۔" اس نے بے تکلفی سے جواب دیا۔ "جو ڈیل ایک بار ڈن ہو جائے اس کی خلاف ورزی میرے نزدیک کمینگی ہی کہلائے گی۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

"تم شاید ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔"

"اس وقت پونے آٹھ ہو رہے ہیں اور طے شدہ پروگرام کے تحت ہمیں آپ کو ہر حالت میں ایک مقررہ وقت سے پیشتر اس مقام تک پہنچانا ہے جس کی نشاندہی پہلے کی جا چکی ہے۔"

"کیا تم میرے ایک آخری سوال کا جواب دینا پسند کرو گے۔"

"اگر میرے دائرہ اختیار میں ہوا تو۔" اس نے محتاط لہجہ اختیار کیا۔

"تمہارا تعلق کس گروہ سے ہے... میرا مطلب ہے کہ تمہیں میرے اغوا کے لیے کس نے تعینات کیا ہے؟"

"سوری..." وہ شانے اچکاتے ہوئے بولا۔ "اس کا علم ضرور میرے رنگ لیڈر کو ہے۔ میری حیثیت محض ایک اجرتی کارندے کی سی ہے' ویسے اگر مجھے آپ کے سوال کا جواب معلوم بھی ہوتا تو شاید میں اپنی زبان بند ہی رکھتا۔ بدعہدی ہمارے پیشے کے اصول کے خلاف ہے۔"

"تم اگر اتنے ہی بااصول آدمی ہو تو تمہیں کسی بزنس میں ہونا چاہیے تھا یا پھر سیاست کے میدان میں خاصی شہرت کما سکتے تھے۔"

"مسٹر شہباز۔" اس بار اس نے قدرے بدلتے ہوئے تیور سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہم دونوں ہی اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔ باہر ہمارے دیگر ساتھی منتظر ہوں گے۔"

میں جواب میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میرا آٹومیٹک بستر پر تکیے کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ جیب میں ہوتا تو شاید میں کچھ کر گزرنے کے بارے میں غور کر سکتا تھا لیکن موجودہ حالات میرے حق میں نہیں تھے۔ میرے پاس اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ میں قدم اٹھاتا ہوا اس کی جانب بڑھا تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے امید ہے کہ آپ کسی غیر دانشمندانہ اقدام اٹھانے

کی عقلمندی کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہمیں اس بات کا بھی علم ہو چکا ہے کہ کسی زمانے میں آپ کا تعلق محکمۂ پولیس سے بھی رہ چکا ہے۔ ہمیں اوپر سے یہی حکم ملا ہے کہ کسی خطرے کا شبہ ہوتے ہی وقت ضائع کیے بغیر آپ کی چھٹی کر دی جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم اچھے واقف کاروں کی طرح نیچے اتریں گے۔ میں بیرے کی یونیفارم میں ہوں اس لیے آپ جیسے معزز لوگوں کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ یہاں سے نیچے اترنے کے بعد میں آپ کو پارکنگ لاٹ میں پہلے سے موجود ایک وین میں بٹھانے کی خدمت انجام دوں گا۔ اس کے بعد میرا کام ختم ہو جائے گا۔"

"کیا تم نے بیروں والا یہ لباس محض اپنی شخصیت کو پردے میں رکھنے کی خاطر پہنا ہے یا واقعی تمہارا نام ہوٹل کے ملازمین کی فہرست میں موجود ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں اپنے سفر پر روانہ ہو جانا چاہیے۔" اس نے میرے سوال کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے جواب دیا پھر اپنا آٹومیٹک جیب میں رکھنے کے بعد سرسراتی آواز میں بولا۔ "مجھے امید ہے کہ آپ میری ہدایت پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ دوسری صورت میں آپ کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔"

میں خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ بڑی سرعت سے میری پشت پر پوزیشن سنبھال چکا تھا۔ لفٹ میں سوار ہوتے وقت بھی اس کا سیدھا ہاتھ جیب میں تھا۔ لفٹ میں ہم دونوں کے علاوہ چار آدمی اور بھی تھے۔ ان چاروں میں سے ایک دو اس کے ساتھی بھی ہو سکتے تھے اس لیے میں نے رسک لینے کی کوشش نہیں کی۔

میرا ذہن برابر حالات کے مختلف زاویوں کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ جو لوگ مجھے اغوا کر رہے تھے یا کرا رہے تھے وہ مجھے موت سے ہمکنار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ان کا مقصد کچھ اور ہی رہا ہو گا ورنہ اتنا بکھیڑا پھیلانے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے میرے کمرے میں بھی اس طرح ختم کیا جا سکتا تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوتی۔ اس کے علاوہ میرے ذہن میں ندیم کی شخصیت بھی ابھر رہی تھی۔ اس نے اگر مجھے خاص طور پر اسپارٹا میں رہائش اختیار کرنے کو کہا تھا تو اس میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہو گی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس وقت بھی اس کے گروہ کے ایک دو افراد میری نقل و حرکت کی نگرانی کر رہے ہوں۔ ندیم کے اغوا اور گراہم کے خطرناک ارادے سے باخبر ہو جانے کے بعد ندیم نے یقینی طور پر اپنے بندوں کو پوری طرح چوکس رہنے کا حکم جاری کر دیا ہو گا۔ میں نے چونکہ ندیم کے مشورے کو نظرانداز کر کے بلرام والا میک اپ اتارا تھا اس لیے اس نے میری حفاظت پر اپنے کچھ خاص آدمیوں کو ضرور مامور کیا ہو گا۔

لفٹ گراؤنڈ فلور پر جا کر رکی تو ہم پانچوں افراد جو بظاہر خود ایک ایک دوسرے سے لاتعلق نظر آ رہے تھے باہر آ گئے۔ اس وقت میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ اگر میرا یہ خیال درست تھا کہ کچھ آدمی میری نگرانی پر تعینات کیے گئے ہیں تو پھر یہ بھی ممکن تھا کہ ہوٹل کی عمارت سے باہر نکلتے ہی دونوں گروہوں کے درمیان گولیوں کی تڑتڑاہٹ کا مقابلہ شروع ہو جاتا لیکن میرا یہ خدشہ درست ثابت نہیں ہوا۔ پارکنگ لاٹ میں ایک لینڈ کروزر موجود تھی۔ اغوا کرنے والے بیرے نے مجھے اس کی پچھلی سیٹ پر بٹھاتے ہوئے بڑے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے سلام کیا پھر واپس پلٹ گیا۔ لینڈ کروزر میں ڈرائیور کے علاوہ تین افراد اور بھی موجود تھے۔ پچھلی سیٹ پر پہلے سے موجود دونوں آدمیوں نے اپنے اسلحے کی نمائش کرتے ہوئے مجھے صبر و تحمل سے بیٹھے رہنے کی ہدایت کی۔ اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا شخص بھی میرے اندازے کے مطابق غیر مسلح نہیں رہا ہو گا۔

لینڈ کروزر شہر کی پررونق شاہراہوں سے گزرتی رہی پھر اس کا سفر جب ایک قدرے سنسان سڑک پر شروع ہوا تو میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ میں نے کسی قسم کی جدوجہد کرنے کی حماقت اس لیے نہیں کی کہ میں اب ان کے رحم و کرم پر تھا۔ آنکھوں پر پٹی بندھنے کے بعد صندلی انگوٹھی کو ٹٹول کر دیکھا۔ وہ بدستور میری انگلی میں موجود تھی۔ مجھے اس کی موجودگی میں یقین سا تھا کہ کوئی دشمن میری ہلاکت کا سبب نہیں بن سکتا۔ اب تک ایسا ہی ہوتا آیا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک لینڈ کروزر کا سفر جاری رہا۔ اس دوران وہ کبھی رفتار کم کر دیتے تھے اور کبھی گاڑی طوفان سے باتیں کرنے لگتی۔ وہ میری طرف سے پوری طرح باخبر تھے۔ انہیں میری سابقہ ملازمت کے بارے میں بھی علم تھا اس لیے شاید دیدہ و دانستہ لینڈ کروزر کی رفتار کو کم اور زیادہ کر رہے تھے تاکہ میں ہوٹل سے اس مقام تک فاصلے کا اندازہ قائم نہ کر سکوں جہاں مجھے لے جایا جا رہا تھا۔ میرے ذہن میں اس بیرے کی صورت و شکل محفوظ ہو چکی تھی جس نے مجھے اغوا کیا تھا اگر وہ میک اپ میں نہیں تھا تو رہائی پانے کے بعد دوبارہ سامنے آنے کی صورت میں میں اسے ہزاروں میں شناخت کر سکتا تھا۔ میرے ذہن میں ان چار آدمیوں کا خیال بھی رہ رہ کر آ رہا تھا جو لفٹ میں ہمارے ساتھ موجود تھے اور بعد میں تتر بتر ہو گئے تھے۔ میرا دل اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ ان میں سے کوئی اغوا کرنے والے کا ساتھی نہ ہو۔ ان چاروں میں سے کوئی ندیم کا نمائندہ بھی ہو سکتا تھا لیکن انہوں نے ظاہراً مطلقاً میری طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ انجانے بنے رہے تھے مگر کیوں؟

لینڈ کروزر کا سفر ختم ہوا تو میری آنکھوں کی پٹی کھول دی گئی مجھے نیچے اترنے کا حکم دیا گیا۔ اب وہ مجھے محتاط رکھنے کی خاطر

باقاعدہ اسلحے کی نمائش بھی کر رہے تھے۔ میں نے آنکھ کھولی تو اس بات پر ششدر رہ گیا کہ گاڑی کسی پورٹیکو کے بجائے کسی ایسے گیراج میں کھڑی تھی جہاں دو گاڑیوں کی گنجائش اور بھی موجود تھی لیکن وہاں کھڑکی یا دروازے قسم کی کوئی شے نظر نہیں آ رہی تھی۔ گاڑی یقیناً کسی پھاٹک سے گزرنے کے بعد ہی گیراج میں داخل ہوئی ہو گی لیکن میں نے کسی دروازے کے کھلنے یا بند ہونے کی کوئی آواز نہیں سنی تھی۔ فوری طور پر میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہاں کا نظام حساس مشینوں کے ذریعے خودکار بنیادوں پر قائم تھا۔ گیراج میں دیواروں پر اور زمین پر جابجا ٹائر ٹیوب اور ایسے اوزار بڑے سلیقے سے موجود تھے جو گاڑیوں کی مرمت میں کام آتے تھے۔

شاید گیراج کے اندر ہی کوئی چور دروازہ فرش پر کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہو گا جہاں وہ مجھے قید کرنے کا ارادہ رکھتے تھے مگر میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ میرے ساتھ سفر کرنے والوں میں سے ایک نے مجھے پیچھے پیچھے آنے کو کہا۔ اس کے باقی ساتھی میری پشت پر اسلحہ لیے پوری طرح چوکنا تھے۔ ہم قدم بڑھاتے ہوئے سامنے دیوار کے قریب جا کر رک گئے۔ ایک لمحے کو میرے ذہن میں قدیم زمانے کا وہ نظام چکرا کر رہ گیا جب کسی مجرم کو دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے گولیوں سے اس کے جسم کو چھلنی کر دیا جاتا تھا لیکن وہ واقعی دور لانے کے بعد ایسا کیوں کر رہے تھے؟ وہ چاہتے تو مجھے ہوٹل کے کمرے میں ہی ٹھکانے لگا سکتے تھے پھر اتنا رسک لینے کی کیا ضرورت تھی؟ شاید اس لیے کہ وہ موت کی تشہیر نہیں کرنا چاہتے تھے؟ ہوٹل میں کسی کی لاش کے دریافت ہونے کے بعد پولیس اور محکمۂ سراغ رسانی کے علاوہ دوسری ایجنسیاں بھی حرکت میں آ سکتی تھیں۔ ان کی کامیابی کی صورت میں مجرموں کو اپنے بے نقاب ہونے کا خطرہ بھی لاحق ہو سکتا تھا؟ میں ابھی ان ہی خیالوں میں الجھا ہوا تھا کہ سامنے والی دیوار میں دروازے کے برابر ایک خلا پیدا ہو گیا۔ دیوار کے دو حصوں نے دروازے کی جو گنجائش پیدا کی تھی وہ بھی بالکل بے آواز تھی۔ مجھے آگے قدم بڑھانے کا حکم ملا۔ دروازے سے گزرتے ہی خودکار نظام دوبارہ عمل میں آیا پھر دروازہ بند ہوتے ہی گھپ اندھیرا چھا گیا۔ اس کے بعد میں تاریکی میں قدم بڑھاتا رہا پھر اچانک ایک اور خلا نمودار ہوئی جس سے گزرنے کے بعد میں نے ایک ایسے کمرے میں قدم رکھا جو بطور ڈرائنگ روم استعمال کیا جاتا تھا۔ وہاں کی ہر چیز قیمتی اور قابلِ دید تھی۔ اعلیٰ قسم کے فرنیچر کے علاوہ دیواروں پر خوبصورت اور سنہری فریم کے اندر خوبصورت تصاویر اور لینڈ اسکیپ کے مناظر بھی بڑی چابکدستی سے محفوظ کیے گئے تھے۔ فرش پر اتنا دبیز قالین موجود تھا کہ قدم اٹھاتے اور رکھتے وقت ہلکا سا ایک دباؤ بھی محسوس ہوتا تھا۔ میں نے نظریں گھما کر دیکھا کمرے میں میرے علاوہ صرف وہ شخص موجود تھا جو میری رہنمائی کے لیے آگے آگے چل رہا تھا۔ پشت پر چلنے والے دونوں افراد کہیں راستے میں ہی رک گئے تھے۔ میں نے کمرے میں موجود شخص کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل کر گہری ہوتی چلی گئی پھر اس نے اپنے چہرے سے ایک باریک ماسک علیحدہ کیا تو میرے سامنے وہی بیرا کھڑا تھا جس نے مجھے میرے کمرے میں کافی سرو کرنے کے بعد اغوا کیا مگر اس کا لباس بدلا ہوا تھا۔ میں نے اسے خود اپنی آنکھوں سے لینڈ کروزر میں داخل ہونے کے بعد ہوٹل کی طرف واپس جاتے دیکھا تھا اور گاڑی چل پڑی تھی۔ تو کیا وہ راستے میں اس وقت دوبارہ کسی دوسرے ساتھی کو اتار کر اس کی جگہ لے چکا تھا جب گاڑی کو میں نے سفر کے دوران ایک دو جگہ وقفے وقفے سے رکتے محسوس کیا تھا؟ میں ابھی اسے چشمِ حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ اس نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے میرے محترم دوست کہ اس وقت آپ کے ذہن میں کیا خیال پکڑ رہا ہے۔"

"تم ــــ" میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے بولا۔

"میں وہ نہیں ہوں جو آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"لیکن میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔" میں نے پورے وثوق سے جواب دیا۔ "تم وہی ہو جس نے بیرے کی یونیفارم میں مجھے کافی سرو کی تھی۔"

"میں آپ کے اس بیان کی تردید بھی نہیں کروں گا۔" وہ ایک بار پھر معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"وہ بھی اسی میک اپ میں تھا جس میں آپ اس وقت خادم کو دیکھ رہے ہیں۔" وہ بڑے مہذب لہجے میں بولا لیکن اس نے اتنی شرافت کا ثبوت بھی نہیں دیا تھا کہ اپنا آٹومیٹک واپس جیب میں رکھ لیتا۔ شاید اسے اس بات کا خطرہ لاحق تھا کہ کہیں میں اچانک اس پر جھپٹ نہ پڑوں۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا۔ "تمہارے چہرے کی ساخت' قد و قامت اور گفتگو کرنے کا انداز سو فیصد اس بیرے کے چہرے کی بناوٹ اور لب و لہجے سے ملتا جلتا ہے۔ لباس کے سوا سر مو کوئی فرق نہیں ہے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "ہمارے قد و قامت ضرور ایک جیسے ہیں لیکن چہرے کے نقوش جدا جدا ہیں جنہیں میک اپ کے ذریعے بالکل ایک جیسا بنا دیا گیا اگر آپ باقی دو افراد کے چہرے کا ماسک اتار کر دیکھیں تو آپ کو وہ دونوں بھی بالکل میرے ہی جیسے نظر آئیں گے۔ لباس کے فرق کے علاوہ۔ آپ چاہیں تو میں آپ کی پریشانی دور کرنے کی خاطر دونوں کو یہاں بلا کر اپنے بیان کی تصدیق کرا سکتا ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے تیکھے انداز میں جواب دیا۔ "میں شاید

یہاں تم لوگوں کی شناختی پریڈ کرنے کی غرض سے نہیں لایا گیا ہوں۔"

"آپ مجھے خاصے ذہین لگتے ہیں۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔ "آپ کی اطلاع کے لیے بتا دوں کہ آپ کو یہاں ایک مہمان کی حیثیت سے لایا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید ہمارا برتاؤ آپ کے ساتھ مختلف نوعیت کا ہوتا۔"

"بہت خوب۔" میں زہرخند سے بولا۔ "گویا تمہارے گروہ میں میزبانی کے فرائض جدید اسلحہ سے ادا کیے جاتے ہیں۔"

"آپ اسے ٹریڈیشن بھی کہہ سکتے ہیں۔" اس کے لہجے میں لطیف سا طنز بھی شامل تھا۔ "یہ سب کچھ آپ کی اور ہماری حفاظت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ دوسری شکل میں آپ شاید اتنی آسانی سے ہماری دعوت قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوتے۔ کیا میں کوئی غلط بات تو نہیں کہہ رہا ہوں؟"

"مجھے یہاں لانے کا مقصد کیا ہے؟" میں نے اس بار اسے گھورا۔

"اس سوال کا جواب تو میں نہیں دے سکوں گا لیکن میرا اندازہ ہے آپ کو کچھ دنوں تک یہاں مہمان کی حیثیت سے رکھا جائے گا اس کے بعد واپس کھلی فضا میں آزادی کا سانس لینے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا۔"

"مجھے تم لوگوں کا انداز گفتگو . . . . خواب سا لگ رہا ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے آپ درست کہہ رہے ہوں۔" اس کا لہجہ دوبارہ معنی خیز ہو گیا۔ "کچھ خواب ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسان جاگتے میں بھی دیکھتا ہے اور ایسے خواب غلط نہیں ہوتے۔"

"تمہارا تعلق کس پارٹی سے ہے۔" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔ آپ یہاں اطمینان سے تشریف رکھیں اور اس شخصیت کا انتظار صبر و تحمل سے کریں جس کی ایما پر آپ کو یہاں لایا گیا ہے۔" وہ جانے کے لیے پلٹا پھر یک لخت رک کر بولا۔ "ایک بات اور عرض کر دوں ہم ایک بااخلاق اور مہذب مہمان ہونے کے ساتھ ساتھ شغل، شکاک اور بدترین دشمن کا رول بھی ادا کرنے کے فن سے بخوبی واقف ہیں لیکن یہ سب کچھ آپ کے اپنے برتاؤ پر منحصر ہو گا۔ میرا خیال ہے آپ میرا مطلب بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔" پھر وہ اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد لمبے لمبے قدم اٹھاتا تیزی سے ایک دروازے سے باہر نکل گیا۔

میں خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اب تک جو صورت حال جس تسلسل سے پیش آ رہی تھی اس نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا جن افراد نے مجھے اغوا کیا تھا ان کا برتاؤ میرے ساتھ دشمنوں جیسا نہیں تھا۔ وہ مجھے ایک مہمان کی حیثیت دے رہے تھے۔ اگر واقعی ایسا ہی تھا تو پھر مجھے اس ڈرامائی انداز میں اغوا کیوں کیا گیا تھا؟ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی ندیم کا تصور بھی میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس نے مجھے تین روز تک بلرام ہی کے میک اپ میں رہنے کی تلقین کی تھی لیکن میری ضد کے سامنے مجبور ہو گیا تھا پھر مجھے اس کی فرمائش پر ہوٹل اپارٹمنٹ میں قیام کرنا پڑا تھا۔ میں نے اپنے اصل روپ میں آنے کا فیصلہ اس غرض سے کیا کہ اگر گراہم کے شکاری کتے محض ندیم کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے لیے مجبور کرنے کی خاطر نسیم کا اغوا کرنا چاہتے تھے تو وہ یہ کام مجھے بھی اغوا کرنے کے بعد کر سکتے تھے۔ لیڈی ملارنس نے مجھ سے کہا تھا کہ گراہم نے محض وقتی طور پر ندیم کو اندھیرے میں رکھنے کی خاطر دوستی کو بڑھانے کا رول ادا کرتے ہوئے اس کی جانب دوستی اور مفاہمت کا ہاتھ بڑھایا ہے ورنہ اس کے دل میں ابھی تک کینہ و بغض بھرا تھا۔

ممکن ہے میرے سامنے آنے کے بعد گراہم نے میرے خیال کے مطابق اپنے شکاری کتوں کو میری طرف لگا دیا ہو۔ ندیم کو بھی اس کی اطلاع کسی طرح مل گئی اور پھر اس نے اپنے مخصوص آدمیوں کے ذریعے مجھے نہایت مہذب انداز میں کسی محفوظ مقام پر پہنچانے کی خاطر یہ سارا ڈراما اسٹیج کیا ہو۔

میں بڑی دیر تک آرام دہ صوفے پر بیٹھا حالات کی کڑیاں ملاتا رہا پھر تھک ہار کر پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اگر وہ حرکت ندیم ہی کی تھی تو اس نے اچھا نہیں کیا تھا۔ اسے کم از کم مجھے حالات سے باخبر کر دینا چاہیے تھا۔ مجھے ندیم کی صلاحیتوں پر پورا بھروسا تھا۔ وہ اپنے جرم کے پیشے میں ایک تیسری آنکھ رکھتا تھا جو کسی دشمن کی بروقت نشان دہی کر دیتی تھی۔ اس کے وفادار ساتھی ہر لمحہ اور ہر پل اس کی خبر گیری رکھتے تھے۔ اس کی خاطر وہ آنکھ بند کر کے موت کے اندھے کنوئیں میں بھی چھلانگ لگا سکتے تھے لیکن زندگی میں کوئی لمحہ اور کوئی پل ایسا بھی ضرور آتا ہے کہ انسان کی تمام حفاظتی تدابیر دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور دشمن اپنا کام کر گزرتا ہے۔ حریف کو کمزور سمجھنا دانش مندی کے منافی ہے۔ دنیا میں ہزاروں مثالیں ایسی موجود ہیں کہ ہزاروں حفاظتی دستے کی موجودگی کے باوجود دشمن اتنی چابک دستی سے اپنے مطلوبہ شخص کو لے اڑے تھے یا انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا کہ بڑے بڑے سراغ رساں بھی انگشت بدنداں رہ گئے تھے۔ اگر دشمن کسی چالاک لومڑی جیسا ہو تو وہ سینکڑوں آدمیوں کے درمیان سوئے ہوئے اپنے شکار کو منہ میں دبوچ کر اس طرح نکل جاتا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو پاتی۔ جن لوگوں نے جم کاربٹ کی شکاری زندگی کا مطالعہ کیا ہو گا وہ ایسے بے شمار واقعات سے بخوبی واقف ہوں گے۔ نسیم کے ساتھ بھی کوئی ایسا ہی ناقابل یقین حادثہ پیش آ سکتا

ہی اور ذہنی جھنا جھنک کرتا رہا پھر گھپ اندھیروں میں کاکا کسی شمالی روشنی کی طرح ابھرا۔ وہ لامحدود اور پراسرار قوت کی مالک تھی۔ اس کے لیے دوریاں اور فاصلے کوئی نہیں رکھتے تھے۔ متعدد موقعوں پر اس نے مجھے موت کے صرف دودھ کی مکھی کی طرح نکالا تھا بلکہ آئندہ پیش آنے والے خطرات سے بھی آگاہ کیا تھا۔ وہ میری ہی خاطر شنکر مرنے کے بعد دیوی دیوتاؤں کے کشٹ کو بھوگ رہی تھی۔ آزاد ہو چکی ہوتی تو حسب وعدہ میرے پاس ضرور آتی۔ پھر بھی موہوم سی امید کے تحت میں نے اس کے پراسرار وجود کو دل میں پکارا۔ دوبارہ اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا میری آواز پر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ کاکا کی آواز میرے کانوں میں گونج اٹھی۔ اس کا لہجہ مدھم تھا اور آواز کہیں بہت دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

"تمہاری کاکا رانی تمہاری آواز سن رہی ہے۔" اس کی میں اداسی تھی۔

"کاکا" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں اس وقت بڑی سے تمہاری ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں کہ تمہارے اوپر کیا بیت رہی ہے۔"

"اس کے باوجود تم خاموش تماشائی بنی سب کچھ دیکھ رہی میں نے شکوہ کیا۔

"کیا وچار مت کرو شہباز۔ کاکا تمہاری کارن شنکر کی پلید سے بھی ٹکرا گئی تھی پھر یہ دھیان تمہارے من میں کس کہ تم کٹھنائیوں سے دوچار ہو اور تمہاری کاکا رانی دور تماشا دیکھتی رہے۔"

مجھ سے ابھی تک اتنی دور کیوں ہو۔" میں نے سوال کیا ابھی تک تمہیں رہائی نہیں ملی۔"

آزاد کر دیا گیا ہے لیکن ......" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کیا ....." میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا تم میری مدد نہیں؟"

میں تمہاری سہائتا کر سکتی۔" اس کے جواب میں

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"دیوی دیوتاؤں نے مجھے آزاد ضرور کر دیا ہے لیکن کیول کہ میں دو برسوں تک کسی منش کی کوئی سہائتا نہیں

اوہ ..." میں نے بجھی ہوئی آواز میں کہا پھر کچھ سوچ کر تم یہ بھی نہیں بتا سکتیں کہ مجھے کن لوگوں نے اور کس لیے اغوا کیا ہے؟ وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"نہیں ۔۔۔ میں مجبور ہوں شہباز۔" کاکا نے اس بار سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں دیوی دیوتاؤں کو دیے ہوئے وچن کو نہیں توڑ سکتی اگر میں نے ایسا کیا تو ان کی مہان شکتی مجھے پھر پتھر کی بے جان مورتی کا روپ دے دے گی اور پھر کبھی میری بیاکل آتما اس مورتی میں نہیں داخل ہو سکے گی۔"

"اگر تم میری مدد نہیں کر سکتی تھیں تو پھر تمہیں میری پکار کا جواب دینے کی کیا ضرورت تھی؟" میں جھنجلا کر رہ گیا۔

"ایسا مت کہو شہباز ورنہ تمہاری کاکا رانی کا دل ٹوٹ جائے گا۔" کاکا کے لہجے میں التجا تھی۔

"چلی جاؤ کاکا۔" میں تلملا کر بولا۔ "میری دنیا سے اتنی دور نکل جاؤ کہ پھر کبھی تمہاری پرچھائیں کی ایک جھلک بھی مجھے نہ دکھائی دے۔"

"یہ ۔۔۔ یہ تم کہہ رہے ہو شہباز؟ کیا تم بھول گئے کہ کاکا نے تمہاری کارن کیا کچھ بلیدان کیا ہے؟"

"یہ احسان جتانے کا وقت نہیں ہے۔ تم جانتی ہو کہ میں کن حالات سے دوچار ہوں۔"

"میں اوش تمہاری چنتا دیکھ رہی ہوں پر تو اس میں میرا کیا دوش ہے؟" وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ "کیا تم یہ چاہو گے کہ تمہاری کاکا پھر پتھر کی مورتی کا روپ دھار کر کہیں گند میں پھینک دی جائے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"نراش مت ہو۔" اس کی مدھر آواز پھر میرے کانوں میں گونجی۔ "دو برس تو پل جھپکتے میں بیت جائیں گے۔ اس کے بعد تمہاری کاکا کبھی تم سے جدا نہیں ہو گی۔ میں وچن دیتی ہوں کہ اس سمے میں تمہارے دشمنوں کو ایسا سراپ دوں گی کہ مرنے کے بعد ان کی آتما بھی کبھی سکھ کا ایک سانس نہیں لے سکے گی۔ وہ سدا اپنے کیے کی آگ میں جلتے رہیں گے۔"

"چلی جاؤ کاکا۔ اس وقت مجھے صرف سکون کی ضرورت ہے۔"

پھر میں نے کاکا کے تصور کو اپنے ذہن سے جھٹک کر نکال دیا۔ میرے ذہن میں تیز اور گرم آندھیوں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ نسیم کا تصور اور خدانخواستہ اس کے اغوا ہو جانے کا خیال بھی میرے لیے سوہان روح سے کم نہیں تھا۔ میں نے اسے بہن کہا تھا۔ وہ میرے ارمانوں اور میری خوشیوں کا شیش محل تھی جسے میں مسمار اور چکنا چور ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

نہ جانے کب تک میں اپنے خیالوں میں مستغرق رہا پھر کسی کے قدموں کی آہٹ سن کر میں نے آنکھیں کھولیں تو میرے وجود کے کسی گوشے میں بم کا شدید دھماکا ہوا۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میں ہڑبڑا کر اٹھا مجھے ایک بار پھر ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے میں جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہا

ہوں۔

وہ حسین اور خوبرو عورت جو اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ کسی ناگن کی طرح لہراتی بل کھاتی ڈرائنگ روم میں میرے سامنے کھڑی تھی کرسٹیا کے سوا کوئی اور نہیں تھی۔ وہی کرسٹیا جو گراہم کی عزیز ترین داشتہ تھی' جسے میں راجو کے ساتھ خود اپنی آنکھوں سے سی ویو کے ساحل پر مردہ حالت میں دیکھ چکا تھا۔ جس کی لاش کو میرے علاوہ اور بھی سیکڑوں آدمیوں نے دیکھا تھا۔ وہی کرسٹیا جس کی موت نے گراہم کو لیڈی ملارنس کے بیان کے مطابق دیوانہ بنا دیا تھا۔ اسی کرسٹیا کی موت کا انتقام لینے کی خاطر گراہم نے ندیم کو دھوکے میں رکھ کر تسنیم کے اغوا کا پروگرام بنایا تھا۔ وہی کرسٹیا اس وقت گوشت پوست میں اور زندہ حالت میں میرے سامنے کھڑی تھی مجھے بڑی نشیلی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک قاتلانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

اس کے جسم پر باریک آتشی رنگ کا نائٹ گاؤن موجود تھا جس کے اندر سے اس کے مرمریں جسم کے تمام نشیب و فراز کسی ایسے جوالا مکھی کی طرح نظر آ رہے تھے جس کے اندر ابلنے والا لاوا کسی لمحے بھی پھٹ پڑنے کو مچل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے نفرت کے بجائے دعوت گناہ تھی۔ اس کا انداز بڑا دلفریب مگر قاتلانہ تھا۔ کچھ دیر تک میں پتھر کے تراشیدہ کسی بے جان مجسمے کے مانند ساکت و جامد کھڑا اس کے وجود کی سحر انگیزیوں کو حیرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر میرے ہونٹوں کو ایک لرزیدہ سی جنبش ہوئی۔

"تم۔۔۔ ابھی زندہ ہو۔"

"زندہ نہ ہوتی تو اس وقت تمہارے سامنے کیسے کھڑی ہوتی؟" اس نے ایک خاص ادا سے اپنی ناگن جیسی زلفوں کو شانوں پر بکھیرتے ہوئے جواب دیا۔ اس کی آواز سن کر مجھے یوں لگا تھا جیسے کسی مندر کی تمام گھنٹیاں ایک ساتھ بج اٹھی ہوں۔ اس کے لباس اور جسم سے پھوٹنے والی خوشبو پورے ماحول پر ایک نشے کی سی کیفیت طاری کر رہی تھی۔

"پھر۔۔۔ وہ کون تھی۔۔۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"اوہ۔۔۔" وہ تھکن انگڑائی لے کر بولی۔ "تم شاید ابھی تک اس کرسٹیا کو فراموش نہیں کر سکے جسے غالباً تمہارے ساتھی ہی نے بلو پائپ سے پھینکی ہوئی زہریلی سوئی کے ذریعے موت کی نیند سلا دیا تھا۔"

"کیا۔۔۔ کیا وہ تم نہیں تھیں؟" میں نے ایک احمقانہ سوال کیا۔ اس کے حسن کی رعنائیوں نے شاید مجھے متاثر کر دیا تھا۔

"نہیں۔" اس کی مترنم آواز میں سانپوں کے گنگنانے کی آواز ابھری۔ پھر وہ میرے سامنے ایک خالی صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تم گراہم سے شاید پوری طرح واقف نہیں ہو۔ بڑا ہی عیاش اور ندیدہ عاشق واقع ہوا ہے۔ میرے علاوہ اس نے اور بھی بے شمار خوبرو عورتوں کو پال رکھا ہے لیکن مجھے وہ سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اسے میرے وجود' میرے جسم اور زندگی سے اتنا پیار ہے کہ وہ میری خاطر اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ کسی دشمن کی بو سونگھتے ہی اس نے مجھے اس خوبصورت رہائش گاہ تک محدود رہنے کا حکم جاری کر دیا ہے۔ کوئی اس کا حکم ماننے سے انکار نہیں کر سکتا۔ میں بھی نہیں۔ اس کے واقف کار اسے آکٹوپس کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ وہ کسی آکٹوپس سے زیادہ خطرناک واقع ہوا ہے۔ اسے اپنے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ایک خاص لذت کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر درندوں جیسی خو رکھتا ہے۔ کسی کی خون میں لت پت تڑپتی لاش کو دیکھ کر اس پر نشے کی سی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے۔ اس کے برعکس وہ کسی روٹھی ہوئی محبوبہ کی خاطر کتوں کی طرح اس کے تلوے چاٹنے پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔" وہ ایک لمحے کو رکی پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "تارمن' ہاورڈ اور اپنے کچھ اور ساتھیوں کی موت نے اسے چوکنا کر دیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ اسے تمہارے دوست پر قاتل ہونے کا یقین آ چکا ہے۔ اس کے بعد ہی اس نے اپنے ساتھیوں کی موت کا انتقام لینے کی خاطر ایک خطرناک منصوبہ بنایا تھا لیکن اس منصوبے کو آخری شکل دینے سے پیشتر اس نے میری ایک ڈپلی کیٹ کو سی ویو کے ساحل پر آزاد گھومنے پھرنے پر مامور کر دیا تھا۔ وہ تمہارے دوست سے انتقام لینے سے پیشتر اپنے شبے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔"

"کیسا شبہ؟" میں نے خود کو صوفے پر گراتے ہوئے دریافت کیا۔

"گراہم جب گلی اسٹارز میں اپنے آفس کے اندر تم دونوں سے ملا تھا اس نے اسی وقت اپنے ساتھیوں کے انتقام کی خاطر تمہارا انتخاب کیا تھا مگر اسے شبہ تھا کہ تمہارے دوست نے اس کی آنکھوں کی مخصوص چمک سے اس کے ارادے کو بھانپ لیا تھا۔ اس کے بعد جب تم بلرام کے میک اپ میں سی ویو میں قیام کرنے گئے تو اس نے میری ڈپلی کیٹ کو بطور چارا تمہارے سامنے ڈال دیا جسے ہڑپ کرنے میں تمہارے ساتھی اور تمہارے دوست نے بڑی جلد بازی کا مظاہرہ کیا تھا۔ میری فرضی موت کے بعد ہی اس نے تمہارے دوست کی بیوی کو اغوا کرنے کا پروگرام مرتب کیا ہے۔ اسے قوی امید ہے کہ اس اغوا میں کامیاب ہونے کے بعد وہ تمہارے دوست سے اپنی ہر بات منوانے کی پوزیشن میں ہوگا۔"

"میرا خیال ہے کہ گراہم اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوگا۔"

"نہ سہی۔" وہ بے پروائی سے بولی۔ "مجھے ان باتوں سے

کوئی غرض نہیں۔"

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا ایک خوبصورت لڑکی شراب اور اس کے بیشتر لوازمات کی بیش قیمت ٹرالی لیے اندر داخل ہوئی اور اسے کرسٹیا کے سامنے پیش کر کے نظریں جھکائے الٹے قدموں خاموشی سے واپس چلی گئی۔

"تم کیا لینا پسند کرو گے؟" لڑکی کے جانے کے بعد اس نے بڑی لگاوٹ سے دریافت کیا۔

"سوری۔۔۔ میں شراب نہیں پیتا۔" میں نے رکھائی سے جواب دیا۔

"برا کرتے ہو۔" اس نے اپنے لیے ایک گلاس تیار کرتے ہوئے مجھے بڑی مخمور نظروں سے دیکھا۔ "شراب اور شباب کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔ حجاب کے پردوں کو درمیان سے ہٹانے کی خاطر اس کا استعمال ہمیشہ بڑا معاون ثابت ہوتا ہے۔"

"مجھے یہاں کس مقصد کے لیے لایا گیا ہے؟"

"کیا میری موجودگی کے باوجود اس سوال کے جواب کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔" اس نے بہکی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر ایک ہی گھونٹ میں جام کو حلق میں انڈیلتی چلی گئی۔

"کیا گراہم کو اس بات کا علم ہے کہ میں اس وقت تنہائی میں تمہارے ساتھ موجود ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ نہیں۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"اگر اسے علم ہو گیا تو؟"

"علم ہو جانے کی صورت میں ممکن ہے کہ اس کے بلڈ ہاؤنڈ نما انسانی درندے تمہاری بوٹیاں نوچ کھسوٹ کر ڈالیں۔" وہ ایک خاص ادا سے مسکرائی پھر پہلو بدل کر بولی۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تمہیں محض اس لیے معاف کر دے کہ تم کو میں نے پسند کیا ہے۔ جو لوگ تمہیں یہاں تک لائے ہیں وہ بھی گراہم کے مخصوص ملازم ہیں۔"

"تم۔۔۔" میں نے آتشی لباس سے اس کے جھلکتے جسم کو حقارت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے۔"

جواب میں اس نے مجھے کچھ ایسی تعجب انگیز نظروں سے گھورا جیسے اسے میرے انسان ہونے پر شبہ ہو رہا ہو۔ پھر وہ اپنے تراشیدہ ہونٹوں پر ایک قاتلانہ تبسم بکھیرتے ہوئے بولی۔

"کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟"

"نہیں۔"

"آئی سی۔" اس کی نگاہیں مسرت کے احساس سے چمک اٹھیں۔ "جبھی تم اس قدر اناڑی نظر آ رہے ہو۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" میں نے اسے ناپسندیدہ نظروں سے گھورتے ہوئے اپنا سوال دہرایا۔ "مجھے یہاں کس مقصد سے لایا گیا ہے؟"

"مقصد۔" اس نے بہکی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ ابھی دو چار روز تک تو تم میرے مہمان رہو گے اس کے بعد میرے آدمی نہایت عزت و احترام سے تمہیں واپس چھوڑ آئیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ مجھے اتنی جلدی تم سے دور ہو جانے کا افسوس ضرور ہوگا لیکن میں مجبور ہوں۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "گراہم اپنے بیشتر ویک اینڈ اسی چھت کے نیچے گزارتا ہے اور اس روز وہ کسی اور کی موجودگی کو اس عمارت کی حدود میں بھی برداشت کرنے کا عادی نہیں ہے۔ وہ جتنی دیر یہاں رہتا ہے میرے باڈی گارڈ بھی عمارت سے دور دور رہ کر ہماری نگرانی کرتے ہیں۔"

"اوہ۔۔۔ گویا وہ بھی تمہاری طرح خاصا بے باک اور بے غیرت واقع ہوا ہے۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔

"تم جسے بے غیرتی کا نام دے رہے ہو وہ ہماری تہذیب کا ایک حصہ ہے۔" وہ بڑے پیار سے بولی۔ "صرف ایک دوسرے کے لیے مخصوص ہو جانا زندگی کی مسرتوں کو بھی محدود کر دیتا ہے۔ ہمارے یہاں شادی شدہ جوڑے بھی ڈیٹنگ کو معیوب نہیں سمجھتے۔ وہ کھلے دل سے ایک دوسرے کے مہمان کو خوش آمدید کہنے کے عادی ہوتے ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی طرف سے نگاہیں پھیر کر اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا۔

"کیا تم نے گراہم کو قریب سے نہیں دیکھا؟" اس کی سپاٹ آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "کیا دنیا کی کوئی عورت اس کے بھدے' بھاری بھرکم اور حیوانہ کشش سے عاری وجود کو اپنی خوشی سے برداشت کر سکتی ہے؟"

"اس کا تجربہ تمہیں اور تمہاری جیسی عورتوں کو زیادہ بہتر طور پر ہوگا جنہیں گراہم نے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے پال رکھا ہے۔"

"تم۔۔۔" وہ یکلخت غصے میں بل کھاتی کھڑی ہو گئی۔ میرے جواب نے جیسے پٹرول پر دہکتی آگ کا اثر دکھایا تھا۔ اس کے لہجے کی تمام لگاوٹ اور مستی کرب میں تبدیل ہو گئی۔ ہاتھ میں بھرے ہوئے جام کو پوری قوت سے زمین پر مارتے ہوئے جھلا کر بولی۔ "انسان کی کچھ اپنی مجبوریاں بھی ہوتی ہیں جو اسے اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ انسان اگر دو چار وقت کے فاقے سے ہو تو وہ ڈسٹ بن میں پھینکے گئے سڑے گلے پھل اور کھانے کو بھی قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ گراہم کا منحوس وجود پھر بھی ڈسٹ بن میں پڑے ہوئے باسی اور جھوٹے کھانوں سے بہتر ہے۔"

اس کے چہرے پر ابھرنے والی غصے اور نفرت کی تپش نے اس کے حسین وجود کو کچھ اور اجاگر کر دیا تھا۔

"تم غصے کی حالت میں پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی ہو۔"

میں نے اسے جلانے کی خاطر زہرخند سے کہا تو وہ آپے سے باہر ہو گئی۔

"کریشیا سے نفرت تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔" اس کی نگاہوں سے شعلے اُبلنے لگے۔ "آج تک میرے کسی پالتو کتے نے بھی میرے اشارے پر دم ہلانے سے انکار نہیں کیا۔ تمہاری کیا حیثیت ہے۔"

"جب تم نے کتے پال رکھے ہیں تو پھر تمہیں انسانوں کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے اس کے شعلوں کو ہوا دینے کی خاطر کہا۔ "کیا آکٹوپس جیسے آدم خور کی موجودگی میں بھی کسی اور کے بارے میں سوچنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔"

"تم ... تم کریشیا کی توہین کر رہے ہو۔" وہ چیخ اٹھی۔ "میرے ایک اشارے پر میرے گارڈز تمہیں بھون کر رکھ دیں گے۔"

"تم اس کے سوا اور کچھ کر بھی نہیں سکتیں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "موت برحق ہے جس صورت میں رقم کر دی گئی ہے اسے دنیا کی تمام قوتیں مل کر بھی ٹس سے مس نہیں کر سکتیں۔"

"نان سنس۔" وہ پوری شدت سے گرجی۔ "تم شاید اپنی زندگی سے عاجز آچکے ہو۔"

پھر شاید وہ تالی بجا کر اپنے گارڈز کو بلانے کے بارے میں غور کر رہی تھی کہ پوری عمارت جیسے گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی لپیٹ میں آگئی۔ شاید دو مخالف گروہ ایک دوسرے سے ٹکرا گئے تھے۔ میں ابھی اس حسین بلا کے بچنے کے بارے میں غور ہی کر رہا تھا کہ اچانک عقبی جانب کی کسی کھڑکی کا شیشہ پُرشور چھناکے کے ساتھ ٹوٹا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے کریشیا کو باہر کی جانب برق رفتاری سے لپکتے دیکھا پھر اس سے پیشتر کہ میں حالات کی نوعیت کو سمجھ پاتا کسی نے پشت سے ایک بھیگا ہوا رومال میری ناک پر جما دیا۔ ایک ناگوار سی بو کے احساس کے ساتھ ہی مجھے اپنا ذہن گھپ تاریکی میں ڈوبتا محسوس ہوا پھر کسی نے ایک ہی جھٹکے سے اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد دیا تھا۔ میرے بے ہوشی سے ہمکنار ہوتے ہوئے ذہن میں گولیوں کی ریٹ ٹریٹ کی آواز آخری وقت تک گونجتی رہی۔

*

دوبارہ ہوش آنے پر میں نے خود کو نرم و گرم بستر پر پایا۔ لیڈی ملارنس میرے قریب ہی ایک آرام کرسی پر موجود تھی۔ شاید میں اس وقت اس کی خواب گاہ میں تھا۔ لیڈی ملارنس کی پشت کے قریب دروازے سے لگا ایک باڈی گارڈ موجود تھا جس نے بڑی بے جگری سے ایک جدید طرز کی آٹومیٹک رائفل اپنے کندھے سے لٹکا رکھی تھی۔

مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ کریشیا کی حسین قید سے چھٹکارا دلانے کی خاطر لیڈی ملارنس کے گونگے اور بہرے گارڈز میرے کام آئے ہوں گے۔ میرا ذہن رفتہ رفتہ بیدار ہو رہا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ لیڈی ملارنس کو میرے اغوا کی خبر کس طرح مل گئی اور ندیم کے وہ جاں نثار کیا ہوئے جنہیں یقیناً میری نگرانی پر مامور کیا گیا ہو گا۔ کیا وہ سب بھی ہنگامے میں کام آچکے تھے یا کسی مصلحت کی بنا پر انہوں نے اپنا آپریشن ملتوی کر دیا تھا۔ لیڈی ملارنس نے مجھے ہوش میں آتا دیکھا تو کسی شفیق بزرگ کی طرح کرسی گھسیٹ کر میرے بستر کے قریب آگئی۔ بڑے پیار سے میری پیشانی پر اپنے کھردرے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

"مجھے افسوس ہے کہ میرے آدمیوں کو تمہیں مجبوراً وقتی طور پر بے ہوشی سے ہمکنار کرنا پڑا لیکن اگر ایسا نہ کیا گیا ہوتا تو شاید تم بوکھلاہٹ میں کسی سنسناتی ہوئی گولی کا نشانہ بھی بن سکتے تھے۔ بہرحال اب تم کیا محسوس کر رہے ہو۔"

"ذہن پر ہلکی ہلکی غنودگی کے اثرات ابھی تک باقی ہیں۔"

"پریشان مت ہو۔ یہ کلوروفارم کا اثر ہے جو بہت جلد زائل ہو جائے گا۔"

"لیڈی ملارنس۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔" میں نے اس بے ہنگم عورت کو متشکرانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بھول رہے ہو کہ میں نے تمہیں اپنا دوست کہا تھا اور دوستوں کا حساب ہمیشہ دل میں ہوتا ہے۔" اس کے لہجے میں خلوص تھا۔

"آپ کو اس بات کا علم کس طرح ہو گیا کہ مجھے کریشیا کے لوگوں نے اغوا کیا ہے۔" میں نے پُرتجسس انداز میں پوچھا۔

"تمہیں یاد ہو گا کہ جب پہلی بار تم یہاں آئے تھے اور میں تمہاری میزبانی کے فرائض انجام دے رہی تھی اس وقت میرے ایک ملازم نے آکر مجھ سے کچھ کہا تھا جس کے بعد میں تم سے معذرت کر کے چلی گئی تھی۔ جانتے ہو اس نے مجھے کیا اطلاع دی تھی؟"

"نہیں۔"

"اس نے مجھے اس حقیقت سے آگاہ کیا تھا کہ جس کریشیا کو تمہارے ساتھی نے ختم کیا تھا وہ اصلی نہیں تھی۔ میں اس بات کی تصدیق کے لیے چلی گئی تھی اور پھر مجھے اس بات کا علم ہو گیا کہ گراہم نے تم لوگوں کے ساتھ ایک آزمائشی کھیل کھیلا تھا۔" وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "دراصل وہ بلرام اور رام اوتار کی اصلیت جاننا چاہتا تھا جس میں اسے ناکامی نہیں ہوئی۔"

"آئی۔ سی۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "مگر ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"وہ کیا؟"

"کیا گراہم کو اس بات کا علم نہیں ہو سکا کہ اس کی عزیز ترین داشتہ نے مجھے کس مقصد کے تحت اپنے آدمیوں سے اغوا کرایا تھا۔"

"جو لوگ ضرورت سے زیادہ عیاش ہوتے ہیں ان کے خون میں بے غیرتی بھی شامل ہوتی ہے۔" لیڈی ملارنس نے برا سا منہ بنا کر بڑی حقارت سے جواب دیا۔ "گراہم چونکہ اس کے ناقابل برداشت اور ناپسندیدہ وجود کی حقیقت سے آشنا ہے اس لیے وہ بھی مجبوراً" بے غیرتی کا سہارا لے کر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ رہا کریشیا کا مسئلہ تو تم اسے آدم خور شیرنی بھی کہہ سکتے ہو۔ وہ اخلاق سے گری ہوئی عورت شب بسری کی خاطر ہر روز ایک نیا شکار کرتی ہے۔ گراہم سب کچھ جانتے ہوئے بھی خاموش رہتا ہے۔ شاید اس لیے کہ وہ اس بات سے بھی بخوبی واقف ہے کہ کریشیا کے خلوت کدے میں داد عیش حاصل کرنے والوں میں بے شمار ایسے اثر و رسوخ رکھنے والے ذی حیثیت افراد اور کالے دھندے میں ملوث نامور پیشہ ور بدمعاش بھی شامل ہیں جو گراہم کی کسی مداخلت پر اس کے ناپاک وجود کو اپنے راستے سے ہٹانے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔ وہ لوگ آکٹوپس سے زیادہ درندہ صفت واقع ہوئے ہیں۔"

لیڈی ملارنس بڑے نفرت انگیز انداز میں کریشیا کے بارے میں اپنی معلومات سے آگاہ کرتی رہی پھر یکلخت سنجیدگی سے بولی۔ "تم نے بہرحال اپنے دوست کی ہدایت پر عمل کر کے حماقت ہی کا ثبوت دیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"بہرچند کہ گراہم کے شکاری کتے بلرام کی شخصیت میں تمہاری بُو سونگھ چکے تھے لیکن اس کے باوجود تمہیں اسی میک اپ میں رہنا چاہیے تھا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا۔"

"فرق پڑ چکا ہے میرے عزیز۔" اس نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "گراہم تمہیں اور تمہارے دوست کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے۔ وہ اس پارٹنرشپ کے معاہدے کو ختم کرنا چاہتا ہے جو تمہارے دوست اور اس کے درمیان ہوا تھا۔ اس کے گروہ کے افراد نے اسے اس حقیقت سے ضرور باخبر کیا ہو گا کہ کریشیا نے تمہیں اغوا کرایا تھا۔ ذرا سوچو۔ کیا اب بھی وہ تمہارے وجود کو آسانی سے برداشت کر لے گا۔ نہیں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے گروہ کے خاص آدمیوں کو تمہاری ہلاکت کے احکام جاری کر چکا ہو۔"

"کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا؟"

"نہیں۔" لیڈی ملارنس نے کچھ غور کرتے ہوئے بڑے متانت سے کہا۔ "اس لیے کہ تمہیں میری حمایت حاصل ہے اور ابھی اس سرزمین پر کسی ایسے شخص نے جنم نہیں لیا جو مجھ سے ٹکرانے کی جرأت کر سکے۔"

"ندیم اور نسیم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ بھی آکٹوپس کے خونی چنگل سے محفوظ رہ سکیں گے۔"

"وقت کا انتظار کرو۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "کل کیا ہو گا اس کا علم میرے علاوہ کسی اور کو نہیں۔ گراہم نے جس شیطانی قوت کا سہارا لیا ہے اب وہ بھی میری مٹھی میں ہے۔"

"کیا آپ مجھے اس کا نام بتانا پسند کریں گی۔" میں نے بے چینی سے پوچھا۔ شیطانی قوتوں کے حوالے سے میرے ذہن میں وہ تمام نام ابھر آئے جن سے میرا واسطہ پڑ چکا تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے؟ شنکر کو چتا کی آگ میں جلتے روپ نگر کے ہزاروں باسیوں نے دیکھا تھا ... کالکا نے اگر مجھ سے جھوٹ نہیں بولا تھا تو اسے دو سال کے لیے کسی کے بھی کام آنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ یوں بھی مجھے یقین تھا کہ وہ میرے مقابلے میں گراہم کا ساتھ کبھی نہیں دے سکتی۔ پنڈت جسی دھری ایک واحد شخص تھا جس کے بارے میں کالکا نے بھی کچھ بتانے سے گریز کیا تھا لیکن میں نے اسے خود اپنی آنکھوں سے سفید ریش بزرگ کا عتاب نازل ہونے کے بعد ربڑ کی کسی گیند کے مانند اُچھل کر سنگلاخ چٹانوں سے ٹکراتے دیکھا تھا پھر چاروں سمت دھوئیں کے گہرے بادل نمودار ہو جانے کی وجہ سے میں اس کا انجام نہیں دیکھ سکا تھا۔

"میں کسی دن تمہیں اپنی لائبریری کی سیر بھی کراؤں گی۔" وہ بڑے فخر سے بولی۔ "ایسی لائبریری جس کی مثال پوری دنیا میں کہیں اور نہیں ہو گی۔ میں نے جو نوادرات جمع کیے ہیں وہ عجیب و غریب ہونے کے ساتھ ساتھ ناقابل یقین بھی ہیں لیکن تم جب خود اپنی جیتی جاگتی آنکھوں سے میری لائبریری کی طلسماتی دنیا کا نظارہ کرو گے تو تمہیں میری باتوں کا یقین آجائے گا۔ وہ ایک ایسی لائبریری ہے میرے عزیز جس کے بارے میں انسانی ذہن سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہاں تمہیں ایسی بے شمار چیزیں نظر آئیں گی جن کے بارے میں تم مستند کتابوں میں بہت کچھ پڑھ چکے ہو اور اچھی خاصی معلومات بھی رکھتے ہو گے۔"

لیڈی ملارنس کے چہرے پر اس وقت ساحرانہ پرچھائیں لرز رہی تھیں۔ اس کی چھوٹی چھوٹی چمک دار آنکھوں میں مجھے رنگ برنگے گول دائرے سے ابھرتے نظر آرہے تھے جو بڑی تیزی سے گردش کر رہے تھے۔ ایک لمحے کے لیے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نامعلوم سیارے کی پراسرار مخلوق ہو جو غلطی سے بھٹک کر زمین پر آگئی تھی لیکن پھر بتدریج وہ اپنی اصلی حالت میں واپس آگئی۔

"آپ نے میری ذات پر جو اعتماد کیا ہے میں اس کے لیے

شکر گزار ہوں۔"

"مجھے تمہارے اوپر نہیں خود اپنی ذات پر اعتماد ہے۔" وہ ٹھوس آواز میں بولی۔ "جو میں چاہتی ہوں وہ ہو جاتا ہے اور جس بات کے لیے میری نگاہوں کے زاویے بدل جائیں اس کا ہو جانا ممکن نہیں ہو سکتا۔"

"اپنی ذات پر بھروسا اور یقین ہونے کے باوجود کیا آپ مجھے اس شیطانی قوت کے نام سے آگاہ نہیں کریں گی جو گراہم کی پشت پناہی کر رہی ہے۔"

"تمہیں شاید یاد ہے کہ تسیم نے تمہارے خواب میں آنے کے بعد بڑیوں کے کسی ایسے پنجر کا ذکر کیا تھا جس کی آنکھوں کی خلا سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کی آواز میں بادلوں کی گھن گرج شامل تھی۔"

"اوہ..... "میں حیرت سے اُچھل پڑا۔ "آپ کو اس خواب کی باتیں کس طرح معلوم ہو گئیں؟"

"اتنی جلدی بہت کچھ جاننے کی کوشش نہ کرو۔" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔ "ویسے تمہاری اطلاع کے لیے میں اتنا ضرور بتا سکتی ہوں کہ وہ استخوانی پنجر اب بھی اپنی اصل شکل میں میری قید میں ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیڈی مکارنس خواب کی دنیا کی باتیں کر رہی تھی۔ اس کے اشارے میری سمجھ سے بالاتر تھے۔ میں اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی پُراسرار شخصیت کے بارے میں میں نے مقامی لوگوں کی زبانی جو کچھ سن رکھا تھا وہ کم تھا۔

"صرف ایک معمّا ہے جسے ابھی تک میں حل نہیں کر سکی لیکن تمہارے چہرے کے تاثرات بتا رہے ہیں کہ تم کن سوچوں میں گم ہو۔" اس نے سپاٹ آواز میں جواب دیا پھر سرسراتے لہجے میں بولی۔ "کیا تم اس شیطانی قوت کو دیکھنا پسند کرو گے؟"

"میں اسے اپنی خوش بختی تصور کروں گا۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔

"میں تمہاری خواہش کو پورا کر سکتی ہوں لیکن ایک شرط پر۔" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"وہ کیا؟"

"جو کچھ تم یہاں دیکھو گے اسے یہیں بھول جاؤ گے۔ اس کا تذکرہ کسی اور سے نہیں کرو گے ورنہ ہو سکتا ہے کہ مجھے مجبوراً تمہارے ساتھ بھی وہی برتاؤ کرنا پڑے جو میں نے اپنی لازوال قوت کے ذریعے اس کے ساتھ کیا ہے جس نے گراہم کی خاطر مجھ سے ٹکرانے کا خواب دیکھا تھا لیکن اب اس کا وجود اور اس کی روح دونوں میرے قبضے میں ہیں اور وہ میرا غلام ہے۔ اسے اب میرے اشاروں پر چلنا ہو گا۔"

"آپ مجھ پر اعتماد کریں۔ میں وعدہ خلافی نہیں کروں گا۔"

میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یوں بھی آپ میری محسن ہیں۔"

"ایک بار پھر سوچ لو۔ زبان کھولنے کی صورت میں تمہیں بھی میری دشمنی مول لینی ہو گی۔" اس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

"مجھے منظور ہے۔"

جواب میں لیڈی مکارنس نے مجھے غور سے دیکھا پھر اس نے اپنے گارڈ کو اشارے کی زبان سے باہر جانے کو کہا اور اٹھ کر خواب گاہ کی تمام کھڑکیاں اور دروازے بند کر کے ان کے پردے کھینچ دیے۔ کمرے میں اب نیم تاریکی کا راج تھا۔ اپنا کام مکمل کرنے کے بعد وہ دوبارہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ اب اس کے چہرے پر بالکل ویسی ہی علامتیں نظر آ رہی تھیں جیسی عام طور پر کسی فلم میں جادوگرنی کا رول ادا کرنے والی کے چہرے پر موجود ہوتی ہیں۔

"میرے عزیز۔" اس کی سرسراتی ہوئی آواز خواب گاہ میں اُبھری۔ "اب تم اپنی نگاہیں سامنے کی سمت جما دو اور جب تک میں تمہیں کوئی دوسری ہدایت نہ دوں تمہاری توجہ کسی اور جانب مبذول نہیں ہونی چاہیے۔ البتہ اس دوران تم میری ہدایت پر عمل کرتے رہو گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر اپنی نظریں سامنے اس پختہ دیوار پر مرکوز کر دیں جس پر سوائے ایک خوبصورت لینڈ اسکیپ کے فریم کے کوئی اور شے موجود نہیں تھی۔

خواب گاہ میں اب موت کی سی پُراسرار خاموشی طاری تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج تیز ہو رہی تھیں۔ ایک ہی سمت نظریں جمائے جمائے میری نگاہوں کے سامنے تاریکی کا غبار کچھ اور گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ لیڈی مکارنس نے مجھ سے اس شیطانی قوت کو دکھانے کا دعویٰ کیا تھا جس نے تسیم کے روپ میں آکر مجھے ندیم اور گراہم کے معاملات سے دور رہنے کی تاکید کی تھی۔ اس نے مجھے یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہی شیطانی قوت گراہم کی پشت پناہی کر رہی تھی لیکن اب اس کا جسم اور روح لیڈی مکارنس کے قبضے میں تھی۔

میرے لیے ان تمام باتوں پر یقین کر لینا دشوار تھا۔ میری نظریں ابھی دیوار پر ہی مرکوز تھیں کہ اچانک میں نے دیوار سے گزر کر ایک انسانی کھوپڑی کو خواب گاہ میں داخل ہوتے دیکھا جو مجھ سے کچھ فاصلے پر آکر فضا میں معلق ہو گئی۔ اس کا منہ دوسری جانب تھا۔ سر کے علاوہ جسم کا کوئی دوسرا حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں ان خون کے قطروں کو بھی دیکھ رہا تھا جو اس کی کٹی ہوئی گردن سے قطرہ قطرہ ٹپک رہے تھے۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں کسی سینما ہال میں بیٹھا کوئی ہارر موری (Horror Movie) دیکھ رہا ہوں۔ کچھ دیر کمرے میں گہرا سکوت طاری رہا پھر لیڈی

مکارنس کی سپاٹ اور سرد آواز خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی اُبھری۔

"میں لیڈی مکارنس تجھے حکم دیتی ہوں کہ اب تو اپنی منحوس صورت کو ہماری جانب پھیر لے۔"

اس آواز کے ساتھ ہی میں نے فضا میں معلق کھوپڑی کو آہستہ آہستہ اپنا رُخ تبدیل کرتے دیکھا پھر جب اس کی شکل میری نگاہوں کے سامنے آئی تو میرا دل اُچھل کر حلق میں آگیا۔ وہ پنڈت جسی دھر کے سوا کسی اور کا چہرہ نہیں تھا لیکن وہ ہڈیوں کا پنجر نہیں لگ رہا تھا بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی نے اس کا برتن سے جُدا کر کے فضا میں معلق کر دیا ہو۔

پھر آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر روشنی نمایاں ہونے لگی اب میں اسے بخوبی دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر زندگی کی کوئی علامت نہیں تھی۔ ہونٹ ایک دوسرے سے چپکے ہوئے تھے اور پتلیاں آنکھوں کے حلقوں میں بالکل بے جان اور ساکت نظر آرہی تھیں لیکن خون کے قطرے بدستور ٹپک رہے تھے۔

"میرے عزیز....." اس بار لیڈی مکارنس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تم یہ چہرہ پہچانتے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے کسی معمول کی طرح جواب دیا۔ "یہ ناپاک چہرہ میرے دشمن پنڈت جسی دھر کا ہے جو کبھی میری موت کا خواہاں تھا۔" میری نگاہیں بدستور فضا میں معلق چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ یہ مر چکا ہے میں نے اسے خود اپنی نظروں سے سنگلاخ چٹانوں سے ٹکراتے دیکھا تھا۔"

"اس کے بعد ہر طرف دھوئیں کا غبار پھیل گیا تھا کیوں؟"

"ہاں؟"

"وہ دھواں اس کی شیطانی قوتوں نے پھیلایا تھا تاکہ یہ تمہاری نظروں سے چھپ کر فرار ہو سکے اور تم اسے مُردہ سمجھ کر فراموش کر دو۔"

"لیکن اس کا جسم کیا ہوا؟" میں نے دھڑکتے دل سے سوال کیا۔

"وہ میرے لیے بے معنی تھا اس لیے میں نے اسے ضائع کر دیا۔"

"اور یہ خون کے قطرے جو اس کی کٹی ہوئی گردن سے ٹپک رہے ہیں۔" میں نے پُرتجسس لہجے میں دریافت کیا۔

"یہ لیڈی مکارنس کا عذاب ہے اور یہ سزا یہ اس وقت تک جھیلتا رہے گا جب تک میں اس کی خود سر کھوپڑی کو باقاعدہ محفوظ نہیں کر لیتی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"فی الحال اتنا سمجھ لو کہ یہ خون کے قطرے میرے قیمتی عملیات کا، انعقاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، یہ میرے حکم سے

ٹپکتے ہیں اور فضا ہی میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیڈی مکارنس کی باتیں میرے ذہن کو گنگ کر رہی تھیں، میں تصویرِ حیرت بن کر پنڈت جسی دھر کے منحوس اور بے جان چہرے اور منجمد نقوش کو دیکھتا رہا۔

"میرے عزیز۔" لیڈی مکارنس کی آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔ "کیا تم اپنے اس دشمن سے کوئی گفتگو کرنا پسند کرو گے۔"

"کیا...... "مجھے اپنی قوتِ سماعت پر دھوکا ہونے لگا" میں نے وضاحت چاہی۔ "کیا میں اس بے جان چہرے سے گفتگو کر سکتا ہوں؟...... کیا یہ ممکن ہے......؟"

"تم لیڈی مکارنس سے مخاطب ہو۔" اس کی آواز میں یقین کی کیفیت پائی جاتی تھی۔ "تم اس منحوس پر نظریں جمائے رہو' میں اسے تمہارے ساتھ سوال جواب کرنے پر مجبور کرتی ہوں۔"

اس کے بعد میں نے روشنی کی کچھ شعاعوں کو فضا میں نمودار ہو کر فضا میں معلق چہرے کی جانب لپکتے دیکھا اس کے بعد میرے ذہن کو دوسرا شدید جھٹکا لگا شاید اس وقت میں دنیا کے آٹھویں عجوبے سے دوچار تھا۔ میری نظریں جھپکے بغیر پنڈت جسی دھر کے چہرے پر مرکوز تھیں جس کے اندر زندگی کی حرکت بتدریج بیدار ہو رہی تھی' میں پھٹی پھٹی نظروں سے ان پتلیوں کو حلقوں میں حرکت کرتے دیکھ رہا تھا جو کچھ دیر پہلے بے جان اور منجمد نظر آرہی تھیں ان آنکھوں میں بے بسی کے بھرپور تاثرات صاف طور پر نمایاں نظر آرہے تھے۔

"پنڈت جسی دھر۔" لیڈی مکارنس کی آواز دوبارہ پُراسرار ماحول کے ناقابلِ یقین طلسم کا سینہ چیرتی ہوئی خواب گاہ میں اُبھری...... "کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں۔" پنڈت جسی دھر کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ "میں تمہاری آواز سن رہا ہوں۔"

"پنڈت جسی دھر۔" اس بار میں نے اسے مخاطب کیا۔ "کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟"

"ہاں..... تم شہباز خان ہو۔" اس نے نفرت سے جواب دیا۔ "صرف تمہاری ہی کارن میرے تمام جیون کی تپسیا کا ستیاناس ہوا اور اب تمہاری ہی وجہ سے میری ساری شکتی مجھ سے چھن چکی ہے۔ میں بالکل کنگال ہو گیا ہوں۔"

"کیا اب تم اس قابل نہیں کہ میری زندگی مجھ پر حرام کرنے کا سندر سپنا بھی دیکھ سکو۔" میں نے طنزیہ پیرائے میں کہا۔ "تمہیں تو اپنی مہان شکتی پر بڑا گھمنڈ تھا' تم مجھے برباد کرنے کی خاطر کالا کو قابو کرنے کے لیے سوچ رہے تھے لیکن اس کا انجام کیا ہوا۔ تم نے میری لیے جو کنواں کھودا تھا اس میں خود ہی منہ

کے بل گر پڑے۔"

جنسی دھر کی کھوپڑی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن تیر رہی تھی۔

"کیا یہ درست نہیں ہے کہ تم نے گراہم کی مدد کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔" لیڈی مکارنس نے حقارت سے پوچھا۔ "گراہم جو میرے نزدیک گندی نالی میں رینگنے والے کیڑے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔"

"یہ تمہارا اور گراہم کا آپس کا معاملہ ہے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ میں نے گراہم کی سہائتا کرنے کا وچن دیا تھا۔" پنڈت جنسی دھر نے کہا۔ "اس سمے میری بدھی (عقل) میں تمہارا دھیان نہیں آیا تھا ورنہ میں کوئی دوسرا اپائے کرتا۔"

"کیا تم مجھ سے پنجہ لڑانے کی ہمت کر سکتے تھے؟" لیڈی مکارنس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

"یدھ (جنگ) میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" جنسی دھر نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "کبھی کوئی بلوان چت بھی ہو جاتا ہے' ایک غلط قدم اس کی تمام بھاوناؤں (خواہشات) کو اکارت کر دیتی ہیں اور کبھی کوئی مورکھ بھی وجے (جیت) کے نعرے بلند کرتا ہوا میدان سے باہر آتا ہے۔ بس سمے کی بات ہے۔ مجھ سے بھی ایک بھول ہو گئی تھی اس وقت اس کی سزا بھوگ (جھیل) رہا ہوں پرنتو دوسرا جیون پراپت کرنے کے بعد میں تمہیں اوش بتاؤں گا کہ میری شکتی اپرم پار ہے۔"

"یو...... بلڈی فول...... کیا تم یہ سوچ رہے ہو کہ میں تمہاری بات پر قہقہے لگانے کی کوشش کروں گی۔ نہیں میں تمہیں اس قابل بھی نہیں سمجھتی کہ تمہیں اپنے برابر کھڑے ہونے کی اجازت دوں۔ میری نگاہوں میں تمہاری قیمت اس پرانی سینڈل کے سول سے بھی زیادہ نہیں جسے میں ناقابل استعمال ہو جانے کے بعد اتار کر پھینک دیتی ہوں۔"

"جنسی دھر......" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "تمہاری مہان شکتی اب کیا کہتی ہے......؟ کیا گراہم اور اس کے شکاری کتے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"تم شاید میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔" پنڈت جنسی دھر نے شعلہ بار نگاہوں سے میری سمت دیکھا۔

"نہیں...... میں تمہیں صرف یہ یاد دلانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کبھی تم آکاش کی بلندیوں پر اڑتے تھے لیکن آج......"

"سمے بدلتے رہتے ہیں مورکھ۔" اس نے بدستور مجھے نفرت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں سدا اس پنجرے میں بند نہیں رہوں گا۔ ایک نہ ایک دن اس کی تیلیاں توڑ کر اڑ جاؤں گا' اس کے بعد کیا ہوگا......؟ یہ کل آنے والا سمے تمہیں بتائے گا۔"

"اس بات کو اپنی گندی کھوپڑی سے نکال دو۔ یو ڈرٹی سوائن۔" لیڈی مکارنس کی غضبناک آواز ابھری۔ "میں ایک بار جسے جگ باکس میں بند کر کے اپنی لائبریری کے کسی شیلف میں سجا لیتی ہوں پھر وہ پوری لائف میری اجازت کے بغیر اپنے ہونٹ بھی نہیں ہلا سکتا۔ صرف ایک خوب صورت مجسمہ بن کر رہ جاتا ہے۔ پلاسٹر آف پیرس کا ایک بے جان مجسمہ جو صرف میری آنکھوں کے اشارے پر دوبارہ زندگی کی حرارت محسوس کر سکتا ہے۔"

"اس جیون میں تمہارا جادو چل گیا ہے پر ضروری نہیں کہ دوسرا جنم لینے کے بعد بھی......"

"شٹ اپ اینڈ گیٹ لاسٹ۔" لیڈی مکارنس نے انتہائی حقارت سے کہا پھر اس کے ساتھ ہی جنسی دھر کا چہرہ یکلخت بے جان ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں اور ہونٹ ایک بار پھر ساکت ہو گئے۔ بالکل پلاسٹر آف پیرس کے کسی تراشیدہ مجسمے کی طرح ایک لمحے تک وہ فضا میں معلق رہا پھر بجلی کے کڑکے کی آواز کے ساتھ ہی روشنی کی ایک تیز شعاع اس کے چہرے پر پڑی اور وہ تیزی سے دور ہوتا ہوا میری نگاہوں کے سامنے اوجھل ہو گیا' اب میرے سامنے پھر وہی خواب گاہ کی دیوار موجود تھی۔

لیڈی مکارنس نے اٹھ کر کھڑکی اور دروازے کے پردے ہٹائے تو خواب گاہ میں روشنی پھیل گئی' میں نے سب سے پہلے اس جگہ کو غور سے دیکھا جس پر جنسی دھر کی کھوپڑی معلق تھی لیکن اس جگہ کا قالین بالکل بے داغ ہی نظر آ رہا تھا' خون کے ایک قطرے کا بھی دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا۔ میں نے پلٹ کر لیڈی مکارنس کی سمت دیکھا وہ اپنی آرام کرسی پر بڑے اطمینان سے بیٹھی تھی' اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ بھی اس وقت مجھے بڑی بھیانک اور پراسرار نظر آ رہی تھی۔

"تم خوفزدہ مت ہو۔" وہ مجھ سے بڑے پیار سے مخاطب ہوئی۔ "جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے بھول جاؤ اور صرف اتنا یاد رکھو کہ جب تک میں تم پر مہربان ہوں تم کو کسی سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیا گراہم مجھے دوبارہ کسی اور ذریعے سے نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"اپنے ذہن پر بوجھ مت ڈالو میرے عزیز۔ کھلی فضا میں آزادی کا سانس لینے کی کوشش کرو۔" اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"میرے لیے اب کیا حکم ہے' کیا میں واپس جا سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں۔" وہ دوبارہ بڑے مہذب لہجے میں بولی۔ "میرے گارڈز تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے بغیر نہایت عزت سے تمہارے ہوٹل کے کمرے تک چھوڑ آئیں گے۔"

"کیا میں اسی ہوٹل میں قیام نہیں کر سکتا جہاں میرا دوست

اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔" میں نے موقع غنیمت جان کر پوچھا۔

"تم جہاں چاہو رہ سکتے ہو۔" اس نے اس بار مجھے کچھ عجیب معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب لیڈی مکارنس اور اس کے گونگے بہرے گارڈز تمہارے سائے کی بھی حفاظت کریں گے لیکن اپنا وعدہ یاد رکھنا جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کے سلسلے میں تمہاری زبان پر ہمیشہ تالے پڑے رہیں گے۔"

پھر حسب وعدہ اس کے گارڈز مجھے امپائر ہوٹل میں میرے کمرے تک چھوڑ کر چلے گئے تھے!

میرے ذہن میں پنڈت جنسی دھر کی جو پھانس موجود تھی وہ بھی نکل چکی تھی لیکن لیڈی مکارنس کے بارے میں جو روایات میں نے سنی تھیں اس کی ایک جھلک دیکھ کر ہی مجھے اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ وہ کوئی بہت بڑی جادوگرنی ہے' اس نے مجھے اپنی کسی ایسی لائبریری کی سیر کرانے کا وعدہ کیا تھا جو اس کے بیان کے مطابق روئے زمین پر اپنے طرز کی واحد لائبریری تھی۔ اس نے لائبریری کے بارے میں بھی طلسماتی دنیا کا اشارہ استعمال کیا تھا۔

لیڈی مکارنس کے ساتھ گزارے ہوئے پراسرار لمحوں کا ایک ایک سین ابھی تک میرے ذہن کے پردوں میں رینگ رہا تھا' اس کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے پھر اچانک مجھے یاد آیا' پنڈت جنسی دھر کی کھوپڑی نے جب اس سے کہا تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن اس قفس کی تیلیاں توڑ کر اڑ جائے گا تو لیڈی مکارنس کے لہجے میں سفاکی آ گئی تھی اس نے بڑے غضبناک لہجے میں اس بات کا دعویٰ کیا تھا کہ وہ ایک بار اپنے جس شکار کو جگ باکس میں بند کر کے اپنی لائبریری میں کسی شیلف کی زینت بنا لیتی ہے پھر وہ پلاسٹر آف پیرس کا ایک بے جان مجسمہ بن کر رہ جاتا تھا۔ اس جملے سے لیڈی مکارنس کا کیا مقصد تھا؟ وہ لائبریری کس قسم کی ہوگی جس کی مثال پوری دنیا میں کہیں اور نہیں مل سکتی تھی؟

میں اس وقت امپائر کے ڈائننگ ہال میں بیٹھا لنچ کرنے میں مصروف تھا اور میرا ذہن لیڈی مکارنس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک مجھے اس سنہری تمغے کا خیال آیا جو مجھے لیڈی مکارنس نے دیا تھا' اس نے کہا تھا کہ اس تمغے کو دیکھنے کے بعد اس کے گونگے بہرے گارڈز مجھے بڑی عزت و احترام کے ساتھ اس کے کیسل کے اندر تک پہنچا دیں گے' وہ تمغہ دراصل مکارنس کے ذہن کی اختراع تھی' وہ چونکہ پرسکون زندگی گزارنے کا عادی تھا اس لیے اپنے قدیم طرز پر بنے ہوئے محل میں ہر کس و ناکس کی آمد پسند نہیں کرتا تھا چنانچہ اس نے وہ تمغہ بنوا کر صرف ان لوگوں کو دیا تھا جو اس کے بہت قریبی دوست اور عزیز تھے۔ اس تمغے کی موجودگی میں اس کے مہمان بنا کسی روک ٹوک کے مکارنس کیسل میں داخل ہو سکتے تھے لیکن اس کی موت کے بعد وہ تمغے لیڈی مکارنس کو واپس کر دیے گئے تھے' ان ہی تمغوں میں سے ایک نمبر کا تمغہ مجھے دیا گیا تھا تاکہ میں جب بھی چاہوں لیڈی مکارنس سے مل سکوں۔

میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا' وہ تمغہ اس وقت بھی میری جیب میں موجود تھا' مجھے قدرے سکون محسوس ہوا لیکن ایک سوال جو مسلسل مجھے پریشان کر رہا تھا وہ یہ تھا کہ آخر لیڈی مکارنس خاص طور پر میری شخصیت کے اندر اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہے؟ لارڈز کے بیرے نے کہا تھا کہ وہ اکثر بہکی بہکی باتیں کرتی ہے جو حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوتی ہیں۔ پہلی ملاقات کے دوران اس نے اس بات کا دعویٰ بھی کیا تھا کہ وہ ارواح سے بھی رابطہ قائم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ مکارنس طبعی موت نہیں مرا تھا' اسے قتل کیا گیا تھا' اس نے اس بات کا اقرار بھی کیا تھا کہ وہ اپنے مرحوم شوہر کی روح سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی' شاید اس لیے کہ وہ اس سے روٹھ گیا تھا۔ اس کے برعکس لیڈی مکارنس نے یہ بھی کہا تھا کہ سیکرٹ سروس کے چیف انسپکٹر پاول کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی مکارنس کی موت کا ذمے دار اسی کو ٹھہرا رہے ہیں۔

اصلیت کیا تھی......؟ اگر یہ حقیقت تھی کہ مکارنس کو اس سے بے پناہ محبت تھی اور اس نے اسے فرش سے اٹھا کر عرش تک پہنچایا تھا تو پھر اس کی روح لیڈی مکارنس سے کیوں روٹھ گئی؟ میں ان ہی گتھیوں کو سلجھانے میں ذہنی جمناسٹک کرنے میں مصروف تھا جب کسی نے اچانک پشت سے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے "ہیلو۔" کہا اور میں چونک اٹھا' میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ وہ انسپکٹر پاول کے سوا کوئی اور نہیں تھا لیکن اس وقت بھی اسی حلیے میں تھا جس میں وہ پہلی بار لارڈز میں مجھ سے مل چکا تھا۔

"آپ......" میں نے جان بوجھ کر اسے ایسے لہجے میں مخاطب کیا جیسے اس سے پہلی بار مل رہا ہوں' وجہ معقول تھی اس لیے کہ میں لارڈز میں اس سے ملازم کے میک اپ میں ملا تھا' انسپکٹر پاول نے مجھے آزمانے کی خاطر اچانک بڑا نفسیاتی طریقہ کار اختیار کیا تھا' میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید گھبرا جاتا لیکن پولیس کے محکمے سے وابستہ رہنے کے باعث میں اس قسم کے نفسیاتی حربوں سے بخوبی واقف ہو چکا تھا۔

"اوہ۔ سوری۔" اس نے سنبھل کر میری طرف غور سے دیکھا پھر دبی زبان میں بولا۔ "لیکن میرا خیال ہے کہ ہم پہلے بھی کہیں مل چکے ہیں۔ کہاں؟ مجھے اس وقت ٹھیک سے یاد نہیں آ رہا۔"

"ہو سکتا ہے آپ کو مغالطہ ہوا ہو۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ممکن ہے چہروں کی مماثلت نے آپ کو بھٹکا دیا ہو۔"

"آپ کا نام؟"

"شہباز احمد خان۔" میں نے آخری نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا پھر نیپکن سے منہ صاف کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کو کس کی تلاش ہے؟"

"آپ کا قیام کہاں ہے۔" اس نے میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"اسی ہوٹل میں جہاں آپ مجھے اس وقت دیکھ رہے ہیں۔"

"حیرت ہے۔" اس نے میرے چہرے پر نظر جمائے جمائے کہا۔ "اگر یہ محض اتفاق ہے تو میری زندگی کا سب سے عجیب اور حیرت انگیز اتفاق ہوگا۔"

"آپ کیا پینا پسند کریں گے۔ یا پھر لنچ۔" میں نے اسے خالی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"جی نہیں...... میں لنچ لے چکا ہوں۔" وہ میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے پہچان چکا ہے' بہرحال اس وقت بڑی شاندار اداکاری کر رہا تھا۔

"آپ کو کس کی تلاش ہے؟" میں نے دوستانہ لہجہ اختیار کیا۔

"ایک بات پوچھوں اگر آپ کو ناگوار خاطر نہ گزرے۔" وہ میری بات نظرانداز کرتے ہوئے بولا۔ "دو روز قبل بھی کیا آپ کا قیام یہیں اسپائرز میں تھا۔"

"جی نہیں۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "دو روز پہلے میں ساحل کے قریب واقع ہوٹل سی ویو میں مقیم تھا۔"

"کیا آپ کا کوئی ایسا بھائی یا دوست بھی ہے جس کی شکل یا چہرے کے نقش و نگار آپ سے ملتے جلتے ہوں۔" اس نے پہلو بدل کر سوال کیا۔

"اب سمجھا......" میں نے یکلخت سنجیدگی اختیار کر لی۔ "آپ کو شاید مسٹر بلرام کی تلاش ہے۔"

"آپ...... آپ کو کیسے علم ہوا......؟" اس نے چونکنے کی بڑی خوب صورت اداکاری کی۔

"مجھے علم نجوم میں بھی تھوڑا بہت دخل ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اگر میرا علم غلط نہیں ہے تو شاید آپ کوئی تجارت پیشہ آدمی ہیں۔"

"جی ہاں...... لیکن......"

"پریشان مت ہوں مسٹر جان ینگو عرف ڈگو۔" میں نے شرارت کا انداز اختیار کیا۔ "مجھے سیاحت کے دوران ہوٹل کے ساتھ ساتھ حلیہ بدلتے رہنے کا شوق بھی ہے شاید اس لیے کہ یکسانی سے انسان بہت جلد اکتا جاتا ہے یا پھر اسے نئے تجربات کا شوق ہوتا ہے' ویسے میں آپ کو داد دیتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس حلیے میں بھی پہچاننے میں کسی غلطی سے کام نہیں لیا۔"

"تو کیا......"

"جی ہاں......" میں نے اس کی بات کاٹی۔ "میں وہی بلرام ہوں جو پہلی بار آپ سے لارڈز میں مل چکا ہوں' اس وقت آپ اپنی مسز کے ہمراہ تھے اور ہمارے درمیان لیڈی ملارنس کے بارے میں گفتگو ہوئی تھی۔ آپ نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ میں آپ کے سلسلے میں اس سے مستقبل کے بارے میں دریافت کروں۔ آپ نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ لیڈی ملارنس مشرق میں بسنے والے افراد کو پسند کرتی ہے اور آپ نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"کیا مطلب...... کیا آپ اس خبطی عورت سے مل چکے ہیں۔" وہ جذباتی سا نظر آنے لگا۔ "مجھے یقین تھا کہ وہ آپ سے ملنے میں گریز نہیں کرے گی...... لیکن...... کیا آپ حقیقت میں مسٹر بلرام ہی ہیں۔" آخری جملہ ادا کرتے وقت اس نے ایک بار پھر مجھے عجیب نظروں سے دیکھا' وہ جو اداکاری کر رہا تھا وہ بھی اس کے پیشے کا ایک اہم رول تھا جسے وہ بڑی کامیابی سے ادا کر رہا تھا۔

"آپ اگر چاہیں تو میں شروع سے آخر تک وہ تمام باتیں دہرا سکتا ہوں جو لارڈز میں ہمارے درمیان ہوئی تھی اور وہ باتیں بھی جو لیڈی ملارنس نے بن بلائے ہماری میز پر آکر کی تھیں۔"

"حیرت انگیز......" اس نے مجھے تعریفی نظروں سے دیکھا پھر بے تکلفی سے بولا۔ "اگر وہ میک اپ کا کمال تھا تو میں اسے باکمال ہی کہوں گا۔"

"اور اس کے جواب میں آپ نے جس طرح مجھے موجودہ حلیے میں بھی شناخت کر لیا میں اس کی داد دینا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔" میرے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا جو وہ بڑی ڈھٹائی سے نظرانداز کرتے ہوئے بولا۔

"کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ لیڈی ملارنس سے مل چکے ہیں۔"

"جی ہاں...... میں اس سے ملاقات کی غرض سے ملارنس کیسل پہنچ گیا تھا اور آپ کے اندازے کے عین مطابق لیڈی ملارنس نے مجھے دیکھ کر نہ صرف خوشی کا اظہار کیا بلکہ میرا شاندار استقبال بھی کیا تھا۔"

"مجھے یقین ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مقامی لوگوں پر مشرقی افراد کو زیادہ ترجیح دیتی ہے لیکن ون منٹ۔ آپ اس سے کس حلیے میں ملے تھے۔"

"بلرام کے حلیے میں لیکن اس سے پیشتر کہ...... میری شخصیت

کے بارے میں کوئی پیش گوئی کرتی میں نے اسے بتایا تھا کہ میرا اصلی نام شہباز ہے۔" میں نے دل ہی دل میں انسپکٹر پاول کے ...ول پر مسکراتے ہوئے کہا۔ "میری صاف گوئی پر اس نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔"

"کیا آپ نے اس سے میرے سلسلے میں بھی گفتگو کی تھی۔"

"ہاں لیکن اس نے کھل کر کوئی بات نہیں کی۔ البتہ آپ کے ذکر پر اس کے چہرے پر ایک ناخوشگواری کی سی کیفیت ضرور طاری ہوئی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس کی ...ی سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ آپ کو پسند نہیں کرتی۔"

"کوئی وجہ......"

"میں نے اسے زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا لیکن اس نے باتوں باتوں میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ کچھ لوگ اسے مسٹر ملارنس کا قاتل سمجھ رہے ہیں۔" میں نے میز پر کہنی ٹیک کر آگے جھکتے ہوئے قدرے رازداری سے پوچھا۔ "کیا یہ حقیقت ہے مسٹر ڈگو کہ وہ بظاہر ایک ستم رسیدہ اور خبطی سی عورت نظر آتی ہے اپنے شوہر کو قتل بھی کر سکتی ہے۔"

"میں نے بھی یہ بات کچھ لوگوں سے سنی ہے لیکن اصلیت کیا ہے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔" ڈگو نے شانے اچکاتے ہوئے اپنی عدم دلچسپی کا اظہار کیا پھر بولا۔ "میں تو صرف اس سے اپنے مستقبل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا خواہشمند تھا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک خبطی اور دیوانی سی عورت مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہوگی۔"

"مجھے بھی پہلے یہی شبہ تھا لیکن پھر اس کی باتیں حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہونے کا چرچا عام ہونے لگا۔" ڈگو نے کہا۔ "...ہ عرصے پہلے ہی کی بات ہے کہ جب وہ کہیں منظر عام پر نظر آتی تھی تو اس کے اطراف لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا تھا' اس وقت وہ آسمان کی جانب نظریں اٹھا کر عجیب و غریب باتیں اشاروں کنایوں میں کرنے لگتی تھی' اسے پہلے مقامی لوگوں سے اتنی نفرت نہیں تھی مگر اب تو وہ ہمارے قرب کو بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ ... کچھ مقامی لوگوں کے لیے اس کی زبان سے نکلی ہوئی باتیں بھی حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوئی تھیں جس کے بعد لوگ اس سے خوف زدہ ہو کر کترانے لگے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ کبھی کبھی اس کے جسم کے اندر کوئی پراسرار روح حلول کر جاتی ہے اور اس وقت اس کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ حرف بہ حرف درست ہوتی ہے۔"

"کیا آپ ان محیرالعقول باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"بلیک میجک اور جادوگرنیوں کے قصے یہاں بہت عام ہیں۔" وہ محتاط انداز میں بولا۔ "براہ راست تو آج تک میرا واسطہ ان لوگوں سے نہیں پڑا لیکن میرا خیال ہے کہ بیشتر لوگ ان پر اعتقاد رکھتے ہیں' میں نے ایک دو ایسے افراد کے نام بھی سنے ہیں جو میجک بال سامنے رکھ کر اسے اپنی مخفی طاقت سے روشن کرتے ہیں پھر مستقبل کا حال بتاتے ہیں لیکن ان معاملات میں یہاں آج کل مردوں کے مقابلے میں عورتوں کے چرچے بہت عام ہیں۔"

"کیا آپ یہ بات لیڈی ملارنس کی شخصیت کو پیش نظر رکھ کر کہہ رہے ہیں۔"

"نہیں۔ میں ذاتی طور پر اسے بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتا لیکن میرے کچھ دوستوں اور خاص طور پر بزنس کے کچھ شرکا کا اصرار ہے کہ میں اس سے کاروباری امور کے سلسلے میں ضرور رابطہ قائم کروں۔"

"کیا آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔"

"ہاں۔ ایک دو بار میں نے پبلک مقامات پر اس کے قریب ہونے کی کوشش کی تھی لیکن......"

"لیکن کیا......"

"وہ مجھے دیکھتے ہی نجانے کیوں بڑی حقارت سے اپنا منہ پھیر لیتی ہے۔"

"مجھے یاد ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے تفریح لیتے ہوئے کہا۔ "لارڈز میں بھی اس نے یہی کہا تھا کہ وہ اپنے شوہر کے قاتلوں کے ساتھ کسی قسم کا میل جول رکھنا پسند نہیں کرتی۔"

انسپکٹر پاول نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا' کسی سوچ میں مستغرق نظر آنے لگا لیکن اس کی دوربین نگاہیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں شاید وہ میرے ذہن اور میری اصلیت کا ایکسرے اپنے تجربات کی روشنی میں کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آپ خاموش کیوں ہو گئے مسٹر ڈگو۔" میں نے بڑی رازداری سے پوچھا۔ "کیا آپ کسی نہ کسی زاویے سے لیڈی ملارنس کے شوہر کے قاتل یا قاتلوں سے کوئی واقفیت رکھتے ہیں۔"

"نہیں......" اس نے بُرا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں ایک بزنس مین ہوں اور مسٹر ملارنس کا شمار ان شخصیتوں میں کیا جاتا تھا جو ملکہ تک رسائی رکھتے تھے۔ ایسی صورت میں بھلا میری اور اس کی کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔"

"گویا آپ کے سلسلے میں لیڈی ملارنس کی ماورائی قوتوں نے اس کی غلط رہنمائی کی ہے۔"

"اس کا جواب تو وہی دے سکتی ہے۔"

"مجھے حیرت ہے کہ آپ ان تمام باتوں کے باوجود لیڈی

مگلارنس ہی سے اپنے کاروبار کے سلسلے میں پیش گوئی کے خواہاں کیوں ہیں جبکہ آپ کے کہنے کے مطابق آپ کچھ دوسرے ایسے افراد سے بھی واقف ہیں جو بلیک بال روشن کر کے......"

"اس کی بھی ایک خاص وجہ ہے جس کا تعلق براہ راست میری ذات سے نہیں ہے۔" وہ میرے جملے کو کاٹتے ہوئے بولا۔

"کیا میں وہ وجہ دریافت کر سکتا ہوں۔" میں نے بڑی سادگی سے کہا۔

"اس خبیث بڑھیا نے ایک بار میرے ایک کاروباری پارٹنر کے سلسلے میں یہ پیش گوئی کی تھی کہ وہ چھتیس گھنٹوں کے اندر اندر کسی خوب صورت عورت کے ہاتھوں گولیوں کا نشانہ بن جائے گا۔"

"پھر......"

"ویسا ہی ہوا جیسا لیڈی مگلارنس نے کہا تھا۔" انسپکٹر پاول نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس نے میرے جس پارٹنر کے بارے میں پیش گوئی کی تھی وہ اپنی پہلی بیوی کو طلاق دینے کے بعد دوسری شادی کر چکا تھا' ہمارے معاشرے میں یہ ایک عام سی بات تھی' اس کے علاوہ جس عورت کو طلاق دی گئی تھی اس نے ایک مہینے سے بھی کم عرصے میں دوسری شادی کر لی تھی' اس واقعے کو دو سال بیت گئے لیکن لیڈی مگلارنس نے جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا۔" وہ سانس لینے کے بعد بولا۔ "ٹھیک چھتیس گھنٹے بعد اس عورت نے ایک پارک میں اپنے پہلے شوہر یعنی میرے بزنس پارٹنر کو دیکھا تو نجانے کیوں اس پر دیوانگی کا دورہ پڑ گیا' سیکڑوں افراد کی موجودگی میں اس نے اپنے پستول کی پوری چھ کی چھ گولیاں میرے پارٹنر کے جسم میں اتار دیں۔"

"بعد میں اس عورت نے پولیس کو کیا بیان دیا۔" میں نے برجستہ پوچھ لیا لیکن انسپکٹر پاول بڑا گھاگ واقع ہوا تھا' اس نے بڑی بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"ایک اچھے اور سمجھدار بزنس مین کی طرح میں بھی پولیس سے ہمیشہ دور ہی رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ویسے میں نے دوسرے دن اخبارات میں اس کا بیان پڑھا تھا۔ اس نے قتل کی کوئی وجہ بتانے سے صاف انکار کر دیا تھا البتہ کھلے الفاظ میں پولیس اور عدلیہ کے اعلیٰ حکام کی موجودگی میں قتل کی مرتکب ہونے کا اقرار کر لیا تھا اور نتیجے کے طور پر وہ آج کل جیل کی سزا بھگت رہی ہے۔"

"آئی۔ سی۔" میں نے پرخیال لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "ایسی صورت میں تو آپ کو لیڈی مگلارنس سے دور ہی رہنا چاہیے۔"

"گارڈز کی ملاقات نے مجھے بھی خوف زدہ کر دیا ہے۔" اس نے ایک بار پھر بڑی خوب صورت اداکاری کرتے ہوئے جواب دیا پھر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دوستانہ لہجے میں بولا۔ "میں دراصل اب صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس فیلی عورت کا دل کم از کم میری طرف سے صاف ہو جائے آپ چونکہ اس سے مل چکے ہیں' وہ آپ کو اپنے کیسل میں خوش آمدید بھی کہہ چکی ہے اس لیے مجھے یقین ہے کہ آپ اگر چاہیں تو اس کی نظروں میں میری پوزیشن صاف کر سکتے ہیں۔ کیا میں امید رکھوں کہ آپ ایک دوست کی حیثیت سے میرے کام آئیں گے۔"

"لیڈی مگلارنس سے محض ایک دو ملاقاتوں میں اس کے بارے میں کچھ معلوم کر لینا اتنا آسان نہیں ہے کہ اس کے دل کا حال جانا جا سکے بہرحال میں کوشش کروں گا کہ آپ کے اور اس کے درمیان مفاہمت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔"

"میں آپ کا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کروں گا۔" اس نے بے تکلفی سے کہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "مجھے اس وقت کاروباری سلسلے میں کچھ ضروری کام نمٹانے ہیں۔ میں دوبارہ پھر آپ سے بہت جلد ملنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ مجھے اپنا کوئی وزیٹنگ کارڈ عنایت کر دیں تاکہ اگر کسی وقت مجھے آپ کی ضرورت پڑ جائے تو میں فوری طور پر آپ سے ملاقات کر سکوں۔"

"کیوں نہیں۔" اس نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر میرے حوالے کیا پھر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ڈائننگ ہال سے نکل گیا۔

میں نے اس کے جانے کے بعد وزیٹنگ کارڈ پر نظر ڈالی جس پر انسپکٹر پاول کے بجائے جان بیگو کا نام جلی حرفوں میں درج تھا۔ کارڈ پر فرم کے نام کے ساتھ ضروری فون نمبر' ٹیلکس اور ٹیلکس نمبر بھی موجود تھے!

میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا!

ڈائننگ ہال سے اپنے روم تک جاتے وقت بھی میرا ذہن انسپکٹر کی شخصیت کے بارے میں سوچ رہا تھا' میرا ذاتی خیال تھا کہ وہ یقیناً ایک کامیاب پولیس آفیسر تھا' ایک بزنس مین کا روپ اختیار کرتے وقت اس نے تمام وہ احتیاطی تدابیر بھی اختیار کر لی تھیں جو کسی عام شخص کو بڑی آسانی سے فریب دے سکتی تھیں۔ اس کا وزیٹنگ کارڈ اس بات کی گواہی تھا' مجھے یقین تھا کہ وزیٹنگ کارڈ پر فرم کا جو نام اور ٹیلی فون نمبر درج تھے وہ بھی غلط نہیں ہوں گے' اپنے میک اپ کا بھرم قائم کرنے سے پہلے ہی اس نے کسی ایسے دوست یا واقف کار کو ضرور اعتماد میں لیا ہو گا جو حقیقتاً کوئی معروف تجارت پیشہ ہو گا۔

پولیس اور کسی مشکوک فرد کے درمیان چوہے بلی کا یہ کھیل کم از کم میرے لیے نیا نہیں تھا' لفٹ میں سوار ہونے کے بعد بھی میں نے ایک سرسری نگاہ سے ان افراد کا جائزہ لیا تھا جو میرے ہم سفر تھے۔ اگر انسپکٹر پاول کسی بھی وجہ سے میری ذات میں دلچسپی لے رہا تھا تو اس کے کچھ ماتحت میرے سائے کی طرح

نگرانی ضرور کر رہے ہوں گے' ہو سکتا ہے کہ اسے میرے اغوا کے دونوں مرحلوں کے بارے میں پوری طرح علم رہا ہو لیکن اس نے جان بوجھ کر کسی قسم کی مداخلت مناسب نہ سمجھی ہو' گریشیا اور اس کے باڈی گارڈز بھی اس کی نظر میں پہلے سے رہے ہوں گے۔ لیڈی مگلارنس سے تعلقات بڑھانے کا مشورہ اسی کا تھا اس لیے اس کے ساتھی اس وقت بھی خاموش تماشائی بنے رہے ہوں گے جب میں گریشیا کے خوب صورت اور حسین جال سے نکالا گیا تھا۔ گریشیا کے بارے میں لیڈی مگلارنس نے جس حقارت اور نفرت سے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا اس سے میں نے فوری طور پر یہی اندازہ لگایا تھا کہ گریشیا کی شخصیت بھی اس معروف ملکہ سے مختلف نہیں تھی جو ہر رات ایک نئے اور پسندیدہ شخص کو داد عیش دینے کے بعد دوسری صبح اس کی سربریدہ لاش کو قلعہ نما مکان کی دوسری جانب پھنکوا دیا کرتی تھی جسے ٹھکانے لگانے کے لیے اس کے مخصوص آدمی پہلے سے تیار رہتے تھے' گریشیا کو ایک نظر دیکھنے کے بعد خود میں نے بھی اندازہ لگایا تھا کہ اس نے مجھے کس مقصد کے لیے اغوا کرایا تھا۔ اگر لیڈی مگلارنس کے گونگے اور بہرے گارڈز نے بروقت مداخلت نہ کی ہوتی تو شاید اپنے گھناؤنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد گریشیا کے زر خرید گور کن مجھے بھی کسی ویران اور سنسان علاقے میں دفن کر چکے ہوتے۔

گریشیا بلاشبہ ایک حسین اور خوب صورت عورت تھی' اس کے جسم کے خدوخال جنس مخالف کو اپنے سحر میں مبتلا کرنے کی پوری کشش رکھتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ گراہم اسے برداشت کر رہا تھا لیکن مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میرے ذہن میں صرف ایک سوال رہ رہ کر ابھر رہا تھا' انسپکٹر پاول میری ذات میں اچانک دلچسپی لینے پر کیوں مجبور ہو گیا تھا؟ لیڈی مگلارنس کی شخصیت میں اس کی دلچسپی اس کے فرائض کا ایک حصہ تھی اس لیے کہ کچھ ذمے دار افراد لیڈی مگلارنس کی طرف سے مشکوک تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کسی نہ کسی زاویے سے وہ بھی اپنے شوہر کی موت کا ذمے دار ہے مگر مجھے درمیان میں کیوں گھسیٹا جا رہا تھا؟ کیا انسپکٹر پاول کی تجربہ کار نظروں نے یہ بات بھانپ لی تھی کہ لیڈی مگلارنس بھی میری ذات میں دلچسپی لے رہی تھی اور محض اسی لیے مجھے بطور "چارہ" استعمال کیا جا رہا ہو؟

لفٹ سے باہر نکل کر کوریڈور سے گزرتے وقت بھی میری نگاہیں ان دو افراد کی نقل و حرکت کا جائزہ لے رہی تھیں جو میرے ساتھ ہی باہر آئے تھے لیکن میں نے جب انہیں مخالف سمت کی طرف جاتے دیکھا تو اس نتیجے کو ذہن سے نکال دیا کہ وہ انسپکٹر پاول کے سادہ لباس والے ہو سکتے ہیں۔ میری ذات میں دلچسپی لینے سے پہلے ہی اس نے یقیناً ایک گھاگ اور دور اندیش پولیس آفیسر کی طرح میرے بارے میں بہت ساری معلومات حاصل کر لی ہوں گی۔ شاید یہ بات بھی اس کے پوشیدہ نہ رہی ہو کہ بزنس کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے میرا بھی اپنے والد کی طرح ٹھگز پولیس سے واسطہ رہ چکا تھا' ایسی صورت میں انسپکٹر پاول اگر میری نگرانی کرا رہا تھا تو اس نے اس کے لیے بھی بہت سوچ بوجھ کے بعد کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کیا ہو گا جس پر مجھے اتنی آسانی سے شبہ نہ ہو سکے۔

اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں کچھ دیر تک حالات کے تانے بانے پر غور کرتا رہا پھر میں نے فون کا ریسیور اٹھا کر ڈائریکٹ لائن طلب کی اور ندیم کے ہوٹل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کی خاموشی مجھے بری طرح کھل رہی تھی۔ عام حالات میں شاید میں اس طرح براہ راست ندیم سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی حماقت کبھی نہ کرتا لیکن لیڈی مگلارنس کی اس یقین دہانی کے بعد کہ میں اب جہاں چاہوں بلا خوف و خطر نقل و حرکت کر سکتا ہوں اور یہ کہ اب اس کے مخصوص گارڈز میری نگرانی کریں گے مجھے کسی قسم کا کھٹکا نہیں تھا' مگلارنس کیسل میں میری آنکھیں جس ناقابل یقین منظر کا نظارہ کر چکی تھیں اس نے مجھے یقین دلا دیا تھا کہ لیڈی مگلارنس کے بارے میں یہ بات غلط مشہور نہیں تھی کہ وہ ایسی جادوگرنی ہے جو اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اس کی پراسرار قوت کی پرواز انسانی ذہن سے کہیں زیادہ تیز اور حساس تھی جو پیش آنے والے خطرات کو رونما ہونے سے پیشتر ہی بھانپ لیتی تھی۔

ندیم سے رابطہ قائم ہونے میں بمشکل دو منٹ لگے ہوں گے' اتفاق سے کال نسیم کے بجائے خود ندیم ہی نے ریسیو کی تھی۔ "میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"تم...... امریکا سے تمہاری واپسی اتنی جلدی کیسے ہو گئی۔" ندیم نے وہ جملہ یقیناً نسیم کو سنانے کے لیے کہا ہو گا جو اس کے قریب ہی کہیں موجود رہی ہو گی۔

"کیا تمہیں ابھی تک میری واپسی کا علم نہیں ہوا تھا۔" میں نے معنی خیز لہجے میں سوال کیا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم جلدی واپس آ گئے۔ مجھے تمہاری دوری کا احساس بڑی شدت سے ہو رہا تھا۔"

"کیا نسیم تمہارے پاس موجود ہے۔" میں نے پوچھ ہی لیا۔

"ہاں۔ مجھے یقین ہے کہ نسیم کو بھی تمہاری واپسی کی خوشی ضرور ہو گی۔ ون منٹ۔" ندیم نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کہا۔ "میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ اس وقت میں نسیم کے چہرے پر مسرت کی قوس قزح پھوٹتے دیکھ رہا ہوں۔"

"میں تم سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "فون پر گفتگو مناسب نہیں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ تم ائرپورٹ سے سیدھے ادھر ہی آ جاؤ۔ میں

تمہارے لیے کمرا بک کرائے لیتا ہوں۔" ندیم نے وہ جملہ بھی نسیم کو سنانے کی غرض سے کہا ہوگا۔

"او۔کے" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں فوری طور پر ایمپائر کو گڈبائی کہہ کر تمہارے ہوٹل پہنچ رہا ہوں۔"

مجھے ایمپائر سے منتقل ہو کر ندیم کے ہوٹل تک پہنچنے میں اتنی ہی دیر لگی جتنی ائرپورٹ سے وہاں تک جانے میں لگ سکتی تھی۔ میں نے اس کا خاص خیال رکھا تھا تاکہ نسیم کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو سکے۔ وہ مجھے دیکھ کر حقیقتاً خوشی سے کھل اٹھی تھی۔ بڑی دیر تک وہ ندیم کے ساتھ ہی میرے کمرے میں بیٹھی باتیں کرتی رہی۔ شام کو چائے ہم نے ایک ساتھ ہی پی لی تھی پھر وہ دونوں اپنے کمرے میں چلے گئے۔ نسیم کی موجودگی میں ندیم اور میں دونوں ایسے بنے رہے جیسے میں بچ بچ امریکا کا کامیاب تجارتی کر بنگالی سفر کر کے واپس لوٹا تھا۔

دوسرے روز مجھے تنہائی میں ندیم سے ملاقات کا موقع مل گیا۔ اس وقت وہ میرے کمرے میں موجود تھی سمت کھلنے والی کھڑکی کے قریب ایک صوفے پر نہایت آرام سے بیٹھا باہر پھیلے ہوئے نظاروں سے لطف اندوز ہو رہا تھا، اس کے چہرے سے جو بے پروائی جھلک رہی تھی وہ مجھے گراں گزر رہی تھی۔

"کیا تمہیں ان حالات کا علم ہے جن سے میں اب تک دوچار ہو چکا ہوں۔" میں نے گہری سنجیدگی سے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ لیڈی ملارنس کی وہ بات غلط نہیں تھی جو اس نے تم سے لارڈز میں ملاقات کے دوران کہی تھی۔"

"کون سی بات۔"

"یہی کہ زمین اور آسمان کا فرق کبھی نہیں مٹ سکتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرا اشارہ گرشیا اور لیڈی ملارنس کی طرف تھا۔" ندیم نے سگریٹ کا کش لے کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے ان دونوں کی عمروں، ذوق و شوق، جوانی اور بڑھاپے کے علاوہ ان کے ذہنوں میں پائی جانے والی اُن تصاویر پر غور نہیں کیا جن کا فرق کبھی نہیں مٹ سکتا۔ واقعی دونوں میں زمین اور آسمان کا فاصلہ موجود ہے۔"

"گویا تم حالات سے پوری طرح باخبر ہو۔" میں نے ندیم کو گھورا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" ندیم نے جواب دیا۔ "کیا میں تمہاری طرف سے بے خبر رہ سکتا ہوں۔"

"تو کیا تمہیں علم تھا کہ مجھے گرشیا کے آدمیوں نے ایمپائر سے اغوا کیا تھا۔"

"ہاں۔۔۔ میرے آدمی ایک لمحے کے لیے بھی تم سے زیادہ دور نہیں تھے، اگر حالات کوئی غلط رخ اختیار کرتے تو وہ خاموش تماشائی نہ ثابت ہوتے۔ مجھے پل پل کی خبر مل رہی تھی پھر جب

مجھے اس بات کی اطلاع ملی کہ گرشیا نے تمہاری خوش بختی میں اضافے کی خاطر تمہیں اپنا مہمان بننے کے شرف سے نوازنے کی خاطر اٹھوایا ہے تو میں نے اپنے آدمیوں کو دور رہنے کی ہدایت کر دی۔"

"مگر تمہیں اس کا یقین کس طرح آگیا کہ وہ گرشیا ہی کی حرکت تھی جبکہ خود میری نگاہوں کے سامنے راجو نے بلوپائپ کے ذریعے پھینکی گئی زہریلی سوئی سے اسے سی وو کے بیچ (BEACH) پر ابدی نیند سلا دیا تھا۔"

"میں ہمیشہ کھلی آنکھوں سے حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کرتا ہوں۔" ندیم یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "میرے جاں نثار ساتھی ہمیشہ قریب رہ کر خطرے کے امکانات اور اس کی بو سونگھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ گراہم کی داشتاؤں میں گرشیا کا نام اور اس کی پرکشش شخصیت سرفہرست تھی۔ پہلی بار جب میں تمہارے ساتھ گراہم سے اس کے آفس میں ملا تھا اسی وقت میں نے گراہم کے ارادے بھانپ لیے تھے۔ اس نے نارمن، باورڈ اور اپنے باقی لوگوں کی موت کا انتقام لینے کی خاطر تمہارا انتخاب کیا تھا، میرا اندازہ ہے کہ گراہم کو اس کی خبر ہو گئی ہوگی کہ تم اور راجو "بلرام اور رام اوتار" کی حیثیت سے سی ویو میں قیام پذیر ہو۔ میں نے جان بوجھ کر گراہم کے خطرناک ارادوں کی تصدیق کے لیے وہ جال بچھایا تھا اور اس نے تم دونوں کی اصلیت کو بے نقاب کرنے کی خاطر نقلی گرشیا کو بطور چارا سامنے ڈال دیا۔" ندیم نے سانس لیتے ہوئے کہا۔ "گراہم کا بچھایا ہوا وہ حسین جال میرے لیے کھلا چیلنج تھا جسے میں نے قبول کرنے کے بعد ہی راجو کو بلوپائپ کے استعمال کا سگنل دیا تھا۔ اس وقت مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ گرشیا کی ڈپلی کیٹ ثابت ہوگی لیکن بعد میں پوسٹ مارٹم کے وقت اس کی شخصیت کی قلعی کھل گئی۔ مجھے اس اہم خبر کو حاصل کرنے کے لیے اچھی خاصی تگ و دو کرنا پڑی تھی۔"

"لیکن پولیس نے اس حقیقت کو راز رکھنے میں کیا مصلحت سمجھی تھی۔"

"پولیس نے نہیں بلکہ گراہم نے اس بات کو پوشیدہ رکھے جانے کے عوض ایک بھاری رقم خرچ کی تھی اور اپنا اثر و رسوخ بھی استعمال کیا تھا۔ بہرحال اس کے بعد میری ہدایت پر میرے آدمیوں نے اور کچھ مقامی اجرتی جرائم پیشہ افراد نے مل جل کر گرشیا کا نہ صرف کھوج لگا لیا بلکہ یہ بات بھی میرے علم میں آئی کہ وہ کس قماش کی عورت ہے چنانچہ جب مجھے تمہارے اغوا کی اطلاع ملی اور یہ علم ہوا کہ تمہیں گرشیا کے عشرت کدے میں پہنچایا گیا ہے تو میں نے جان بوجھ کر اپنے آدمیوں کو کسی آپریشن کے کر گزرنے سے روک دیا، میں دیکھنا چاہتا تھا کہ گراہم کے شکاری کتے تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں لیکن شاید گراہم

کو گرشیا کے ارادے کا علم اس وقت ہوا جب لیڈی ملارنس کے گارڈز نے تمہیں گرشیا کے چنگل سے نکال کر ملارنس کیسل پہنچا دیا تھا۔"

"تمہاری دوراندیشی اور مصلحتیں مجھے موت کے منہ میں بھی دھکیل سکتی تھیں۔" میں نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "جو لوگ مجھے گرشیا کے اشارے پر اس کی رہائش گاہ تک لے گئے تھے وہی گراہم کے حکم پر مجھے موت کے گھاٹ بھی اتار سکتے تھے۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"تمہارا یہ خیال اپنی جگہ درست ہے لیکن کیا تم اس بات کا یقین کرو گے کہ گرشیا کے جن لوگوں نے تمہیں اغوا کیا تھا ان میں ایک آدمی میرا زرخرید بھی تھا جو بساط کو پلٹنے کی بھرپور صلاحیتوں کا مالک ہے۔"

ندیم سنجیدہ تھا، میں نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا، تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "لیڈی ملارنس کے گارڈز نے مجھے گرشیا کی قید سے رہائی دلائی ہوگی۔ تمہیں اس کا یقین کس طرح آگیا؟"

"تم پہلی بار میرے ساتھ یہاں آئے ہو جبکہ میں نے ایک مدت سے لیڈی ملارنس کی پُراسرار اور پہلودار شخصیت کی تہہ تک پہنچنے کے لیے کئی قابل اعتماد آدمیوں کو تعینات کر رکھا ہے۔"

"پھر۔۔۔ اب تک تمہارے آدمیوں نے اس عورت کے بارے میں کیا کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔" میں نے پُرتجسس لہجے میں دریافت کیا۔

"ابھی تک انہیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔" ندیم نے پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا پھر وہ مزید کچھ کہنا چاہ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا لیا، میرا خیال تھا کہ وہ کال نسیم کی ہوگی لیکن دوسری جانب سے ایک بھرائی ہوئی مردانہ آواز ابھری۔

"پلیز۔۔۔ ریسیور مسٹر ندیم کو دے دیں۔" بولنے والے کا لہجہ مہذب تھا، میں نے خاموشی سے ریسیور ندیم کی طرف بڑھا دیا۔ ندیم نے ریسیور لے کر کان سے لگایا اس نے صرف "ہیلو۔۔۔" کہا تھا پھر دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سنتا رہا، میں دیکھ رہا تھا کہ ندیم کی نظروں میں الجھن اور مسرت کے ملے جلے تاثرات ابھر رہے تھے۔ اس کی شخصیت کا یہ پہلو میرے لیے نیا بھی تھا اور عجیب بھی۔

"مسٹر حق کا سگنل آن کر دو۔۔۔ میں کسی قسم کی کوتاہی پسند نہیں کروں گا۔۔۔ ہاں، تمہیں پوری اجازت ہے۔" ندیم نے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔۔۔ "دوسری ہدایت میں تمہیں بعد میں دوں گا۔"

"کون تھا۔۔۔" میں نے ندیم کو ریسیور رکھتا دیکھ کر سنجیدگی سے پوچھا۔

"فی الحال میں تم سے دو گھنٹے تک صرف اپنے کمرے تک محدود رہنے کی درخواست کروں گا۔ اس کے بعد تمہیں ہر قسم کی آزادی ہوگی۔" ندیم نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا پھر اس سے پیشتر کہ میں کچھ پوچھتا وہ پلٹ کر برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ میرے ذہن میں ایک بار پھر مختلف وسوسے سر ابھارنے لگے!

❖

میری مثال "آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا" سے مختلف نہیں تھی، میں نے ایک ہنگامے سے چھٹکارا پانے کے لیے راہِ فرار اختیار کی تھی لیکن لندن میں نئے ہنگامے مجھے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ ندیم نے مجھے فون پر ہونے والی گفتگو کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا لیکن میں اتنا بچہ بھی نہیں تھا کہ اس کی "دو گھنٹے تک کمرے تک محدود" رہنے کی درخواست کا مقصد نہ سمجھ سکتا۔

مجھے اب اپنا اندازہ درست لگ رہا تھا، جس روز میں نے پہلی بار "کنگ اسٹارز" میں نارمن کے سلسلے میں ندیم کی درخواست پر قدم رکھا تھا اسی روز سے گراہم کے آدمی میرے تعاقب میں تھے، سلسلے کی کڑیاں مجھے مضبوط نظر آرہی تھیں، انسپکٹر پاول اور لیڈی ملارنس کا اضافہ بعد میں ہوا تھا۔

دو گھنٹے تک کمرے میں محدود رہنے کی درخواست کا صرف ایک ہی مطلب نکلتا تھا گراہم یا پھر انسپکٹر پاول کے تعینات کردہ ایجنٹس میری خوشبو سونگھتے ہوئے یہاں تک بھی پہنچ گئے تھے۔ فون پر ندیم کو اپنے آدمیوں کے ذریعے یہی اطلاع ملی ہوگی، جواب میں اس نے اپنے آدمیوں کو جو ہدایت دی تھی اس کا مفہوم بھی پولیس کی زبان میں یہی نکلتا تھا کہ کسی خطرناک پوزیشن در پیش آنے کی صورت میں دشمن کو بے دریغ ٹھکانے لگا دیا جائے۔

دو نام جو میرے ذہن میں ابھرے تھے میں نے ان میں سے انسپکٹر پاول کے نام کو مسترد کر دیا۔ اس کے ایجنٹ صرف میری نقل و حرکت پر نظر رکھ سکتے تھے، مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے جبکہ گراہم کے بارے میں خود ندیم نے حالات کی روشنی میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ وہ نارمن، باورڈ اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے بدلے میں مجھ سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اگر اس کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ گرشیا کے آدمیوں نے مجھے کس مقصد کے لیے اغوا کیا تھا تو یقیناً وہ کانٹوں پر لوٹنے پر مجبور ہو گیا ہوگا، گرشیا نے خود اقرار کیا تھا کہ گراہم اس کی "نامعقول مصروفیات" جاننے کے باوجود درگزر سے کام لینے کا عادی تھا لیکن میری پوزیشن دوسرے عام آدمیوں سے مختلف تھی۔ گراہم کے دل میں اگر میرے خلاف انتقام کی آگ نے بھڑک کر شعلے کا روپ اختیار کر لیا تھا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی، اس کی

جگہ میں ہوتا تو شاید میری ذہنی کیفیت بھی وہی ہوتی جو گراہم کی ہو رہی ہوگی۔ ممکن ہے ندیم کو فون پر یہی اطلاع ملی ہو کہ گراہم کے آدمی ہوٹل تک پہنچ چکے ہیں اور انہیں گراہم کی جانب سے میرے سلسلے میں "شوٹ ایٹ سائٹ" (دیکھتے ہی گولی مار دو) کے احکام مل چکے ہیں۔

میں تلملا کر اٹھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا "ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرا ایمان ہے کہ موت برحق ہے اور اس کے لیے جو وقت مقرر کیا جا چکا ہے اسے کوئی ٹال نہیں سکتا لیکن اس کے ساتھ ہی جانتے بوجھتے ہوئے جلتی آگ میں چھلانگ جانا بھی حماقت کے مترادف تھا۔ ایک خیال مجھے اس بات پر اکسا رہا تھا کہ میں باہر نکلوں اور خود حالات کا سامنا کروں لیکن ندیم کی درخواست مجھے اپنے پیروں میں بیڑیاں محسوس ہو رہی تھی۔

میں ٹہلتے ٹہلتے بے خیالی میں اس بالکونی کی طرف چلا گیا جو ہوٹل کے مرکزی دروازے کی جانب واقع تھی۔ اچانک میری نظر اس مقامی لڑکی پر پڑی جو عین ہوٹل کے سامنے والی رہائشی بلڈنگ کی بالکونی میں کھڑی تھی' اس نے منی اسکرٹ پہن رکھا تھا' دور ہونے کے باوجود وہ بہت حسین نظر آرہی تھی۔ اس کی نگاہیں میری بالکونی کی طرف تھیں لیکن میرے بالکونی میں قدم رکھتے ہی اس نے جس انداز میں جلدی سے اپنی توجہ دوسری سمت مبذول کی تھی اس نے میری چھٹی حس کو بیدار کر دیا' میرے ذہن کے حساس گوشوں میں سرخ بتیاں جلنے بجھنے لگیں۔

"خطرہ" میرے دماغ میں یہ مختصر سا لفظ تیزی سے ابھرا دوسرے ہی لمحے میں برق رفتاری سے پلٹ کر دیوار کی آڑ میں ہو گیا اگر مجھے ایک لمحے کی دیر ہو جاتی تو شاید کسی خاموش رائفل سے نکلی ہوئی وہ گولی میرے وجود کو چاٹ چکی ہوتی جو میرے درمیان سے ہٹ جانے کے بعد فرش سے ٹکرا کر کمرے کی عقبی دیوار کا تھوڑا سا پلاسٹر ادھیڑ چکی تھی' میں نے اپنی پوزیشن تبدیل کی' بالکونی سے ملحقہ کھڑکی کے دبیز پردے کو معمولی سا کھسکا کر میں سامنے والی بالکونی کی سمت دیکھا۔ وہ خوب صورت لڑکی جو مجھے شکار کرنے کے لیے بطور "چارا" استعمال کی گئی تھی اس وقت بالکونی میں موجود نہیں تھی' میں نے بلڈنگ میں واقع اس بالکونی کے محل وقوع کو ذہن نشین کیا پھر ہاتھ ملتا ہوا گھوم کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس وقت مجھے اپنی بے بسی کا احساس بڑی شدت سے ہو رہا تھا' موت چاروں طرف سے اپنا گھیرا میری جانب تنگ کر رہی تھی لیکن میں حالات سے مکمل کر سینہ سپر ہونے کے بجائے چھپا بیٹھا تھا پھر اچانک ایک خیال میرے ذہن میں تیزی سے ابھرا' تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر میں نے فوری طور پر ندیم سے رابطہ قائم کرنے کی ٹھان لی لیکن مجھے اپنے ارادے میں ناکامی نہیں ہوئی' خلاف توقع دوسری جانب سے خود ندیم نے کال ریسیو کی تھی' شاید وہ فون کے قریب ہی موجود تھا۔

"ہیلو۔۔۔" اس کی آواز ریسیور پر ابھری۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اسے کسی کال کا انتظار رہا ہو۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"خیریت۔۔۔۔" اس نے تیزی سے سوال کیا۔

"ہوٹل کے عین سامنے والی گرے کلر کی بلڈنگ کے فورتھ فلور سے مجھ پر فائر کیا گیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کچھ دیر پیشتر ایک خوب صورت سی نوجوان لڑکی اس فلیٹ کی بالکونی میں موجود تھی' فلیٹ کا نمبر تو میں نہیں بتا سکتا لیکن اگر ہوٹل کے مرکزی دروازے پر کھڑے ہو کر اس عمارت پر نظر ڈالی جائے تو وہ فلیٹ رائٹ ہینڈ کارنر سے تیسرے نمبر پر واقع ہے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ فائر اسی فلیٹ سے کیا گیا تھا۔" ندیم نے اس بار بڑی مدھم آواز میں دریافت کیا' غالباً وہ نسیم کو درپیش حالات سے بے خبری رکھنا چاہتا تھا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں ایک پولیس آفیسر بھی رہ چکا ہوں۔" میں نے قدرے خشک لہجے میں کہا۔

"تمہیں کوئی صدمہ تو نہیں پہنچا۔" ندیم نے میری خیریت دریافت کی۔

"میرا خیال ہے کہ تم جتنا وقت ضائع کر رہے ہو اتنی دیر میں ہمارا مطلوبہ مجرم تمہارے آدمیوں کی دسترس سے بہت دور نکل جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"رائٹ۔۔۔۔۔ میں تمہیں کچھ دیر بعد کال بیک کرتا ہوں۔" دوسری جانب سے ریسیور کریڈل پر رکھنے کی آواز سنائی دی۔

میں ایک بار پھر حالات کے بارے میں غور کرنے لگا۔ مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ مجھے ندیم اور نسیم کے ساتھ فوری طور پر اس سرزمین کو خیرباد کہہ دینا چاہیے تھا جہاں چاروں طرف خطرے منڈلا رہے تھے لیکن میرا اندازہ تھا کہ ندیم میری اس تجویز پر عمل کرنے سے گریز کرے گا۔ ممکن تھا کہ وہ نسیم کو میرے ساتھ واپس جانے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیتا لیکن "کلی اسٹارز" میں پارٹنر ہونے کی وجہ سے وہ گراہم سے خوف زدہ ہو کر بھاگنے پر موت کو زیادہ ترجیح دیتا' وہ اسی ٹائپ کا انسان تھا اس نے خود کو جس ٹریڈ سے وابستہ کر رکھا تھا اس نے اسے خطرات سے کھیلنے کا عادی بنا دیا تھا۔ ویت نام میں پیدا ہونے والے ان بچوں کی طرح جو بموں کے دھماکوں اور بھڑکتی آگ کے شعلوں میں پل کر جوان ہوئے تھے' زندگی اور موت کا بھیانک رقص ان کی زندگی کا جزو لازم بن کر رہ گیا تھا جس کے بغیر انہیں شاید بے کیفی کا احساس ضرور ہوتا ہو۔

میں ندیم کو تنہا چھوڑنا بھی مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے زندگی کے اہم موڑوں پر جس انداز میں اپنی جان پر کھیل کر میری مدد کی تھی اسے فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ حالات نے ۔۔۔ یہی صورت اختیار کر رکھی تھی۔ میں ابھی کسی آخری فیصلے پر پہنچنے کی کوششوں میں مصروف ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔۔۔ شہباز اسپیکنگ۔"

"اوہ۔۔۔۔ تو تم ابھی تک زندہ ہو۔۔۔۔۔۔" میری توقع کے خلاف ندیم کے بجائے کسی اور شخص کی سرسراتی ہوئی آواز ابھری "میں نے صرف یہی معلوم کرنے کے لیے فون کیا تھا۔"

"کون ہو تم۔۔۔۔؟"

"ظاہر ہے کہ اگر تمہارا دوست ہوتا تو تمہاری زندگی کی خبر سن کر مجھے اتنا افسوس نہ ہوتا جتنی تمہاری موت کی اطلاع میرے لیے مسرت انگیز ثابت ہوتی۔" دوسری جانب سے سفاکی کا مظاہرہ کیا گیا۔ "بہرحال' میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب تم زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رہ سکو گے۔"

"میری موت سے تمہیں کیا حاصل ہوگا؟"

"بالکل ویسی ہی خوشی جیسی کسی بڑی لاٹری کا ٹکٹ نکل آنے پر اس کے مالک کو ہوتی ہے۔"

"زیادہ خوش فہمی بھی کبھی انسان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"اسی لیے میں تمہیں یہ مشورہ دینا چاہوں گا کہ تم اپنے دوست پر زیادہ اعتماد نہ کرو۔ ہم جب چاہیں گے اسے بھی بھون کر رکھ دیں گے۔"

"فی الحال تم اپنی اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانے سے کیوں گریز کر رہے ہو؟ کوئی خاص مصلحت؟"

"تم ابھی نادان ہو۔ ان باتوں کو نہیں سمجھ سکو گے۔"

"پھر۔ تمہارا کیا مشورہ ہے؟" میں نے زہرخند سے دریافت کیا۔ "کیا میرے لیے اپنی زندگی بچانے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔"

"ایک راستہ ممکن ہے۔" سرد آواز میں جواب ملا۔ "چوبیس گھنٹے کے اندر اندر واپس لوٹ جاؤ۔"

"تم اس قدر یقین کے ساتھ میری زندگی کی ضمانت کس طرح دے رہے ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا گراہم نے تمہیں اس بات کا اختیار دے رکھا ہے کہ تم اس کے مشورے کے بغیر بھی کوئی قدم اٹھا سکو؟"

"زیادہ چالاک اور ہوشیار بننے کی حماقت نہ کرو۔ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ تم محکمہ پولیس میں ایک اہم عہدے پر بھی فائز رہ چکے ہو لیکن تمہیں شاید اس بات کا تجربہ نہیں ہے کہ تمہارے یہاں کے جرائم پیشہ افراد ہمارے ایجاد کردہ سائنٹفک طریقوں سے ابھی سیکڑوں میل پیچھے ہیں۔"

"کیا تم کسی خاموش رائفل سے نامردوں کی طرح پردے کے پیچھے چھپ کر کسی پر فائر کرنے کو بھی سائنٹفک کہو گے؟" اسے ٹٹولنے کی خاطر اس بار میں نے حقارت سے کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکا کہ تم کس فائر کی بات کر رہے ہو؟" دوسری جانب سے حیرت کا اظہار کیا گیا لیکن جواب دینے کا انداز اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ دیدہ و دانستہ تجاہل عارفانہ سے کام لینے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں ایک شرط پر تمہاری اس سائنٹفک سرزمین کو خیرباد کہنے کو آمادہ ہو سکتا ہوں۔" میرے لہجے میں کرارا طنز تھا جو شاید اس کے سر سے گزر گیا۔

"کیا۔۔۔" اس نے بدستور سرد لہجے میں دریافت کیا۔

"مجھے صرف ایک بار دس منٹ کے لیے اس حسین لڑکی سے ملوا دو جسے تم نے کیچوے کی طرح کانٹے پر چڑھا کر ایک بڑی مچھلی کو شکار کرنے کا انتہائی گھٹیا اور بازاری طریقہ اختیار کیا تھا۔"

"بڑی مچھلی۔۔۔" اس بار میرے کہے ہوئے جملے کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا گیا۔ "تمہاری بات سن کر قہقہے لگانے کو دل چاہ رہا ہے' تمہیں شاید اپنے بارے میں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خوش فہمی لاحق ہو گئی ہے ورنہ تمہاری حیثیت ہماری نظروں میں اس مچھلی سے زیادہ نہیں ہے جسے اگر پانی سے نکال کر خشکی پر پھینک دیا جائے تو وہ تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتی ہے۔ اب تمہارے لیے بھی ہمیں کچھ ایسا ہی طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا کہ تم خود اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

"مجھے اس کی اطلاع پہلے سے کر دینا تاکہ میں وقت آنے سے پہلے ہی گلا گھونٹنے کی پریکٹس شروع کر دوں ورنہ عین وقت پر ناتجربہ کاری کی بنا پر مجھے زیادہ اذیت کا سامنا کرنا پڑے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ وقت کا انتظار کرو۔۔۔۔" سفاک لہجے میں جواب دینے کے ساتھ ہی دوسری جانب سے لائن منقطع کر دی گئی۔

وہ لمحات میرے لیے بہت جاں گسل تھے۔ ایک طرف وہ گرے رنگ کی عمارت سے خاموش رائفل کے ذریعے موت کی گھات لگائے بیٹھے تھے' وہ لڑکی مختصر سا لباس پہنے بالکونی میں محض اس لیے کھڑی تھی کہ اگر میں اسے کمرے کے اندر سے بھی ایک نظر دیکھ لیتا تو بالکونی میں آکر اس کا بغور جائزہ لینے کی کوشش ضرور کرتا۔ مشرق کے باشندے مغربی ماحول کی آزادی دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں' ان کے اندر کا انسان خوب صورت اور بے حجاب دوشیزاؤں کو دیکھ کر مچل اٹھتا ہے' انہیں ایسے ایسے ہوش ربا مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں جس کا بیان' اس ماحول کی لذتوں کو پوری طرح اجاگر کرنے سے قاصر ہے۔ جو لوگ لندن اور دوسرے ممالک کی سیر کر چکے ہیں وہ ان باتوں اور حسین کمالوں سے بخوبی واقف ہوں گے' مغربی ماحول میں شرم و حیا کی کوئی بندش' کوئی پابندی نہیں۔ ہر کوئی آزاد ہے' کسی ٹرین یا بس

کی ایک نشست پر بیٹھا ہوا شخص بھی اپنے برابر والی اس سیٹ پر زیادہ توجہ دینے کی زحمت گوارا نہیں کرتا جہاں سرعام اخلاق سوز حرکتوں اور بوس وکنار کا مظاہرہ کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔

بہرحال میں نے بالکونی میں جاکر کسی دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ مجھے ندیم کی دو گھنٹے تک اپنے کمرے تک محدود رہنے کی ہدایت پر دوراندیشی سے عمل کرنا چاہیے تھا۔ وہ میری چھٹی حس کا کرشمہ تھا جس نے مجھے موت کے منہ جانے سے بال بال بچا لیا تھا۔ مجھے میرے ستاروں کی گردش میرے حق میں تھی جو لڑکی کے عقب میں چھپے ہوئے موت کے فرشتے نے جلدبازی کا مظاہرہ کرڈالا۔ اگر وہ اطمینان سے کام لیتی تو میں ممکن تھا کہ میں اس وقت لاش کی ہی صورت میں بالکونی میں خون میں لت پت پڑا ہوتا لیکن شاید وہ سفید پوش بزرگ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا یا میری انگلی میں موجود صندلی انگوٹھی کی کرامت تھی جس نے مجھے اور میرے دشمن کو ایک ہی وقت پر عمل کرنے پر اکسایا تھا اور میں موت کے منہ میں جاتے جاتے زندگی کی سمت واپس پلٹ آیا تھا۔

اگر وہ میری موت ہی کے درپے تھے تو پھر اس فون کی کیا ضرورت تھی؟ وہ کون تھا جس نے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر لندن سے واپسی کی صورت میں زندگی کی ضمانت کی پیشکش کی تھی...؟ کیا وہ اتنی ہی اہم حیثیت کا مالک تھا کہ اسے گراہم کے مشورے کے بغیر بھی کچھ فیصلے کرنے کا اختیار حاصل تھا؟ میں نے سوچا۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا تھا کہ اس نے فائرنگ کی کوشش میں ناکامی کے بعد گراہم کو صورت حال سے آگاہ کیا ہو اور اس کی جانب سے ملنے والے حکم کے بعد ہی مجھے فون کیا ہو۔

فون کی گھنٹی دوبارہ بجی تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ اس بار میں نے ریسیور اٹھانے میں جلدبازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اب کس کا فون ہو سکتا تھا۔ میں نے سوچا۔ کیا اب براہ راست گراہم نے مجھ سے رابطہ قائم کی کوشش کی ہوگی؟

انسپکٹر پاول کے کسی خفیہ لباس والے نے کسی دوسرے متوقع حملے کے بارے میں مجھے اپنی معلومات سے آگاہ کرنا مناسب سمجھا ہوگا یا پھر وہ کال ندیم کی تھی...؟ میں ایک لمحے تک ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔

"شہباز خان! اسپیکنگ۔" میں نے خشک لہجہ اختیار کیا۔

"ندیم بول رہا ہوں۔"

"کوئی نئی خبر۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"تم نے جس فلیٹ کی نشاندہی کی تھی اس میں سوائے اس لڑکی کے کوئی اور نہیں رہتا جو تمہیں بالکونی میں نظر آئی تھی۔" ندیم نے تفصیل بیان کرتے ہوئے جواب دیا۔ "اس کا نام جولیا ہے۔ ایک مقامی فرم میں بحیثیت اسٹینو گرافر ملازم ہے۔"

"زیادہ وہاں تنہا رہتی ہے۔"

"ہاں۔ پڑوسیوں کے بیان کے مطابق وہ ایک اچھے کردار کی

مہاراجہ رنجیت سنگھ

اور ان کی عیاشیاں

★ ---- پروفیسر ایم اشرف

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے متعلق تحریر کی گئی ایک مکمل حوالہ جاتی کتاب جو قاری کے لئے دلچسپی کا باعث بنے گی۔

قیمت: -/75 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

مالک ہے۔"

"مجھے اس کے کردار سے کوئی غرض نہیں۔" میں نے جتا کر کہا۔ "لیکن میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ فائرنگ اسی کے فلیٹ سے کی گئی تھی۔"

"میں تمہارے خیال کی تردید نہیں کر رہا۔" ندیم نے وضاحت کی۔ "ہم جس ماحول میں اس وقت سانس لے رہے ہیں وہاں کی ہر شے بکاؤ ہوتی ہے۔ ممکن ہے کسی بھاری معاوضے کی پیشکش نے اس لڑکی کو بھی وقتی طور پر خرید لیا ہو اور اب وہ انجان بننے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"کیا تمہارے آدمیوں نے براہ راست جولیا سے بھی رابطہ قائم کیا تھا۔" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔"

"برا کیا۔" میں تیزی سے بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ تمہارے آدمی کے ملنے کے بعد ہی اس حسین ناگن نے ان لوگوں کو حالات سے باخبر کردیا ہو جن کی طرف سے مجھے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس سرزمین کو خیرباد کہہ دینے کی پیشکش کی گئی ہے۔ دوسری صورت میں وہ میرے علاوہ تم کو بھون ڈالنے سے دریغ

نہیں کریں گے۔"

"کیا تمہیں فون پر دھمکی دی گئی ہے۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے دریافت کیا۔ جواب میں میں نے فون پر ہونے والی تمام تفصیل حرف بہ حرف دہرادی۔

"اس فون کال کے بعد تم کس نتیجے پر پہنچے ہو۔" ندیم نے میری بات مکمل ہونے کے بعد پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں ان کی پیشکش قبول کرلینی چاہیے۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "بظاہر اب ہمارے یہاں ٹھہرنے سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ زنجی لال کو ٹھکانے لگانے کے ساتھ ساتھ گراہم اور تمہارے درمیان ضروری معاہدے بھی ہو چکے ہیں۔"

"پھر گرشیا کے آدمیوں نے جو گراہم ہی کے وفادار رکھتے ہیں تمہیں اغوا کرنے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"تمہارے بیان کے مطابق ممکن ہے گرشیا نے مجھے اپنے لیے پسند کرلیا ہو۔ خود اس نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ چار روز مہمان رکھنے کے بعد مجھے باعزت طور پر رہائی مل جائے گی۔"

"اور اس گولی کو کس خانے میں فٹ کرو گے جو گرے رنگ کی عمارت کے فورتھ فلور سے تمہارے اوپر چلائی گئی تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ انہیں اس شخص سے کوئی خاص پرخاش رہی ہو جو مجھ سے پہلے میرے کمرے میں سائٹ بیلڈ پر ہو اور اسی کے دھوکے میں وہ مجھ پر کوئی داغ بیٹھنے کی حماقت کر بیٹھے ہوں۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔

"اس فون کال کے بارے میں کیا کہو گے جس کا ذکر ابھی تم نے کیا تھا۔"

"وہ۔" میں نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تمہیں صرف وقتی طور پر ٹینشن میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔"

"شہباز۔ کیا تم مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہو؟" ندیم نے سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "کیا میں بچہ ہوں کہ تمہاری باتوں میں آجاؤں گا۔ نہیں۔" اچانک اس کا لہجہ سفاک ہوگیا۔ "گراہم نے تمہارے منظرعام پر آنے کے بعد جو خطرناک چال چلنے کی حماقت کی ہے اسے اس کا جواب ضرور ملے گا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ تم اگر جبل جاؤ تو اسی میں ہمارے لیے زیادہ عافیت ہے۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"سوری۔" ندیم نے فیصلہ کن انداز اختیار کیا۔ "البتہ تم چاہو تو نسیم کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو اس کی غیر موجودگی میں میرے لیے گراہم کے خلاف کوئی جوابی کارروائی زیادہ موثر ثابت ہوگی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں تمہیں خطرے میں تنہا چھوڑ کر واپس چلا جاؤں گا۔"

"مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی۔" ندیم نے کہا۔ "ویسے اگر تم کسی طرح نسیم کو تنہا واپس جانے پر آمادہ کرسکو تو ہمارے لیے زیادہ آسانیاں ہوں گی۔ یہاں اس کی موجودگی ہمارے لیے دشواریوں کا سبب بھی بن سکتی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نسیم کو اس سلسلے میں آمادہ نہیں کرسکوں گا۔ اس کے بارے میں بھی تم ہی کو کوئی بہانہ تراشنا پڑے گا۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا پھر بولا۔ "گراہم کے سلسلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ اب اس کھیل کو ختم ہو جانا چاہیے۔" ندیم نے سوچتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "اس کے مقابلے میں البرٹو ہمارے لیے زیادہ سودمند ہوگا۔"

"یہ مت بھولو کہ سانپ کا بچہ ہمیشہ سنپولا ہی کہلاتا ہے۔" میں نے سپاٹ انداز میں کہا۔ "ضروری نہیں ہے کہ تم نے البرٹو کے بارے میں جو رائے قائم کر رکھی ہے وہ گراہم کی موت کے بعد بھی ویسی ہی ثابت ہو۔"

"میں کل کے بارے میں خوش فہمی کا شکار ہونے کا عادی بھی نہیں ہوں۔ میرا اصول ہے کہ جو کرنا ہے اسے کل کے بجائے آج ہی کر ڈالوں ۔ کل جو کچھ ہوگا اسے کل دیکھا جائے گا۔"

"میرے لیے کوئی نیا فرمان؟" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا مطلب ہے کہ کیا اب بھی مجھے صرف اپنے کمرے تک محدود رہنا ہوگا۔"

"نہیں... تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔"

"شکریہ۔"

میں نے فون بند کردیا۔ رات کا کھانا میں نے اپنے کمرے میں ہی کھایا۔ میرا خیال تھا کہ ندیم اور نسیم میرے ساتھ تھوڑا وقت گزارنے کی خاطر ضرور آئیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں بستر پر لیٹا رات گئے تک پیش آنے والے حالات کے بارے میں غور کرتا رہا ۔ جہاں تک گراہم کا تعلق تھا میں مارٹن اور ہاورڈ کی وجہ سے اس کی نظروں میں آگیا تھا لیکن ابھی تک میں یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ انسپکٹر پاول اور لیڈی مکارنس نے کس مقصد کے تحت میری ذات میں دلچسپی لینی شروع کی تھی۔

لیڈی مکارنس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اب وہ اور اس کے گارڈز میری حفاظت کریں گے۔ مکارنس کیسل میں میری آنکھوں نے جو کچھ بھی دیکھا تھا اس کے بعد مجھے اس بات کا یقین آگیا تھا کہ وہ یقیناً ایک ایسی جادوگرنی تھی یا پراسرار علوم میں اچھا دخل رکھتی تھی کہ لوگوں کے علاوہ انسپکٹر پاول بھی براہ راست اس سے ٹکرانے سے گریز کر رہا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس نے مجھے بطور ٹرمپ کارڈ استعمال کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ بہرحال مجھے لیڈی مکارنس کے علاوہ انسپکٹر پاول کی جانب

سے اس بات کا یقین تھا کہ ان دونوں کے خفیہ ہرکارے میری نگرانی پر ضرور مامور ہوں گے۔ گراہم ندیم کا پارٹنر تھا لیکن اب وہ براہ راست مجھ سے انتقام لینے پر تل گیا تھا چنانچہ میں نے طے کرلیا تھا کہ اب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔ گراہم کے علاوہ میں نے لیڈی ملارنس اور انسپکٹر پاول کو بھی آزمانے کی ٹھان لی تھی۔ میرے پاس ابھی چوبیس گھنٹے تک دشمن کی طرف سے آزادی کا پروانہ موجود تھا' کم از کم فون پر یہی کہا گیا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے اس صندلی انگوٹھی پر کامل یقین تھا جو سفید ریش بزرگ کا تحفۂ خاص تھی۔

دوسری صبح کا ناشتا میں نے ڈائننگ ہال میں کیا' بظاہر میں خود کو بہت بے پروا ظاہر کرنے کی کوشش کررہا تھا لیکن میری نگاہیں قرب وجوار کا جائزہ لے رہی تھیں۔ مجھے اس وقت وہاں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس پر میں شبہ کرسکتا۔ ناشتے سے فارغ ہوکر میں ٹہلتا ہوا ہوٹل سے باہر آگیا۔ سڑک پر ٹریفک رواں دواں تھا میں گاڑیوں کے ہجوم سے بچتا بچاتا سڑک عبور کرکے دوسری جانب واقع گرے کلر کی بلڈنگ تک جا پہنچا پھر چوتھی منزل پر مجھے اپنے مطلوبہ فلیٹ کو تلاش کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ فلیٹ کے باہر جولیا مائیکل کے نام کی تختی نے میری مزید رہنمائی کردی تھی۔

میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت صبح کے ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو شاید میری مطلوبہ شخصیت پوری تیاری کے ساتھ کسی بھی لمحے دروازہ کھول کر برآمد ہوسکتی تھی۔ اس کے دفتر کے لیے جانے کا وقت ہوچکا تھا لیکن میں نے اس کا انتظار نہیں کیا۔ بڑے اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر اس طرح کال بیل کو یکے بعد دیگرے دوبار پش کیا جیسے میں اس کا کوئی پرانا شناسا رہا ہوں۔ مجھے انتظار کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ ایک منٹ بعد جس لڑکی نے دروازہ کھولا وہ وہی لڑکی تھی جسے میں کل اپنے ہوٹل کے کمرے کی بالکونی سے دیکھ چکا تھا' اس کے جسم پر ٹاول کا گاؤن اور بال بھیگے ہوئے تھے۔ شاید وہ غسل خانے سے نکل کر آئی تھی' مجھے اعتراف ہے کہ وہ اس وقت کل کے مقابلے میں میک اپ کے بغیر بھی خاصی دلکش' شاداب اور حسین نظر آرہی تھی لیکن وہاں اس کے حسن کے قصیدے پڑھنے نہیں گیا تھا۔

"فرمائیے۔" اس نے مجھے سر سے پیر تک ایسی نظروں سے دیکھا جیسے میں اس کے لیے قطعی اجنبی تھا۔

"مس جولیا۔"

"جی ہاں۔" اس نے بدستور اجنبی انداز میں جواب دیا۔ "جولیا میرا ہی نام ہے۔"

"اور مائیکل۔" میں نے دریافت کیا۔

"کیا آپ کا تعلق سنس (CENSUS) ڈپارٹمنٹ سے ہے۔" اس کے لہجے میں ناخوشگواری شامل تھی۔

"جی نہیں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے قدرے مشکوک انداز میں اپنا تعارف کرایا۔ "میرا نام شہباز خان ہے اور میں آپ کی بالکونی کے عین سامنے والے ہوٹل کے اس کمرے میں مقیم ہوں جو۔۔۔۔۔"

"اب تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟" وہ میرا جملہ کاٹ کر تیز لہجے میں بولی۔ "کل سے اب تک متعدد افراد بلاوجہ میرے سکون کو برباد کرچکے ہیں۔ مجھے بتاؤ کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارے اوپر میرے ہی فلیٹ سے فائر کیا گیا تھا۔"

"بالکل نہیں۔" میں نے دروغ گوئی اور معصومیت سے کام لیا۔ "ممکن ہے پولیس نے یا کسی دوسری ایجنسی نے محض شبے کی بنا پر آپ کو کریدنے کی کوشش کی ہو۔"

"جب میرے ہاتھ صاف ہیں تو پھر مجھے کسی ایجنسی کی پروا نہیں ہے۔" اس نے نفرت سے جواب دیا پھر مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"اس بات کی معذرت کرنے کے لیے کہ آپ کو بلاوجہ میری خاطر زحمت اٹھانا پڑی۔"

"تمہیں اس بات کا اندازہ کس طرح ہوا کہ مجھے تم پر ہونے والے حملے کے سلسلے میں کریدا گیا ہے۔" اس نے مجھے گہری اور مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"وہ دراصل مجھے ہوٹل کے ایک اسٹیوارڈ نے بتایا تھا۔"

"میرا وقت ضائع کرنے کی کوشش مت کرو مسٹر۔" اس بار اس نے نفرت سے کہا۔ "میں اجنبیوں سے میل ملاپ بڑھانے کی عادی نہیں ہوں۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں جواب میں کچھ کہتا اس نے بڑے غصے سے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ میں نے وہاں مزید رکنا مناسب نہیں سمجھا بظاہر لڑکی کی باتوں سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ مجھ پر ہونے والے حملے میں کس وجہ سے یا کس حد تک شریک تھی۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ حملہ آوروں نے زبردستی اس کے فلیٹ کو استعمال کیا ہو۔ بہرحال مجھے اس بات کا یقین تھا کہ فائر جولیا مائیکل کے فلیٹ ہی سے کیا گیا تھا اور وہ ان لوگوں کی بابت بہت کچھ ضرور جانتی تھی۔ اگر وہ اس کے لیے اجنبی تھے تو کم از کم وہ ان کے چہروں کو ضرور دیکھ چکی تھی۔ زبان بند رکھنے کا ایک سبب یہ بھی ہوسکتا تھا کہ زبان کھولنے کی صورت میں اسے موت کی دھمکی دی گئی ہو۔

گرے رنگ کی عمارت سے باہر نکل کر میں نے ایک ڈبل ڈیکر بس پکڑی اور یوں ہی بلاوجہ شہر کا چکر لگاتا رہا' دوپہر کا کھانا میں نے ایک دوسرے ہوٹل میں کھایا تھا اس کے بعد میں نے کچھ وقت ٹیوب سروس (تین ڈبوں والی ریل کار کی طرح وہ تیز رفتار سروس جو بجلی سے زیر زمین چلتی ہے) سے لطف اندوز

ہونے میں صرف کیا پھر شام کا وقت میں نے ویسٹ منسٹر (WEST MINSTER) پر واقع ایک تفریح گاہ میں گزارا۔ دو سیٹوں والی ایک موٹر بوٹ کرائے پر حاصل کرکے تقریباً دو گھنٹے تک پانی کی صاف وشفاف لہروں پر ہچکولے کھاتا رہا۔ ان موٹر بوٹس کی رفتار چونکہ سست ہوتی ہے اس لیے انسان انہیں مرضی کے مطابق برق رفتاری سے نہیں دوڑا سکتا' گھنٹے کے حساب سے کرائے پر ملتی ہیں اور بے تکلف جوڑے صحیح معنوں میں ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

بظاہر میں ایک سیاح کی حیثیت سے لندن کے مختلف علاقوں اور تفریح گاہوں کی خاک چھانتا پھر رہا تھا لیکن میری نگاہیں کسی ایسے شخص کی متلاشی تھیں جس پر میں اس بات کا شبہ کرسکتا کہ وہ میری نگرانی کررہا ہے لیکن مجھے اپنے ارادے میں مایوسی ہی کا سامنا کرنا پڑا۔

میں جن حالات سے دوچار تھا اس میں اس طرح تنہا گھومتے پھرنا دانشمندی کے منافی تھا' دشمن کا کوئی اُجرتی قاتل کسی بھی موقعے پر مجھے موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا لیکن اب میں نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا' میں مرد تھا' عورتوں کی طرح چوڑیاں پہن کر کسی چار دیواری کے اندر گھٹے رہنا مجھے منظور نہیں تھا۔

پھر جب شام کے سائے رات کے گھپ اندھیرے میں مدغم ہونے لگے تو اچانک ہی میں نے ایک خطرناک ارادہ کرلیا' رات کا کھانا کھانے کے بعد میں نے ایک بس پکڑی اور گلی اسٹارز گیمبلنگ کی سمت روانہ ہوگیا۔ سانپ کی بل میں ہاتھ ڈالنے والے اس بات سے بھی بخوبی واقف ہوتے ہیں کہ ڈس لیے جانے کی صورت میں ان کی موت بھی واقع ہوسکتی ہے لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے شیر کی ایک روز کی زندگی بہتر ہوتی ہے۔ مجھے گیدڑ بن کر زندگی گزارنا منظور نہیں تھا شاید یہی جذبہ مجھے گلی اسٹارز تک کھینچ لے گیا تھا۔

ٹاپ فلور پر قدم رکھتے ہی خاص طور پر سرخ رومال جیب میں رکھنے والے کارندے مجھے دیکھ کر چونک اٹھے تھے۔ انہیں اپنی قوت بینائی پر یقین نہیں آرہا تھا۔ یہ بات ان کے لیے یقیناً عجب تر تھی کہ شکار خود اپنے قدموں سے چل کر شیر کی کچھار تک آگیا تھا۔ ان کی نگاہوں سے نفرت اور حقارت کا جذبہ مترشح تھا۔ میں ان کی پروا کیے بغیر سیدھا کاؤنٹر پر گیا جہاں نیا فلور انچارج اپنے منصب پر اس اعزاز کا تاج لگائے بڑی شان بے نیازی سے بیٹھا آنے والوں اور ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا عقابی نظروں سے جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ اچانک اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ اس طرح چونکا جیسے کچی نیند میں اس کی آنکھ کھل گئی ہو' ایک لمحے تک وہ مجھے بڑی پُر تجسس نگاہوں سے گھورتا رہا' میں نے اسے پہلے نہیں دیکھا تھا لیکن شاید وہ میری شخصیت سے بخوبی واقف تھا۔

"فرمائیے۔" اس نے اپنی حیرت پر کسی قدر قابو پاتے ہوئے دریافت کیا۔ "ہم آپ کی کیا خدمت کرسکتے ہیں۔"

"مجھے مسٹر گراہم سے ملاقات کرنی ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

"آپ کا نام؟"

"شہباز خان۔"

"سوری مائی ڈیئر۔" فلور انچارج نے جو کسرتی جسم اور دراز قد کا مالک تھا' بے رخی کا مظاہرہ کیا۔ "باس کی ملاقات کا وقت دس سے بارہ بجے تک ہے ان اوقات کے علاوہ کسی اجنبی سے ملنا باس کے اصول کے خلاف ہے۔"

"تمہارا نام؟"

"ایڈگر۔" اس نے دیدہ ودانستہ اپنے جسم کی نمائش کرتے ہوئے کھردرے لہجے میں کہا۔ "ایڈگر جونز جسے لوگ ایڈی کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں اور تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کردوں کہ میں بہت اچھی شہرت اور کردار کا مالک بھی نہیں ہوں۔ جو لوگ میرے ماضی سے واقف ہیں وہ میرے قریب جانے سے بھی گریز کرتے ہیں۔"

وہ مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کررہا تھا اور میرے کانوں میں وہ آواز بازگشت بن کر گونج رہی تھی جس نے ہوٹل میں فائرنگ کے بعد میرے زندہ یا مردہ ہونے کی تصدیق کی خاطر فون کیا تھا پھر مجھے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ملک کی سرحدوں سے دور نکل جانے کی ہدایت کی تھی۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہ سو فیصد ایڈگر عرف ایڈی ہی کی آواز تھی۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم میرا نام مسٹر گراہم تک پہنچادو۔ ہوسکتا ہے کہ وہ مجھ سے ملاقات کرنے سے انکار نہ کریں۔" میں نے ایڈی کی شخصیت سے مرعوب ہوئے بغیر سنجیدگی سے کہا۔

"کوئی خاص اور اہم کام جو صبح تک نہیں ٹالا جاسکتا۔" ایڈی نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ ان نگاہوں میں کسی زہریلے ناگ کی سحر انگیز چمک موجود تھی۔

"ہاں۔" میں نے بھنچتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میرے پاس صرف چوبیس گھنٹے کی مہلت تھی جو آج شام ختم ہوچکی ہے میں اسی سلسلے میں تمہارے باس سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ تم کس مہلت کی بات کررہے ہو۔" ایڈی نے حقارت سے کہا لیکن اس کی گفتگو کا انداز اب اس بات کی غمازی کررہا تھا کہ وہ حقیقت سے انحراف کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا چوبیس گھنٹے کی مہلت کے حوالے نے اس کی شخصیت کے دوسرے رخ کا بھانڈا پھوڑ دیا تھا۔

"کیا تم مسٹر گراہم کی تمام نجی باتوں اور مصروفیات سے بھی

باخبر رہتے ہو۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے سوال کیا۔

"کیا چاہتے ہو تم۔" ایڈی نے ایک طرح سے مجھے باقاعدہ چیلنج کرتے ہوئے دریافت کیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ سرخ رومال والے بیشتر کارندوں کی نظریں اس کی جانب سے کسی خاص اشارے کی منتظر تھیں جس کے بعد شاید وہ مجھے بھنبھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے سے بھی گریز نہ کرتے۔ میں ایڈی سے ہمکلام ہونے کے باوجود اس کے کارندوں کی جانب سے بے خبر نہیں تھا۔

"مسٹر گراہم سے میری ملاقات بہت ضروری ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب میں کہا۔

"اور اگر میں تمہیں اس کی اجازت نہ دوں تو۔" ایڈی کے لہجے میں سفاکی آگئی۔

"تو میں یہی سمجھوں گا کہ مسٹر گراہم تمہاری اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔"

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" وہ کسی سانپ کے انداز میں پھنکارا۔ "میں اس فلور پر خون خرابا پسند نہیں کرتا ورنہ......"

"کیا میں تم سے ایک سوال کر سکتا ہوں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"پوچھو۔"

"تم سے پیشتر نارمن نامی ایک شخص یہاں کا انچارج ہوا کرتا تھا اور اگر میری یادداشت مجھے دھوکا نہیں دے رہی ہے تو وہ بہت ملنسار اور مہمان نواز طبیعت کا مالک تھا۔ آج کل کہاں ہے؟"

"جہنم میں۔" ایڈی کے تیور اچانک ہی خطرناک ہو گئے۔ مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "تم یہاں سے اپنے قدموں پر چل کر جانا پسند کرو گے یا مجھے تمہارے لیے کوئی اور بندوبست کرنا پڑے گا۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ کاؤنٹر پر رکھے ہوئے انٹرکام کا بزر بول اٹھا۔ ایڈی نے بدستور مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے ریسیور اٹھا لیا پھر دوسرے ہی لمحے اس نے "اوکے باس" کہہ کر ریسیور کریڈل پر واپس رکھ دیا۔ اس کے بعد مجھے نفرت بھرے لہجے میں مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"تم خوش قسمت ہو جو باس نے اس وقت تم سے ملنا منظور کر لیا ہے۔"

"مجھے کم از کم مسٹر گراہم کی ذات سے اسی بات کی توقع تھی۔" میں نے ایڈی سے کہا پھر ان جانے پہچانے راستوں کی سمت قدم بڑھانے لگا جن سے گزر کر میں ایک بار پہلے ندیم کے ساتھ گراہم سے ملاقات کر چکا تھا۔ گراہم کے بارے میں مجھے اس بات کا علم پہلی ہی ملاقات میں ہو چکا تھا کہ اس نے اپنے مخصوص کمرے میں شارٹ سرکٹ ٹیلی وژن اسٹیشن قائم کر رکھا

تھا جہاں سے بیٹھے بیٹھے وہ کیسینو کے ہر فلور کا جائزہ لیتا رہتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس کو میری آمد کی اطلاع بھی مخصوص طور پر نصب کیمروں کے ذریعے اسی وقت مل گئی ہوگی جب میں نے [illegible] اسٹارز میں قدم رکھا ہوگا۔ اس نے خاص طور پر میرے اور ایڈی کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ بھی بہت غور سے سنا ہوگا۔

بہرحال مجھے گراہم کی طرف سے گرین سگنل مل جانے کے بعد اس کے خاص کمرے تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ میں اس کے کمرے میں داخل ہوا تو دستک کر دروازے پر ہی رک گیا۔ مجھے ملاقات کی اجازت دینے کے باوجود اس نے اپنے شغل کو جاری رکھا تھا جس میں شاید وہ پہلے سے مصروف تھا۔

ایک آرام کرسی نما صوفے پر نیم دراز وہ اس وقت بھی مے نوشی میں اپنے پورے تن و توش کے ساتھ مصروف تھا۔ وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ دوسرے صوفے پر ایک نہایت خوبصورت لڑکی جو صورت و شکل اور پہناوے کے اعتبار سے کوئی مصری کیبرے ڈانسر لگ رہی تھی اپنی تمام تر حسن کی رعنائیوں اور نزاکتوں کے ساتھ بیٹھی گراہم کے لیے جام تیار کر رہی تھی۔ [illegible] کا باریک لباس اس کے جسم کو پوری طرح چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی گہرے سیاہ رنگ کے [illegible] خوبصورت اور نہایت قیمتی گول میز موجود تھی جس پر [illegible] کے تمام لوازمات بڑے سلیقے سے موجود تھے۔

"[illegible] ہائی ڈیئر۔" گراہم نے مجھے [illegible] انداز میں مخاطب کیا۔ "مجھے افسوس ہے کہ ایڈی نے تم سے [illegible]

انداز میں گفتگو کی وہ تمہارے شایان شان نہیں تھی۔ شاید وہ تمہاری شخصیت سے واقف نہیں تھا ورنہ اس گستاخی کی جرأت بھی نہ کرتا جس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔"

میں گراہم کے اشارے پر اس کے قریب رکھے ایک خالی صوفے پر بیٹھ گیا۔ مصری نژاد کیبرے ڈانسر نے ایک خاص دلبرانہ انداز میں مسکرا کر مجھے دیکھا پھر ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان میں بولی۔

"کیا تم میرے ہاتھوں سے ایک جام لینا پسند کرو گے۔"

"سوری۔" میں نے مہذب لہجے میں انکار کیا۔ "میں ابھی تک اس نعمت سے محروم ہوں۔"

"کیا تم تنہا آئے ہو مائی ڈیئر شہباز۔ میرا مطلب ہے کہ کیا میرا بزنس پارٹنر اور تمہارا دوست تمہارے ساتھ نہیں آیا۔" گراہم نے ایک لمبا گھونٹ حلق سے نیچے اتارتے ہوئے دریافت کیا۔

"نہیں۔" اس بار میں نے قدرے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں اس وقت بالکل تنہا آیا ہوں۔"

"اوہ..... کوئی خاص بات۔" اس نے خوبصورت لڑکی کی موجودگی میں بھی بڑے رازدارانہ انداز میں پوچھا پھر جلدی سے بولا۔ "معاف کرنا" میں تم دونوں کا تعارف کرانا تو بھول ہی گیا۔ ان سے ملو۔" وہ لڑکی سے بولا۔ "یہ میرے ایک پارٹنر مسٹر ندیم کے دوست مسٹر شہباز خان ہیں جو بڑی پہلو دار شخصیت کے مالک ہیں اور مسٹر شہباز..... یہ فلی اسٹارز کے مخصوص طائفے میں ایک نئے اور حسین باب کا اضافہ ہیں..... مس مرجینا الحبیب مصر کی ایک مشہور اور معروف کیبرے ڈانسر۔"

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" میں نے مرجینا سے اخلاقاً کہا۔

جواب میں وہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔

"مجھے خوشی ہے مسٹر شہباز کہ تم نے گراہم سے ملنے میں ایک سیدھا سادا راستہ اختیار کیا۔" گراہم نے ایک اور لمبا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "جو لوگ غلط یا ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں وہ مجھے پسند نہیں آتے۔ میں شاید تمہیں مسٹر ندیم کی موجودگی میں بتا چکا ہوں کہ نہ جانے کیوں میرے دوست احباب مجھے آکٹوپس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔" آخری جملہ ادا کرتے ہوئے اس نے نہایت انکساری سے کام لینے کی کوشش کی تھی۔

"مسٹر گراہم....." میں نے کن انکھیوں سے مرجینا کی سمت دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہم کھل کر بات کر سکتے ہیں۔"

"کیا اب بھی کسی بات کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔" اس بار گراہم یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ میں اس کے لہجے کے کھردرے پن کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا۔

"ہاں..... چند باتیں ایسی ہیں جو وضاحت طلب ہیں۔" میں نے صوفے پر پہلو بدلا۔

جواب میں گراہم نے ہاتھ اٹھا کر مرجینا کو جانے کا اشارہ کیا۔ مرجینا کسی حسین ناگن کی طرح اپنے بوجھل جسم کو بل دیتی ہوئی اٹھی' تمام تکلفات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس نے جھک کر گراہم کے بھدے ہونٹوں پر اپنے نازک لبوں کی سرخی منتقل کی پھر لہراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

"کہو۔ کیا وضاحت کرنا چاہتے ہو۔" گراہم نے مجھے گھورتے ہوئے دریافت کیا۔

"میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے ہوٹل کے کمرے میں کسی خاموش رائفل کا نشانہ بنانے کی کوشش کیوں کی گئی تھی۔" میں نے کسی تمہید کے بغیر اصل موضوع کو چھیڑ دیا۔

"اس میں براہ راست میری مرضی کو کوئی دخل نہیں تھا۔" گراہم نے بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "دراصل وہ نارمن کے ساتھی ہیں جو اپنے دوست کا انتقام لینے پر بضد ہیں۔ جذبات جب بھڑک اٹھیں تو سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کا انداز اختیار کر لیتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں طوفانی لہروں کو روکنے کی خاطر کوئی بند باندھنے سے قاصر ہوں۔"

"نارمن کی موت میں اس غداری کو دخل تھا جو اس نے ندیم کے ساتھ کی تھی۔"

"مجھے معلوم ہے۔" گراہم تیزی سے بولا۔ "لیکن کیا بالکل اسی طرح نارمن کے ساتھیوں کو اس بات کا حق نہیں ہے کہ وہ اپنے دوست کی موت پر اپنے غم اور غصے کا اظہار بھی نہ کر سکیں۔ نہیں مسٹر شہباز' تم غلطی پر ہو۔ محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہوتا ہے۔"

"لیکن میں درمیان میں کس طرح آگیا جبکہ۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔" وہ میرے جملے کو درمیان سے کاٹتے ہوئے سپاٹ آواز میں بولا۔ "مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن کیا کیا جائے کہ میں نے اپنے ساتھیوں کو اس بات کی سختی سے تاکید کر دی ہے کہ وہ میرے پارٹنر کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی جرأت نہیں کریں گے۔"

"آئی سی..... گویا مجھے نعم البدل کی طور پر ہدف بنایا جا رہا ہے۔" میں نے زہرخند سے جواب دیا۔

"تم ہاورڈ کو کیوں فراموش کر رہے ہو۔" گراہم نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "وہ غریب بھی تو صرف اس لیے مارا گیا کہ نارمن کا دوست تھا۔ میرا خیال ہے کہ تم میرا مقصد سمجھ رہے ہو گے اور کیا تم اس حقیقت سے انکار کر سکو گے کہ اکثر گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔"

"گویا تم نے مجھے راستے سے ہٹانے کا آخری فیصلہ کر لیا ہے۔" میں نے گہری سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میں نے نہیں..... نارمن کے ساتھیوں نے۔" گراہم نے

وضاحت کی۔

"کیا مس کرشیا کی ڈپلی کیٹ کو بھی نارمن کے ساتھیوں نے بی دو کے بیچ پر کسی خاص مقصد کے تحت استعمال کیا تھا۔"

گراہم کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔ میں نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ وہ مجھے خونخوار نگاہوں سے گھورنے لگا۔ کمرے میں ایک لمحے تک موت کا سناٹا طاری رہا پھر گراہم کی پاٹ دار آواز ابھری۔

"میرا مشورہ ہے کہ اب تم دوبارہ کرشیا کا نام دہرانے کی کوشش نہیں کرو گے اور ایک بات اور کان کھول کر سن لو' تم جن لوگوں کی طاقت کے بل بوتے پر یہاں تک چلے آئے ہو انہیں کھرچ کر ذہن سے نکال دو اس لیے کہ گراہم اس طوفان کا دوسرا نام ہے جس کے سامنے ریت کی دیواریں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ ابھی تک میرے توی صرف چوہے اور بلی کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ میں نے ابھی تک انہیں آخری سگنل نہیں دیا۔"

"اس کی بھی کوئی خاص وجہ ہو گی۔" میں نے بے پروائی سے پوچھا۔

"ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں۔ ویسے بھی کارڈز سے گیمبلنگ کرنے والا اپنا ٹرمپ کارڈ قبل از وقت کبھی ایکسپوز نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ بھی ہم جس کاروبار سے وابستہ ہیں اس کے اپنے علیحدہ کچھ اصول ہوتے ہیں اور تم ان زریں اصولوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔ اس لیے ــــ میں تم سے ان معاملات میں کچھ ڈسکس کرنا پسند نہیں کروں گا۔"

"تم ــــ تم مجھے انڈر اسٹیمیٹ کر رہے ہو مسٹر گراہم" میں خود پر قابو نہ پا سکا۔

"انڈر اسٹیمیٹ" گراہم استہزائیہ لہجے میں بولا۔ "اگر تمہارا خیال ہے کہ ہم تمہارے بارے میں ناواقف ہیں تو یہ تمہاری بھول ہے۔ ہمارے توی اس وقت تک کسی اجنبی پر ہاتھ ڈالنے کا رسک نہیں لیتے جب تک اس کے بارے میں تفصیل سے پوری معلومات اکٹھا نہ کر لیں۔ ہماری فائل پر تمہارے تمام کوائف موجود ہیں۔ تمہارے والد کون ہیں اور تم بزنس میں آنے سے پہلے کس عہدے پر فائز رہ چکے ہو۔ میرے ماہرین نے جنہیں تم اپنی زبان میں شاید مجرم' جرائم پیشہ اور قاتل کا نام دو گے تمہاری فائل کا بغور مطالعہ کیا ہے اور اس کے بعد ہی ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تم اور تمہارے سابقہ تجربے ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔" گراہم ایک لمحے کو رکا پھر میرے چہرے کے تاثرات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد بولا۔ "کیا میں امید رکھوں کہ تم میری صاف گوئی کا برا نہیں مانو گے۔"

"ندیم کے بارے میں تمہارے توی نے کیا رائے قائم کی ہے۔" میں نے گراہم کا آخری جملہ نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"جب تک ہم کاروبار میں ایک دوسرے کے شریک ہیں اس وقت تک ہمارے مفادات بھی مشترک ہیں اور ہم اپنے ہاتھ سے اپنے کسی مفاد کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرتے۔" گراہم نے اس بار قدرے نرم آواز میں جواب دیا۔ "میں مسٹر ندیم کو زبان دے چکا ہوں کہ اگر لندن میں رہتے ہوئے اسے کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچا تو اس کی تمام تر ذمے داری گراہم اور اس کے کارندوں پر ہو گی اور گراہم کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ پتھر کی لکیر کی حیثیت رکھتی ہے۔"

"سمجھ گیا۔ تمہارے توی صرف میری موت کے خواہاں ہیں۔"

"تم انہیں نارمن اور ہاورڈ کے دوست کہو تو زیادہ مناسب ہو گا۔" گراہم نے اپنا گلاس ختم کرتے ہوئے کہا پھر اس نے میز پر رکھے ہوئے ریموٹ کے کسی بٹن کو دبایا تو مرجینا ایک منٹ بعد ہی دوبارہ لہراتی بل کھاتی واپس آ گئی پھر گراہم کے اشارے پر اس کے لیے نیا جام تیار کرنے لگی۔

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میرے ساتھ کسی قسم کا من پسند مشروب پینا بھی پسند نہیں کرو گے۔" گراہم نے ازراہِ تکلف دریافت کیا۔

"پھر کبھی سہی۔ اس وقت میں ذرا جلدی میں ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر جاتے جاتے رک کر بولا۔ "مجھے تم سے ایک آخری اہم بات اور کہنی ہے۔"

"کہو۔"

"نارمن کے ساتھیوں کو بتا دینا کہ میں خدا کی لازوال قوت پر ایمان رکھنے کے علاوہ کسی اور کی طاقت کے بل بوتے پر بھروسا کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ میں کاغذی پہلوان بھی نہیں ہوں جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کا مقابلہ نہ کر سکوں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں بڑے اطمینان سے اپنی بات مکمل کی پھر واپسی کے راستے پر قدم اٹھانے لگا۔

گراہم کے ہونٹوں پر معنی خیز سی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ اس نے ریموٹ کے کسی دوسرے بٹن کو دبایا تھا۔ یہ اس بات کا سگنل تھا کہ مجھے واپسی میں بھی کچھ نہ کہا جائے۔ اس بات کا اندازہ مجھے اس لیے ہوا کہ کاؤنٹر سے گزرتے وقت میں نے ایک بار پھر ایڈی کی آنکھوں میں انتقامی شعلوں کا شیطانی رقص دیکھا تھا۔ مجھے اپنی دسترس سے نکلتا دیکھ کر وہ کسی زہریلے سانپ ہی کی طرح بل کھا کر رہ گیا تھا۔ اس کے سرخ رومال والے ساتھیوں کی کیفیت بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی لیکن گراہم کا اشارہ مل جانے کے بعد وہ میرا راستہ کاٹنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے تھے۔

لفٹ کے ذریعے نیچے آنے کے بعد جب میں باہر نکلنے لگا تو ایک بہکا ہوا شرابی مجھ سے ٹکرا گیا۔ میرے اعصاب میں ایک دم تناؤ کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میرا سیدھا ہاتھ تیزی سے آٹومیٹک کے دستے پر مضبوطی سے جم گیا لیکن میرے ذہن میں اچانک جس خطرے نے سر ابھارا تھا وہ درست نہیں ثابت ہوا۔ مجھ سے ٹکرانے والا شرابی لڑکھڑاتے ہوئے سنبھلا پھر معذرت کرتا ہوا پارکنگ لاٹ کی طرف چلا گیا۔ اس کی چال بتا رہی تھی کہ اس نے شاید ضرورت سے کچھ زیادہ چڑھا لی تھی۔

میں نے احاطے سے باہر نکل کر ٹیکسی پکڑی اور اپنے ہوٹل کے لیے واپس روانہ ہو گیا۔ راستے میں بس یونہی اتفاقیہ طور پر میرا ہاتھ کوٹ کی جیب میں گیا تو وہاں کاغذ کا کوئی ٹکڑا بھی موجود تھا۔ میں نے تیزی سے اسے نکال کر باہر پھیلی ہوئی روشنی میں پڑھنے کی کوشش کی۔ وہ ایک ٹائپ کیا ہوا مختصر سا پیغام تھا جو غالباً شرابی نے مجھ سے ٹکرانے کی اداکاری کرتے وقت میری جیب تک پہنچایا تھا۔

"تم نہ جانے کیوں مجھے بہت اچھے لگے۔ میں تم سے دوبارہ ملنے کی کوشش ضرور کروں گی۔ مرجینا الحبیب۔" میں نے پرچے کو دوبارہ بہت غور سے پڑھا پھر حقارت سے اسے ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں باہر کی سمت اچھال دیا اور گراہم سے ہونے والی گفتگو پر غور کرنے لگا۔

ہوٹل سے واپسی کے وقت بھی میں نے اس بات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی کہ کہیں کوئی گاڑی میرا تعاقب تو نہیں کر رہی لیکن مجھے حیرت سی ہوئی۔ اس وقت بھی غالباً میری نگرانی یا تعاقب کو ضروری نہیں سمجھا گیا تھا۔ ہوٹل کا فاصلہ چونکہ زیادہ تھا اس لیے میں نے اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو سکون بخشنے کی خاطر سر کو سیٹ کی پشت پر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں' البتہ میرا ذہن اس وقت بھی پوری طرح جاگ رہا تھا۔

★

گراہم سے ملاقات کے بعد میرے اس شبہے کی تصدیق ہو گئی تھی کہ مجھ پر جولیا مائیکل کے فلیٹ سے ہی فائرنگ کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ گراہم نے اس بات کی بھی کھلم کھلا تصدیق کر دی تھی کہ نارمن اور ہاورڈ کے ساتھی میری جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں لیکن یہ محض اس کا سیاسی بیان تھا۔ جس طرح سیاست میں گھناؤنی سازش کرنے والے عین وقت پر اپنی پوزیشن کو صاف کرنے کی خاطر اپنا الزام کسی اور کے سر تھوپ دیتے ہیں' اسی طرح سے گراہم نے ندیم کی وجہ سے میری متوقع موت اور کیے جانے والے حملوں کی تمام تر ذمے داری نارمن' ہاورڈ اور ان کے ساتھیوں کے کھاتے میں ڈال دی تھی لیکن میں خوب جانتا تھا کہ گراہم کے اشارے کے بغیر اس کے گروہ کا کوئی بھی شخص ذاتی دشمنی کے باوجود کسی کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کا مجاز نہیں تھا۔ مجھے مرجینا الحبیب کے اس پیغام پر بھی حیرت تھی جو کسی نے اسی کے اشارے پر میری جیب تک پہنچایا تھا۔ گراہم کے بیان کے مطابق وہ ایک مصری کیبرے ڈانسر تھی جس نے حال ہی میں کئی اسٹارز میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کا ایگریمنٹ کیا تھا پھر؟ اس نے میری شخصیت میں دلچسپی کا اظہار کیوں کیا تھا؟ اسے مجھ سے کیا ہمدردی تھی جو وہ مجھ سے دوبارہ ملنا چاہتی تھی؟ کیا وہ گراہم کی اس عادت سے واقف نہیں تھی کہ وہ جس لڑکی کو منظورِ نظر بنا لے اس کا کسی اور سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتا تھا؟

صبح کے ناشتے سے فارغ ہو کر میں کمرے میں ایک ایسی جگہ آرام کرسی ڈالے بیٹھا تھا جہاں سے جولیا کے فلیٹ پر بہ آسانی نظر رکھی جا سکتی تھی۔ ہرچند کہ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ ایک بار اپنے مقصد میں ناکامی کے بعد میرے ممکنہ قاتل دوبارہ اس فلیٹ کو استعمال کرنے کی حماقت کبھی نہ کریں گے لیکن میں جولیا کے بارے میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ فائرنگ کی اس سازش میں کسی ذریعے سے شریک تھی یا اسے زبردستی استعمال کیا گیا تھا۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی تو میں چونک اٹھا۔ حالانکہ مجھے امید نہیں تھی کہ گراہم کے کارندے کم از کم اب ہوٹل کے کمرے میں مجھ پر وار کرنے کی کوشش کریں گے لیکن پھر بھی ایک بار اسی غلط فہمی کا شکار ہو کر اغوا ہو جانے کے بعد میں پوری طرح محتاط ہو گیا تھا۔ میں نے پنجوں کے بل لپک کر آٹومیٹک اٹھایا اور دروازے کے قریب آ کر دریافت کیا۔

"کون ہے؟"

"ندیم۔"

میں دروازہ کھول کر ایک سمت ہو گیا' ندیم نے کمرے میں داخل ہو کر میرے ہاتھ میں دبے آٹومیٹک کو دیکھا تو مسکرا کر بولا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم نے اب محتاط رہنے کی عادت ڈال لی ہے لیکن اب یہ کھلونے کسی کام کے نہیں رہے۔" اس نے میرے آٹومیٹک پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ راکٹ لانچر' ماڈرن اور جدید رائفلوں کا دور ہے جو اتنی خوبصورتی سے ایک چھوٹے سے بریف کیس میں سما جاتی ہیں کہ کسی کو ان پر شبہ نہیں ہوتا اور وہی بریف کیس سوٹ بوٹ میں ملبوس کسی آدمی کے ہاتھ میں موجود ہو تو اسے قاتل نہیں کسی دفتر کا بڑا افسر یا فرم کا ایگزیکٹو سمجھا جاتا ہے۔ کہو تو ایک بریف کیس کا بندوبست تمہارے لیے بھی کرا دوں۔"

"شکریہ۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں اسلحہ کی نمائش کرنے والوں کو احمق ہی سمجھتا ہوں اس لیے کہ ان کے پاس کسی اسلحہ کا علم ہو جانے کے بعد پھر ان کے دشمن یا قاتل کسی بھی وار سے احتراز کرتے ہیں۔ ان کا وار اتنا اچانک اور بھرپور ہوتا ہے کہ دوسرے فریق کو سنبھل کر کسی جوابی کارروائی

کا موقع نہیں مل پاتا۔"
"لیکن تمہارا معاملہ اب قدرے مختلف ہو گیا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "اس بات کا علم ہو جانے کے بعد نارمن اور ہاورڈ کے ساتھی تمہاری جان کے درپے ہیں تمہارا ہر طرح سے کیل کانٹے سے لیس ہونا بہت ضروری ہے۔"

"کیا وہ نارمن ہی کے آدمی تھے جنہوں نے جولیا مائیکل کے فلیٹ سے مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔"

"جولیا نے تمہیں کیا بیان دیا ہے۔" ندیم نے مجھے معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"اوہ..." میں نے دوبارہ آرام کرسی پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔ "گویا تمہیں اس بات کا علم ہو چکا ہے۔"

"ہاں۔" ندیم نے مجھے سپاٹ نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم کل صبح سے رات تک کہاں کہاں گئے' کن تفریحی مقامات کی سیر کی اور کن کن افراد سے ملے میرے پاس اس کی مکمل رپورٹ ہے۔"

"حیرت ہے۔" میں نے تعریفی انداز اختیار کیا۔ "میں تمہارے ان کارندوں کو داد دوں گا جو میری نگرانی پر مامور تھے میں نے ایک لمحے کے لیے اس بات کا خیال رکھا تھا لیکن مجھے کسی پر شبہ بھی نہیں ہو سکا۔"

"اچھا اب جلدی سے اٹھ کر تیار ہو جاؤ نسیم کسی لمحے بھی آسکتی ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"آج وہ لندن گھومنے کے موڈ میں ہے اور میں اسے کچھ ایسے تاریخی مقامات کی سیر کراؤں گا جو ممکن ہے تمہارے لیے بھی دلچسپی کا باعث ثابت ہوں۔"

"شٹ۔"

"پہلے تیار ہو جاؤ۔ باقی گفتگو راستے میں بھی ہو سکتی ہے۔" میں ندیم کو گھورتا ہوا غسل خانے میں چلا گیا۔ مجھے تیار ہونے میں بمشکل چند منٹ لگے تھے۔ تیار ہو کر باہر آیا تو ندیم کمرے میں تنہا ہی تھا۔ نسیم ابھی تک نہیں آئی تھی۔ میں ٹہلتا ہوا ندیم کے قریب چلا گیا جو بالکونی میں ریلنگ پر کہنیاں ٹکائے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے سے بے پروائی مترشح تھی۔

"یہاں بالکونی میں کھڑا رہنا ہمارے لیے خدوش بھی ثابت ہو سکتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"فکر مت کرو۔ میری موجودگی میں ایسا نہیں ہو گا۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ضروری نہیں ہے کہ فائر کسی سڑک پر پارک کی ہوئی کار ہی سے کیا جائے جہاں تمہارے سادہ لباس والے موجود ہوں گے۔ قاتل جولیا کے بجائے اب کسی دوسرے فلیٹ سے بھی اپنا نشانہ آزما سکتے ہیں۔"

"ایسی صورت میں بھی تم ہی ان کا ہدف ہو گے۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"کیوں؟" میں نے مصنوعی حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم نے اپنے جسم پر کوئی ایسا طلسم لگا رکھا ہے کہ تم سب کو دیکھ سکو اور تمہیں کوئی نہ دیکھ سکے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر تمہاری خوش فہمی کا سبب کیا ہے۔" میں نے اکتا کر پوچھا۔

"گراہم۔" ندیم یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "کیا اس نے تم سے ملاقات کے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ اس نے میرے سلسلے میں اپنے گرگوں کو کیا ہدایت جاری کر رکھی ہے۔ میں گراہم کے ناپ کو سمجھتا ہوں اور مجھے اس بات کا یقین بھی ہے کہ جب تک ہمارے درمیان پارٹنر شپ کا رشتہ قائم ہے وہ مجھے موت کے گھاٹ اتارنے سے گریز ہی کرے گا۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ گراہم اور میرے درمیان کیا بات چیت ہوئی تھی جبکہ اس وقت وہاں ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسری شخصیت موجود نہیں تھی۔" میں نے چونکتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تم نے اپنے کسی کارندے کے ذریعے گراہم کے آفس اور اس کے مخصوص کمروں میں کوئی ایسا حساس ٹرانسیٹر فٹ کرا رکھا ہے جو وہاں کی تمام گفتگو تم تک..."

"نہیں..." ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "تم گراہم سے ابھی پوری طرح واقف نہیں ہو۔ وہ اس قدر محتاط رہنے کا عادی ہے کہ خود اپنا سایہ دیکھ کر بھی چونک اٹھتا ہے۔ اس کے مخصوص کرے روزانہ صبح اس کے... سائنس اور کمروں کا

ایک مخصوص سائنٹفک آلے سے بطور معاینہ کرتے ہیں اور کسی بھی خفیہ آلے کی موجودگی کا بڑی آسانی سے سراغ لگا لیتے ہیں۔ یوں بھی ٹرانسیٹر کا استعمال اب ہمارے کاروبار میں متروک ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ سائنس کی نئی نئی ایجادات نے ایسے ایسے ڈیوائس کو جنم دیا ہے جن کے سامنے ٹرانسیٹر کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی۔"

"یہ بھی تو ممکن ہو سکتا ہے کہ تم نے محض قیاس آرائی کی ہو اور اتفاق سے تمہاری بات اندھیرے میں چلائے گئے تیر کی طرح بالکل نشانے پر جا بیٹھی ہو۔"

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گراہم نے تم سے چوہے اور بلی والے کھیل کی بات بھی محض تفریحاً" نہ کی ہو۔" ندیم نے میری حیرت میں مزید اضافہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ درست ہے مائی ڈیئر کہ ابھی تک اس نے آخری شکل نہیں دیا۔ گراہم درحقیقت ایک ایسی طاقت کا نام ہے جس کے سامنے ریت کی دیواریں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔"

"پھر اس کی خاموشی کی کیا وجہ ہے۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"وہ ابھی تک تمہیں خوفزدہ کرنے کی خاطر مختلف حربے آزما رہا ہے ورنہ تم اسی دن ختم ہو گئے ہوتے جب جولیا مائیکل کے فلیٹ سے تمہارے اوپر فائر کیا گیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ گراہم تمہیں خوفزدہ کرکے اس بات کا متمنی ہے کہ میں بوکھلا کر گی اسٹارز میں اپنے حصے کا تمام شیئرز اس کے ہاتھوں سستے داموں فروخت کر دوں تاکہ وہ بلا شرکت غیرے پورے کاروبار کا مالک بن جائے اور..." ندیم نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "اس کے بعد وہ جھینپا میرے خون کا بھی پیاسا ہو جائے گا۔"

"پھر تم نے کیا جوابی راستہ اختیار کیا ہے۔"

"میں سوچنے کا نہیں... کر گزرنے کا عادی ہوں۔" ندیم کے لہجے سے سفاکی مترشح تھی۔ "جس لمحے بھی کوئی بات کھوپڑی میں آئی اسے کر گزرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔"

"میں ایک بار پھر بڑے خلوص اور سنجیدگی سے تمہیں واپسی کا مشورہ دوں گا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "تم اب تنہا نہیں ہو۔ نسیم کا معصوم وجود بھی تمہاری ذات سے وابستہ ہے اگر خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو گیا تو وہ بھی جاں برنہ ہو سکے گی۔"

"مجھے افسوس اس بات کا ہے مائی ڈیئر کہ گراہم نے تمہارے اور کرشیا کے ملنے کے سلسلے میں پابندی عائد کر دی ہے۔" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے گفتگو کا رخ بدل کر ایک ٹھنڈی سانس کھینچتے ہوئے کہا۔ "میں نے اسے دیکھا تو نہیں لیکن اس کے حسن کے چرچے ضرور سنے ہیں۔ ویسے تم اگر سچے دل سے کرشیا سے محبت یا ذہنی وابستگی کا اقرار کر لو تو میں گراہم کے حق میں اپنی پارٹنر شپ سے دست بردار ہونے کو بھی تیار ہوں۔ کیوں؟ کیا خیال ہے؟"

"انتظار کرو۔" میں نے بھی بے پروائی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "دوبارہ اگر قسمت نے یاوری کی اور کرشیا کا قرب حاصل ہو گیا تو اس سے مشورہ کرنے کے بعد تمہارے سوال کا جواب دے سکوں گا۔"

جواب میں ندیم بھی مسکرا دیا پھر نسیم کے آجانے سے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ہم تینوں ہوٹل سے باہر آکر سیاہ رنگ کی ایک لمبی سی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ندیم اور نسیم پچھلی سیٹ پر تھے جبکہ میں اگلی نشست پر تھا۔ گاڑی کا ڈرائیور کوئی مقامی ہی باشندہ نظر آرہا تھا لیکن میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ کھلی سڑک پر کچھ دیر سفر کے بعد اس نے عقبی شیشے میں بار بار دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ میں نے بھی احتیاطاً اپنی سمت والے شیشے پر نظر ڈالی۔ ڈارک میرون کلر کی ایک سیڈان ایک مخصوص فاصلے سے ہمارے تعاقب میں آرہی تھی۔ میں نے کن انکھیوں سے ندیم کو دیکھا جو نسیم کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا اور پھر مجھے اس بات کا یقین کر لینے میں کوئی پس و پیش نہیں ہوا کہ تعاقب کرنے والی سیڈان میں بھی ندیم ہی کے کارندے موجود ہوں گے۔ نسیم اس کے ساتھ تھی اس لیے ظاہر ہے کہ ندیم نے ہر قسم کے ممکنہ خطرے سے نبٹنے کا بندوبست پہلے ہی سے کر لیا ہو گا۔ میں نے سیڈان کو ذہن سے نکال دیا اور اس بات پر غور کرنے لگا کہ ندیم کو میرے اور گراہم کے درمیان ہونے والی گفتگو کا علم کس طرح ہو گیا جبکہ میرے کہنے پر گراہم نے وقتی طور پر موہینا کو بھی کمرے سے رخصت کر دیا تھا۔

"آپ کس سوچ میں گم ہیں۔" اچانک نسیم نے مجھے مخاطب کیا تو میری سوچوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ میں جلدی سے سنبھل کر بولا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ اگر ہم نے کسی گائیڈ کو بھی ساتھ لے لیا ہوتا تو خاص خاص مقامات دیکھنے میں زیادہ آسانی ہوتی۔"

"بکواس مت کرو۔" ندیم نے مجھے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت واحد حاضر اور جمع غائب کے مسئلے پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہے ہو۔"

"میں سمجھی نہیں۔" نسیم نے وضاحت چاہی تو ندیم نے شرارت سے جواب دیا۔

"تمہارے بھائی صاحب کو اس وقت اپنے لندن دورے ہونے کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا ہے۔"

میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ ہم لندن کی مختلف شاہراہوں سے گزرتے رہے۔ ندیم نسیم کو بتانے کی خاطر دنیا جہان کے لطیفے سناتا رہا پھر ہماری گاڑی ایک قدیم طرز کی عمارت کے سامنے پہنچ

کر رک گئی۔ میں نے پیچھے آنے والی سیڈان پر نظر ڈالی جو سڑک کی دوسری جانب واقع ایک ڈپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے رک گئی تھی۔

"یہ کون سی جگہ ہے؟" نسیم نے دریافت کیا۔

"مادام تساؤ کا عجائب گھر۔" ندیم نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ "لندن آنے والوں نے اگر مادام تساؤ کا عجائب گھر نہیں دیکھا تو پھر کچھ نہیں دیکھا۔ یہ دنیا کی بہترین تفریح گاہوں میں سے ایک ہے اور اپنی مثال آپ ہے۔ یہاں مختلف ممالک کے سربراہوں، دانشوروں، اداکاروں اور چیدہ چیدہ شخصیتوں کے موم اور کیمیکل سے تخلیق کیے گئے مجسمے رکھے ہوئے ہیں، ہر مجسمے کے قدموں کے قریب اس کا مختصر نام اور شجرہ لکھا ہوتا ہے۔ ماہرین ان مجسموں کو اتنی چابکدستی سے بناتے ہیں کہ نقل پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔"

ندیم نے غلط نہیں کہا تھا۔ ہم ٹکٹ لے کر عمارت کے اندر داخل ہوئے تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہاں موجود مجسمے اور ان کے اوپر نظر آنے والے لباس کو دیکھ کر بالکل ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سو فیصد اصل ہوں۔ بے شمار لوگ میری طرح حیرت سے ان مجسموں کو دیکھنے میں اس قدر محو تھے کہ ایک دوسرے کا ہوش نہیں تھا۔ بسا اوقات تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ اصل تماش بینوں پر بھی مجسمہ ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ ایک بار میرے ساتھ بھی ایسا ہی اتفاق ہوا۔ ایک خوبصورت سی عورت ایک جگہ اس طرح ساکت و جامد کھڑی تھی کہ میں دھوکا کھا گیا۔ اس کی شکل و صورت حیرت انگیز طور پر صوفیہ لورین سے ملتی تھی جو میری پسندیدہ اداکارہ تھی۔ چنانچہ میں نے قریب جا کر اسے چھو کر محسوس کرنے کی کوشش کی تو اس کے ہونٹوں پر بے اختیار ایک شریر سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں جسے مجسمہ سمجھ رہا تھا دراصل وہ ایک جیتی جاگتی دوشیزہ تھی۔ جس نے صوفیہ لورین کی طرح ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ڈھیلا ڈھالا اور مختصر سا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ میرے قریب کھڑے ہوئے لوگ بھی میری حماقت پر ہنس پڑے۔ ندیم اور نسیم مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑے انسان کے مجسمے کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے لڑکی سے معذرت کی اور قدم بڑھاتا ہوا ندیم کے قریب چلا گیا۔

میں نے جو اپنا حادثہ بیان کیا ہے وہ تنہا میرے ساتھ پیش نہیں آیا۔ لندن کے مقامی باشندے جن کی شکل مادام تساؤ میں رکھے ہوئے مجسموں سے ملتی جلتی ہے وہ اکثر نئے آنے والوں کے ساتھ اسی قسم کا مذاق کرتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ان کی تہذیب میں شرارتوں کو برا نہیں سمجھا جاتا اس لیے اگر کوئی سیاح ان کو مجسمہ سمجھ کر یا حقیقت جانتے ہوئے بھی کوئی قابل اعتراض حرکت کر بیٹھے تو وہ اس کا برا نہیں مانتے۔ "سوری" کر ٹال جاتے ہیں۔ سارا معاملہ بس ایک بار "سوری" کہہ دینے سے رفع دفع ہو جاتا ہے۔

ہم سب وہاں موجود بے شمار مجسموں کو دیکھتے پھر رہے تھے پھر اچانک میں ایک مجسمے کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ وہ بلاشبہ ایک خوبصورت اور حسین دوشیزہ کا مجسمہ تھا۔ جس نے قیمتی لباس اور زیورات پہن رکھے تھے۔ نہ جانے کیوں مجھے اس کی صورت جانی پہچانی سی لگ رہی تھی پھر میں نے اس کے قدموں پر نظر ڈالی تو اس کا نام پڑھ کر حیرت سے اچھل پڑا۔ وہ لیڈی ملارنس کا مجسمہ تھا جو غالباً اس وقت بنایا گیا تھا جب وہ جوان تھی۔ میں نے اس کے برابر والے مجسمے کو دیکھا جو مسٹر ملارنس کا تھا جو لارڈز کے روایتی لباس میں ایک قیمتی چھڑی ہاتھ میں لیے کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ اسے جیسٹر اور فلیٹ ہیٹ میں دکھایا گیا تھا۔ میں نے دونوں مجسموں کو قدرے پیچھے ہٹ کر غور سے دیکھا۔ ان کی جوڑی یقیناً اپنے زمانے کی خوبصورت ترین جوڑیوں میں شمار ہوتی ہوگی۔ ابھی میں ان مجسموں کو دیکھنے میں مصروف تھا کہ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے لیڈی ملارنس نے آنکھوں کی جنبش سے مجھے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا ہے۔

میں نے اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھا۔ وہ اپنے حلقوں میں ساکت و جامد ہی نظر آ رہی تھیں۔ شاید وہ خیال میرا وہم تھا۔ غالباً "ذہنی وابستگی" نے مجھے گمراہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں شرمندہ ہو کر آگے بڑھنے کا ارادہ کیا لیکن ٹھیک اسی وقت لیڈی ملارنس کی نگاہوں نے بالکل زندہ انسانوں کی طرح مجھے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس کی تراشیدہ حسین پلکوں نے بھی جنبش کی تھی۔ وہ میرا وہم نہیں حقیقت تھی۔ میں نے پورے ہوش و حواس میں ان حسین آنکھوں کی پتلیوں اور پلکوں کو جنبش کرتے دیکھا تھا۔ مجھے اشارہ کرنے کے بعد وہ دوبارہ منجمد ہو کر رہ گئی تھیں۔

میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے لیڈی ملارنس کے مجسمے کو دیکھتا رہا۔ میرے دل کی دھڑکنیں آہستہ آہستہ تیز ہو رہی تھیں۔ میں نے مجسمے سے نظر ہٹا کر آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن جیسے میرے اندر حرکت کرنے کی قوت سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ میں خاصی دیر تک بت بنا کھڑا مجسمے کو دیکھتا رہا پھر میرے قدم از خود اس کی سمت بڑھنے لگے۔

انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے میں خواب میں بیداری کی کیفیتوں سے دوچار ہوں۔ میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش بتدریج تیز ہو رہی تھی!!

میں نے اس کی بے جان آنکھوں پر بھی متحرک ہونے اور اپنی جانب آنے کا اشارہ کرنے کے گمان کو حقیقت سمجھ کر قبول کر لیا تھا۔

ندیم اور نسیم مجھ سے دور نکل گئے تھے۔ میں نے اپنے ذہن کو جھٹک کر آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن شاید میری قوتِ ارادی میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی یا پھر وہ کوئی نادیدہ قوت تھی جس نے مجھے اپنے سحر میں پوری طرح جکڑ لیا تھا۔ لیڈی مکلارنس کے موی مجسمے کی آنکھیں قطعی بے حس و حرکت تھیں۔ اس کے باوجود کوئی تحریک مجھے اس کے قریب جانے پر اکسا رہی تھی۔ میں نہ چاہنے کے باوجود اس کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ لوگوں کا ہجوم رواں دواں تھا۔ نقرئی قہقہے اور لوگوں کی ملی جلی آوازیں ہال میں گونج رہی تھیں۔ ہر فرد پوری طرح اس عجائب گھر کی دلچسپی سے محظوظ ہو رہا تھا۔

میں لیڈی مکلارنس کے مجسمے کے قریب جا کر رک گیا جہاں ایک معمر جوڑا پہلے سے موجود تھا۔

"یہی ہے وہ خبیث عورت جس کے پراسرار وجود نے برطانیہ کے اندر ایک ہیجان انگیز بے چینی سی پھیلا رکھی ہے۔" بوڑھا اپنی ساتھی عورت سے مخاطب تھا۔ "کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسی نے مسٹر مکلارنس کو اپنے راستے سے ہٹایا ہے۔"

"مگر کیوں ۔۔۔؟" عورت نے متذبذب انداز میں سوال کیا۔ "آخر اس کی کوئی نہ کوئی وجہ بھی ضرور ہو گی۔ محض یونہی کسی پر الزام تراشی کرنا میرے نزدیک کوئی اچھی عادت نہیں ہے۔"

"لوگوں میں آئے دن جو چہ میگوئیاں ہوتی رہتی ہیں کیا تم ان سے ناواقف ہو؟" بوڑھے نے سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے وہ محض اس عورت کو بدنام کرنے کے درپے ہوں۔" ساتھی عورت نے ٹھوس لہجے میں دلیل پیش کی۔ "یہی عورت جو آج عجیب بے ہنگم لباس میں دیوانوں کی طرح گھومتی پھرتی ہے مسٹر مکلارنس کی زندگی میں سب سے زیادہ حسین اور خوش پوش تسلیم کی جاتی تھی اور پھر اخبارات اس بات کی تشہیر بھی کر چکے ہیں کہ مکلارنس کی موت کے بعد اس عورت نے تمام جائیداد کسی نہ کسی رفاہی ادارے کے نام وقف کر دی ہے۔"

"قتل کا محرک جائیداد کے علاوہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔" بوڑھے نے اپنی بات اونچی رکھنے کی خاطر زور دے کر کہا۔ "ممکن ہے کہ مسٹر مکلارنس کی نگاہوں میں اس عورت کا کوئی ایسا رخ بے نقاب ہو گیا ہو جو اس کے لیے قطعی ناقابلِ برداشت ہو اور ۔۔۔"

"اور لیڈی مکلارنس نے اس راز کو دفن رکھنے کی خاطر اپنے شوہر کو ٹھکانے لگوا دیا ہو۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

"ہاں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے؟"

"جو کچھ تم سوچ رہے ہو معاملہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔" عورت نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "ضروری تو نہیں ہے کہ جب تک اصل صورت حال کا پتا نہ چلے اسی عورت کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے۔"

"اور وہ پراسرار باتیں جو اس عورت کی ذات سے منسوب ہیں، تم انہیں کیا کہو گی؟" بوڑھے نے اپنی بات منوانے کی خاطر کہا۔ "کیا اس کی بیشتر پیش گوئیاں اب تک درست ثابت نہیں ہوئیں؟ کیا تم اس حقیقت کو بھی جھٹلا سکتی ہو کہ اس عورت کے منہ سے جو بھی الٹی سیدھی بات نکلتی ہے وہ کسی نہ کسی صورت میں سچ ثابت ہوتی ہے۔"

"اس ملک میں ایسی بے شمار عورتیں ہیں جو جادوگرنیوں کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ وہ بھی پیش گوئیاں کرتی ہیں اور بلیک میجک میں مہارت رکھتی ہیں۔" بوڑھی عورت نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کیا تم ان سب پر قاتل ہونے کا الزام لگا سکتے ہو؟"

"نان سینس۔" بوڑھا قدرے جھلا گیا۔ "میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے کہ تم لیڈی مکلارنس کے ذکر پر جذباتی ہو جاتی ہو۔"

"شاید اس لیے کہ تم مردوں نے اسی ایک عورت کو اپنی نفرتوں کا ہدف بنا رکھا ہے۔" عورت کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔ "کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر کسی کی شخصیت کو یکسر مسخ کر دینا میرے نزدیک کوئی مستحسن فعل نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ مادام تساؤ کے عجائب خانے سے ایسے تمام مجسموں کو ہٹا دینا چاہیے جو متنازع شہرت کے حامل ہوں۔" بوڑھا جھلا گیا۔

"میں تمہارے اس خیال کی تردید نہیں کروں گی اس لیے کہ عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی تعداد اس ضمن میں اکثریت رکھتی ہے۔"

"کیا ہم اس بحث میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کر رہے؟" بوڑھے نے گویا بڑی خوبصورتی سے بات ختم کرنے کی خاطر مسکرا کر کہا پھر عورت کی کمر میں بڑی محبت سے ہاتھ ڈال کر دوسری سمت چلا گیا۔

میں بدستور اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔ میری نگاہیں لیڈی مکلارنس کے چہرے پر مرکوز تھیں جو بوڑھے جوڑے کی تنقید اور تبصرے سے قطعی بے نیاز دکھائی دے رہا تھا پھر اچانک میں چونک اٹھا، وہ آواز جو سرسراتی ہوئی میرے کانوں میں گونجی تھی وہ لیڈی مکلارنس کے سوا کسی اور کی نہیں تھی۔

"تم نے سنا یہ دقیانوسی پرانے زمانے کے خیالات رکھنے والے لکیر کے فقیر قسم کے لوگ میرے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں لیکن میں نے آج تک ان باتوں کا برا نہیں منایا۔ شاید" اس لیے کہ مجھے ان باتوں سے کبھی کوئی سروکار نہیں رہا۔ یا پھر اس لیے کہ میں نے اس قسم کی فضول اور بے سروپا باتوں میں کبھی اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔"

میرے خون کی گردش تیز ہونے لگی۔ میں پوری توجہ سے مجسمے کے بے حس و حرکت اور منجمد ہونٹوں کو دیکھ رہا تھا لیکن اس آواز کی صحت سے بھی انکار نہیں کر سکتا تھا جو میرے کانوں میں گونجی تھی۔ وہ میرا وہم نہیں 'ایک ناقابلِ تردید حقیقت تھی۔

"کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔" لیڈی مکلارنس کی آواز نے مجھ سے سوال کیا۔

میں نے اثبات میں اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی۔

"جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اسے غور سے سنو۔" لیڈی مکلارنس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تم نے کنگ اسٹارز جا کر گراہم سے ملاقات کر کے اچھا نہیں کیا۔ تمہارا یہ عمل ایسا ہی تھا جیسے کوئی نادان بچہ شہد کی مکھیوں کے چھتے پر پتھر اچھال دے۔ گراہم نے تم سے تمہارے دوست کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں ہے۔ وہ مکار، فریبی اور دوغلا شخص اس وقت تک تمہارے دوست کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا جب تک وہ گراہم کا پارٹنر ہے لیکن اس کے اجرتی بدمعاش تمہارا پیچھا آسانی سے نہیں چھوڑیں گے۔ میں نے اسی غرض سے اپنے مجسمے کی پتلیوں کو حرکت دے کر تمہیں قریب آنے کی دعوت دی تھی۔"

"تو کیا؟"

"نہیں۔" لیڈی مکلارنس کی آواز تیزی سے میرے کانوں میں گونجی۔ "اپنے ہونٹوں کو جنبش دینے کی حماقت سے گریز کرو۔ جو کچھ دریافت کرنا چاہتے ہو اسے ذہن میں سوچو، تمہارے خیالات کی لہریں مجھ تک پہنچ جائیں گی۔"

"کیا گراہم نے اڈگر کے ذریعے مجھے چوبیس گھنٹے کی جو مہلت دی تھی اس کے ختم ہو جانے کے بعد ۔۔۔"

"وہ دھمکی گراہم کی جانب سے نہیں تھی۔ اڈگر نے ذاتی طور پر تمہیں خوفزدہ کرنے کی خاطر ایک گھٹیا حربہ استعمال کیا تھا۔ میں جانتی ہوں کہ اڈگر کی حقیقت کیا ہے۔ وہ ایک ایسا خطرناک دہشت گرد ہے جس کی خدمات حاصل کرنے کے لیے دوسرے ممالک بھی اس کے تجربوں سے منہ مانگے معاوضے کے عوض استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ لندن آنے سے پیشتر وہ ایک خطرناک یہودی لابی کے لیے خدمت انجام دیتا رہا ہے لیکن وقتی طور پر وہ منظرِ عام سے ہٹ گیا ہے۔ وہ ایک زہریلا اور خطرناک ناگ ہے جس کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں لیکن گراہم میرے نزدیک اڈگر سے بھی زیادہ خطرناک شخصیت کا مالک ہے جو اپنے شکار کو سسکا سسکا کر مارنے میں لطف محسوس کرتا ہے۔"

"کیا گراہم ابھی تک میرے تعاقب میں ہے؟"

"وہ بڑا کمینہ خصلت واقع ہوا ہے۔ خود کبھی کسی محاذ پر جانے کی حماقت نہیں کرتا۔ صرف آنکھ کے اشاروں سے اپنے اجرتی بدمعاشوں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کرتا ہے۔ آج کل اس نے اڈگر اور اس کے ساتھیوں کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں۔ تمہارے ذریعے وہ تمہارے دوست کو اس بات پر مجبور کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے کہ وہ اپنے تمام شیئرز (share) گراہم کے ہاتھوں فروخت کر دے۔"

"اس کے بعد کیا ہو گا؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"کل کیا ہو گا اس فکر کو ابھی سے مت پالو۔ فی الحال میں تمہارے لیے پریشان ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اڈگر کے کچھ ساتھی اس وقت بھی تمہاری گھات میں ہیں۔" لیڈی مکلارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "گراہم اپنی داشتہ کرشیا کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ شاید اس لیے کہ کرشیا اس کی کمزوری ہے لیکن کرشیا نے تمہیں جس مقصد کی خاطر اغوا کرایا تھا اس کا انکشاف ہو جانے کے بعد گراہم تمہارا شدید دشمن ہو گیا ہے۔ اس نے اڈگر کو تمہارے پیچھے لگا دیا ہے اور اڈگر کے تجربے کار ساتھی اس وقت بھی تمہارے تعاقب میں ہیں۔"

"کیا ان کی نشاندہی ممکن نہیں؟"

"میرے عزیز۔" اس بار لیڈی مکلارنس کی آواز میں

کر نکلی آئی۔ "میری لغت میں ناممکن کا کوئی لفظ موجود نہیں۔ کئی اسٹارز میں گفتگو کے دوران گراہم نے تم سے کہا تھا کہ اس شخصیت کو ذہن سے کھرچ کر نکال دو جس کے بل بوتے پر تم وہاں تک پہنچ گئے تھے۔ اس مردود نے خود کو طوفان اور میری قوت کو ریت کی دیوار سے تعبیر کیا تھا۔ اس نے یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ تمہارے ساتھ ابھی تک چوہے اور بلی کا کھیل کھیل رہا ہے۔"

"ہاں۔ اس نے یہی سب کچھ بکواس کی تھی۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔

"چیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔" لیڈی مکارنس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ "گراہم کے دن بھی اب گنے چنے رہ گئے ہیں۔ میں عنقریب اسے ایسی سزادوں گی جسے وہ تمام عمر فراموش نہیں کر سکے گا لیکن ابھی مجھے تمہاری فکر لاحق ہے۔ ایڈگر نے اپنے ساتھیوں کو ایک خطرناک حکم دیا ہے۔ اگر وہ تمہیں مادام تساؤ کے عجائب خانے سے اغوا کرنے میں ناکام رہیں تو موت کی نیند سلا دیں۔"

میں جواب میں تھوک نگل کر رہ گیا۔ خوف کی ایک سرد لہر میرے جسم میں سرایت کر گئی۔ ہال میں اس ہجوم کے درمیان کسی بے آواز جدید اسلحہ سے کسی فرد کا بھی چراغ گل کر دینا کوئی دشوار گزار بات نہیں تھی۔ سائنس کی ترقی نے جہاں انسانیت کی خدمات کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں 'ان کی بقا کی خاطر بیش بہا خدمات انجام دی ہیں' وہاں جدید اسلحہ کی ایجاد کی موت کو بہت ارزاں بھی کر دیا تھا۔

میں نے نظریں گھما کر دیکھا۔ ندیم اور نسیم بھیڑ میں کہیں گم ہو چکے تھے۔ مجھے نظر نہیں آ رہے تھے اور لیڈی مکارنس کے بیان کے مطابق موت کے سرد ہاتھ میرے گرد اپنا حلقہ تنگ کر رہے تھے۔ سانس کی آمد و رفت جو میری زندگی کی ضمانت تھی کسی لمحے میرے وجود سے اپنا ناتا توڑ بھی سکتی تھی۔

"گھبراؤ نہیں' جب تک لیڈی مکارنس کی ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں گراہم یا ایڈگر کی پوری فوج بھی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔" اس کی آواز نے مجھے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ "کسی جلد بازی کا مظاہرہ کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ میری بات دھیان سے سنو۔ ایڈگر کا ایک ساتھی اس وقت بھی تمہارے بائیں جانب تھوڑے فاصلے پر گہرے بادامی رنگ کے سوٹ میں ملبوس موجود ہے۔ اس کے دوسرے ساتھی مادام تساؤ کے عجائب خانے سے باہر نیلے رنگ کی ایک ڈیلیوری وین میں جدید اسلحہ سے لیس موجود ہیں۔ ان افراد میں دو فرد ایسے بھی ہیں جو بین الاقوامی پولیس کو مطلوب ہیں۔ انہوں نے اپنے چہرے پر پادریوں جیسا میک اپ کر رکھا ہے۔ تم ان معلومات سے استفادہ . . . کر سکتے ہو۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا۔ میں اتنے کمزور اعصاب کا مالک نہیں تھا لیکن اس وقت جو پچویشن لاحق تھی اس نے مجھے نروس ضرور کر دیا تھا۔

"میرے مجسمے سے دور ہٹنے کے بعد بھی تم خود کو بے پروا ظاہر کرنے کی کوشش کرو گے۔ البتہ بادامی رنگ کے سوٹ والے سے محتاط رہنا۔ اسے کوئی ایسا موقع فراہم نہ کرنا جو تمہیں اس کے ساتھ باہر جانے پر مجبور کرے۔" لیڈی مکارنس کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی۔ "میں تمہیں ایک نمبر دے رہی ہوں۔ پہلی فرصت میں اس نمبر پر وہ معلومات فراہم کرنے کی کوشش کرو جو میں نے تمہیں دی ہیں۔ یہ ایک پولیس موبائل کا کوڈ نمبر ہے۔ وہ تمہاری معلومات پر فوری اقدام کریں گے لیکن اپنا نام بتانے کی حماقت نہ کرنا۔ تمہیں یہی ظاہر کرنا ہو گا کہ تم بھی اسی گروہ کے ایک فرد ہو لیکن اب اپنی جرائم پیشہ زندگی سے تنگ آ چکے ہو اور ان کی تنظیم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہو۔"

اب لیڈی مکارنس کے مجسمے کے سامنے زیادہ دیر میرا رکنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ جلانے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے ایک شخص تیزی سے میرے قریب آتے ہوئے بولا۔

"ایکسکیوزمی سر' ہال کے اندر سگریٹ نوشی ممنوع ہے۔"

"سوری۔" میں نے سگریٹ کا پیکٹ دوبارہ جیب میں رکھتے ہوئے کہا پھر بائیں جانب گھوم کر آگے قدم بڑھانے لگا۔ بادامی رنگ کا سوٹ والا مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ میں نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی مبادا اسے کسی قسم کا شک ہوتا البتہ میں نے اس بات کا ضرور خیال رکھا تھا کہ آگے بڑھتے ہوئے میرے اور اس کے درمیان کوئی نہ کوئی آدمی ضرور موجود ہو۔

بظاہر میں اب بھی یہی ظاہر کر رہا تھا کہ یہاں رکھے ہوئے مجسموں میں دلچسپی لے رہا ہوں لیکن میری نظریں بڑی شدت سے کسی فون بوتھ کو تلاش کر رہی تھیں جہاں سے میں پولیس موبائل کو اصل صورت حال سے آگاہ کر سکتا۔ مجھے اپنے مقصد میں زیادہ دیر تک مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ہال کے مغربی گوشے میں مجھے ایک ایسا بوتھ نظر آ گیا جو لندن میں شیشے کے ساؤنڈ پروف بوتھ کے طرز پر بنا ہوا تھا۔ میں نے چلتے چلتے بس اچانک ہی اپنے تعاقب کرنے والے کو ایسا تاثر دیا تھا جیسے میں کسی دوست کو فون کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے دو منٹ بعد میں نے بوتھ میں داخل ہو کر لیڈی مکارنس کے بتائے ہوئے نمبروں کو ڈائل کیا اور رابطہ قائم ہونے پر وہ تمام خفیہ معلومات دہراتا چلا گیا۔ گفتگو کرتے وقت بھی اپنے ہونٹوں پر مصنوعی مسکراہٹ بکھیر کر یہی ظاہر کر رہا تھا کہ اپنے کسی بے تکلف دوست یا گرل فرینڈ سے مخاطب ہوں۔ موبائل اسکواڈ کو میں نے اس بادامی رنگ کے سوٹ والے کا حلیہ اور ناک و نقشے کی تفصیل بھی بتا دی جو اس وقت بھی ایک ایسے مجسمے کے قریب جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا جہاں سے بوتھ کو بآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔

فون کر کے میں باہر آیا تو ندیم اور نسیم سے ملاقات ہو گئی۔ وہ دونوں غالباً میری ہی تلاش میں تھے۔ میں ان کے ساتھ گفتگو کرتا ہوا ہجوم میں گھل مل گیا تھا۔ تقریباً بیس منٹ تک میں وقتے وقتے سے کسی نہ کسی بہانے سے سوٹ والے کو دیکھتا رہا پھر اس کے بعد جب میں نے ایک بار پلٹ کر دیکھا تو دور دور تک مجھے کوئی نظر نہیں آیا۔ البتہ تھوڑے فاصلے پر کچھ افراد جمع ہو کر کسی بات پر حیرت کا اظہار کرتے نظر آ رہے تھے۔ مجھے یہ جاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ پولیس کے سادہ لباس والے مطلوبہ شخص کو بہ آسانی دبوچ کر اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ندیم یا نسیم کو میرے بارے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکا۔

یہاں سے واپسی کے وقت میں لیڈی مکارنس کے مومی مجسمے کو تشکرانہ نظروں سے دیکھنا نہیں بھولا تھا جس نے اگر بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید میرے دشمن اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔

☆

دوسری صبح شائع ہونے والے مقامی اخباروں میں تساؤ کے عجائب خانے سے گرفتار کیے جانے والوں کے بارے میں سنسنی خیز سرخیاں موجود تھیں۔ نیلے رنگ کی ڈیلیوری وین سے ڈرائیور سمیت کل پانچ افراد گرفتار ہوئے تھے جن کا تعلق مجرمانہ سرگرمیوں میں دخل رکھنے والے دہشت گردوں سے تھا۔ اخبارات نے خاص طور پر ان دو افراد کی تصویر بھی شائع کی تھی جو پادری کے میک اپ میں تھے۔ ان دونوں تخریب کاروں نے بڑی دیدہ دلیری سے اپنے خطرناک جرائم کا اعتراف کرتے ہوئے یہ دلیل پیش کی تھی کہ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کے لیے جو خدمت سرانجام دے رہے ہیں وہ اس پر قطعی شرمندہ نہیں ہیں البتہ پولیس کی سخت کارروائی کے باوجود ان دونوں نے ان خاص دہشت گردی کے واقعات سے قطعی لاعلمی کا اظہار کیا تھا جس کی بدولت ان کی تصاویر مختلف ممالک کے سربراہوں کو ارسال کی گئی تھیں تاکہ وہ اپنی سیکرٹ سروس والوں کے ذریعے ان کی گرفتاری کو ممکن بنا سکیں۔ ان پادریوں کے بھیس میں گرفتار ہونے والوں نے بڑے فخر سے پولیس کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ ان کی گرفتاری عمل میں آنے کے باوجود ان کی تنظیم میں کوئی خلا پیدا نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ ان کے سینکڑوں ساتھی اپنے ملک اور قوم کی بقا کے لیے سر سے کفن باندھے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے کسی مخصوص واردات کی تفصیل بیان کرنے سے گریز کرتے ہوئے صرف اتنا اعتراف کیا تھا کہ وہ دشمن ممالک کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی خاطر زندگی کی آخری سانسوں تک جہاد کرتے رہیں گے اور وہ دن دور نہیں جب ان کا ملک دنیا کے نقشے میں سب سے بلند مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اپنی تخریبی سرگرمیوں کے سلسلے میں کسی اظہار ندامت کے بجائے انہوں نے یہ موقف اختیار کر رکھا تھا کہ محبت اور جنگ میں کسی حربے کا استعمال ان کے نزدیک ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

پولیس نے اخباری نمائندوں کو صرف گرفتار کیے جانے والوں کے بارے میں سرسری معلومات سے آگاہ کیا تھا۔ ان کی اصل تصویریں اور نام پوشیدہ رکھے گئے تھے۔ بادامی رنگ کے سوٹ والے نے اپنی گرفتاری پر شدید ردعمل کا اظہار کیا تھا۔ اس نے وین سے گرفتار کیے جانے والوں سے اپنی قطعی لاعلمی کا اظہار کیا تھا اور پولیس کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ایک معزز شہری ہے اور ایک مقامی ادارے میں سول انجینئر کے عہدے پر فائز ہے۔ اس نے اپنا نام اور پتا بھی ظاہر کیا تھا جس کی تصدیق کرنے کے بعد پولیس نے کسی ثبوت کی عدم موجودگی کے باعث اسے باعزت طور پر رہا کر دیا تھا۔

میں بڑی دلچسپی سے ان تفصیلات کو پڑھ رہا تھا۔ مجھے

اس بات کا بخوبی علم تھا اور ذاتی تجربہ بھی تھا کہ ہمارے ہاں محض ایک معمولی سے شبہے کی بنیاد پر اکثر بے گناہوں کو اتنے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہ یا تو وہ ظلم سے بچنے کی خاطر اپنے ناکردہ گناہوں کو تسلیم کر لیتے ہیں یا پھر برسوں کسی ہسپتال میں زیر علاج رہتے ہیں اور اس خوف سے زبان کھولنے سے گریز کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو انہیں کسی نہ کسی دوسرے جرم میں ملوث کر کے دوبارہ گرفتار کرنے کے بعد ریمانڈ کے دوران اس بات کا سختی سے احساس دلا دیا جاتا ہے کہ انہوں نے سچائی کا اظہار کر کے کتنے سنگین اور بھیانک جرم کا ارتکاب کیا تھا لیکن دوسرے ممالک میں ایسا نہیں ہوتا۔ وہاں پولیس مجرم کو گرفتار کرنے سے پیشتر نہ صرف یہ کہ اپنی شناخت ضروری سمجھتی ہے بلکہ اس وقت تک انتہائی مہذب رویے کا مظاہرہ کرتی ہے جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے یا گرفتار ہونے والا خود اپنے جرم کا اقبال نہ کر لے بہرحال دونوں صورتوں میں زیر حراست افراد کو اس بات کا قانونی حق حاصل ہوتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے قانونی مشیروں سے جیل کے اندر ایک کمرے میں صلاح و مشورے بھی کر سکتے ہیں۔ محض شبہ یا شک کی بنا پر کسی کو چوبیس گھنٹے سے زیادہ عرصے کے لیے پولیس اپنی تحویل میں رکھنے کی مجاز نہیں ہوتی۔ وہ بہرحال میں قانون کی بالادستی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔

بادامی رنگ کے سوٹ والے کو بھی غالباً اسی لیے رہا کر دیا گیا تھا کہ پولیس کے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا لیکن ذاتی طور پر میں اس بات کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا کہ وہ بے گناہ ہو گا۔ اگر ایسا ہوتا تو کم از کم لیڈی مکلارنس اس کی نشاندہی بھی نہ کرتی۔ پولیس نے بھی فون پر موصول ہونے والی اس اہم اطلاع کی بنا پر بادامی رنگ کے سوٹ والے کو جس نے اپنا نام جم گور بتایا تھا اور ثبوت کے طور پر فوری قانونی دستاویز بھی پیش کر دی تھیں قطعی طور پر نظر انداز نہیں کیا ہو گا۔ عدم ثبوت کی بنیاد پر اسے باعزت رہا کر دینے کے باوجود کسی نہ کسی سادہ لباس والے کو اس کی نگرانی پر ضرور مامور کیا ہو گا۔

میں ابھی ان باتوں پر غور کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ آنے والا ندیم کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بڑی گمبھیر قسم کی سنجیدگی طاری تھی۔ شاید وہ صبح کے اخبارات کا مطالعہ کر چکا تھا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان عام موضوع پر گفتگو ہوتی رہی پھر خود میں نے ہی اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"کیا تم نے آج اخبارات میں شائع ہونے والی سرخیوں کو دیکھا ہے؟"

"ہاں۔ اس وقت میں اسی سلسلے میں آیا تھا۔"

"کوئی خاص بات۔" میں نے بے پروائی سے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"میں تمہیں ایک بہت ہی اہم اور دوستانہ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔"

"خیریت!" میں نے دوبارہ تعجب کا اظہار کیا تو وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

"خیریت اب اسی میں ہے کہ تم جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے واپس چلے جاؤ۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں بھی ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ تمہیں اس بادامی رنگ کے سوٹ والے پر کس طرح شبہ ہو گیا تھا۔" ندیم کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"لیکن۔۔۔!"

"مجھے باتوں میں اڑانے کی کوشش مت کرو۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "تم شاید بھول رہے ہو کہ میں تمہیں اپنی ذمے داری پر اپنے ساتھ لایا تھا۔ میرا کوئی نہ کوئی آدمی ہر وقت تمہاری نگاہوں سے اوجھل رہنے کے باوجود تمہاری نگرانی پر مامور رہتا ہے جس سے مجھے پل پل کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔"

"اوہ۔۔۔" میں نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "میرے بارے میں تمہارے نمائندے کی تازہ ترین رپورٹ کیا ہے؟"

"تم خاصی دیر تک لیڈی مکلارنس کے موم کے مجسمے کے قریب رہے تھے۔"

"اس بات کا آج کے اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں سے کیا تعلق ہے؟"

"مجسمے کے قریب سے ہٹنے کے بعد تم نے ایک ساؤنڈ پروف فون بوتھ سے کسی کو فون کال کی تھی جس کے دس منٹ بعد ہی پولیس اسکواڈ کی وہ کارروائی عمل میں آئی تھی جسے اخبارات نے مقامی پولیس کی شاندار کارکردگی قرار دیا ہے۔" ندیم نے میرے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تم مجھے بتانا پسند کرو گے کہ تم نے وہ فون کس کو کیا تھا؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"وہ کال تم نے پولیس موبائل کے نمبروں پر کی تھی

جس کے بعد ہی وہ آپریشن عمل میں آیا تھا۔"

"دو اور دو کو چار کرنا کوئی ایسا دشوار بھی نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ویسے بائی دے وے کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تمہارے سادہ لباس والوں نے میرے بارے میں تمہیں جو رپورٹ دی ہے وہ محض قیاس آرائی ہو جس کا اصلیت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہو۔"

"پلیز شہباز!" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم جس بات کو مذاق میں ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو وہ ایک سنگین صورت اختیار کر چکی ہے۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ تمہیں اس بادامی رنگ کے سوٹ والے پر کیوں کر شبہ ہوا تھا؟"

"میری چھٹی حس نے مجھے اس کی جانب سے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ کیوں؟ کیا تمہارے آدمیوں نے تمہیں نہیں بتایا کہ وہ شخص تساؤ کے عجائب خانے میں داخل ہونے کے بعد ہی سے میرے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے اس بات کا قطعی کوئی علم نہیں کہ پولیس نے اسے کب اور کیوں گرفتار کیا تھا لیکن میں یہ بڑے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ پولیس کے چنگل میں نہ پھنس گیا ہوتا تو شاید پھر مجھے براہ راست اس کی گوشمالی کے لیے کوئی مناسب طریقہ اختیار کرنا پڑتا۔"

"مجھے تمہاری ذہانت پر کوئی شبہ نہیں۔ میں تمہاری چھٹی حس کے کچھ تجربات اس سے پیشتر بھی دیکھ اور آزما چکا ہوں لیکن مجھے صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ تم نے وہ فون کال کسے کی تھی؟"

"پولیس کے موبائل اسکواڈ کو۔" میں نے مختصر جواب دیا۔ لیڈی مکلارنس کی سابقہ ہدایت پر میں نے طے کر لیا تھا کہ اس کا نام کسی طرح بھی درمیان میں نہیں آنے دوں گا۔

"اور تمہیں پولیس موبائل کے نمبروں کا علم کس طرح ہوا تھا؟" ندیم نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میرا تعلق پولیس کے محکمے سے بھی رہ چکا ہے جہاں اس قسم کے ایمرجنسی نمبروں کو یاد رکھنا اور ان کا بروقت استعمال انتہائی اہم اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔"

"کیا تم اس سوٹ والے سے پہلے سے واقف تھے؟"

"ہاں۔" میں نے ہوا میں تیر چھوڑتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ میں نے اس روز اسے دیکھا تھا جب میں گراہم سے دو ٹوک گفتگو کے ارادے سے کلی اسٹارز کے مخصوص طور پر گیا تھا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو شاید وہ ایڈگر کے گروہ کا کوئی اہم فرد ہو گا جسے میری نقل و حرکت کا جائزہ لینے پر مامور کیا گیا تھا۔"

اس بار ندیم نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ غالباً" وہ تیر جو میں نے اندھیرے میں چلایا تھا ٹھیک نشانے پر لگا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے اس کی خاموشی کو ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔

"سوٹ والے کی حد تک تمہارے بیان پر یقین کیا جا سکتا ہے لیکن نیلے رنگ کی وین سے بین الاقوامی دہشت پسند گروہ سے متعلق افراد کی گرفتاری۔۔۔"

"یہ اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے جلدی میں وضاحت کی۔ "دنیا کے اکثر ممالک ان جرائم پیشہ افراد کی بیخ کنی کی خاطر ان کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہے تھے۔ ممکن ہے کہ پولیس موبائل کے اسکواڈ نے محض شبہے کی بنیاد پر اس وین کو چیک کیا ہو اور وہ لوگ اتفاقاً" پولیس کے ہتھے چڑھ گئے ہوں۔"

"ہو سکتا ہے۔" ندیم نے پُرخیال انداز میں کہا پھر میری نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر بولا۔ "میں تمہارے مفروضے پر فی الحال یقین کیے لیتا ہوں، لیکن شاید تمہیں ابھی تک اس بات کا علم نہیں ہو سکا کہ وہ بادامی سوٹ والا کتنی اہم شخصیت کا مالک تھا۔"

"اخبار میں شائع ہونے والی خبروں سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے۔ اگر وہ اہم شخصیت کا مالک نہ ہوتا تو پولیس اتنی آسانی سے اسے باعزت طور پر رہا نہ کرتی۔"

"میں تمہاری معلومات میں ایک بات کا اضافہ کرنا پسند کروں گا۔" ندیم سپاٹ لہجے میں بولا۔ "برطانیہ کی پولیس اتنی فالتو بھی نہیں ہے کہ وہ کسی نامعلوم شخص کی جانب سے موصول ہونے والی معمولی معمولی باتوں کی چھان بین کرنے کی خاطر اپنا قیمتی وقت برباد کرتی پھرے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں قدرے گڑبڑا گیا۔ ندیم کی دلیل میں خاصا وزن تھا۔

"کیا تم نے فون پر پولیس کو اپنے نام اور پتے سے آگاہ کیا تھا؟"

"نہیں۔" میں روانی میں کہہ گیا۔

"پھر تمہاری بات میں کتنی فی صد صداقت ہے میں اس کا اندازہ بخوبی لگا سکتا ہوں۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں

مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "میرا تعلق جس میدان سے ہے وہاں ریت کا ایک ذرہ بھی اگر اڑ کر ادھر سے ادھر ہو جائے تو اسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری شکل میں ہمیں ناقابل تلافی نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی تو زندگی کے بھی لالے پڑ جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں اپنی آنکھیں اور کان نیند کی حالت میں بھی کھلے رکھنے پڑتے ہیں۔ ہمارے اپنے الگ تھلگ اصول ہوتے ہیں۔ ہم ذاتی طور پر اپنے معاملات کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پولیس کو درمیان میں لانے کی حماقت کبھی نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اور پولیس کے مابین ایک مخصوص فاصلہ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ ہمارے سوچنے، سمجھنے اور کچھ کر گزرنے کے طریقے بھی ایک دوسرے سے قطعی مختلف اور جداگانہ ہوتے ہیں۔ ہم جسے ایک بار دوست کہہ دیتے ہیں اس کے مفاد کی خاطر اپنی زندگیاں بھی قربان کر دینے سے گریز نہیں کرتے اور جس کا نام بطور دشمن ہماری فہرست پر آ جاتا ہے ہم اسے کسی قیمت پر بھی کھلی فضا میں سانس لینے کی مہلت نہیں دیتے۔ یا تو وہ ہمیشہ کے لیے لاپتا ہو جاتا ہے یا پھر اس کی لاش کے ٹکڑے کسی ویران شاہراہ کے درمیان بکھرے ہوئے پائے جاتے ہیں اور پولیس سالہا سال اصل قاتل یا قاتلوں کی گرد کا بھی سراغ نہیں لگا پاتی۔ کسی کو اچانک قتل کرنے کے بعد راہ فرار اختیار کرتے وقت ہم اپنے خون آلود ہاتھوں کے نشانات بھی مٹا ڈالنے کے عادی ہوتے ہیں۔"

ندیم جذباتی انداز میں کہتا رہا، میں سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھے کیا باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کا اندازہ غلط بھی نہیں تھا۔ وہ اس بات کی تہ تک پہنچ گیا تھا کہ میرے بیان میں کہیں نہ کہیں خلا ضرور ہے۔ اس کی سوچ اپنی جگہ درست تھی لیکن میں لیڈی ملارنس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ پہلی ملاقات کے دوران ہی لیڈی ملارنس نے بڑی سختی سے مجھ پر یہ پابندی عائد کی تھی کہ میں اس کے بارے میں ہمیشہ اپنی زبان بند رکھنے کی کوشش کروں گا۔ دوسری صورت میں میرے حق میں برآمد ہونے والا نتیجہ کسی طور بھی اچھا ثابت نہیں ہوگا۔

میں خاموشی سے ندیم کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا اندازہ لگاتا رہا۔ کچھ دیر تک وہ اپنی کسی سوچ میں مستغرق رہا پھر یکلخت دوستانہ انداز میں بولا۔

"اگر تم کو میری کسی بات سے دکھ پہنچا ہو تو میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ ہم اچھے دوست ہیں اور اچھے دوست رہیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کبھی کوئی ذاتی مجبوری بھی دوستی کی راہ میں آڑے آ جاتی ہے۔ بہرحال اس وقت ہمیں جس صورت حال کا سامنا ہے وہ کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے۔"

[illegible] تمہارے پاس آنے سے پہلے میرے ایک خاص آدمی نے مجھے مطلع کیا تھا کہ کل رات کے پچھلے پہر کسی نے جم گاور عرف جی کو پراسرار طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اس کی لاش اس کی خواب گاہ ہی سے برآمد ہوئی ہے اور جس عمارت میں وہ مقیم تھا اس کے باہر فٹ پاتھ سے پولیس کے اس سادہ لباس والے کارندے کی لاش بھی ملی ہے جسے جی کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔"

"جم گاور یا جی؟"

"اسی شخص کا نام تھا جو بادامی رنگ کے سوٹ میں تھا اور تمہاری چھٹی حس کے مطابق وہ تمہارے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔" ندیم نے بظاہر سنجیدگی سے جواب دیا لیکن میں اس کے لہجے میں ہلکے طنز کی آمیزش کو محسوس کر رہا تھا۔ ندیم نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں شاید اس بات کا بھی علم نہ ہو کہ جی ایڈگر کا دست راست تھا۔ ایڈگر عرف ایڈی کے بارے میں تمہیں صرف اتنا بتا دینا کافی سمجھتا ہوں کہ وہ گو اہم سے کہیں زیادہ خطرناک شخصیت کا مالک ہے۔ ایک چھوٹا سا نقصان بھی برداشت کرنا اس کے اصول کے خلاف ہے۔ جی تو اس کے لیے بہت زیادہ اہم تھا۔"

"پھر۔۔۔"

"میرا اب بھی یہی مشورہ ہے کہ تم پہلی فلائیٹ سے واپس لوٹ جاؤ ورنہ حالات کوئی نازک موڑ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔"

"موت سے ڈر کر بھاگنا بزدلی کی علامت ہے۔" میں نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔

"اگر تمہارا آخری فیصلہ یہی ہے تو پھر میں تمہیں خود اپنے سائے سے بھی آئندہ محتاط رہنے کا مشورہ دوں گا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا پھر کچھ دیر بعد اٹھ کر چلا گیا۔ جاتے جاتے اس نے ایک بار پھر سنگین حالات کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی۔

☆

دوپہر کے کھانے کے بعد میں کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے لیٹا تو میرے ذہن میں اچانک لیڈی ملارنس کا تصور ابھر آیا۔ لندن کے متوسط طبقے میں اس کے بارے میں جو مختلف باتیں مشہور تھیں میں نے لیڈی ملارنس کو اس سے کہیں زیادہ مختلف پایا تھا۔ وہ بلاشبہ اپنے کردار میں ایک پراسرار وجود کی مالک تھی۔ میں اپنی آنکھوں سے ملارنس کیسل میں اس کی پراسرار قوت کا ناقابل یقین تماشا دیکھ چکا تھا۔ وہ صرف جادوگرنی نہیں بلکہ بڑی پہلودار شخصیت کی مالک تھی۔ شوہر کے انتقال کے بعد اس نے اپنے شاندار ماضی کو جس انداز میں حیرت انگیز طور پر تبدیل کیا تھا۔ وہ لوگوں کے لیے تجسس کا باعث بن گیا تھا۔ ایک طبقہ اس تبدیلی کو مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ لیڈی ملارنس نے کسی خاص اور اہم راز کو مخفی رکھنے کی خاطر ملارنس کو اپنے راستے سے ہٹا دیا پھر دیوانگی کا چولا پہن کر وہ لوگوں کو اپنی بے گناہی کا ثبوت دیتی پھر رہی ہے۔ کچھ افراد اس تبدیلی کو شوہر کی اچانک جدائی سے تعبیر کرتے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق لیڈی ملارنس جو اپنے شوہر سے بے حد پیار کرتی تھی جس کے کہنے پر اس نے اپنے ماضی کو اپنے وجود کے اندر دفن کر لیا تھا، ماں باپ اور خاندان والوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا تھا، شوہر کی اچانک حادثاتی موت کے صدمے کو برداشت نہیں کر سکی تھی۔ بیوگی کے احساس نے اس کے اندر کی عورت کو ایک ہی جھٹکے میں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس کے ذہن کو اس حادثے سے شدید ذہنی صدمہ پہنچا تھا جسے وہ برداشت کرنے سے قاصر تھی اسی لیے اس نے شوہر کے ساتھ ساتھ اپنے ماضی کے رکھ رکھاؤ اور روزمرہ کے معمولات کو بھی تابوت کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا تھا اور لوگ اس کی اچانک تبدیلی کو مختلف رنگ دے رہے تھے۔ اپنی اپنی ذہنی سطح کے مطابق قیاس آرائیاں کر رہے تھے۔ اکثر لوگوں کو خیال تھا کہ ملارنس جو ایک سیدھا سادہ اور پُروقار شخصیت کا مالک تھا، اپنی بیوی کی پراسرار حرکتوں سے عاجز تھا۔ اس نے متعدد بار لیڈی ملارنس کو مجبور کیا تھا کہ وہ اپنی شیطانی قوتوں سے چھٹکارا حاصل کرے۔ اسی بات نے طول پکڑ کر لیڈی ملارنس کو شوہر کی جانب سے دل برداشتہ کر دیا ہوگا جس کا نتیجہ ملارنس کی حادثاتی موت کی صورت میں رونما ہوا۔ غرض کہ جتنے منہ تھے اتنی باتیں بھی مشہور تھیں۔

مغرب کی آزاد فضا میں سانس لینے والے جہاں ایک طرف ہر معاملے میں بہت زیادہ کشادہ دل اور آزاد خیال واقع ہوئے ہیں۔ وہیں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی توہمات کا شکار بھی ہیں۔ وہ کالے جادو اور پراسرار علوم کے حامل لوگوں سے حد درجہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ مشرق کے مقابلے میں مغرب میں ایسے لٹریچر کی بہتات ہے جس میں ایسے ایسے ناقابل یقین واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے جسے عقل سلیم ماننے کو تیار نہیں ہوتی۔ ڈریکولا کا کردار آج پوری دنیا کے لوگوں کے لیے باعث حیرت ہے حالانکہ اس کی حیثیت محض ذہنی اختراع سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، انسانی خون پینا بذات خود ایک مکروہ فعل ہے لیکن اسی گھناؤنے پس منظر میں اب تک ان گنت فلمیں بنائی جا چکی ہیں جس میں ڈریکولا کے کردار کو امر بیل کی طرح پھیلتے دکھایا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ڈریکولا کے کردار کی رعایت حاصل کر کے ایک مؤثر ذرائع ابلاغ سے صلیب کی اہمیت اور ایک مخصوص مذہب کی تبلیغ کو دنیا کے گوشوں میں پھیلانے کا تصور کارفرما ہو۔

ڈریکولا کے کردار کے علاوہ اور بھی بہت سارے کردار فلموں کے ذریعے عالمی شہرت اختیار کر چکے ہیں۔ کسی ہوشمند انسان کا مہینے کے انتیس دن تک نارمل رہنا اور چودھویں رات کو عین رات کے بارہ بجے بھیڑیے کی شکل اختیار کر لینا، اس کے جسم پر لمبے لمبے بالوں کا اگ آنا اور اس کیفیت میں راتوں رات درندگی پھیلانے کے بعد دوسری صبح کا سورج طلوع ہوتے ہی اپنی اصل صورت اختیار کر لینا ایک ایسی الف لیلوی داستان کہی جا سکتی ہے جسے بچوں اور نابالغ ذہنوں کو گمراہ کرنے کی کامیاب کوشش تو قرار دیا جا سکتا ہے لیکن ان فضولیات کو تسلیم کر لینا دیوانگی کے عین مترادف ہوگا۔

جہاں تک فکشن کا تعلق ہے تو اس موضوع پر بڑے بڑے جغادری مصنفوں اور عالمی شہرت یافتہ لکھاریوں نے بھی طبع آزمائی کی ہے لیکن ان قصوں کہانیوں میں فضولیات کو کبھی کوئی دخل نہیں رہا۔ البتہ دیومالائی کہانیوں کو اس لیے قبول کیا جا سکتا ہے کہ اس کے اوپر بیشتر ممالک اور مذاہب کی مستند کتابیں اور لٹریچر موجود ہے۔

لیڈی ملارنس سے ملنے سے پیشتر میں ذاتی طور پر بلیک میجک اور روحوں سے بات کرانے والی شخصیتوں کو محض فراڈ سمجھتا تھا لیکن پنڈت جمی دھر کے کٹے ہوئے سر کو ہوا میں معلق رہ کر زندہ انسانوں کی طرح باتیں کرتا دیکھ لینے کے بعد مجھے اس بات پر یقین کر لینا پڑا کہ لیڈی ملارنس کے بارے میں جو پراسرار اور ناقابل یقین باتیں مشہور تھیں اس میں سے کچھ درست بھی تھیں اس کے علاوہ وہ میری

محسنہ بھی تھی۔ گریشیا کے خوبصورت چنگل سے نجات دلانے میں بھی اس نے میری مدد کی تھی اور اب اس نے اپنے موئی بھتیجے کے ذریعے مجھے جن خطروں کی نشاندہی کر کے زندگی بخشی تھی وہ بھی میرے لیے ناقابل فراموش تھی لیکن ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ایک اہم سوال بھی بار بار میرے ذہن میں ابھر آتا تھا۔ لیڈی مکلارنس کو میری ذات سے کیا دلچسپی لاحق ہو گئی تھی؟ اگر وہ مشرقی ممالک کے افراد کے لیے کسی وجہ سے اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ رکھتی تھی تو لندن میں میرے علاوہ بھی لاکھوں افراد موجود تھے پھر قرعہ فال میرے ہی نام کیوں نکلا تھا؟ کیا یہ محض اتفاق تھا یا اس کے پس پردہ بھی کوئی پراسرار بات پوشیدہ تھی؟

بڑی دیر تک میں بستر پر لیٹا کروٹیں بدلتا رہا۔ میرے ذہن میں متعدد سوالات ابھر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے پھر اچانک کچھ سوچ کر میں تیزی سے اٹھا۔ ریسیور اٹھا کر میں نے آپریٹر سے ڈائریکٹ لائن مانگی اور مکلارنس کیسل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ مجھے ابھی تک ان نمبروں کو استعمال کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں لیڈی مکلارنس کی جانب سے کوئی واضح اشارہ نہیں ملا تھا۔ کچھ دیر تک دوسری جانب سے گھنٹی بجنے کی آواز ابھرتی رہی پھر کسی مرد نے کال ریسیو کی تھی۔

"ہیلو۔" میرے کانوں میں ایک ایسی آواز گونجی جس میں بیزاری کا عنصر شامل تھا۔

"مجھے لیڈی مکلارنس سے بات کرنا ہے۔" میں نے مہذب لہجے میں کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" اس بار بھی ترش لہجے میں سوال کیا گیا۔

"کیا میرے لیے اپنے نام کا اظہار کرنا ضروری ہے؟"

"ہاں۔" کھردرے انداز میں کہا گیا۔ "اس کے بغیر مادام کسی اجنبی سے بات کرنا پسند نہیں کرتیں۔"

"میرا خیال ہے کہ میرے لیے اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہ ہوگا۔"

"یہ تمہارا خیال ہے مگر مجھے یقین ہے کہ نام معلوم ہوئے بغیر مادام تمہیں کوئی اہمیت نہیں دیں گی اس لیے کہ غیر متعلقہ لوگوں کو منہ لگانا مادام کے اصول کے خلاف ہے۔"

"کیا یہ ریفرنس کافی نہ ہوگا کہ میں کل مادام تساؤ کے عجائب خانے گیا تھا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"لیڈی مکلارنس کے لیے یہ حوالہ کافی ہوگا۔"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ تم بلاوجہ اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہو۔" اس بار دوسری طرف سے بولنے والے کے لہجے سے حقارت مترشح تھی۔ "مادام تساؤ کے عجائب خانے ہر روز لاکھوں افراد تفریح کی غرض سے جاتے ہیں اور ہر روز مجھے اسی قسم کی فضول کالوں کو ریسیو کرنا پڑتا ہے۔"

"میں تمہاری بات کی تردید نہیں کروں گا لیکن کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ میں دوبار مکلارنس کیسل بھی آچکا ہوں۔" میں نے اس پر اپنی اہمیت جتانے کی کوشش کی۔ "میرے پاس وہ مخصوص سنہری سکہ بھی موجود ہے جسے دکھا کر میں بلا کسی روک ٹوک کے مادام سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل کر سکتا ہوں۔"

"نمبر بتاؤ۔"

"نمبر ون۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"انتظار کرو۔" سپاٹ لہجے میں جواب ملا۔ "میں مادام کو مطلع کرتا ہوں۔"

پھر کوئی پانچ سات منٹ گزر جانے کے بعد ہی دوسری سمت سے لیڈی مکلارنس کی مانوس آواز سنائی دی۔

"کہاں سے بات کر رہے ہو؟"

"اپنے ہوٹل کے کمرے سے ___ میرا نام ___"

"نہیں۔" میری بات کو تیزی سے کاٹتے ہوئے کہا گیا۔ "نام بتا کر تم دوسری حماقت کا ثبوت دو گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"تمہیں کم از کم ہوٹل سے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے تھی۔ بہرحال مقصد بیان کرو۔"

"میری اطلاع کے مطابق گزشتہ رات بادامی رنگ کے سوٹ والے کو قتل کر دیا گیا ہے اس کے علاوہ جو شخص سادہ لباس میں اس کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا اسے بھی راستے سے ہٹا دیا گیا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے میرے عزیز۔ کیا تم سے متعلق کوئی ایسی اطلاع بھی ہو سکتی ہے جو مجھ سے پہلے تمہارے کانوں تک پہنچ جائے۔" لیڈی مکلارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ تمہارے دوست نے تمہیں فوری طور پر واپسی کا مشورہ دیا ہے۔"

"میں نے اسی غرض سے فون کیا تھا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "کیا مجھے اپنے دوست کا مشورہ قبول کر لینا چاہیے؟"

"حالات نے جو سنگین صورت حال اختیار کر لی ہے اس کے پیش نظر تمہارے دوست کا مشورہ اپنی جگہ غلط نہیں ہے لیکن میں نے تم سے کہا تھا کہ جب تک تمہیں میری ہمدردی حاصل ہے اس وقت تک کوئی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

"کیا ایڈکر اپنے دست راست کی موت پر خاموش رہے گا۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت سے کیا۔

"میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ ایڈی کا شمار دنیا کے ٹاپ کلاس دہشت گردوں میں ہوتا ہے۔ وہ آکٹوپس کے مقابلے میں کہیں زیادہ شیطان، مکار، دوغلا اور خبیث واقع ہوا ہے۔ بین الاقوامی نوعیت کی سیکڑوں ہولناک وارداتوں میں براہ راست ملوث ہونے کے باوجود اس نے ابھی تک اپنے پیچھے کوئی ایسا سراغ نہیں چھوڑا ہے جو اسے پولیس کی نظروں میں مشکوک ثابت کر سکے۔" لیڈی مکلارنس نے اپنے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ جمی کی موت نے اسے پاگل کر دیا ہے اور ایسی شکل میں جبکہ اسے مجبوراً جمی کو اپنے راستے سے ہٹانے پر مجبور ہونا پڑا۔ اگر جمی پولیس کے ہتھے چڑھ جاتا تو یہ ممکن تھا کہ وہ ایڈی کے سلسلے میں پولیس کے تھرڈ ڈگری ٹریٹمنٹ سے مجبور ہو کر اپنی زبان کھول دیتا۔ میں جانتی ہوں کہ اس وقت ایڈی کے ذہن میں تمہارے خلاف پلنے والا لاوا پھٹ کر ابل پڑنے کے لیے ٹھاٹھیں مار رہا ہے لیکن تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"بہرحال میں شکر گزار ہوں کہ اگر آپ نے بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید ___"

"بھول جاؤ ان پرانی اور روایتی باتوں کو۔ آج کی اس [illegible] دنیا میں بغیر کسی مفاد کے کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔ میں بھی نہیں۔" لیڈی مکلارنس نے بڑی سنجیدگی سے اور پھر اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "جانتے ہو تم میری توجہ کا مرکز کیوں بنے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"جس طرح کسی دھنی پڑھنے والے کے لیے بازار میں آنے والی ہر نئی کتاب ایک خاص دلچسپی کا باعث بن جاتی ہے بالکل اسی طرح کسی بھی نووارد کا سامنا میرے اندر کے تجسس کو ہوا دیتا ہے۔ مجھے مشرق سے والہانہ عشق ہے اس لیے میں مشرقی لوگوں میں زیادہ دلچسپی لیتی ہوں۔ جس طرح مطالعے کا شوقین کتاب مکمل کر لینے کے بعد اپنی دلچسپی کسی نئی کتاب کی جانب مبذول کر دیتا ہے اسی طرح مشرقی بودوباش رکھنے والوں کے کردار کو اپنی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ان کی شخصیت میرے لیے اپنی اہمیت کھو دیتی ہے لیکن تمہارا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ تمہاری شخصیت کا مطالعہ ابھی تک میرے لیے ممکن نہیں ہوا۔ میں نے اپنے تجربات میں آج تک بھی شکست کا سامنا نہیں کیا لیکن تمہارے اندر کوئی ایسی مخفی قوت ضرور موجود ہے جو میرے تجسس کو ابھار رہی ہے۔"

"مخفی قوت۔" میں نے اپنے ہاتھ میں موجود صندلی انگوٹھی کی جانب دیکھتے ہوئے انجان بن کر پوچھا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم خود بھی اس پوشیدہ مگر حیرت انگیز قوت کی موجودگی سے لاعلم ہو۔ یہ بھی ممکن ہے تم نے اس راز سے واقف ہونے کے باوجود اسے زبان تک نہ لانے کی قسم کھا رکھی ہو۔ بہرحال جب تک میں معمے کو حل نہیں کر لیتی تمہاری ذات میں میری دلچسپی برقرار رہے گی۔"

"میں اب بھی ان باتوں کا مقصد سمجھنے سے قاصر ہوں۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "کیا آپ مجھے اس پوشیدہ طاقت کے بارے میں بتانا پسند کریں گی جو میرے وجود کے اندر موجود ہونے کے باوجود میرے علم میں نہیں ہے۔"

"اگر تم غلط بیانی سے کام نہیں لے رہے ہو تو فی الحال صرف اتنا جان لو کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت تمہارے دل کی گہرائیوں میں نہیں جھانک سکتی۔"

"کیا آپ مجھے درپیش حالات کے پیش نظر میرے بارے میں کوئی پیش گوئی کر کے میری رہنمائی کر سکتی ہیں؟" میں نے بڑی سادگی سے کہا۔

"اس بار تم نے اپنی ذہانت کا ثبوت دے کر ایک اہم بات دریافت کی ہے۔" لیڈی مکلارنس نے جواب دیا۔ "میری بات غور سے سنو اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ تمہیں بہت جلد دوبارہ اغوا کرنے کی کامیاب کوشش کی جائے گی۔"

"کامیاب کوشش؟" میں نے چونکتے ہوئے تیزی سے دریافت کیا۔ "کیا مجھے اغوا کرنے والے اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے؟"

"ہاں۔" لیڈی مکلارنس نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور ایک بات کا خیال رہے۔ تم مزاحمت کی کوشش نہیں کرو گے

اگر تم نے ایسا کیا تو خسارے میں رہو گے۔ فی الحال میں صرف اتنا ہی بتانا پسند کروں گی۔"

"لیکن ـــــ"

"میرا قیمتی وقت برباد نہ کرو۔" اچانک لیڈی مکلارنس نے چڑچڑے پن کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "صرف میری ہدایت پر عمل کرتے رہو۔"

پھر اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے ریسیور کریڈل پر رکھنے کی آواز ابھری۔ میں کچھ دیر ریسیور ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا پھر میں نے بھی اسے کریڈل پر واپس رکھ دیا۔

"تمہیں دوبارہ اغوا کرنے کی کامیاب کوشش کی جائے گی۔" لیڈی مکلارنس کا کہا ہوا وہ جملہ بڑی دیر تک میرے ذہن میں کھٹکتا رہا۔

✣

شام کی چائے پینے کی غرض سے میں اپنے کمرے سے نکل کر لفٹ کے ذریعے نیچے جانے لگا تو اتفاقاً میری نظر لفٹ میں موجود اس خوبصورت، حسین اور کم سن لڑکی پر پڑی جو میرے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ رنگت کے اعتبار سے وہ ہندوستانی ہی لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بے حد سحر انگیز تھیں جو صنف مخالف کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں بلاشبہ بھرپور کشش رکھتی تھیں۔

لڑکی کے جسمانی نشیب و فراز بھی خاصے دلکش تھے۔ اس نے اپنی اجلی جلد کی نمائش کی خاطر منی اسکرٹ اور بلاؤز پہن رکھا تھا۔ اس کی عمر میرے محتاط اندازے کے مطابق سترہ اٹھارہ سال سے کسی طرح بھی زیادہ نہیں تھی۔ مشرق میں اس عمر کی لڑکیوں کو ذہنی طور پر نابالغ اور معصوم ہی سمجھا جاتا ہے لیکن مغرب کی روایت اس کے برعکس ہے۔ وہاں چودہ سال کی عمر تک پہنچتے ہی لڑکیاں نہ صرف یہ کہ بالغ ہو جاتی ہیں بلکہ زندگی کی تمام اونچ نیچ سے بھی پوری طرح واقف ہو جاتی ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مغرب کی آزاد فضا میں کھل کر سانس لینے کا سبب ان کو جنسی بے راہ روی کا شکار کر دیتا ہے۔ اس کیفیت میں اگر ان قدموں میں کوئی لغزش آجائے تو اسے زیادہ معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا۔ لڑکی کے بزرگ اسے سرزنش کرنے یا کوئی خاطر خواہ سزا دینے کے بجائے اس کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔ جب تک اس کی مشکل آسان نہ ہو جائے وہ ہر طرح سے اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اس کے بعد دوبارہ اسے سفاری پارکوں میں چوکڑیاں بھرتے ہوئے ہرنوں کی طرح آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔

لفٹ میں ہم سفر لڑکی کو دیکھ کر مجھے اس کے بارے میں بھی کچھ ایسا ہی اندازہ ہوا تھا۔ اس کی غزالی، نشیلی اور بے باک نگاہوں میں کسی ایسے ماہر شکاری کی وہ تمام تر خصوصیات موجود تھیں جو کسی شکار کو اپنے جال میں پھانسنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میرے ذہن میں ابھرنے والا وہ خیال محض نسلی اور مذہبی تفریق کا نتیجہ ہو لیکن مجھ سے نگاہیں چار ہو جانے کے بعد اس کے گلابی اور گداز ہونٹوں پر جو معنی خیز مسکراہٹ ابھری تھی اس کا مفہوم صاف لفظوں میں کچھ یہی تھا کہ تم اگر آمادہ ہو تو میری صحبت میں خوشگوار لمحے بھی گزار سکتے ہو۔

عام حالات میں اگر وہ حسین لڑکی مجھ سے اس طرح ٹکرائی ہوتی تو شاید میں اس کی نگاہوں کی اس معنوی دعوت کو وقت گزاری کے طور پر تفریح کے لیے قبول کر لیتا لیکن حالات نے میرے اطراف جو جال بُن رکھے تھے اس میں میری ایک معمولی سی غلطی بھی میرے لیے ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن سکتی تھی۔ میں بذات خود بھی چونکہ شکار کا شوقین تھا اس لیے اس حقیقت سے بھی پوری طرح واقفیت رکھتا تھا کہ کسی خطرناک شکار کو پھانسنے کے لیے اکثر معمولی جانوروں کو چارے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ممکن تھا کہ میرے دشمنوں نے بھی اس لڑکی کو میرے لیے "چارے" کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش کی ہو چنانچہ میں نے لڑکی کی معنی خیز مسکراہٹ کے جواب میں کچھ اس طرح نگاہیں پھیر لیں جیسے میں نے سرے سے اس کی طرف پوری توجہ ہی نہ دی ہو۔ لیڈی مکلارنس نے فون پر میرے بارے میں کسی کامیاب اغوا کی کوشش کی جو پیش گوئی کی تھی اس کے پیش نظر ضروری تھا کہ میں اپنے سائے سے بھی محتاط رہوں۔ اس نے مجھے خاص طور پر تاکید کی تھی کہ میں اس اغوا کی کوشش کو ناکام بنانے کی خاطر کسی جوابی کارروائی سے گریز کروں ورنہ خسارے میں رہوں گا۔ ممکن ہے اس نے میری جوابی کارروائی کی شکل میں کسی خطرے کی بو سونگھ لی ہو لیکن اس کے باوجود میں خود کو "تر نوالے" کی طرح تھالی میں رکھ کر دشمنوں کے سامنے پیش کر دینے کو تیار نہیں تھا چنانچہ اس روز بھی کمرے سے نکلتے وقت میں نے نہ صرف یہ کہ اپنے آٹومیٹک کو لوڈ کر لیا تھا بلکہ ایک فالتو میگزین بھی میری جیب میں محفوظ تھا۔ اگلے لمحے کیا پیش آنے والا تھا میں اس سے قطعی لاعلم تھا لیکن مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم تھا کہ محض دوسروں کے سہارے جینے والے اور دوسروں کی قوت پر بھروسا کر کے

ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے والے زندگی میں اپنے لیے کوئی مقام نہیں بنا سکتے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اپنی صلاحیتوں کو زنگ آلود کر لیتے ہیں۔ ان کا انجام بڑا مایوس کن ہوتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہ عظیم طاقتیں جو کل تک دنیا کے نقشے پر سرفہرست نظر آتی تھیں آج اپنی بقا کی جنگ لڑنے میں مصروف ہیں اور وہ ممالک جو اس عظیم طاقت کے سائے تلے پناہ گزین تھے عجیب کسمپرسی کا شکار ہیں۔

ایک سابقہ پولیس آفیسر ہونے کے ناتے بھی کسی مجرم کے آگے ہتھیار ڈال دینا میری شان کے خلاف تھا۔ میں مسلمان ہوں اور اس بات پر یقین کامل رکھتا ہوں کہ موت کا جو وقت مقرر کیا جا چکا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔ اگر قسمت نے دشمن کی طرف سے چلائی گئی گولی پر میرا نام رقم کر دیا تھا تو لیڈی مکلارنس کی پیش گوئی یا پراسرار تو میں بھی اسے نہیں مٹا سکتی تھیں۔

گراؤنڈ فلور پر لفٹ سے باہر آکر میں ڈائننگ ہال کی طرف قدم بڑھا رہا تھا کہ میری نظر چیف انسپکٹر پاول پر پڑی جو استقبالیہ پر کھڑا کاؤنٹر کلرک سے باتوں میں مصروف تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بھی جان بینگو کا میک اپ تھا۔ ہوٹل کی عمارت میں اس کی موجودگی محض اتفاقیہ نہیں ہو سکتی تھی۔ ممکن ہے وہ کاؤنٹر کلرک سے میرے ہی سلسلے میں ضروری معلومات حاصل کر رہا ہو۔ مجھے اس بات کا بھی یقین تھا کہ انسپکٹر پاول کے محکمے سے تعلق رکھنے والے کچھ سادہ لباس والے بھی میری نگرانی پر ضرور مامور ہوں گے۔ بہرحال وہ ابھی تک اسی غلط فہمی کا شکار تھا کہ میں اس کی اصلیت سے ناواقف ہوں۔ میں نے بس ایک لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھا پھر ڈائننگ ہال کی سمت لمبے لمبے قدم اٹھانے لگا۔

بیرے کو چائے کا آرڈر دینے کے بعد میں سروس کا انتظار کر رہا تھا کہ وہی کمسن، حسین اور بے حجاب لڑکی جو لفٹ میں مجھے دیکھ کر مسکرائی تھی میرے قریب آکر رک گئی۔

"میرا نام روز ہے۔" اس نے میری نگاہوں میں جھانکتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ "روز باورڈ۔"

"خوبصورت نام ہے۔" میرا لہجہ سپاٹ تھا۔

"میں مسٹر باورڈ کی بیٹی ہوں۔"

پہلی بار میں نے باورڈ کے نام کو سرسری طور پر سنا تھا لیکن جب دوسری بار اس نے وہ نام دہرایا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ ندیم نے غداری کے جرم میں ہارمن کو جو سزا دی تھی باورڈ بھی اس کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ گراہم نے ملاقات کے دوران کھلے لفظوں میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ جو لوگ مجھ پر قاتلانہ حملہ کر رہے ہیں اور میری جان لینے کے درپے ہیں وہ ہارمن اور باورڈ کے دوست احباب ہیں۔

اگر روز اسی باورڈ کی بیٹی تھی جو کچھوں من مٹی کے نیچے دفن کیا جا چکا تھا تو پھر وہ مجھ سے قریب ہونے کی کوشش کیوں کر رہی تھی؟ میں نے سوچا اور غور سے روز کے چہرے پر نظریں ڈالیں۔ وہ گلاب کے کسی تر و تازہ پھول کے مانند شاداب نظر آرہی تھی۔ اس کی مسکراتی نظروں یا چہرے سے کسی ایسی علامت کا اظہار نہیں ہو رہا تھا جسے کسی انتقامی سازش سے تعبیر کیا جا سکتا۔

"آپ کا نام شاید شہباز خان ہے۔" اس نے بے تکلفی سے کہا۔

"جی ہاں۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "آپ کا خیال درست ہے لیکن ـــــ"

"کیا آپ مجھے بیٹھنے کو نہیں کہیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا پھر میرے اشارے پر میں میرے مقابل بیٹھتے ہوئے بولی۔ "آپ چھٹے فلور کے روم نمبر سکس او فور (604) میں مقیم ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"میرا قیام سکس او تھری میں ہے۔" اس نے کہا۔ "میں کل رات ہی پیرس سے یہاں پہنچی ہوں اور میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے آپ کے ساتھ والا روم بھی مل گیا۔"

"کیا آپ مجھے پہلے سے جانتی ہیں؟" میں نے تجسس بھرے لہجے میں کہا۔

"جی نہیں۔" وہ اس بار سنجیدگی سے بولی۔ "آپ کا نام مجھے کاؤنٹر سے معلوم ہوا تھا۔ دراصل میں جب بھی کسی ہوٹل میں ٹھہرتی ہوں تو اپنے آس پڑوس میں رہنے والوں کے بارے میں ضرور دریافت کرتی ہوں۔ یہ میری ہابی ہے۔"

"کیا آپ کا مستقل قیام یہاں لندن میں نہیں ہے۔"

"کبھی تھا۔ اب نہیں ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میری ماں کا تعلق جرمنی سے ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "لوگوں کا ایک عام تاثر ہے کہ جرمن عورت اپنے

شوہر کے معاملے میں سب سے زیادہ وفادار اور خدمت گزار ہوتی ہے۔ میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گی۔ ویسے میری پیدائش یہیں لندن میں ہوئی تھی۔ چار سال کی عمر تک میں یہیں پلی بڑھی لیکن اس کے بعد ——" وہ ایک لمحے کے توقف کے بعد بجھے ہوئے لہجے میں بولی۔ "اس کے بعد مجھے اپنی ماں کے ساتھ جرمنی واپس جانا پڑا۔ لندن کے حالات ہمارے لیے سازگار نہیں رہے تھے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔" روز نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "میرے باپ نے میری ماں کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لی تھی لیکن یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے ایسا ہوتا رہتا ہے۔ عام لوگوں کے علاوہ شاہی محل سے وابستہ افراد کے بارے میں بھی ایسے بے شمار واقعات مشہور ہیں جو آئے دن اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔"

"آپ پیرس میں کیا کرتی ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ کچھ زیادہ ہی تکلف کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔" اس نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میں آپ سے عمر میں بہت چھوٹی ہوں اس لیے آپ مجھے تم کہہ کر بھی مخاطب کر سکتے ہیں۔"

"تم نے کہا تھا کہ تمہاری ماں ابھی تک جرمنی میں مقیم ہے۔" میں نے بزرگانہ انداز اختیار کیا۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ طلاق ہو جانے کے بعد اس نے جرمنی واپس جا کر ایک سپر اسٹور میں ملازمت اختیار کر لی ہے۔ میں پیرس میں تعلیم حاصل کر رہی ہوں۔ میری ماں میرے مستقبل کو بہت تابناک دیکھنے کی خواہش مند ہے۔ سپر اسٹور کی ملازمت سے جو وقت بچ جاتا ہے اس میں وہ ٹیوشن پڑھاتی ہے اس لیے کہ مجھے تعلیم کے دوران سرمائے کی کمی کا احساس نہ ہو سکے۔"

"تمہارے والد یہاں لندن میں کہاں مقیم ہیں؟" میں نے دریافت کیا پھر وضاحت طلب لہجے میں پوچھا۔ "کیا تم اپنے والد سے ملنے کی غرض سے آئی ہو؟"

"جو لوگ مر جاتے ہیں ان سے ملاقات کرنا ممکن نہیں ہوتا۔" اس کے چہرے پر اداسی پھیل گئی۔

"کیا مطلب؟" میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ "تمہارے والد یہاں کیا کرتے تھے؟"

"ہر وہ برا کام جو انسان کے لیے کسی وقت بھی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔" روز نے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ جس راستے کے مسافر تھے اس پر جگہ جگہ موت کے مائل استون نصب تھے لیکن دولت کی ہوس اور راتوں رات بڑا آدمی بننے کی خواہش انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ میرا باپ بھی خود اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ مجھے اس سے کوئی ہمدردی بھی نہیں ہے۔ ہماری تہذیب کے اطوار کچھ عجیب ہیں۔ بچوں کو بہت جلد اس وقت ماں باپ اپنے قرب سے دور کر دیتے ہیں جب اسے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں بچوں کو کم عمری ہی سے اپنے راستے کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہم بہت جلد آزادی سے متاثر ہو کر گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ روشنیوں کی چمک دمک سے ہماری آنکھیں چندھیا جاتی ہیں پھر اس وقت کھلتی ہیں جب وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ ہمیں اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی۔ سچ پوچھئے تو ہم بے راہ روی کا شکار نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ انتقامی کارروائی کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ ہم جو زہر پی چکے ہیں اسے ایک سے دوسرے جسم میں منتقل کر رہے ہیں۔"

روز بڑی سمجھداری کی باتیں کر رہی تھی.... میں نے پہلی نظر میں اس کے بارے میں جو رائے قائم کی تھی وہ درست نہیں تھی۔ مجھے اس کی باتوں سے یا اس کی ماں کی بدقسمتی کی داستان سے بھی کوئی غرض نہیں تھی۔ میرے ذہن میں تو بس اس کا ایک جملہ کھٹک رہا تھا۔ اس نے میرے برابر والا کمرا مل جانے کو اپنی خوش قسمتی قرار دیا تھا۔ آخر کیوں؟

بیرا میرے آرڈر کی سروس کرنے لگا تو میں نے روز سے پوچھا۔

"تم کیا لینا پسند کرو گی؟"

"میں چائے پی چکی ہوں پھر بھی کمپنی دینے کی خاطر ایک کپ کافی پی لوں گی۔"

میں نے بیرے کو کافی کا آرڈر دیا تو وہ الٹے قدموں واپس چلا گیا۔ میں بظاہر چائے پینے میں مصروف تھا لیکن اس کے ساتھ میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ روز مجھے پرتجسس نظروں سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ بیرا کافی لے آیا تو اس نے اپنے لیے کپ تیار کیا پھر ایک گھونٹ لیتے ہوئے بولی۔ "کیا آپ محض سیر و سیاحت کی غرض سے لندن آئے ہیں یا کوئی اور کام بھی مقصود تھا؟"

"کچھ کاروباری معاملات بھی نمٹانے تھے۔" میں نے روز کے جملے کی چبھن کو محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اس ہوٹل میں آپ تنہا مقیم ہیں یا آپ کا کوئی اور دوست بھی ہے۔"

"مس روز ——" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتی ہو؟"

"صرف اتنا کہ میرے باپ کی موت کن حالات میں واقع ہوئی تھی۔" اس نے بڑی صاف گوئی سے کہا پھر مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں اسی ہاورڈ کی بیٹی ہوں جو نارمن کے چکر میں پڑ کر بربادی کے اس راستے پر چل نکلا تھا جس کی آخری منزل موت ہی ہو سکتی ہے۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہی؟"

"انسان کوئی بھی راستہ اختیار کرے اس کی سرحدیں ہمیشہ موت ہی سے جا ملتی ہیں لیکن ——"

"ہو سکتا ہے جو کچھ مجھے بتایا گیا ہے وہ غلط ہو۔" وہ تیزی سے میرا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے بولی۔ "مجھے اپنے مرحوم باپ سے نہ کوئی ہمدردی ہے نہ ہی میں اس کی ناجائز ذرائع سے کمائی ہوئی کسی دولت یا جائیداد سے اپنا ترکہ وصول کرنے کی کوئی خواہش رکھتی ہوں لیکن اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کر سکتی کہ وہ بہرصورت میرا باپ ضرور تھا۔"

"تمہیں ہاورڈ کی موت کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"یہی کہ وہ نارمن کے ساتھ ہی مارا گیا تھا۔" اس نے پھر بڑی صاف گوئی سے کام لیا۔ "شاید آپ کے دوست کو شبہ تھا کہ نارمن اس کے ساتھ کسی غداری کا مرتکب ہو رہا تھا۔ میں جانتی ہوں کہ میرا باپ نارمن کے ہر ناجائز کام میں برابر کا شریک تھا، شاید اسی لیے نارمن کے ساتھ وہ بھی لپیٹ میں آ گیا۔"

"تمہیں یہ باتیں کس نے بتائی ہیں؟"

"کل رات پیرس سے آنے کے بعد میں نے پہلا کام یہی کیا تھا کہ کئی اسٹارز کے نمبروں پر رابطہ قائم کر کے اپنے باپ کی موت کا اصل سبب دریافت کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا تمہاری گفتگو گراہم سے ہوئی تھی؟" میں نے گہری سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں —— جس شخص نے کال ریسیو کی تھی اس نے اپنا تعارف ایڈی کی حیثیت سے کرایا تھا۔ ممکن ہے ایڈی محض ایک فرضی نام ہو۔ بہرحال اسی نے مختصراً مجھے نارمن اور میرے باپ کی غیر طبعی موت کے بارے میں آگاہ کیا تھا۔" روز نے کافی کا آخری گھونٹ حلق کے نیچے

اتارتے ہوئے کہا۔ "اسی نے مجھے ہوٹل کی نشاندہی کرتے ہوئے آپ کے نام اور روم نمبر سے آگاہ کیا تھا۔ یہ بات بھی مجھے ایڈی ہی کے ذریعے معلوم ہوئی ہے کہ اسی ہوٹل میں آپ کا وہ دوست بھی مقیم ہے' نارمن اور ہاورڈ جس کے عتاب کا شکار ہوئے تھے۔"

"میرا خیال ہے کہ لندن کی پولیس اتنی گئی گزری بھی نہیں ہے کہ کسی قتل کا سراغ نہ لگا سکے۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "اس کے علاوہ کوئی قاتل بھی اتنا احمق نہیں ہو گا کہ قتل جیسے خطرناک جرم کا ارتکاب کر کے کھلے عام پولیس کی نگاہوں کے سامنے دندناتا پھرے۔ اس کے ساتھ ہی ایک بات اور بھی توجہ طلب ہے۔"

"وہ کیا ——؟"

"ایڈی اگر تم سے ہمارے اوپر قاتل ہونے کا شبہ ظاہر کر سکتا ہے تو اس نے اب تک پولیس کو اس بات سے کیوں آگاہ نہیں کیا؟"

روز نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' میں نے جو دلیل پیش کی تھی شاید اس نے اسے کسی خیال میں مستغرق کر دیا تھا' کچھ دیر تک وہ خالی خالی نظروں سے مجھے تکتی رہی پھر بڑے مدھم لہجے میں بولی۔

"کیا میں آپ پر اعتماد کر سکتی ہوں؟"

"اس کا انحصار تمہاری اپنی ذات سے متعلق ہے اور خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ تمہیں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اصل مجرم میں اور میرا ساتھی ہے۔"

"آپ کے دوست کا کیا نام ہے؟"

"ندیم ——" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "وہ تھوڑی طور پر اپنی مسز کے ساتھ مقیم ہے۔"

"کیا آپ ایڈی سے واقف ہیں؟"

"کسی حد تک ——" میں نے محتاط انداز اختیار کیا۔ "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے' ایڈگر یا ایڈی کا شمار ان دہشت گردوں میں کیا جاتا ہے جن کا نام بین الاقوامی پولیس کی فہرست میں درج ہے۔"

"میں نے بھی یہی اندازہ لگایا ہے۔" اس نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"کیا مطلب ——؟" میں نے روز کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ "کیا تم اس سے براہ راست مل چکی ہو؟"

"نہیں —— کل رات پہلی بار میں نے صرف فون پر

اس کی آواز سنی ہے۔"

"حیرت ہے۔۔۔" میں نے جھجکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "صرف ایک بار فون پر گفتگو کرنے کے بعد ہی تم نے اس کے بارے میں رائے بھی قائم کرلی۔"

"آپ کا یہ سوال میرے لیے غیر متوقع نہیں ہے۔" وہ گہری سانس لے کر بولی پھر کسی خیال میں گم ہوگئی۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں مس روز تو تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کررہی ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"میرا خیال ہے کہ اب مجھے پہلی فرصت میں اس ملک کو چھوڑ دینا چاہیے۔ شاید میں نے ماں کی مرضی کے خلاف یہاں آنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی صحیح نہیں تھا۔" اس دفعہ روز کے لہجے میں خوف کا عنصر بھی شامل تھا۔

"کوئی خاص بات۔۔۔" میں نے اس بار بڑی اپنائیت سے کہا۔ "اگر میں تمہارے کسی کام آسکوں تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"صحیح کون ہے اور کون غلط ہے اس کا فیصلہ کرنا میرے لیے آسان نہیں ہے پھر بھی میں آپ کو ایک مشورہ دینا چاہوں گی۔"

"وہ کیا۔۔۔"

"ایڈی نے مجھے ملنے کی دعوت دی ہے۔" وہ کچھ توقف سے بولی۔ "مجھے جرائم کی دنیا یا جرائم پیشہ افراد کے بارے میں کوئی تجربہ نہیں لیکن حالات کے پیش نظر میں اسی نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ایڈی مجھے خریدنا چاہتا ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" میں چونکا۔

"اس کی باتوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ شاید وہ آپ کے خلاف کسی خطرناک اقدام کے سلسلے میں میری خدمات حاصل کرنے کا خواہشمند ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "ہوسکتا ہے کہ میں آپ پر اعتماد کرکے بھی غلطی کررہی ہوں بہرحال میں آپ کو محتاط رہنے کا مشورہ دوں گی۔"

"بہت بہت شکریہ۔۔۔" میں کہا۔ "ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ایڈی کے اشارے پر میرے اوپر قاتلانہ حملے پہلے بھی ہوچکے ہیں مگر میں تمہارے سامنے زندہ سلامت بیٹھا ہوں۔ شاید اس لیے کہ ابھی آسمانوں پر میری موت کے فیصلے پر آخری مہر نہیں لگی۔"

"میرے لیے آپ کا مشورہ کیا ہوگا؟" اس بار روز نے الجھے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا تمہیں پہلی فرصت میں اس ملک کی سرحدوں کو عبور کرجانا چاہیے۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش بیٹھی میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھنے کی کوشش کرتی رہی پھر کچھ جواب دیے بغیر بڑے مضمحل انداز میں اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ڈائننگ ہال سے باہر نکل گئی۔

روز کے جانے کے بعد میں تھوڑی دیر تک اسی کے بارے میں سوچتا رہا۔ اتفاقات بھی کبھی کبھی عجیب صورت اختیار کرلیتے ہیں' وہ لندن میں اپنے باپ کے قاتلوں کے سلسلے معلومات حاصل کرنے کی غرض سے آئی تھی اور اتفاق سے اسی ہوٹل میں ٹھہری جس میں' میں اور ندیم قیام پذیر تھے پھر ایڈی نے اسے جو اطلاعات فراہم کی تھیں اس کے پیش نظر وہ مجھ سے ملنے کے بجائے کسی اور طریقے سے بھی میرے اور ندیم کے سلسلے معلومات حاصل کرسکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا براہ راست مجھ سے مل بیٹھی' اور اب جاتے جاتے اس نے مجھے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا جس کے دو ہی مطلب ہوسکتے تھے یا تو وہ حقیقتاً اتنی بھولی بھالی اور معصوم تھی کہ اسے میری باتوں پر یقین آگیا تھا یا پھر اس نے ایڈی کے کہنے پر مجھے پہلے سے طے شدہ کسی سازشی پروگرام کے تحت ایک خوب صورت فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی بہرحال یہ بات اپنی جگہ ایک مسلم حقیقت تھی کہ میں کسی نہ کسی زاویے سے اس کے باپ کی موت میں ملوث تھا۔ ایسی صورت میں ایڈی کے ذریعے حالات کا علم ہوجانے کے بعد اسے مجھ سے شدید نفرت کا اظہار کرنا چاہیے تھا لیکن اس کے برعکس اس نے مجھ سے بڑے سادہ اور سلجھے انداز میں گفتگو کی تھی اور پھر ایک ہی ملاقات میں میری باتوں پر اعتماد کرکے مجھے ایڈی کی طرف سے محتاط رہنے کا مشورہ بھی دے ڈالا تھا۔

میں بڑی سنجیدگی سے روز کے طرز عمل پر غور کررہا تھا' اگر باورڈ اس کی ماں کو طلاق دے کر اپنی زندگی سے دور کرچکا تھا تو فطری طور پر اسے باپ کے قتل سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے تھا جبکہ اسے علم تھا کہ اس کا باپ کن خطرناک راہوں کا مسافر تھا' زندگی میں باورڈ سے ملنے کی کوشش میں خون کی کشش کو دخل ہوسکتا تھا لیکن اس کی موت کے بعد وہ کس غرض سے لندن آئی تھی؟ کیا وہ محض اپنے باپ کے قاتلوں کا دیدار کرنے آئی تھی؟ اس نے دوران گفتگو یہ بھی کہا تھا کہ اس کی ماں نے اسے منع کیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ لندن میں موجود تھی۔۔۔ آخر

کیوں؟ اسے جب اس بات کا علم تھا کہ اس کا باپ جن راستوں پر چل رہا تھا اس کا انجام موت کی بھیانک سرحدوں سے جاملتا ہے تو پھر سے ٹی اسٹارز فون کرکے باورڈ کی موت کا سبب جاننے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا وہ یہ سب کچھ محض تفریحاً کررہی تھی یا اس کے پس پردہ کوئی خاص جذبہ کارفرما تھا؟ وہ جذبہ کیا ہوسکتا تھا؟

میں روز کے بارے میں کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر تھا' اس کی باتیں مجھے ہضم نہیں ہورہی تھیں خاص طور پر ایڈی کا حوالہ درمیان میں آجانے کے بعد روز کی شخصیت نے کچھ عجیب سی صورت اختیار کرلی تھی۔ اگر وہ نارمن اور باورڈ کی موت کا انتقام ہی لینا چاہتا تھا تو یہ کام وہ اپنے تجربہ کار کارندوں سے بھی لے سکتا تھا۔ روز کو درمیان میں لانے کا کیا سبب تھا؟

چائے سے فارغ ہوکر میں ہوٹل کی لائبریری میں جابیٹھا' وہاں میرے علاوہ اور بھی بہت سارے لوگ تھے لیکن ان میں زیادہ تعداد بوڑھوں کی تھی جن کے پاس وقت گزاری کے لیے شاید مطالعے کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں تھا' میں نے سرسری طور پر وہاں موجود افراد پر نظر ڈالی پھر شیلف سے جم کاربٹ کی ایک کتاب نکالی اور الگ تھلگ ایک کوچ میں بیٹھ کر اس عظیم شکاری کے ناقابل فراموش زندگی کے کارناموں سے لطف اندوز ہونے لگا جو لوگ جم کاربٹ کے نام سے واقف ہیں وہ یہ بھی ضرور جانتے ہوں گے کہ دنیا کے اس عظیم شکاری نے اپنی زندگی صرف آدم خور شیر اور چیتوں کو مارنے کے لیے وقف کررکھی تھی' کسی دوسرے جانور کو محض تفریح طبع کے لیے شکار کرنا اس کے اصول کے خلاف تھا' وہ اس قدر مشاق اور تجربہ کار تھا کہ پگ مارک (پنجوں کے نشانات) پر ایک نظر ڈالنے کے بعد ہی اس بات کا بخوبی اندازہ لگالیتا تھا کہ وہ نشانات کس آدم خور درندے کے ہیں جو انسانی خون کا پیاسا بن چکا ہے یا کسی عام شیر اور چیتے کے ہیں جو اس کے نزدیک جنگل کا بادشاہ ہونے کے باوجود نہایت معصوم جانور ہے اور انسانوں سے کترا کر گزر جانے کا عادی ہوتا ہے اس وقت تک کسی کو لقمۂ اجل بنانے سے گریز کرتا ہے جب تک کسی اناڑی شکاری کی چلائی ہوئی گولی سے زخمی نہیں ہوتا' قدرت نے شیر کی زبان میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ جب وہ اپنے زخموں کو چاٹتا ہے تو وہ حیرت انگیز طور پر مندمل ہونے لگتے ہیں لیکن ایسا کرنے سے خون کا ذائقہ اس کے منہ کو لگ جاتا ہے' اس کی نگاہوں میں اس تعلق کی شکل مخلوط

ہوجاتی ہے جو اسے زخمی کرنے کا سبب بنتا ہے اور پھر انتقام کا جذبہ اسے آدم خور بنادیتا ہے۔

میں چونکہ شکار کا شوقین ہوں اس لیے جم کاربٹ کے حیرت انگیز اور دلیرانہ کارناموں کی داستان میں اس قدر منہمک ہوگیا کہ مجھے اس شخص کی آمد کا کوئی احساس تک نہ ہوسکا جو میرے قریب والی دوسری کوچ پر قبضہ جماچکا تھا پھر اس کی موجودگی کا احساس بھی اسی وقت ہوا جب اس نے ازخود مجھے مخاطب کیا تھا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم بھی مجھے شکار کے دھنی معلوم ہوتے ہو۔"

"جی۔۔۔" میں نے چونک کر بوڑھے کو غور سے دیکھا' اس نے ڈھیلی ڈھالی خاکی رنگ کی پتلون اور باریک چمڑے کی جیکٹ پہن رکھی تھی' چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں' آنکھوں میں ایک عجیب خواب ناک سی کیفیت موجود تھی' سر پر اس نے پرانے طرز کا ہیٹ کچھ اس طرح جما رکھا تھا جیسے وہ بھی اس کے وجود کا ایک لازمی حصہ ہو' لائبریری میں جابجا سگریٹ نوشی ممنوع ہونے کی تختیاں موجود تھیں شاید اسی لیے اس نے خود فریبی کے انداز میں اپنے الٹے ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان ایک بجھا ہوا سگار دبا رکھا تھا' میں نے پہلی نظر میں اس کی عمر کا تخمینہ ساٹھ اور پینسٹھ کے درمیان لگایا تھا۔ اس نے اپنے سیدھے ہاتھ میں "لیڈی چیٹرلیز لوور" نامی ہیجان انگیز ناول پکڑ رکھا تھا جس کے سرورق پر ایک نیم عریاں نوجوان اور خوب صورت سی لڑکی کو بارش میں نہاتے دکھایا گیا تھا۔ میں اس کی جانب متوجہ ہوا تو وہ بڑے بھونڈے انداز میں اپنے بھدے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"جوانی میں مجھے بھی شکار کا شوق تھا لیکن اب ہاتھ میں رعشہ آجانے کے سبب میں ٹھیک ٹھیک نشانہ لگانے سے قاصر ہوں۔"

"شاید اسی لیے آپ نے شوق کے ساتھ ساتھ اپنا ذوق بھی بدل دیا ہے۔" میں نے اس کے ہاتھ میں دبی کتاب پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالتے ہوئے مسکرا کر طنز کیا۔

"تم نوجوانوں میں بس یہی ایک خرابی ہے کہ وہ ہر شے کو سطحی نظروں سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔" وہ قدرے ناگوار لہجے میں بولا۔ "کلاسیکی ادب کو بھی تم لوگوں نے فحش نگاری سمجھ رکھا ہے۔ "مادام باوری" اور "لیڈی جوزفین" نامی مشہور زمانہ کتابوں کو تمہارے جیسے نوجوان

چھپ کر چوری چوری پڑھنا ضرور پسند کرتے ہیں لیکن تمہارے اندر اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہوتی کہ ان فن پاروں کی قدر کر سکو۔"

"اگر آپ کو میری بات ناگوار گزری ہے تو معافی کا خواست گار ہوں۔" میں نے بوڑھے سے پیچھا چھڑانے کی خاطر کہا۔

"معذرت اور معافی دونوں میرے نزدیک مہمل الفاظ ہیں۔ فرار حاصل کرنے کا ایک بھونڈا طریقہ۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا پھر یکلخت بڑی رازداری سے بولا۔ "کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ تم سے ابھی تک کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔"

"میں سمجھا نہیں ـــــ" میں نے سنجیدگی سے وضاحت چاہی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے تم ڈائننگ ہال میں ایک ایسی خوب صورت اور کم سن لڑکی کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف تھے جس نے کئی ٹاپ لباس پہن رکھا تھا۔ کیا تم اس لباس کو عریانیت کے زمرے میں شمار... نہیں کرو گے۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے محترم۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "وہ لڑکی میرے لیے قطعی اجنبی ہے۔ آج پہلی بار وہ مجھ سے ملی تھی جس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔"

"ملاقات ہمیشہ پہلی بار ہوتی ہے۔" بوڑھا بڑے بھونڈے انداز میں مسکرایا۔ "بے تکلفی اور اخلاق کی حدوں کو رفتہ رفتہ پھلانگا جاتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ پہلی ملاقات میں صرف ایک فریق کی مرضی کو دخل ہوتا ہے پھر وہ دوسرے کو اپنا ہم خیال بنا کر ہی ملاقات کے سلسلوں کو آگے بڑھاتا ہے۔" بوڑھا ایک لمحے کو سانس لینے کی خاطر رکا پھر سرد آہ بھر کر بولا۔ "وہ جو مجھے تنہا چھوڑ کر اب کافن (انگریزوں کا تابوت) میں سکون کی ابدی نیند سو رہی ہے اس کی اور میری ملاقات بھی پہلی بار اسی طرح ایک ہوٹل میں ہوئی تھی۔ میں اس کے حسن سے متاثر ہو کر اس کی جانب بڑھا تھا۔ پہلی ملاقات میں ایک اجنبی سے گفتگو کرتے ہوئے وہ بھی جھجکی تھی لیکن پھر رفتہ رفتہ حجاب کے پردے ہمارے درمیان سے ہٹتے گئے' وہ بھی میری طرح ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھی اس لیے ہم نے ایک دوسرے سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا' زندگی کے پچیس تیس سال اس طرح گزر گئے جیسے کل کی بات ہو پھر وہ ایک موذی مرض کا شکار ہو کر اس دنیا سے کوچ کر گئی اور مجھے دنیا کے ہنگاموں میں بالکل تنہا اور بے یار و مددگار چھوڑ گئی۔ اب صرف اس کی یاد باقی رہ گئی ہے جسے میں نے اپنے جینے کا سہارا سمجھ لیا ہے۔"

مجھے اس بوڑھے کی داستان سے کوئی سروکار نہیں تھا چنانچہ میں گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "آپ کا قیام اسی ہوٹل میں ہے؟"

"نہیں ـــــ لیکن میں ہر روز تقریباً اسی وقت اس لائبریری میں آبیٹھتا ہوں' پہلے مجھے کتب بینی کا اتنا شوق نہیں تھا لیکن اب ـــــ"

"مجھے اس وقت ایک ضروری کام سے جانا ہے۔" میں اسے ٹالتے ہوئے بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ ہماری دوسری ملاقات پھر اسی جگہ ہو۔"

"میں اب اتنا نا سمجھ بھی نہیں ہوں کہ ایک موٹی سی بات بھی نہ سمجھ سکوں۔" اس نے کچھ عجیب نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم محض مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے ایک خوب صورت بہانہ تراش رہے ہو ـــــ کیوں؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"آپ مجھے خاصے سمجھدار معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا' بوڑھے کی باتیں میرے لیے تکلیف دہ ثابت ہو رہی تھیں' میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو اس نے میرا ہاتھ تھام لیا' اس کی گرفت اس کی عمر کے مقابلے میں خاصی مضبوط تھی۔

"نہیں میرے دوست ـــــ تم آسانی سے مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکو گے۔" اس نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ـــــ" مجھے پہلی بار ایک خطرے کا احساس ہوا۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا۔" اس نے مدھم مگر تحکمانہ آواز میں جواب دیا۔ "تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کر دوں کہ میں اس وقت یہاں تنہا نہیں ہوں' میرے دو ساتھی اور بھی ہیں۔ اگر تم نے میرے اشاروں پر عمل کرنے سے گریز کیا تو شاید تمہاری موت بھی بالکل اسی انداز میں واقع ہو جس طرح تمہارے ساتھی نے سی ویو کے ساحل پر کرشیا کی ڈپٹی کیٹ کو بلوپائپ کے ذریعے اپنا نشانہ بنایا تھا۔"

"کون ہو تم ـــــ؟" میں نے دبی زبان میں سوال کیا۔

"فی الحال تم مجھے اپنے لیے بے ضرر ہی سمجھو لیکن حکم عدولی کی صورت میں' میں تمہارے لیے موت کا فرشتہ بھی ثابت ہو سکتا ہوں۔" اس کا لہجہ سرد اور سفاک تھا۔

"مجھے کیا کرنا ہو گا؟" حالات کے پیش نظر میں نے ہتھیار ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں خاموشی سے دوستانہ انداز میں اٹھ کر میرے ساتھ پارکنگ لاٹ تک چلنا ہو گا جہاں میری کار تمہاری منتظر ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد تمہیں ایک مخصوص عمارت میں لے جا کر چھوڑ دیا جائے گا جس کے بعد ہمارا کام پورا ہو جائے گا۔"

"تمہیں اس کام کے عوض کتنے معاوضے کی پیشکش کی گئی ہے۔"

"ان باتوں سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو گا۔ ہم سودے بازی کے قائل نہیں ہیں۔"

میرے ذہن میں لیڈی مکارنس کے کہے ہوئے الفاظ گونجنے لگے' اس نے کہا تھا کہ مجھے ایک بار پھر اغوا کرنے کی کامیاب کوشش کی جائے گی' اس کے ساتھ ہی اس نے تاکید بھی کی تھی کہ اگر میں نے مزاحمت کی کوشش کی تو خسارے میں رہوں گا' میری جیب میں بھرا ہوا آٹومیٹک موجود تھا' میں اگر چاہتا تو اپنے بچاؤ کے لیے کوشش کر سکتا تھا' ہم جس جگہ بیٹھے تھے وہاں قرب و جوار میں کوئی تیسرا شخص نہیں تھا' فوری طور پر ایک آدمی سے مقابلہ کرنا میرے لیے کچھ ایسا دشوار بھی نہیں تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا' شاید میرے خاموش رہنے کے فیصلے میں لیڈی مکارنس کی پراسرار شخصیت کو خاصا دخل حاصل تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو...؟" بوڑھے نے جو میرے خیال سے بیک اپ میں تھا فیصلہ کن انداز اختیار کیا۔ "خاموشی سے میرے حکم کی تعمیل کرو گے یا اذیت ناک موت مرنا پسند کرو گے۔"

"میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

"گڈ ـــــ مجھے تم سے اسی جواب کی امید تھی۔" بوڑھے نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم ہر وقت مسلح رہنے کے عادی ہو' شاید اس وقت بھی ہو لیکن زیادہ ہوشیاری کا مظاہرہ کرنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ نتائج کی ذمے داری ہمارے آدمیوں پر نہیں ہو گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' ایک لمحے کے لیے میرے اعصاب میں تناؤ کی سی کیفیت پیدا ہوئی لیکن میں نے جلد ہی اپنے آپ پر قابو پا لیا' خاموشی سے اٹھا اور بوڑھے کے ساتھ چلتا ہوا پارکنگ لاٹ تک چلا گیا جہاں ایک سفید رنگ کی کار موجود تھی جس میں مجھے بیٹھنے کا حکم ملا۔ پچھلی نشست پر ایک شخص پہلے سے موجود تھا' میں نے خاموشی سے قدم اٹھائے اور اس کے برابر بیٹھ گیا' دوسرے شخص نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا' انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز ابھری۔ کار تیزی سے راستہ بناتی ہوئی ہوٹل سے باہر کھلی سڑک پر آگئی پھر ایک موڑ کاٹتے ہوئے اچانک پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے شخص نے بڑی پھرتی سے ایک بھیگا ہوا رومال میری ناک پر رکھ دیا' اس کی گرفت خاصی مضبوط تھی' میں نے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرانے کی جدوجہد کی مگر شاید وہ کلوروفارم ہی تھا جو تیزی سے میرے اعصاب کو مفلوج کر رہا تھا پھر میرا ذہن گھپ اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا!

میرے ذہن سے بے ہوشی کے اثرات بتدریج زائل ہو رہے تھے' میرا دماغ اب پوری طرح کام کر رہا تھا اور ان حالات کے بارے میں غور کر رہا تھا جس کے تحت ہوٹل کی لائبریری سے ایک خبیث بوڑھے نے مجھے اغوا کیا لیکن مجھے اغوا کرنے والے افراد کون تھے ـــــ؟ ہوٹل کے کاؤنٹر پر میں نے چیف انسپکٹر پاول کو بھی دیکھا تھا' وہ چونکہ لیڈی مکارنس کی وجہ سے میری شخصیت میں دلچسپی لے رہا تھا اس لیے میرا خیال تھا اس نے اپنے شعبے کے ایک دو سادہ لباس والوں کو بھی میری نقل و حرکت کی نگرانی پر ضرور تعینات کر رکھا ہو گا۔

روز باورڈ سے میری ملاقات جس ماحول میں ہوئی تھی وہ بھی میرے لیے حیران کن تھا' صورت شکل اور گفتگو کے اعتبار سے وہ مجھے ایک بھولی بھالی اور معصوم لڑکی محسوس ہوئی تھی' وہ مجھے اپنے باپ کا قاتل بھی سمجھ رہی تھی پھر بھی براہ راست مجھ سے ملنے میں اس نے کوئی عار نہیں سمجھا تھا۔ آخر کیوں ـــــ؟ گفتگو کے دوران اس نے ایڈی کا حوالہ بھی دیا تھا جس نے اسے فون پر میرے خلاف معلومات فراہم کی تھیں لیکن پھر میری وضاحت کے بعد وہ کچھ سہمی سہمی نظر آنے لگی اس نے مجھے بڑی معصومیت اور خلوص کے ساتھ ایڈی سے محتاط رہنے کی تلقین کی تھی تو کیا وہ سب کچھ اس کی اداکاری تھی۔ فریب تھا؟

روز سے ملاقات ختم ہونے کے بعد ہی میں نے وقت گزاری کی خاطر لائبریری کا رخ کیا تھا' ندیم سے گفتگو کے بعد میں... اپنے طلبے میں آیندہ کا لائحہ عمل تیار کرنا چاہتا تھا' ندیم نے مادام تساؤ والے واقعہ کے بعد مجھے فوری طور پر واپسی کا مشورہ دیا تھا' اس کا خیال تھا کہ جمی کے قتل کے بعد ایڈی کا دوسرا نشانہ میں ثابت ہوں گا لیکن میں نے ندیم کا مشورہ ماننے سے انکار کر دیا' میں نے واپسی کا راستہ

اختیار کرنے کے بجائے ہر محاذ پر دشمنوں سے ٹکرانے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا' ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا اب مجھے منظور نہیں تھا لیکن بدقسمتی سے پہلے ہی میں ایک بار پھر دشمنوں کے جال میں پھنس کے بے بس ہو گیا تھا۔

میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں' میں ایک مختصر مگر سلیقے سے آراستہ خواب گاہ میں بستر پر موجود تھا۔۔۔۔ گرشیا؟ میرے ذہن میں فوری طور پر گراہم کی اس داشتہ کا نام ابھرا جو مجھے پہلے بھی ترنوالہ سمجھ کر اغوا کرا چکی تھی لیکن لیڈی ملکارنی کے گونگے بہرے گارڈز نے بروقت مجھے اس کے خوب صورت جال سے نکال لیا' خوب صورت حسین اور آبرو باختہ عورت اگر ایک بار کسی بات کی ضد پکڑلے تو آسانی سے اس سے دست بردار نہیں ہوتی' صرف۔۔۔۔۔ موت ہی اسے اس کے ناپاک عزائم سے باز رکھ سکتی ہے۔ تو کیا گرشیا نے اپنی آرزو کی تکمیل کی خاطر دوبارہ مجھے اغوا کرالیا تھا یا پھر وہ گراہم تھا جو بڑے مکارانہ انداز میں میرے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا تھا؟

ابھی میں ذہنی جمناسٹک کرنے میں مشغول تھا کہ اس خوب صورت مصری نژاد کیبرے ڈانسر کو کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر چونک اٹھا' وہ بلاشبہ مرجینا الحبیب تھی جسے میں پہلی بار گراہم کے عشرت کدے میں دیکھ چکا تھا' کئی اسٹارز سے واپسی پر مجھے اپنی جیب میں اس کا ایک ٹائپ شدہ پیغام ملا تھا جس میں اس نے لکھا تھا کہ میں اسے اچھا لگا ہوں اور وہ مجھ سے دوبارہ ملنے کی کوشش کرے گی۔ گویا اپنی خواہش کی تکمیل کی خاطر اب گرشیا کے بعد ایک اور حسین عورت نے مجھے اپنا ہدف بنانے کی چال چلی تھی' اگر میں بدقماش ہوتا تو یقیناً اپنی خوش قسمتی پر رشک کرتا لیکن میں نے خوش فہمی کا شکار ہونے سے گریز کیا۔ ہوسکتا تھا کہ مرجینا الحبیب بھی گراہم کی شطرنج کی بساط کا ایک مہرہ ہو جس پر مجھے "شہ اور مات" کرنے کی غرض سے آگے بڑھایا گیا ہو مگر گراہم کو ان باتوں میں وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت تھی وہ لیڈی یا پھر اپنے اور کسی اجرتی قاتل کے ذریعے مجھے ٹھکانے لگوا سکتا تھا؟ وہ شارٹ کٹ کے بجائے طویل راستے اختیار کررہا تھا۔ آخر کیوں۔۔۔؟ اس کا مقصد کیا تھا؟ کیا وہ مجھے ایذا پہنچا کر ندیم کو اس بات پر مجبور کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے تمام شیئرز اس کے ہاتھ فروخت کردے؟

میری نگاہیں مرجینا کے حسین چہرے پر مرکوز تھیں اس وقت وہ کسی رقاصہ کے لباس میں اپنی عریانیت کا مظاہرہ نہیں کررہی تھی بلکہ اس نے مصری طرز کے تنگ ٹخنے کی ڈھیلی ڈھالی شلوار اور بند گلے کی قمیص پہن رکھی تھی لیکن اس کی مست نگاہوں سے اس وقت بھی گردش میں آئے ہوئے پیمانے چھلکتے نظر آرہے تھے' میرے قریب آکر وہ خاص ادا کے ساتھ رک گئی' میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے پیار اور لگاوٹ بھرے پاگل کردینے والے انداز میں بولی۔

"میرے آدمیوں نے تمہیں یہاں تک لانے میں کوئی زیادتی یا برا سلوک تو نہیں کیا؟"

"نہیں۔۔۔" میں جھلا کر بولا۔ "تمہارے مہذب آدمیوں نے دست بستہ ہوکر مجھ سے یہاں آنے کی درخواست کی تھی اور میں بھی خوشی اپنی مرضی سے ان کے ساتھ یہاں تک آگیا ہوں۔۔۔"

"پھر کیا۔۔۔؟" مرجینا کے گداز ہونٹوں پر ایک دلنواز تبسم کی لہر دوڑ گئی۔

"پھر شاید تمہاری اس خواب گاہ کے سحر انگیز ماحول نے مجھے تھپکیاں دے کر سلادیا تھا۔" میں جلے کٹے لہجے میں تلملا کر رہ گیا۔

"جس روز تم گراہم سے ملنے آئے تھے اسی روز میں نے پہلی نظر میں تمہاری صلاحیتوں کو بھانپ لیا تھا۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" میں چونکا۔

"یہی کہ تم ایک صاف گو اور دلیر شخصیت کے مالک ہو۔ نہ ہوتے تو کم از کم شیر کی کچھار میں داخل ہوکر شیر سے نگاہیں ملانے کی حماقت کبھی نہ کرتے۔"

"وہ میرا ذاتی معاملہ تھا۔"

"اب تم میرا ذاتی معاملہ ہو۔" وہ بڑی بے باکی سے مسکراتے ہوئے میرے قریب ہی بستر پر بیٹھ گئی' میں ہڑبڑا کر اٹھا تو وہ سر کی ایک جنبش سے ناگن زلفوں کو پشت کی جانب اچھالتے ہوئے بولی۔ "مرجینا کو جو چیز پسند آئے پھر وہ اسے کسی بھی قیمت پر حاصل کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھتی۔"

"بڑی پاکیزہ عادتوں کی مالک نظر آتی ہو۔" میں نے اس پر غصے سے طنز کیا۔

"یقین نہیں آتا تو آزما کر دیکھ لو۔" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "میں اس وقت خواب گاہ میں تمہارے سامنے بالکل تنہا موجود ہوں' میرا کوئی دوسرا آدمی بھی کہیں آس پاس موجود نہیں ہے۔ تمہاری جیب میں تمہارا آٹومیٹک بھی مع ایک بھرے ہوئے فاضل میگزین کے

ساتھ موجود ہے۔ اگر تم مجھ سے نفرت کا اظہار کرنا چاہتے ہو تو اپنا آٹومیٹک نکالو اور میرے وجود کو چھلنی کرڈالو۔ میں اف بھی نہیں کروں گی۔"

میں نے غیر اختیاری طور پر اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا' مرجینا نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا تھا' میرا آٹومیٹک فاضل میگزین کے ساتھ میرے پاس موجود تھا لیکن میں نے اسے نکالنے کی کوشش نہیں کی' مرجینا کے بارے میں سوچنے لگا جو میرے لیے ایک مشکل عورت ثابت ہورہی تھی' میرے ذہن میں کئی سوال بڑی تیزی سے یکے بعد دیگرے ابھر رہے تھے۔

کیا مرجینا جو کچھ کہہ رہی تھی وہ صداقت پر مبنی تھا یا اس میں بھی اس کی کوئی گہری چال پوشیدہ تھی؟۔۔۔ وہ گراہم کے کئی اسٹارز کی رقاصہ تھی' اس کے لیے چاہنے والوں کی کوئی کمی نہیں تھی پھر اس نے میرا ہی انتخاب کیوں کیا تھا۔۔۔؟ کیا یہ محض اتفاق تھا یا اس حرکت کے پس پشت کوئی گہری سازش کارفرما تھی۔۔۔؟ ہوسکتا ہے گراہم کے بجائے لیڈی سے ملی ہوئی ہو اور اسی کے اشاروں پر اپنی اداکاری کا مظاہرہ کررہی ہو۔۔۔؟ اگر میں اسے ماردیتا تو قاتل کی حیثیت سے قانون کے آہنی شکنجوں میں جکڑ کر رہ جاتا۔۔۔ میں اس وقت جس رہائش گاہ میں موجود تھا اس پر پولیس کی ریڈ بھی ممکن ہوسکتی تھی اور مرجینا کا بیان مجھے اس کے اغوا کا ملزم بھی قرار دینے کے بہت کافی تھا۔۔۔؟

"کس خیال میں کھوئے ہوئے ہو۔۔۔"

"مجھے یہاں کس مقصد کے لیے لایا گیا ہے۔۔۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"میں کچھ دنوں اپنا مہمان رکھ کر تمہیں بہت قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں' جب دل بھر جائے گا تو تمہیں آزاد کردوں گی۔"

"گویا اس گھر میں میری حیثیت قیدیوں جیسی ہوگی۔"

"نہیں۔۔۔" وہ تیزی سے بولی۔ "تم اس گھر میں بھی مکمل آزادی کے ساتھ جہاں چاہو گھوم پھر سکتے ہو لیکن پھاٹک سے باہر اس وقت تک قدم نکالنے کی حماقت نہ کرنا جب تک میں تمہیں اس کی اجازت نہ دے دوں ورنہ تمہاری [illegible] ذمے داری بھی تمہارے اوپر ہوگی۔"

"گرشیا سے واقف ہو؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر دریافت کیا۔

"ہاں۔۔۔ وہ گراہم کی منظور نظر ہے۔" مرجینا معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "تم اسے بدنام زمانہ ملکہ قلوپطرہ کا جانشین بھی کہہ سکتے ہو جو مردوں کو داد عیش دینے کے بعد افشائے راز کے سبب موت کے گھاٹ اتروادیتی تھی' گراہم کو یہ سب کچھ معلوم ہے اس کے باوجود گرشیا اس کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ لیڈی بھی گرشیا کے حسن سے استفادہ کررہا ہے لیکن تم میرا شمار اس فہرست میں نہیں کرسکتے جس میں گرشیا کا نام آتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں مین کلر نہیں ہوں۔" وہ عجیب انداز میں گویا ہوئی۔ "میں صرف خوب صورت اور حسین چیزوں کی شیدائی ہوں' انہیں قریب سے دیکھنا اور پرکھنا میری ہابی ہے۔ میں نے آج تک کسی گلاب کے مہکتے پھول کو شاخ سے توڑنے کی کوشش نہیں کی' مجھے اس سے والہانہ عشق ہے لیکن میں صرف اس کی مہک اور جاذبیت کو قریب سے دیکھ کر گزر جاتی ہوں۔"

"لیکن کسی آزاد پنچھی کو پنجرے میں بند رکھنا ذوق کی تسکین کے زمرے میں تو شمار کیا جاسکتا تھا مگر ذوق کی یہ تسکین پرندے کی قوت پرواز کی شدتوں میں کمی پیدا کردیتی ہے۔"

"تم شاعروں جیسی باتیں کررہے ہو۔" وہ بے پروائی سے مسکراتے ہوئے بولی۔ "مجھے شاعری سے بھی والہانہ عشق ہے لیکن جو بات حد سے تجاوز کرجائے وہ مجھے ہمیشہ گراں گزرتی ہے۔ مثلاً" فارسی کے ایک شعر میں شیرازی نے کسی دوشیزہ کے لیے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اگر وہ اپنے عاشق کا دل اپنی مٹھی میں کرلے تو وہ اس کے حسین گالوں پر موجود سیاہ تل پر سمرقند اور بخارا بھی قربان کرسکتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے' کیا یہ دروغ گوئی اور فریب نہیں ہے۔"

"مجھے یہاں کتنے دنوں مہمان رکھا جائے گا؟" میں نے اس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ حالات پر منحصر ہے۔"

"حالات پر یا تمہاری مرضی پر۔"

"ایک ہی بات ہے۔" اس نے پھر مجھے الجھانے کی خاطر کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ میں کل ہی تمہیں آزاد کردوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمہاری مردانہ وجاہت' تمہاری معصوم اور بھولی بھالی صورت اور اس کے اندر پوشیدہ جاذبیت کو محسوس کرنے میں برسوں بیت جائیں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم مجھے ایک بار گولی مار کر ہمیشہ کے لیے ان کیمیائی اجزا کے اندر محفوظ کر لو جس کے ذریعے ہزاروں سال گزر جانے کے بعد آج بھی اہراموں کے اندر فرعونوں کی لاشیں روزِ اوّل کی طرح محفوظ ہیں۔"

"انسان کے جسمانی اجزا اگر متحرک نہ ہوں تو پھر میرے نزدیک ان میں اور مردہ لاشوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔" مرجینا نے اپنی منطق پیش کی۔ "تم فکرمند نہ ہو' میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"کسی کی آزادی سلب کر دینے کے بعد اسے تسلیاں دینا میرے نزدیک ایک اذیت ناک عمل ہے۔"

"تم میری آنکھوں میں جھانک کر دیکھو۔ ان کی گہرائیوں میں تمہیں صحراؤں میں پھوٹنے والے وہ سوتے بھی نظر آئیں گے جس کے کنارے بیٹھ کر کسی تھکے ماندے مسافر کو ایک خاص فرحت کا احساس ہوتا ہے۔ زندہ رہنے کی تمنا بڑھ جاتی ہے۔ ایسا سکون محسوس ہوتا ہے الفاظ کے ذریعے جن کی وضاحت نہیں کی جا سکتی۔"

"میں تمہاری اس منظور قید سے آزادی حاصل کرنے کی خاطر خودکشی بھی کر سکتا ہوں۔" میں نے جھلا کر جواب دیا۔

"تم ایسا نہیں کرو گے؟" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "اس لیے کہ گراہم بھی یہی چاہتا ہے اور ایڈی ——— وہ جمی کی موت کے بعد تمہارے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔ تمہیں میرا شکر گزار ہونا چاہیے کہ میری نظرِ انتخاب نے تمہیں ایک محفوظ پناہ گاہ بھی فراہم کر دی ہے۔"

"دولت میں قوت ہوتی ہے۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی' "جو لوگ تمہارے اشارے پر آج مجھے اٹھا کر یہاں لائے ہیں' وہی کل دولت کی لالچ میں گراہم یا ایڈی کے ہاتھوں خود کو فروخت بھی کر سکتے ہیں۔"

"مرجینا کو اپنے آدمیوں پر اعتماد ہے۔" وہ بڑے وثوق کے ساتھ پُر اعتماد لہجے میں بولی۔ "وہ اپنی گردنیں تو کٹا سکتے ہیں لیکن کسی بھی قیمت پر اپنی وفاداری کا سودا نہیں کر سکتے۔"

"کبھی کبھی یہی خود اعتمادی بڑی جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔"

"تم کچھ دیر آرام کرو۔ میں پھر آؤں گی۔" مرجینا نے بدستور بڑی روانی سے اردو بولتے ہوئے کہا پھر مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتی ہوئی خواب گاہ سے باہر چلی گئی۔

میں مجبوراً بستر پر دوبارہ لیٹ کر مرجینا کے بارے میں سوچنے لگا' جس انداز میں' میں نے اسے گراہم کے لیے جام تیار کرتے دیکھا تھا وہ ان باتوں کی نفی کرتا تھا جو اس نے کچھ دیر پہلے مجھ سے کی تھیں۔ گراہم کے کمرۂ خاص میں مرجینا کا عریاں لباس بھی اس کے کردار کو اجاگر کرنے کے لیے بہت کافی تھا' یوں بھی وہ ایک رقاصہ تھی جس کا پیشہ ہی اس بات کا متقاضی تھا کہ وہ اپنے پرستاروں کو اپنے حسن کے فریب میں مبتلا رکھے۔ کم از کم میں اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ وہ محض ایک پروانے کی طرح کسی شمع پر جل مرنے کے لیے آمادہ ہو سکتی تھی' میرے اغوا کے پیچھے یقیناً کوئی گہری سازش پوشیدہ تھی جسے چھپانے کی خاطر وہ اپنی لچھے دار گفتگو میں مجھے الجھانے کی کوشش میں بڑی شاندار اور پیشہ ورانہ اداکاری کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

دروازے پر دوبارہ کسی کے قدموں کی آہٹ ابھری تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا' میں نے بے دلی سے دروازے کی سمت دیکھا پھر بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا' مجھے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آ رہا تھا یا پھر میں جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔ میں کسی سحرزدہ انسان کی طرح پلکیں جھپکائے بغیر لیڈی مکلارنس کو دیکھ رہا تھا جو حسب معمول اسی لباس میں ملبوس تھی جو اس کی پراسرار شخصیت میں سوگواری کو نمایاں کرتا تھا' وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی میرے قریب آ کر رک گئی' اس کی آنکھوں میں مجھے اس وقت بھی وہی مخصوص چمک نظر آ رہی تھی جس کے اندر میں ماورائی قوتوں کا ہیجان انگیز رقص محسوس کر چکا تھا۔

میری کیفیت اس وقت کسی طلسماتی فلم کے اس ہیرو جیسی تھی جسے کیمرا ٹرک کے ذریعے بھیانک صورتوں کو نمایاں اور غائب کر دینے کی وجہ سے خوفزدہ کرنے کی صورت حال پیدا کی جاتی ہے۔ لیڈی مکلارنس کا وجود بھی اس وقت میرے لیے بڑا حیران کن تھا' اس کی پراسرار شخصیت نے شاید میرے الجھے ہوئے ذہن کو تسلی دینے کی خاطر انسانی ہیولے کا روپ دھار لیا تھا' وہ غالباً میری اپنی نگاہوں کا فریب تھا جس نے مجھے سراب کی کیفیتوں سے دوچار کر رکھا تھا' میں اس کے خیالی پیکر کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"اس قدر حیرت سے مجھے کیوں دیکھ رہے ہو؟" لیڈی مکلارنس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی' اس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی تو دوبارہ چونکا جو کچھ میں سمجھ رہا تھا

وہ درست نہیں تھا' لیڈی مکلارنس کی خواب گاہ میں موجودگی میرے ذہن کی پیداوار یا کوئی خواب نہیں تھا وہ اپنے اصلی رنگ و روپ میں ایک زندہ حقیقت کی طرح میرے سامنے کھڑی تھی۔

"آپ ——— اور یہاں۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"کیوں ——— کیا میرے یہاں آنے پر کوئی پابندی عائد ہے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا' میں نے جلدی سے وضاحت کی۔ "دراصل میں اس وقت کی اسٹارز کی ایک مصری کیبرے ڈانسر کی قید میں ہوں' اس نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی اس رہائشی مکان کے خارجی اور داخلی تمام دروازوں پر سخت پہرا ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی پرندہ بھی یہاں پر نہیں مار سکتا۔"

"تم لیڈی مکلارنس کا شمار پرندوں میں کر رہے ہو؟" اس نے سپاٹ انداز میں مجھے گھورا' اس کے لہجے سے ناگواری مترشح تھی۔

"میں معافی کا خواستگار ہوں لیکن ———"

"مجھے تمہاری ذہنی کیفیت کا بخوبی علم ہے میرے عزیز۔" وہ میرا جملہ قطع کرتے ہوئے بولی۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم اس وقت مرجینا کی تحویل میں ہو۔ اس کی اصلیت کیا ہے یہ بات بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ایک باصلاحیت اور خطرناک قسم کی عورت ہے' میں نے اسی لیے پیش گوئی کی تھی کہ تم اپنے اغوا میں کسی مزاحمت یا طاقت کا استعمال نہیں کرو گے' اگر تم ایسا کرتے تو شاید تمہیں ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑتا۔"

"کیا اس نے مجھے گراہم یا ایڈی کے اشارے پر اغوا کیا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"گراہم اور ایڈی۔" لیڈی مکلارنس نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب مجھے گراہم کو کوئی سخت سبق سکھانا پڑے گا۔"

"مرجینا نے مجھے بتایا تھا کہ جمی کی موت کے بعد سے ایڈی بھی میرے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔"

"پریشان مت ہو۔ میں پہلے بھی تم سے کہہ چکی ہوں کہ جب تک میں تمہارے اوپر مہربان ہوں تمہیں کسی جان لیوا حالات سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔" لیڈی مکلارنس نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "اس کے علاوہ بھی کوئی طاقت آسانی سے تمہارے اوپر غالب نہیں آ سکتی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"وہ پراسرار قوت جو تمہارے اندر موجود ہے' جس نے مجھے بھی تمہاری ذات میں دلچسپی لینے پر مجبور کر دیا ہے میں کوشش بسیار کے باوجود ابھی تک اس نادیدہ قوت کے راز سے ناواقف ہوں لیکن میں اپنی شکست تسلیم نہیں کروں گی۔" لیڈی مکلارنس نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ایک نہ ایک دن میں اس قوت کے راز کو ضرور پا لوں گی۔ اس کے بارے میں' میں یقین سے کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتی لیکن میرا علم اس بات کی نشاندہی ضرور کرتا ہے کہ جب تک وہ طاقت تمہارے ساتھ ہے دنیا کی کوئی قوت تمہیں موت سے ہمکنار نہیں کر سکتی۔ شاید میں بھی نہیں۔ لیڈی مکلارنس' جس کی زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات بھی غلط ثابت نہیں ہوئی' جس کی آنکھوں کی ایک جنبش ہی دشمنوں کی سرکوبی کے لیے بہت کافی ہوتی ہے۔ پنڈت جسی دھر کی صورت میں تم میری قوت کا ایک معمولی سا تماشا دیکھ چکے ہو۔"

"میرے موجودہ اغوا کے بارے میں آپ کیا کہتی ہیں؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "کیا میں اپنی مرضی سے اس قیدوبند سے گلوخلاصی حاصل کر سکتا ہوں۔"

"ہاں ——— تم ایسا کر سکتے ہو لیکن میں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔"

"کوئی خاص وجہ ———؟"

"تم اس چھت کے نیچے زیادہ محفوظ ہو۔" لیڈی مکلارنس نے مبہم الفاظ میں جواب دیا۔ "تمہیں کچھ دنوں اور انتظار کرنا ہوگا اس کے بعد تم اپنی مرضی سے جو قدم چاہو اٹھا سکتے ہو۔"

"کیا میں ایک سوال کر سکتا ہوں۔" میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا مرجینا اور اس رہائش گاہ کے سکیورٹی گارڈز کو آپ کی آمد پر کوئی اعتراض نہیں ہوا۔"

"اعتراض ———" وہ بڑے معنی خیز اور پراسرار انداز میں بولی۔ "اعتراض کی نوبت تو اس صورت میں پیدا ہو سکتی تھی میرے عزیز جب ان کی نگاہیں میرے وجود کا سراغ لگا سکتیں۔"

"کیا مطلب ———؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نے اپنی قوت کے زور سے ان کے ذہنوں کو

مسمرائز (MESMERISE) کردیا ہے۔" وہ کسی فاتح جرنیل کی طرح مسکرائی۔ "ان کی نگاہوں کے سامنے ایک ایسی دھند پیدا کردی ہے جس کی وجہ سے مجھے نہیں دیکھ سکتے۔"

"حیرت ہے۔۔۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا آج کی دنیا میں بھی یہ باتیں ممکن ہیں۔"

"کل تک تم آسمانی سیاروں کو ناقابل تسخیر سمجھتے تھے لیکن آج کا انسان ان سیاروں پر پہنچ کران کے بارے میں تحقیق کررہا ہے۔ دنیا میں آج بھی ایسی بے شمار ناقابل یقین قوتیں موجود ہیں جنہیں عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی لیکن محض اس لیے کہ ابھی تک عام انسانوں کی نظریں ان تک نہیں پہنچ سکی ہیں۔"

"آپ نے ایک بار اپنی کسی لائبریری کا ذکر کیا تھا۔" میں نے یاد کرتے ہوئے کہا۔ "ایک ایسی لائبریری جہاں تک عام ذہنوں کی رسائی بھی ناممکن ہے۔"

"ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ "میں عنقریب تمہیں اس مقام کی سیر کرانے کا شرف بخشوں گی۔"

"کب۔۔۔" میں نے بے چینی کا مظاہرہ کیا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"ہوسکتا ہے کہ تم آج رات ہی میری اس لائبریری کو دیکھ سکو جہاں تک ابھی کسی اور کی رسائی نہیں ہوسکی۔" اس کے علاوہ آج رات میں تم کو ایک ناقابل یقین تماشا اور بھی دکھاؤں گی۔"

"مگر میں یہاں سے نکلوں گا کس طرح؟"

"یہ تم میرے اوپر چھوڑ دو۔ میں تم سے صرف یہی کہنے آئی تھی کہ ابھی سے اپنے اعصاب کو قابو میں رکھنے کا عمل شروع کردو، ورنہ ہوسکتا ہے کہ اچانک میری قوت کا تماشا دیکھتے ہی تمہارے دل کی حرکت تمہارا ساتھ چھوڑ دے۔"

میں نے لیڈی مکارنس سے کچھ وضاحت طلب کرنا چاہی لیکن عین اسی وقت ایک شخص کھانے کی ٹرالی گھسیٹتا ہوا داخل ہوا اور میرے دل کی بات دل ہی میں رہ گئی۔

"میں اب جارہی ہوں میرے عزیز۔ رات کو ہماری ملاقات دوبارہ ہوگی۔" لیڈی مکارنس نے نجانے کیوں مجھے تیز نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا پھر پلٹ کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی کھانا لانے والے ملازم کے سامنے سے گزرتی ہوئی باہر نکل گئی۔

مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ملازم نے لیڈی مکارنس کی میری خواب گاہ میں موجودگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا، شاید اس ملازم کی نگاہیں بھی اسے دیکھنے سے قاصر ہی رہی تھیں!!

*

رات کو کھانا کھانے کے بعد میں نے کافی پینے کی خواہش کا اظہار کیا جسے رد نہیں کیا، مجھے حیرت تھی کہ میں مرجینا کی قید میں تھا لیکن اس کے باوجود میری خواہش کا احترام کیا جارہا تھا، وہ شخص جو میری خدمت پر مامور تھا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا، وہ میری خواہشات کی تکمیل اس طرح کرتا تھا جیسے میرا ذاتی ملازم ہو، وہ خاصا کم سخن اور کم گو واقع ہوا تھا، شاید اسے ان باتوں سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا تھا، وہ میری باتوں کا جواب محض ہوں، ہاں یا نہیں میں دیا کرتا تھا۔ عمر کے اعتبار سے وہ زیادہ ضرور تھا اس کے قویٰ خاصے مضبوط نظر آتے تھے، چال ڈھال کے اعتبار سے اگر اسے پھرتیلا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، اس کی آنکھوں کی چمک اس بات کی غمازی کرتی تھی کہ وہ جو کچھ نظر آتا ہے اس کے برعکس ہے، میرے استفسار پر اس نے اپنا نام ضرغام بتایا تھا۔

میری خواہش کے احترام میں کافی کی ٹرے رکھ کر واپسی کے ارادے سے پلٹا تو میں نے اسے آواز دے کر روک لیا، وہ کسی روبوٹ ہی کی طرح پلٹا تھا۔

"یہ دوسرا کپ کس کے لیے ہے؟" میں نے ٹرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"مالکن کے لیے۔۔۔" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"کیا مرجینا بھی میرے ساتھ کافی پئیں گی؟"

"شاید۔" وہ بدستور سپاٹ لہجے میں بولا۔ "مجھ سے یہی کہا گیا تھا۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"مجھے اس کا علم نہیں ہے۔"

"ضرغام۔" میں نے اس کے جواب پر معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا ضرغام ہی تمہارا اصلی نام ہے۔"

"آپ کو ناپسند ہے تو کوئی اور نام رکھ لیں۔ میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔" اس نے بڑی فرمانبرداری سے جواب دیا۔ "نام کی تبدیلی کے بعد بھی مجھے وہی فرائض ادا کرنے ہوں گے جو اب کررہا ہوں۔"

"کیا تم اپنی موجودہ زندگی اور حیثیت سے مطمئن ہو؟"

[illegible] نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"میں کوئی فلسفی نہیں ہوں پھر بھی اتنا ضرور جانتا ہوں انسان کسی حال میں بھی مطمئن نہیں رہتا، نئی نئی منزلوں تلاش اور خوب سے خوب تر کی جستجو اسے ہمیشہ بیمابی [illegible]یتوں سے دوچار رکھتی ہے۔" اس نے بڑی سادگی سے "آپ خود اپنی مثال لے لیں، یہاں آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں، ہر قسم کا آرام اور آسائش میسر ہے لیکن [illegible]پ مطمئن ہیں؟ کیا یہاں سے فرار ہوجانے کا خیال [illegible] کو مضطرب نہیں رکھتا۔"

"تم خاصے پڑھے لکھے اور ذہین آدمی معلوم ہوتے [illegible]"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی ورنہ من آنم کہ من دانم۔"

"مرجینا کے پاس کب سے ملازمت کررہے ہو؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے جناب۔" وہ تیزی سے بولا۔ [illegible] کوئی اور حکم دیں، ضرغام حکم کی بجا آوری میں کسی [illegible] کا بھی کا ثبوت نہیں دے گا۔"

"مجھے یہاں ہر قسم کا آرام اور آزادی حاصل ہے [illegible] اس کے باوجود مجھے اس رہائش گاہ سے باہر جانے کی [illegible]ت نہیں ہے۔" میں نے دوسرے زاویے سے اسے [illegible]ولا۔ "کیا تم اس کی وجہ جانتے ہو؟"

ضرغام نے جواب دینے کے بجائے مجھے تیز نظروں سے [illegible] پھر کوئی جواب دیے بغیر خاموشی سے ایڑیوں کے بل [illegible] کر کمرے سے باہر نکل گیا، وہ ملازم ہونے کے باوجود [illegible] دوراندیش اور معاملہ فہم تھا، اس کی نگاہوں کی چمک اس کی غیر معمولی ذہانت کی دلیل تھی، شاید اسے جس [illegible] میرے لیے استعمال کیا جارہا تھا وہ اس سے قطعی [illegible] قسم کی کوئی چیز تھا۔

مرجینا کمرے میں داخل ہوئی تو میں سنبھل کر بیٹھ [illegible]۔ اس کے لوچدار اور حسین جسم پر اس وقت بالکل [illegible] طرز کا لباس تھا جیسا میں گراہم کے خاص کمرے میں [illegible]ات دیکھ چکا تھا جب وہ اس کے لیے جام پر جام تیار [illegible] کے ساقیانہ فرائض انجام دے رہی تھی، اس کے [illegible] نشیب و فراز خاصے ہیجان انگیز تھے، میک اپ نے [illegible] کے ظاہری حسن کو کچھ اور دو آتشہ بنادیا تھا، وہ سراپا [illegible] نظر آرہی تھی، میں نہ چاہنے کے باوجود اس کی سمت [illegible] دیکھا۔ حسن اور جوانی کے اندر بھی ایسا ایک نشہ اور [illegible] ہوتا ہے جو بڑے بڑے زاہدوں کو بھی تسخیر کرلینے کی [illegible] رکھتا ہے، میں بھی اسی کشمکش کا شکار ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی نگاہوں کی مستی مجھے خوابوں کی حسین وادیوں کی سیر کرا رہی تھی، اس کے بل کھا کر چلنے کا خوب صورت انداز میرے جذبات کو گدگدا رہا تھا، اس کے حسن کا نکھار میری عمر کے تقاضوں کو اور اکسا رہا تھا، اس کی نگاہوں کا خمار میرے قدموں میں لغزش پیدا کررہا تھا، اس کے جسم سے پھوٹنے والی سحرانگیز مہک مجھے کسی اور دنیا کی سیر کرنے پر مجبور کررہی تھی، اس کے گداز ہونٹوں پر مچلنے والی شوخ اور شریر مسکراہٹ میرے صبر کی آزمائش کررہی تھی، اس کے وجود کا تصور ہی میرے لیے بڑا ہیجان انگیز تھا، وہ سراپا ناز تھی اور میں مجسم اضطراب، میں خوابوں کی کیفیت میں گم تھا، اس نے میرے برابر بیٹھنے کے بعد مجھے مخاطب کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مندر میں رہنے والی کنواری دیویوں نے وہاں کی ساری گھنٹیوں کو ایک ساتھ چھیڑ دیا ہو، میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"مجھے اگر کلی اسٹارز جا کر بہکتے ہوئے شرابیوں کے درمیان رقص کرنے کی مجبوری نہ ہوتی تو شاید میں تمہیں ایک لمحے کو بھی تنہا نہ چھوڑتی۔" اس کی گفتگو میں لگاوٹ بھی تھی اور مجبوری کا احساس بھی تڑپ رہا تھا، اس کی نگاہیں میرے چہرے پر پھسل رہی تھیں، اس کے قرب کی تپش مجھے کسی موم کے مجسمے کی طرح پگھلانے کی کوشش کررہی تھی۔

"کیا تمہارا وہاں جانا ضروری ہے؟" میں نے اپنے ڈگمگاتے اعصاب کو متوازن رکھنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔۔۔" وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر بڑے محبوبانہ انداز میں بولی۔ "میں نہیں چاہتی کہ میری غیر حاضری گراہم یا لیڈی اور ان کے ساتھیوں کو میری جانب کسی شک میں مبتلا کردے۔"

"اور اگر کسی طرح گراہم کو یہ معلوم ہوگیا کہ اس کے شکار پر تم نے قبضہ غاصبانہ کررکھا ہے تو۔" میں نے اس کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کی۔

"میں کل کی فکر کرنے کی عادی نہیں ہوں۔۔۔ البتہ احتیاط شرط ہے۔"

"تمہاری واپسی کب تک ہوگی؟"

"آج میں ناسازیٔ طبیعت کا بہانہ کرکے جلدی آجاؤں گی۔" اس کی نشیلی آنکھوں میں کئی ساغر ٹکرا کر چھلک اٹھے، بڑے مترنم لہجے میں بولی۔ "صرف تمہاری خاطر۔"

"کمرا اندر سے بند کرکے سونا میری پرانی عادت ہے۔" میں نے کافی کے دو کپ تیار کرکے ایک اس کی جانب

بڑھا دیا۔

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" اس نے سرگوشی کی۔ "تم اپنے بستر پر محوِ خواب رہنا میں عالمِ تصور میں تمہاری پرستش کرتی رہوں گی۔"

"ایک بات پوچھوں۔" میں جھلا کر بولا۔ "کیا تم کسی خاص مقصد کے لیے مجھے بے وقوف بنا کر کسی غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتی ہو؟"

"غلط فہمی۔" اس نے آنکھیں بند کر کے بڑے خوابیدہ لہجے میں کہا۔ "کاش تم اس ایک مختصر لفظ کے مفہوم سمجھنے کی خاطر ان بے چین موجوں کا تصور کر سکو جو ساحل تک پہنچنے کی خاطر سرمارتی رہتی ہیں اور کنارے پر پہنچ کر بھی مایوس لوٹ جاتی ہیں۔ لیکن اس مایوسی میں بھی ایک لذت ہوتی ہے، سرشاری ہوتی ہے، ایک چبھن ہوتی ہے جو آسودگی کا مکمل سبب بھی بن جاتی ہے۔"

"شاعرانہ تکلم وقت کا زیاں ہے۔" میں نے خشک انداز اختیار کیا۔ "جو لوگ جاگتے میں خواب دیکھنے کے عادی ہوں وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔"

"تم نے شاید ابھی تک تصویر کا ایک ہی رخ دیکھا ہے۔" وہ مجھے دیکھ کر توبہ شکن انگڑائی لے کر بولی۔ "بازی مات ہو جانے کے بعد جو خلش پیدا ہوتی ہے وہ دائمی ہوتی ہے۔ جیت جانے کی صورت میں وقتی سرمستی بہت جلد اپنا اثر کھو دیتی ہیں۔"

"تم نے یہ باتیں کہاں سے سیکھی ہیں؟" میں نے تلملا کر پوچھا۔

"تجربات زندگی کا نچوڑ ہوتے ہیں۔" وہ بڑے دل آویز انداز میں مسکراتے ہوئے اٹھی۔ "مجھے دیر ہو رہی ہے۔ میں اب اجازت چاہوں گی۔"

"کافی نہیں پیو گی۔" میں نے اس کے بھرے ہوئے کپ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"کافی پی لی ہے۔" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سحر انگیز لہجے میں کہا پھر ایک خاص ادا سے مسکراتی ہوئی کھوئی اور ماحول میں نشے کا رنگ بکھیرتی چلی گئی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں مرجینا کے خوف سے اپنی خواب گاہ کا دروازہ اندر سے بند کر کے لیٹا تھا پھر درپیش حالات کی گھتھیاں بڑی سرعت سے میرے ذہن پر غالب آنا شروع ہو گئی تھیں، میں بہت جلدی نیند کی آغوش میں گم ہو گیا تھا۔ میں کب تک محوِ خواب رہا مجھے کچھ یاد نہیں، البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ کوئی مانوس سی آواز مجھے کہیں دور سے بلا رہی تھی، میں اس آواز پر غور کر رہا تھا کہ یکلخت ناگوار دواؤں کی بو کا ایک تیز جھونکا میرے ذہن سے اتنی شدت سے ٹکرایا کہ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں، میں اس وقت ایک وھیل چیئر پر موجود تھا اور لیڈی مکارنس میرے سامنے کھڑی میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی، میں نے نظریں گھما کر ماحول کا جائزہ لیا، میں اس وقت کسی تنگ سی راہداری میں تھا جس کے دونوں سروں پر کسی دروازے یا نکاسی کا کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آ رہا تھا، اس راہداری کی چھت پندرہ فٹ سے کچھ زیادہ ہی بلند تھی جس پر مدھم پاور کا ایک نیلا بلب روشن تھا، اس بلب کی روشنی نے ماحول کو بڑا پراسرار بنا رکھا تھا۔

"تم اب کیا محسوس کر رہے ہو؟" لیڈی مکارنس نے مجھے مخاطب کیا۔

"میں اس وقت کہاں ہوں؟" میں نے تعجب سے پوچھا، ناگوار دواؤں کی بو کا وہ تیز جھونکا ابھی تک میرے ذہن میں چکرا رہا تھا۔

"تفصیل میں جانے کی کوشش مت کرو۔ صرف اپنی قسمت پر فخر کرو۔" اس نے بڑی گمبھیر سنجیدگی سے کہا۔ "اس کرۂ ارض پر تم وہ پہلے خوش نصیب انسان ہو جو مجھ سے بعد اس انوکھی اور ناقابلِ یقین لائبریری کی سیر کرے گا جسے میں نے بڑی کھٹنائیاں جھیلنے کے بعد مرتب کیا ہے مگر ایک بات پھر ذہن نشین کر لو۔ تم یہاں سے واپسی کے بعد اپنی زبان پر مکمل قابو رکھو گے جو کچھ اپنی نظروں سے دیکھو گے اس کے بارے میں اگر تم نے کبھی لب کشائی کی حماقت کی تو شاید وہ لمحہ تمہاری زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہو۔"

"وہ بو ۔۔۔"

"وہ بھی میری اپنی ایجاد ہے جو انسان کو نہ صرف پل بھر میں نیند سے بیدار کر دیتی ہے بلکہ رفتہ رفتہ اس کے ذہن کو خاصی توانائی بھی بخشتی ہے۔" لیڈی مکارنس نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تم ذہنی طور پر خود کو کیسا محسوس کر رہے ہو؟"

"میں بالکل نارمل ہوں البتہ اس بو کا اثر ابھی پوری طرح زائل نہیں ہوا۔"

"تمہارے دل کی دھڑکنوں کا کیا حال ہے؟"

"میں پوری طرح صحت مند ہوں۔"

"گڈ۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اب

نہیں اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر اس سامنے والی دیوار تک چلنا ہو گا، اس کے بعد تم ایک ایسی دنیا کی سیر کرو گے جو ممکن ہے تمہاری نگاہوں میں طلسماتی ہو۔ لیکن میں تمہیں ایک ایسا ثبوت بھی پیش کروں گی کہ تمہاری عقل دنگ رہ جائے گی۔ ایک ایسا کرشمہ جس کی بھیانک یاد تمہارے وجود کا ایک حصہ بن جائے، تم میرے اس کرشمے کو مرتے دم تک فراموش نہیں کر سکو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا میرے اندر تجسس کا ایک لاوا موجزن تھا۔ میرے ہاتھ میں کمبل پوش بزرگ کی وہ صندلی انگوٹھی موجود تھی جو ماورائی قوتوں کے لیے ابھی تک ایک معمہ بنی ہوئی تھی۔ خود لیڈی مکارنس نے بھی مجھ سے کہا تھا کہ میری ذات میں اس کی دلچسپی صرف اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک وہ میرے وجود کے اندر چھپی اس طاقت کا اندازہ نہ لگا لے۔

میں اب خود کو بالکل نارمل محسوس کر رہا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت ضرور تھی کہ جب میں مرجینا الجیب کی بالشت گاہ میں قید تھا اور اپنی خواب گاہ اندر سے بند کر کے سویا تھا تو کس طرح بے خبری کے عالم میں لیڈی مکارنس تک پہنچ گیا لیکن میں نے یہ خیال اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔ لیڈی مکارنس نے اپنی لائبریری کا جو بھیانک تصور میرے ذہن پر "فوقنا" طاری کیا تھا میں پورے ہوش و حواس کے ساتھ اسے دیکھنا چاہتا تھا چنانچہ میں وھیل چیئر سے اٹھ کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ میرے جسم پر اس وقت وہی لباس موجود تھا جو میں نے سوتے وقت پہنا تھا۔

راہداری کو آگے سے جس دیوار نے بند کر رکھا تھا اس کا فاصلہ وھیل چیئر سے بیس پچیس فٹ سے کسی طرح زیادہ نہیں تھا، میں پورے اعتماد سے قدم بڑھاتا ہوا اس دیوار کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

"اب اپنی آنکھیں بند کر کے اس دیوار سے گزر جاؤ۔" لیڈی مکارنس نے ہدایت کی۔ "جب تک میں نہ کہوں تم دوبارہ آنکھیں نہیں کھولو گے۔"

میں نے فطری طور پر آنکھیں بند کرنے سے پہلے اس دیوار کو چھو کر دیکھا، وہ خاصی ٹھوس اور مضبوط تھی۔

"کیا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے ہو۔" لیڈی مکارنس کی سرسراتی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"کیا میں اس دیوار سے ہو کر گزر سکتا ہوں۔" میں نے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"وقت مت ضائع کرو۔ صرف میری ہدایت پر عمل کرو۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر آنکھیں بند کر کے آگے بڑھتا چلا گیا۔ مجھے حیرت تھی کہ میں دیوار سے نہیں ٹکرایا تھا جبکہ آنکھ بند کرنے سے پیشتر میں نے اپنے اور دیوار کے درمیانی فاصلے کو بخوبی محسوس کیا تھا جو دو فٹ سے کسی طرح بھی زیادہ نہیں تھا۔ "اب قدموں پر گھوم کر اپنی آنکھیں کھول دو۔"

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا، میری نظروں کے سامنے وہی ٹھوس دیوار موجود تھی جس سے حیرت انگیز طور پر گزر کر میں دوسری جانب پہنچ چکا تھا۔ اس حصے میں راہداری کے مقابلے میں زیادہ گھپ اندھیرا تھا۔ دیوار پر مدھم پاور کا جو سرخ بلب ٹمٹما رہا تھا وہ اس اندھیرے کو دور کرنے کے لیے ناکافی تھا۔

"حیرت انگیز۔" میں نے تعجب سے کہا پھر لیڈی مکارنس کی ہدایت پر اپنی پشت دیوار کی سمت کر لی، میری نگاہوں کے سامنے گھٹا ٹوپ اندھیرے کا راج تھا۔ لیڈی مکارنس میرے برابر مشکل دو گز کے فاصلے پر کھڑی تھی لیکن وہ کسی دھندلے ہیولے کے مانند دکھائی دے رہی تھی۔

"میرے عزیز۔ اس وقت تم اسی لائبریری میں موجود ہو جس کا ذکر میں نے کیا تھا۔" لیڈی مکارنس کی آواز ابھری۔ "خود پر قابو رکھنے کی کوشش کرنا۔ میں اب اندھیرے کو دور کر رہی ہوں۔"

لیڈی مکارنس کے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی گھپ اندھیرا بقعۂ نور بن گیا اور میں حیرت سے اچھل پڑا۔ وہ ایک وسیع و عریض ہال تھا جس میں لوہے کی بڑی بڑی قد آور الماریاں موجود تھیں۔ ان الماریوں کے ان گنت حصوں کے اندر شیشے کے بیشمار مستطیل شکل کے باکس موجود تھے اور ان بکسوں میں دنیا کے بیشتر نامور سائنس دانوں، دانشوروں، فرماں رواؤں، اداکاروں، محققین اور اپنے اپنے شعبہ میں ماہرین کی کھوپڑیاں نظر آ رہی تھیں، بظاہر وہ پلاسٹر آف پیرس یا کسی مخصوص قسم کی سفید چکنی مٹی سے بنے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ شیشے کے ہر بکس کے نیچے اس شخصیت کا نام، تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کے علاوہ اس شعبے کا نام بھی جلی حروف میں تحریر تھا جس سے وہ متعلق رہ چکا تھا۔ ان میں زیادہ تر کھوپڑیاں ان افراد کی تھیں جنہیں دنیا سے کوچ کیے ایک طویل مدت اور صدیاں بھی بیت چکی تھیں۔ میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس

عجیب و غریب لائبریری کو دیکھ رہا تھا جو یقیناً اپنی نوعیت کی پہلی لائبریری تھی جہاں ہزاروں کی تعداد میں وہ کھوپڑیاں موجود تھیں جن کی نقل کو دیکھ کر اصل کا گمان ہوتا تھا۔

"یہ سب کچھ یقیناً کسی ماہر مجسمہ ساز کی برسوں کی محنت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا تم ان بے جان کھوپڑیوں کو قریب سے دیکھنا پسند نہیں کرو گے؟" لیڈی مکلارنس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

اس کی دعوت پر میں لوہے کی ان ریکس (RACKS) کے قریب جا کر ان کھوپڑیوں کو بغور دیکھنے لگا جنہیں اتنے ماہرانہ انداز میں اس قدر چابک دستی سے ان کے اصل روپ میں اجاگر کیا گیا تھا کہ وہ کیفیتیں بھی جھلک رہی تھیں جو مرنے والوں کی زندگی کا خاصہ رہ چکی تھیں۔ میں ایک ایک کھوپڑی کو بڑے ذوق و شوق اور تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر میں ایک شیشے کے بکس کے سامنے جا کر رک گیا جس کے نیچے "راسپوتین، گریگوری یفیموویچ۔ (1872-1916) اور روسی راہب" کے حرف اور ہندسے درج تھے۔ اس کھوپڑی کو بھی اس خوبصورت انداز میں ڈھالا گیا تھا کہ اس کی خباثتیں بھی عیاں نظر آرہی تھیں۔

"بہت خوب۔" میں نے لیڈی مکلارنس کو مخاطب کیا۔

"کیا تم اس کھوپڑی کو چھو کر محسوس کرنا پسند کرو گے؟" لیڈی مکلارنس نے سنجیدگی سے کہا پھر شیشے کے بکس کو کھول دیا، میں نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر اسے چھوا۔ میرے خیال کے مطابق وہ پلاسٹر آف پیرس ہی سے تشکیل دیا گیا تھا، میں اسے چھو کر ہٹا تو لیڈی مکلارنس نے شیشے کے دروازے بند کر دیے پھر مجھے دیکھ کر عجیب پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

"کیا تم راسپوتین سے گفتگو کرنا بھی پسند کرو گے؟"

"جی ۔۔۔" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ شاید مجھ سے مذاق کر رہی ہیں۔"

"میرے عزیز۔ تم نے اس لائبریری کے سلسلے میں اپنے ذہن میں جو رائے قائم کی ہے وہ غلط ہے۔ دنیا کا کوئی بھی دولت مند اور صاحب حیثیت شخص اپنے شوق کی تسکین کی خاطر اس قسم کی مصنوعی کھوپڑیاں کسی بھی ماہر مجسمہ ساز سے بنوا سکتا ہے لیکن اس وقت یہاں تمہیں جو کھوپڑیاں نظر آرہی ہیں، وہ اصلی ہیں۔ میرے اشارے پر یہ اپنی اصل شکل بھی اختیار کر سکتی ہیں اور زندہ انسانوں کی طرح اپنی مادری زبان میں تم سے باتیں بھی کر سکتی ہیں۔"

مجھے لیڈی مکلارنس کے بیان پر شبہ ہو رہا تھا، اس نے شاید میرے چہرے کے تاثرات سے میرے ذہن میں ابھرنے والے خیالات کو پڑھ لیا تھا۔ جواب میں اس کی پراسرار آنکھوں میں طاغوتی قوتوں کا وہی رقص جاری ہو گیا جو میں ایک بار پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس نے مجھ سے کچھ کہے بغیر اپنے بھاری جھول قسم کے اوور کوٹ کی جیب سے ریموٹ کنٹرول کی شکل سے ملتی جلتی ایک شے نکالی جس پر مختلف رنگوں کے بٹن موجود تھے۔ اس نے اپنا رخ کھوپڑی کی جانب کیا پھر ریموٹ کنٹرول کے ایک بٹن کو دبا دیا۔ اس کے بعد میری نگاہوں نے جو منظر دیکھا وہ ناقابل یقین ہی تھا۔

میری نگاہیں راسپوتین کی کھوپڑی پر مرکوز تھیں جس کی سفید کھوپڑی کی رنگت آہستہ آہستہ انسانی جسم کی رنگت اختیار کر رہی تھی پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے زندہ صورت میں نظر آنے لگا۔ اس کی پتلیاں اپنے حلقوں میں اس طرح گردش کر رہی تھیں جیسے اسے ایک طویل مدت کے سونے کے بعد نیند سے بیدار کیا گیا ہو۔ اس کی کھوپڑی کا ایک ایک عضو زندہ انسانوں کی طرح حرکت کر رہا تھا، مجھے اپنی قوت بصارت پر شبہ ہونے لگا۔ شاید میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ میری اپنی کیفیت بھی کسی ایسے مجسمے سے کم نہیں رہ گئی تھی جسے سرتاپا زندگی کی علامتوں سے نواز کر ایک بت کے مانند زمین پر استادہ کر دیا گیا ہو، میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے راسپوتین کی اس زندہ کھوپڑی کو دیکھ رہا تھا جو میرے لیے دنیا کے تمام عجوبوں میں سر فہرست نظر آرہی تھی، میرے جسم میں خون کی گردش تیز ہو رہی تھی۔

"اپنے دل کی دھڑکنوں کو قابو میں رکھو میرے عزیز۔" لیڈی مکلارنس نے بدستور کھوپڑی پر نظر جماتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "مجھے بتاؤ، کیا تم اسے روسی زبان میں بولتا دیکھنا چاہو گے یا اپنی زبان میں اس سے گفتگو کرنا پسند کرو گے۔"

"کک ۔۔۔ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ میں اس سے اردو زبان میں بات کر سکوں۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"نہیں ۔۔۔ یہ وہ زبان نہیں بول سکتا جو اسے نہ آتی ہو۔ ہاں، تم اس سے انگریزی میں بات چیت کر سکتے ہو۔" لیڈی مکلارنس نے کہا پھر اس نے ریموٹ کا ایک دوسرا بٹن دباتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "اب تم اس سے سوال کرو۔ یہ تمہیں جواب دینے پر مجبور ہوگا۔"

"کیا تم میری آواز سن سکتے ہو؟" میں نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے راسپوتین کی کھوپڑی سے انگریزی میں سوال کیا۔

"ہاں۔ میں تمہاری آواز سن رہا ہوں۔"

"کیا تم مجھے اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟"

"تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟" راسپوتین کی متحرک آنکھوں نے مجھے گھورتے ہوئے قدرے ناگوار لہجے میں پوچھا۔

"تمہاری تعلیم کہاں تک تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نے کبھی کتابوں میں دلچسپی نہیں لی۔ تم مجھے ان پڑھ کہہ سکتے ہو لیکن اس کے باوجود تمہیں میری ذہانت کی داد دینا پڑے گی۔"

"مستند کتابوں میں درج ہے کہ تم ایک اوباش اور بدکردار شخص تھے؟"

"جب خوبصورت اور بے باک چہرے کسی نوجوان کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں تو اس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ خون کی گردش اور جوانی کا جوش انسان کے ذہن سے گناہ اور ثواب کے تصور کو مٹا دیتا ہے اور پھر جب ایک دہقان شہر کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھتا ہے تو اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ مجھے جو مواقع ملے میں نے انہیں ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ میرے لیے زندگی کا مفہوم ہی شراب اور شباب کے سوا کچھ اور نہیں تھا۔"

"کیا یہ درست ہے کہ تم نے زارینہ کو فریب دے کر دربار خاص میں ایک اونچا مقام حاصل کیا تھا؟"

"ہاں۔ شاید اس لیے کہ اقتدار کی ہوس انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔" اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ "کیا تمہاری آج کی دنیا میں مکر و فریب سے کام نہیں لیا جا رہا۔ کیا اقتدار کی جنگ کی خاطر بھائی بھائی کے خون کا پیاسا نظر نہیں آتا۔"

"کیا تم بتاؤ گے کہ تم نے زارینہ کو کس طرح فریب دیا تھا۔"

"میرے بارے میں تمہاری معلومات ناقص ہیں۔" اس کی خشک آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "میں ایک راہب بھی تھا۔ میں نے اپنی روحانی طاقتوں کے ذریعے زار روس کے نو عمر ولی عہد کو بیمار ڈال دیا تھا جس کا علاج دوسروں کے لیے ناممکن تھا پھر میں نے اسے اپنے معجزانہ علاج سے صحت یاب کر کے دربار میں اہمیت حاصل کر لی، زار اور زارینہ دونوں میرے مداح بن گئے پھر میں نے اس موقعے سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اس کے محل میں حسین خوبصورت اور شوخ و شنگ خواتین کی کوئی کمی نہیں تھی۔ شراب میرے لیے پانی کی طرح مہیا کی جاتی تھی۔"

"اور تمہیں پہلی جنگ عظیم کے وقت شہزادہ یوسوپوف نے جرمنوں کا جاسوس سمجھ کر قتل کر دیا۔"

"موت ہر حال میں برحق ہوتی ہے۔" وہ جھلاتے ہوئے بولا۔ "اس کے لیے کسی کے اچھا یا برے ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

میں ہنس کر رہ گیا، لیڈی مکلارنس نے ایک بٹن دبایا تو گوشت پوست میں نظر آنے والی کھوپڑی بتدریج ایک بار پھر پلاسٹر آف پیرس کی بنی ہوئی نظر آنے لگی۔ وہ سب کچھ میرے لیے حیرت انگیز تھا۔ میں اپنی کئی پسندیدہ شخصیتوں سے اسی طرح گفتگو کرتا رہا پھر میں مائیکل ڈی ناسٹرے کی کھوپڑی کے سامنے جا کر رک گیا جو تاریخ میں ناسٹراڈیمس (NOSTRA DAMUS) کے نام سے مشہور ہوا، وہ 14 دسمبر 1503ء کو پیدا ہوا اور ترسیٹھ کی عمر پا کر 1566ء میں فوت ہوا۔ اس نے تقریباً ساڑھے چار سو سال پہلے 4772 مصرعوں پر مشتمل جو پیش گوئیاں کی تھیں وہ آج تک ہر دور میں حرف بحرف سچ ثابت ہوتی رہی ہیں، میں کچھ دیر اس کی کھوپڑی سے بھی ہم کلام رہا پھر میں نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

"کیا تم آج بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتے ہو۔"

"جب تک سانس کی رفتار جاری رہے انسان کی صلاحیتیں بھی اس کا ساتھ دیتی رہتی ہیں، یہ اور بات ہے وقت کے ساتھ ان میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔" اس نے بڑے مہذب انداز میں جواب دیا۔

"کیا تم آج بھی کسی کے بارے میں کوئی پیش گوئی کر سکتے ہو۔" میں نے دریافت کیا۔

جواب میں اس کی آنکھوں کی پتلیاں اپنے حلقوں میں بڑے مدبرانہ انداز میں چکرانے لگیں۔ اس کی پیشانی پر بالکل زندہ انسانوں جیسی سلوٹیں ابھر آئیں۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ اپنے ذہن پر زور دے کر مستقبل میں جھانکنے کی کوشش کر رہا ہو پھر اس کی نگاہوں کا زاویہ میری سمت ہو گیا۔ وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"میرے دوست، مجھے نہیں معلوم کہ تم نے کس دور میں میری روح کو دوبارہ جھنجوڑ کر بیدار کرنے کی کوشش کی ہے لیکن میں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ تمہیں مستقبل قریب

میں دو تین ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑیں گے لیکن اس ملک میں نہیں جہاں تم اس وقت موجود ہو بلکہ ـــــ"

قبل اس کے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتا لیڈی مکلارنس نے جلدی سے بٹن دبا کر اس کی کھوپڑی کی حرارتوں کو دوبارہ منجمد کر دیا۔ شاید وہ اس بات کو پسند نہیں کرتی تھی کہ مجھے قبل از وقت اپنے بارے میں' آنے والے کل کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔

"یہ کیا کہنا چاہ رہا تھا۔" میں نے لیڈی مکلارنس سے پوچھا۔

"فی الحال اس بات کو بھول جاؤ۔" اس نے مجھے ٹالتے ہوئے جواب دیا۔ "میرے ساتھ آؤ' ابھی مجھے تمہیں ایک اور عجیب و غریب تماشا دکھانا ہے' ایسا تماشا جو شاید تم نے زندگی میں پہلے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ سوچا ہو۔"

میں خاموشی سے لیڈی مکلارنس کے ساتھ ساتھ قدم بڑھانے لگا' اس نے ناسٹراڈیمس کی کھوپڑی کو مزید کچھ بولنے سے یکلخت روک دیا تھا۔ آخر کیوں؟ کیا وہ کوئی ایسی ہی اہم بات تھی جو لیڈی مکلارنس کو بھی پہلے سے معلوم تھی لیکن وہ مجھ سے چھپانا چاہتی تھی؟ وہ بات کیا تھی؟ میرے ذہن میں پریشان کن خیالات ابھر ابھر کر آپس میں گڈ مڈ ہو رہے تھے۔ ناسٹراڈیمس کی کھوپڑی نے مجھے اتنا باور کرا دیا تھا کہ مجھے دو تین ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔ وہ نقصان اس کے بتانے کی ساخت کے لحاظ سے مجھے لندن سے باہر کسی اور ملک میں پیش آنے والے تھے لیکن وہ نقصان کیا تھا اور وہ ملک کون سا تھا۔ ان سوالات کے جواب تشنہ رہ گئے تھے۔ میں نے سوچا کہ اس سلسلے میں لیڈی مکلارنس کو کریدوں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا' مجھے امید نہیں تھی کہ وہ اس موضوع پر زبان کھولے گی۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو پھر اسے دخل در معقولات کرنے کی کیا ضرورت درپیش آئی تھی۔

وسیع و عریض ہال کو عبور کرنے کے بعد وہ مغربی کونے کے ایک کمرے میں داخل ہوئی جو یقیناً اس کا خاص کمرا تھا جہاں بیٹھ کر وہ شیطانی عمل کرتی ہوگی۔ وہاں جس قسم کی چیزیں موجود تھیں وہ میرے خیال کی تائید کر رہی تھیں پھر درمیان میں گول میز پر رکھی ہوئی ایک اور سفید کھوپڑی پر میری نظر پڑی تو میں حیرت سے اچھل پڑا۔ وہ کسی مردہ انسان کی نہیں بلکہ گراہم کی کھوپڑی تھی۔ میں اس کے قریب گیا تو میں نے اسے شیشے کے بکسوں میں بند کھوپڑیوں سے مختلف پایا۔ وہ کسی کھوپڑی کا پنجر تھی جس پر گراہم کے چہرے کا ربر کا بنا ہوا ماسک چڑھا دیا گیا تھا۔

"معاف کرنا میرے عزیز۔ میں ایک لمحے کے لیے تمہیں بھول گئی تھی۔ بیٹھ جاؤ تم کھڑے کیوں ہو۔"

میں اس کے اشارے پر دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اپنے دشمن کی کھوپڑی کو پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی ہوگی۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"آپ کا اندازہ درست ہے۔" میں گراہم کی کھوپڑی کی نقل کو حقارت بھری نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

لیڈی مکلارنس میری بات کا جواب دینے کے بجائے خاموشی سے اٹھی اور اسٹین لیس اسٹیل کا درمیانہ درجہ کا ایک بکس اٹھا لائی جو ایک جانب رکھے ہوئے شیلف پر موجود تھا۔ اس نے اسے کھولا تو میں اس کے اندر رکھے ہوئے ان جھلمل کرتے اوزاروں کو دیکھ کر دنگ رہ گیا جو عام طور پر آپریشن میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ لیڈی مکلارنس کی پراسرار نظریں ایک بار پھر گراہم کے چہرے پر مرکوز ہو گئی تھیں۔ اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ جنبش کر رہے تھے۔ وہ کچھ پڑھ رہی تھی یا بول رہی تھی لیکن اس کی آواز میرے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھی' میں اس کی ایک ایک حرکت کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس کے ہونٹوں کی جنبش ختم ہو گئی پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"کیا تم نے زندگی میں اس طرح بھی کسی کی سرجری ہوتے دیکھی ہے کہ مریض آپریشن ٹیبل سے میلوں دور ہو لیکن تیز دھار آلات اس کے جسم کے کسی حساس حصے کی سرجری کرتے رہیں۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "یہ ناممکن ہے۔"

"ناممکن کا لفظ لیڈی مکلارنس کی ڈکشنری میں نہیں ہے۔"

"لیکن ـــــ"

"تم چاہو تو اپنے دشمن کے دماغ کی سرجری تم اپنے ہاتھوں سے بھی کر سکتے ہو لیکن اس میں ایک خطرہ بھی لاحق ہے۔ دماغ کی سرجری بہت پیچیدہ عمل ہوتا ہے۔ سرجن کی ایک معمولی سی غلطی بھی مریض کے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ مجھے گراہم کی موت پر کوئی صدمہ نہیں ہوگا لیکن میری خواہش ہے کہ وہ زندہ رہے۔ پاگلوں کی طرح ایسی اذیت سے دوچار رہے جس کا کوئی علاج ممکن نہ ہو۔"

میں لیڈی مکلارنس کے منہ سے خارج ہونے والے عجیب و غریب جملے سن رہا تھا۔ ایک عام آدمی اگر ان باتوں کو سنتا تو شاید اسے لیڈی مکلارنس ہی کے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہوتا لیکن میں اس کی پراسرار شخصیت کے کئی ناقابل یقین تماشے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔

"مقصود ایک طریقہ ممکن ہے۔" وہ بدستور گراہم کی ماسک شدہ کھوپڑی کو پوری توجہ سے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں اس کے دماغ کے حساس حصوں پر چھوٹے چھوٹے نشان لگائے دیتی ہوں' تمہیں بس ان مخصوص نشانوں پر بڑی ہوشیاری سے نشتر چبھونے ہوں گے۔ اس کے بعد کیا ہوگا۔ تم خود اپنے کانوں سے سن اور آنکھوں سے دیکھ سکو گے۔"

پھر میرے جواب کا انتظار کیے بغیر اس نے باریک نوک والی سرخ رنگ کی ایک پنسل سے کھوپڑی کے کچھ حصوں پر چھوٹے چھوٹے نشان لگانے شروع کر دیے اس عمل کو پورا کرنے کے بعد اس نے ان نشانوں کو دوبارہ بہت غور سے دیکھا پھر اسٹین لیس اسٹیل کے بکس سے ایک سوئے سے ملتا جلتا آلہ نکال کر میرے جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔

"لو ـــــ میں نے تمہارا کام بہت آسان کر دیا ہے۔ اب تم ان سرخ نشانات پر یہ سوا گھونپتے رہو لیکن بہت احتیاط سے تمہارا ہاتھ بھٹکنا نہیں چاہیے ورنہ میرا خواب ادھورا رہ جائے گا۔"

میں نے خاموشی سے اس کے ہاتھ سے سوا لے لیا' مگر یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا کہ ربر کے اس کے ماسک پر سوا گھونپنے سے گراہم کی صحت پر بھلا کیا اثر پڑ سکتا ہے' بہرحال میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ سوئے کی تیز دھار نوک کو ان سرخ نشانات پر گھونپنے اور نکالنے کا عمل شروع کر دیا جو لیڈی مکلارنس نے لگا رکھے تھے مجھے اس کام میں دو منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگا ہوگا لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لیے حیرت انگیز ہی تھا۔ ربر کے ماسک پر میں نے جہاں جہاں سوئے کی نوک کو چبھویا تھا وہاں سے تازہ تازہ' انسانی خون اور سفید رنگ کا پگھلا ہوا کوئی مادہ نکلنا شروع ہو گیا تھا۔

"میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں میرے عزیز۔" لیڈی مکلارنس نے بڑے جذباتی انداز میں کہا۔ "تمہارا آپریشن سو فیصد کامیاب رہا۔"

"کیا محض اس عمل سے گراہم جیسا گھٹیا ذلیل اور خطرناک شخصیت کا مالک اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے گا۔"

"ہاں۔" وہ اس بار بڑے سرد اور سفاک لہجے میں بولی۔ "لیڈی مکلارنس کی کہی ہوئی بات آج تک کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔ اب بھی نہیں ہوگی۔"

"مجھے اب کیا کرنا ہوگا۔" میں نے پہلو بدلتے ہوئے سوال کیا۔

"تمہیں اب مرینا کی رہائش گاہ کے اسی کمرے میں واپس جانا ہوگا جہاں سے تمہیں یہاں لایا گیا ہے لیکن اس سے پہلے مجھے ایک بار پھر تمہیں بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار کرنا پڑے گا لیکن صبح جب تم اٹھو گے تو خود کو بالکل تازہ دم محسوس کرو گے۔" اس نے اپنے اوور کوٹ کی جیب سے ان ہیلر (INHALER) ٹائپ کی ایک مختصر سی پلاسٹک کی بنی ہوئی شے نکالی اور اس کو کھولتے ہوئے بولی۔ "میرا خیال ہے کہ تم میری اس چھوٹی سی مگر اہم احتیاط کا برا نہیں مناؤ گے۔"

"بالکل نہیں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا' مجھے معلوم تھا کہ وہ اپنے کہے پر ضرور عمل پیرا ہوگی اس لیے میرے انکار سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

میرا جواب سن کر اس کے چہرے پر طمانیت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر میرے قریب آئی' اس نے اپنے ہاتھ میں دبا ہوا ان ہیلر میری ناک کے دونوں نتھنوں سے باری باری لگایا۔ کافوری قسم کی خوشبو کا ایک تیز جھونکا میرے دماغ سے ٹکرایا اس کے بعد میرا ذہن بے ہوشی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ لیڈی مکلارنس نے میرے سر کو بڑی محبت سے تھام کر کرسی کی پشت سے لگا دیا تھا۔

وہ دروازے پر ہونے والی دستک کی آواز ہی تھی جسے سن کر میں نیند سے بیدار ہوا تھا۔ میرے ذہن پر ابھی تک گزشتہ رات کی حیرت انگیز باتوں کی ہلکی سی دھند طاری تھی۔ میں نے دیوار گیر کلاک پر نظر ڈالی' اس وقت گیارہ کا عمل تھا۔ میں آہستہ سے اٹھا اور خوابگاہ کے اس دروازے کو کھول دیا جو اندر سے بند تھا۔ دروازے پر ضرغام ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"ناشتا لاؤں جناب؟"

"کیوں۔" میں نے قدرے ناگوار لہجے میں پوچھا۔ "کیا میرا ڈائننگ روم میں جانا منع ہے؟"

"آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔"

"ٹھیک ہے تم جا کر ناشتا کرو۔ میں دس منٹ میں ضروریات سے فارغ ہو کر آتا ہوں۔"

ضرغام کے جانے کے بعد میں نے دروازہ دوبارہ اندر سے بند کر لیا اور غسل خانے میں چلا گیا۔ میرے ذہن میں ابھی تک گزشتہ رات کی باتیں گونج رہی تھیں۔ لیڈی مکلارنس کی طاغوتی قوتوں پر مجھے کوئی شبہ نہیں تھا لیکن مجھے میری خوابگاہ سے اور دروازے پر موجود حفاظتی دستے کے افراد کی نگاہوں سے بچا کر کس طرح نکالا گیا اور واپس پہنچایا گیا یہ بات میرے لیے تعجب خیز تھی۔ ہو سکتا ہے کہ لیڈی مکلارنس نے میرے سلسلے میں بھی وہی عمل کیا ہو جس کے بعد مجھے دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا ہو۔ لیڈی مکلارنس کی لائبریری میں 'میں' نے جن کھوپڑیوں کو گوشت پوست کی حالت میں زندہ انسانوں کی طرح گفتگو کرتے سنا تھا اس کی صحت پر ابھی تک مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ سائنس نے بلاشبہ وقت کے ساتھ ساتھ بے پناہ ترقی کی ہے لیکن وہ افراد جن کو مرے ہوئے سیکڑوں سال بیت گئے ہوں ان کی کھوپڑیوں کا دوبارہ زندہ انسانوں کی شکل میں آ کر بات چیت کرنا ایک ناقابل یقین عمل تھا۔ جہاں تک گراہم کی کھوپڑی کے حیرت انگیز آپریشن کا معاملہ تھا تو وہ عمل میرے لیے زیادہ پراسرار نہیں تھا۔

ہندوستان اور پاکستان میں آج بھی اس قسم کے عمل کرنے والے موجود ہیں۔ میں نے ایسی بے شمار روایتیں سن رکھی تھیں کہ اگر کوئی عامل اور کامل شخص کسی انسان کا پتلا بنا کر اس کے جسم کے مخصوص حصوں میں سوئیاں چبھو کر اسے پرانے قبرستان یا مرگھٹ میں زمین کھود کر دفن کر دے تو وہ شخص جس پر گندہ عمل کیا گیا ہے اس وقت تک اذیت اور کرب کی حالت سے دوچار رہتا ہے جب تک اس کا پتلا دوبارہ زمین سے برآمد کر کے اس میں چبھوئی گئی سوئیوں کو علیحدہ نہ کیا جائے۔

روپ نگر میں دوران ملازمت میں سفلی شعبدہ بازیوں کے ایسے کئی واقعات سے دوچار ہو چکا تھا جس پر آج بھی یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا لیکن انہیں جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا' خاص طور پر جمنا کی گرفتاری کے بعد میں نے حوالات کی آہنی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلا ہوا دیکھا تھا۔ زمیندار حشمت خان والا معاملہ' اونکار ناتھ اور پجاری اوم پرکاش والے تمام حادثات گندے سفلی عمل کا نتیجہ تھے جس کے بے شمار عینی شاہد آج بھی روپ نگر میں موجود تھے' بہرحال گراہم کی ماسک زدہ کھوپڑی کا آپریشن میرے لیے خاصا دلچسپ رہا تھا اور میں اس کے نتائج معلوم کرنے کے لیے بہت بے چین تھا۔ مجھے اس بات پر بھی تشویش تھی کہ ندیم کے کارندوں نے ابھی تک مجھے بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔

دس منٹ بعد میں تیار ہو کر ڈائننگ روم میں پہنچا تو مرجینا وہاں پہلے سے موجود تھی۔ اس کے جسم پر اس وقت بھی شب خوابی کا لباس موجود تھا جس کے اوپر اس نے ایک ہلکی شال ڈال رکھی تھی۔ اس کی آنکھوں سے نیند کا خمار جھانک رہا تھا۔ شاید وہ رات دیر سے سوئی تھی۔ اس وقت اس کے اندر وہ شوخی اور شرارت بھی نظر نہیں آ رہی تھی جو میں گزشتہ شام دیکھ چکا تھا۔ وہ کسی خیال میں مستغرق تھی۔ میں نے قریب پہنچ کر اسے صبح بخیر کے کلمات سے نوازا تو وہ اس طرح چونکی جیسے اسے کچی نیند میں جھنجوڑ کر زبردستی بیدار کر دیا گیا ہو۔

"میرا خیال ہے کہ تم رات کی اسٹارز سے خاصی دیر سے واپس آئی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے مجھے دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی لیکن اس وقت اس کی مسکراہٹ میں وہ کشش نہیں تھی جو دلوں کی دھڑکنوں کو گرما دیتی ہے۔

"پھر تمہیں اتنی جلدی بیدار ہونے کی کیا ضرورت تھی۔" میں نے ٹیبل کی دوسری طرف اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہارا اپنا گھر ہے یہاں صرف تمہارا حکم چلتا ہے۔ تم ملازموں کو ہدایت بھی کر سکتی تھیں کہ تمہیں جگانے کی کوشش نہ کی جائے۔"

"ضرغام اسی لیے تم سے ناشتے کے لیے دریافت کرنے گیا تھا۔" وہ جماہی لیتے ہوئے بولی۔ "تم نے ڈائننگ ٹیبل پر ناشتا کرنے کا خیال ظاہر کیا تو اس نے مجبوراً مجھے جگانا ضروری سمجھا۔"

"کیا مطلب؟"

"تم اپنے کمرے میں ناشتا کرتے تو اور بات تھی لیکن تمہارا ڈائننگ ٹیبل پر تنہا بیٹھ کر ناشتا کرنا مجھے منظور نہیں تھا اسی لیے میں نے رات سونے سے پہلے ضرغام کو ضروری ہدایت کر دی تھی۔"

"میں تمہاری باتوں کو کیا رنگ دوں۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "تمہیں میری خواہشات کا خیال بھی دامن گیر رہتا ہے اور تم ہی نے مجھے اس پنجرے میں قید کر رکھا ہے۔"

"عشق کی انتہا انسان کو اکثر دیوانگی کی آخری حدوں تک لے جاتی ہے لیکن اگر تم مجھ سے دل برداشتہ ہو کر یہاں سے جانا چاہتے ہو تو اب میں تمہیں یہاں رکھنے پر

مجبور بھی نہیں کروں گی۔"

"میں خواب دیکھ رہا ہوں یا تم دیوانگی کی سرحدوں سے واپس لوٹ آئی ہو۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اس وقت شاید میں حقیقت پسندی کی بات کر رہی ہوں۔" وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئی پھر جب ضرغام ناشتے کے لوازمات میز پر چننے کے بعد مرجینا کے اشارے پر واپس چلا گیا تو اس نے میرے لیے چائے تیار کی اور کپ میری جانب بڑھاتے ہوئے بڑی ٹھنڈی سانس بھر کر بولی۔

"مجھے اپنی حیثیت کا احساس ہو چکا ہے۔ میں شاید عورت نہیں۔ صرف ایک کیبرے ڈانسر ہوں جس کا کام بہکے ہوئے شرابیوں کا دل بہلانا ہے' رقص کرتے وقت میں دیکھتی ہوں کہ بڑے بڑے سرمایہ دار' سیاست داں اور زہد و تقویٰ کی تعلیم دینے والے مبلغ بھی میرے جسم کی ایک ایک حرکتوں پر دیوانہ وار مرمٹنے کو تیار رہتے ہیں۔ وہ دونوں ہاتھوں سے میرے اوپر سرمایہ لٹانے کی خاطر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح ایک لوے دار ہڈی بے شمار کتوں کو اس کے حصول کی خاطر لہولہان کر دیتی ہے۔ میں ان کی نگاہوں کی بوالہوسی کا اندازہ لگانے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ وقت' حالات اور پیشے کی نوعیت نے مجھے تجربہ کار کر دیا ہے۔ کسی دانشور کا قول ہے کہ رات کی تاریکی گناہوں کو ختم کر دیتی ہے' اس نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ لوگ صرف ایک رات کے لیے تو مجھے اپنی آغوش کی زینت بنانے کی خاطر مجنوں اور فرہاد کو بھی بہت پیچھے چھوڑ دیتے ہیں لیکن صبح کا اجالا پھیلتے ہی وہ مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر قسم قسم کے بہانے تراشنے لگتے ہیں' انہیں اپنی شرافت اور عزت میری عصمت سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ وہ شرافت کا لبادہ اوڑھ کر انسانوں کی بھیڑ بھاڑ میں بہ آسانی گم ہو جاتے ہیں لیکن میں شاید اپنی پیشانی سے بدنامی کے اس داغ کو نہیں مٹا سکتی جو تمہارے معاشرے اور مہذب سماج کا ایک انمول تحفہ ہے۔"

"میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔" میں نے اس کی گفتگو سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔ "آج تو تم خاصی ہوش مندی کی باتیں کر رہی ہو۔"

"ہوش زندگی میں ہر شخص کو ایک بار ضرور آتا ہے۔" وہ چائے کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے بڑے فلسفیانہ انداز میں بولی۔ "کسی کو اس وقت جب وہ سنبھل کر زندگی کی شاہراہوں پر ثابت قدم ہو جاتا ہے اور کوئی اس وقت ہڑبڑا کر سنبھلنے کی کوشش کرتا ہے جب توبہ کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔ واپسی کے سارے راستے مسدود ہو کر رہ جاتے ہیں اور وہ گھٹ گھٹ کر لمحہ بہ لمحہ موت سے قریب تر ہونے لگتا ہے۔"

"تمہیں سنبھلنے سے کس نے روکا ہے۔" میں نے اس کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کوئی خاص مجبوری لاحق ہے؟"

"یہی سمجھ لو۔" وہ اداس لہجے میں بولی پھر ناشتا کرنے میں مصروف ہو گئی۔ کچھ دیر تک ہم خاموشی سے بیٹھے زندگی کی حرارت کو برقرار رکھنے کی خاطر پیٹ کا ایندھن بھرتے رہے پھر میں نے دبی زبان میں کہا۔

"آج تمہاری باتیں مجھے بھلی معلوم ہو رہی ہیں۔"

"صرف باتیں؟" وہ زہرخند سے بولی۔

"کیا تمہارے کہنے کے بموجب میں اب واقعی آزاد ہوں۔" میں نے اس کے جملے کی گہرائی سے بوکھلا کر جلدی سے گفتگو کا موضوع بدل دیا۔

"ہاں۔ تم جب چاہے جا سکتے ہو لیکن اگر رات کی تاریکی میں جاؤ تو زیادہ مناسب ہو گا۔" اس نے سپاٹ آواز میں کہا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کوئی میری رہائش گاہ سے نکلتے دیکھے۔ تمہارے اچانک منظر عام سے غائب ہو جانے کے بعد گراہم اور ایڈی کو خاص تشویش لاحق ہے۔ ان کے آدمی تمہاری تلاش میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔"

"تمہیں اس کا اندازہ کس طرح ہوا؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کل رات بھی وہ دونوں سر جوڑے بیٹھے تمہاری اچانک گمشدگی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے لیکن ـــــ" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کیا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"گراہم کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا ہے اس نے کلی اسٹارز کے تمام بڑوں کو پریشان کر دیا ہے لیکن ایڈی۔ شاید اس نے اس حادثے کا کوئی خاص اثر نہیں لیا۔"

"گراہم کو کیا حادثہ پیش آیا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔ لوگوں کا فی الحال یہی خیال ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں خود بھی ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکی' جو

کچھ ہوا وہ اس قدر اچانک ہوا کہ میرے علاوہ ایڈی بھی ایک لمحے کو پریشان ہو گیا۔"

میرے دل کی دھڑکن بتدریج تیز ہو رہی تھی۔ مرجینا نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"گراہم اپنے خاص کمرے میں بیٹھا ایڈی سے تمہارے ہی سلسلے میں بات کر رہا تھا جب اس نے اچانک کراہ کر اپنے سر پر ہاتھ رکھا پھر وہ اس طرح دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑ کر چیخنے لگا جیسے کسی شدید ذہنی دباؤ میں مبتلا ہو۔ اس پر دیوانگی کی سی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ ایڈی نے ہ وقت ڈاکٹر کو فون کیا پھر ڈاکٹر نے . . . گراہ ھ پکڑ کر سر سے ہٹایا تو میں جھرجھری لے کر ں نے سر کے مختلف حصوں سے خون کی دھاریں پھوٹ رہی تھیں۔ وہ دیوانوں کی طرح چیخ رہا تھا۔ اس عالم میں اس نے ایڈی کو بھی نہیں پہچانا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے فوری طور پر ہسپتال کے آئی سی یو میں منتقل کر دیا ہے۔"

"برین ہیمرج۔" میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے لیکن ڈاکٹر نے رات گئے معائنے اور ضروری ٹیسٹ کرانے کے بعد کچھ اور کہا ہے۔" مرجینا نے بے پروائی سے کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ گراہم کی کچھ حساس نسیں پنکچر ہو گئی ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔"

"ایڈی کا اب میرے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن شاید وہ اب بھی تمہارا پیچھا آسانی سے نہیں چھوڑے گا۔" مرجینا بولی۔ "اس کا شمار ان دہشت گردوں میں ہوتا ہے جو ایک بار کسی بات کا ارادہ کر لیں تو موت بھی ان کو اس ارادے کی تکمیل سے نہیں روک سکتی۔"

"کیا تم جانتی ہو کہ ایڈی کا قیام کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے بارے میں کوئی بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔" مرجینا نے کہا۔ "وہ ضرورت سے کچھ زیادہ محتاط زندگی گزارنے کا عادی ہے۔ کسی ایک جگہ ٹک کر نہیں ٹھہرتا لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ کیا تم ایڈی سے ٹکرانے کے بارے میں تو نہیں سوچ رہے؟ اگر ایسا ہے تو یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔ وہ اپنا سایہ دیکھ کر بھی چونک اٹھنے کا عادی ہے۔ جمی کی موت نے اسے اور خطرناک بنا دیا ہے۔"

"تم جمی کے بارے میں کیا جانتی ہو؟" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"شاید وہ ایڈی کا کوئی اہم آدمی تھا جو پولیس کی نظروں میں آ گیا تھا۔" مرجینا نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ایڈی نے میری موجودگی میں گراہم سے کہا تھا کہ وہ جمی کی موت کا انتقام لیے بغیر چین سے نہیں بیٹھے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم میری ایک اچھی دوست ثابت ہو سکتی ہو۔" میں نے مرجینا کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں یہاں سے جانے کے بعد بھی تمہیں یاد رکھوں گا۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی۔"

"کیا تمہارے پاس میک اپ کا سامان موجود ہو گا؟"

"چیل کے گھونسلے میں ماس نہ ہو۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے میک اپ کرنے کے بعد ہی باہر قدم نکالوں تاکہ ایڈی یا اس کے آدمی مجھے شناخت نہ کر سکیں۔"

"اچھا خیال ہے۔ ویسے تمہیں اس سلسلے میں بھی کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا ہو گا۔" وہ مجھے دلچسپ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تمہارا ایسا میک اپ کروں گی کہ تم بھی خود اپنے آپ کو پہچاننے میں دھوکا کھا جاؤ گے لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"جب تک میں اس شہر میں ہوں تم مجھ سے فون پر رابطہ ضرور قائم رکھو گے۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔ "وقت پڑنے پر کبھی کبھی کھوٹا سکہ بھی کام آجاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں بھی تمہارے کسی کام آسکوں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے خلوص دل سے کہا پھر ناشتا کرنے میں مصروف ہو گیا۔ مرجینا کسی سوچ میں مستغرق نظر آنے لگی۔ شاید میرے جانے کے خیال نے اسے آزردہ خاطر کر دیا تھا۔ اس کیفیت میں میں نے اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔

❖

میں نے قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیا۔ مرجینا نے غلط نہیں کہا تھا۔ اس وقت میرے چہرے کی ظاہری ساخت میں اس قدر نمایاں تبدیلیاں آچکی تھیں کہ میں خود اپنے آپ کو نہ پہچان سکا۔ مجھے یقین تھا اس حلیے میں شاید ندیم اور اس کے ساتھی بھی مجھے شناخت نہ کر سکیں گے۔ ندیم کا خیال ذہن میں ابھرتے ہی میرے اندر ایک تجسس آمیز سی ہلچل پھیل گئی۔ ہوٹل میں آخری بار

گفتگو کے دوران اس نے حالات کے پیش نظر فوری طور پر واپسی کا مشورہ دیا تھا۔ اس نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش بھی کی تھی کہ وہ میری طرف سے ایک لمحے کو بھی غافل نہیں رہتا۔ اس کے تعین کردہ افراد ہروقت چوکس رہ کر میری نگرانی کرتے رہتے ہیں اور اسے پل پل کی خبروں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ تو کیا ندیم کو ابھی تک میرے اغوا کی اطلاع نہیں ملی تھی جو اس کی جانب سے میری بازیابی کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ مرجینا الجیب کلب اسٹارز میں ایک کیبرے ڈانسر کی حیثیت سے کنٹریکٹ پر آئی تھی لیکن بہت جلد گراہم سے بے تکلف ہو گئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے پیشے کی نوعیت کے اعتبار سے اس میں کوئی عار نہ سمجھا ہو۔ دولت کے حصول اور اپنی بقا کے لیے دنیا کے بڑے بڑے ہوٹلوں کے مالکان اور دیگر ایسے تمام اداروں سے جہاں سے اس کا تجارتی تعلق ہو اس کا پیشہ ورانہ تعلقات خوشگوار رکھنا ضروری تھا۔ دولت کے حصول کی خاطر ہی وہ اپنے جسم کی نمائش اور ہیجان انگیز رقص کا مظاہرہ کرنے پر مجبور تھی۔ وہ بلاشبہ ایک خوبصورت اور حسین فنکارہ تھی۔ اسے لوگوں کا دل جیتنا آتا تھا، وہ امر بیل کی طرح لوگوں کو شکار کرنے کی خاطر ان کے اطراف خوبصورت جال بننے کے فن میں بھی مہارت رکھتی تھی۔ دولت کی خاطر وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔ مجھے بھی گراہم کے اشارے پر ختم کر سکتی تھی۔ مرجینا کو اس بات کا احساس ضرور ہو گا کہ دنیا کے تمام فنکاروں کی طرح جب اس کی عمر ڈھلنے لگے گی اور جسم کے اعضا اس کا ساتھ چھوڑنے لگیں گے تو اس کے چاہنے والوں میں بھی کمی ہو جائے گی۔ وہ فنکار جنہیں اس بات کا احساس ہوتا ہے وہ وقت کو رائگاں نہیں جانے دیتے۔ اس کے ایک ایک پل اور ایک ایک لمحے کو کیش کرتے رہتے ہیں تاکہ انہیں بعد میں پچھتاووں کا شکار نہ ہونا پڑے۔

گراہم اور ایڈی میرے دو بڑے دشمن تھے۔ جمی کی موت کے بعد وہ مجھے ہر قیمت پر اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے تھے۔ مرجینا کلب اسٹارز میں پرفارم کر رہی تھی، وہ میری قدر و قیمت سے واقف تھی اگر چاہتی تو منہ مانگے دام وصول کر کے مجھے میرے دشمنوں کے حوالے کر سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ حالات کی سنگین نوعیت کو بھانپتے ہوئے وہ مجھے خطرات کے سمندر سے نکال لائی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ مجھ سے مانوس ہو گئی تھی۔ میرے خیال میں پیشے کے اعتبار سے وہ کسی کے دام عشق میں گرفتار ہونے والی اسامی نہیں تھی لیکن شاید قدرت میرے اوپر مہربان تھی۔ مرجینا نے نہ صرف مجھے موت کے منہ سے نکالا تھا بلکہ اسی نے مجھے گراہم کی دیوانگی سے باخبر کیا تھا۔ لیڈی مکلارنس نے جو کچھ کیا تھا گراہم پوری طرح اس کا شکار ہو گیا تھا۔ مرجینا کو ان حالات کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا لیکن وہ اچانک میرے اوپر بہت زیادہ مہربان ہو گئی تھی۔ میں اپنی ذات سے اس کی دلچسپی کو کوئی نام نہیں دے سکا لیکن میں نے یہ ضرور طے کر لیا تھا کہ وہ جب تک لندن میں رہے گی میں اس سے رابطہ ضرور رکھوں گا۔

میں آئینے کے سامنے سے ہٹا تو میں نے مرجینا کو اپنی طرف متوجہ پایا۔ وہ بڑے اشتیاق اور حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے بڑی مہارت کے ساتھ میرا میک اپ کیا تھا لیکن اب شاید میری جدائی کا احساس اس کی آنکھوں میں اتر آیا تھا۔ اس نے مجھے کن حالات اور کن وجوہات کی بنا پر اغوا کیا تھا یہ وہی بہتر جانتی تھی۔ میں صرف اتنا جانتا تھا کہ اس کے بروقت ایکشن نے مجھے ایک بڑے نقصان سے بچالیا تھا۔ مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں تھی، اگر کوئی شکوہ تھا تو ندیم سے تھا جس نے پلٹ کر میری کوئی خبر نہیں لی تھی۔

"تم یہاں سے نکل کر کہاں جاؤ گے؟" مرجینا نے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"ابھی میں نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا۔"

"میری طرف سے تمہارے اوپر کوئی بندش نہیں ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "تم ہر طرح سے آزاد ہو لیکن چاہو تو کچھ دن اور یہاں قیام کر سکتے ہو۔"

"جو لوگ موقعے سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ اکثر خسارے میں رہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے یقین ہے کہ گراہم کی دیوانگی نے اس وقت ایڈی کی تمام تر توجہ . . . اسی کی جانب مبذول کر رکھی ہو گی۔" میں نے بڑے سفاک انداز میں کہا۔ "میرے ایک دشمن کو قدرت نے سزا دی اور دوسرے کو میں موت کے گھاٹ اتاروں گا۔ اس وقت حالات میرے حق میں سازگار ہیں، میں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔"

"سوچ لو۔ ایڈی سے ٹکرانا تمہارے لیے لوہے کے چنے چبانے سے زیادہ سخت مرحلہ ثابت ہو گا۔"

"مجھے موت اور خدا دونوں پر کامل یقین ہے۔" میں

نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "خدا کے حکم کے بغیر کوئی پتا بھی نہیں کھڑک سکتا اور موت کا جو وقت لکھا جا چکا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔"

"میری ایک درخواست مانو گے۔" مرجینا نے کہا پھر خود ہی وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "میرے گھر سے تمہارا پیدل نکلنا تمہارے دشمنوں کے کان کھڑے کر سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ کسی کو تمہارے بارے میں کوئی شبہ لاحق ہو اس لیے تم جہاں بھی چاہو ضرغام تمہیں میری اس گاڑی میں چھوڑ آئے گا جسے میں خاص خاص موقعوں پر استعمال کرتی ہوں۔"

میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اس کی پیشکش قبول کر لی۔ اس نے بلاشبہ بڑی دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے مجھے ایک نیک مشورہ دیا تھا۔ میں جانے کے لیے بڑھا پھر مجھے ندیم کا خیال آ گیا۔ میں نے پلٹ کر مرجینا سے کہا۔

"کیا میں تمہارے فون سے ایک ضروری کال کر سکتا ہوں۔"

پھر مرجینا کی اجازت سے میں نے اپنے ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ ندیم سے رابطہ قائم ہونے میں مجھے دیر نہیں ہوئی۔ یہ بھی میری خوش قسمتی تھی کہ کال ندیم ہی نے ریسیو کی تھی اگر نسیم نے ریسیور اٹھایا ہوتا تو شاید میں کوئی گفتگو کیے بغیر ہی سلسلہ منقطع کر دیتا۔

"میں نے تمہیں صرف یہ اطلاع دینے کے لیے فون کیا ہے کہ ابھی میں زندہ ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"اس وقت کہاں سے بول رہے ہو؟" ندیم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"جہنم سے۔" میں نے جھلا کر جواب دیا۔

"کفران نعمت کی باتوں سے پرہیز کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "جنت میں رہ کر جہنم کی باتیں کرنا تمہیں زیب نہیں دیتا۔ کاش تمہاری جگہ میں ہوتا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک اٹھا۔

"تم جہاں مقیم ہو اس کے لاکھوں پرستار وہاں سے صرف بند پھاٹک کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر پلٹ جاتے ہیں اور تم اسے جہنم کہہ رہے ہو۔ بڑی حیرت کی بات ہے۔"

"تم نے سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔" ندیم نے اس بار گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ تم جہاں ہو وہاں بہت زیادہ محفوظ ہو۔ باہر کے حالات جس تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں تمہیں شاید اس کا اندازہ نہیں ہے۔"

"تم شاید آکٹوپس کے ذہنی توازن کھو بیٹھنے کی بات کر رہے ہو۔"

"کیا؟" ندیم نے حیرت کا اظہار کیا۔ "تمہیں اس کی اطلاع کس طرح ملی؟ کیا مرجینا نے بتایا ہے؟"

"یہ بھی درست ہے لیکن میری چھٹی حس نے عین اسی وقت مجھے چونکا دیا تھا جب وہ پہاڑ کا تودا (گراہم) سے توشی کرتے کرتے اچانک اذیتناک حالات کا شکار ہوا تھا۔"

"اگر تمہیں صورت حال کا علم ہو چکا ہے تو پھر میں تمہیں اس جنت سے باہر قدم نکالنے کا مشورہ نہیں دوں گا جسے تم جہنم کا نام دے رہے ہو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "آکٹوپس اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے اور ایڈی کسی خون آشام درندے کے مانند لندن کے گلی کوچوں میں تمہاری بو سونگھتا پھر رہا ہے۔ وہ جمی کی موت کا حساب بے باق کرنے کی خاطر پاگل ہو رہا ہے۔"

"تم جانتے ہو کہ شکار کھیلنا میری ہابی ہے اور شکاری وہی ہوتا ہے جو شیر کی کچھار میں گھس کر اسے اپنی گولی کا نشانہ بنا دے۔"

"میں تمہیں اس قسم کی کسی حماقت کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"مجھے اب تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "اب میں نے خود اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"کیا تم صرف چوبیس گھنٹے اور انتظار نہیں کر سکتے۔"

"نہیں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "اب میں ایک لمحہ بھی ضائع کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

پھر اس سے پیشتر کہ ندیم کوئی جواب دیتا میں نے لائن کاٹ دی۔ بہرحال میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا کہ ندیم میری طرف سے بے خبر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس کے آدمی شب و روز میری نگرانی پر مامور ہوں گے۔ مرجینا سے اجازت لے کر میں باہر آیا تو پورٹیکو میں دروازے سے ملی ہوئی سیاہ رنگ کی ایک اسپورٹس کار کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ضرغام پہلے سے موجود تھا۔ میں مرجینا سے رخصتی مصافحہ کرنے کے بعد گاڑی میں بیٹھا تو ضرغام نے پوچھا۔

"کہاں چلنا ہے جناب؟"

"ٹکی اسٹارز۔" میں نے سرد آواز میں کہا تو سیاہ رنگ کی اسپورٹس کار حرکت میں آ گئی۔ عمارت کے پھاٹک سے باہر نکلتے ہوئے ضرغام نے مجھے شیشے چڑھانے کی گزارش کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا تھا کہ گاڑی مکمل طور پر بلٹ پروف ہے اس لیے مجھے کسی قسم کی پریشانی لاحق نہیں ہونی چاہیے۔ ضرغام ڈرائیونگ کے معاملے میں خاصی مہارت رکھتا تھا۔ اس نے مجھے ٹکی اسٹارز کے پارکنگ لاٹ تک پہنچانے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ میں نے راستے میں ہی اس بات کا اندازہ لگایا تھا کہ میرا تعاقب نہیں کیا گیا تھا۔ میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ کا عمل تھا۔ گراہم کو گزشتہ رات جو سانحہ پیش آیا تھا اس نے ٹکی اسٹارز کے روز مرہ کے ہنگاموں پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔ میں نے احتیاطاً اپنا آٹومیٹک چیک کیا جو اس وقت بھی میری پتلون میں موجود تھا۔ فاضل میگزین میں نے دوسری جیب میں رکھا تھا کہ خطرے کی صورت میں اسے نکالنے میں دیر نہ ہو۔

اسپورٹس کار سے نیچے اتر کر میں نے روایتی انداز میں جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور لفٹ کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ شراب کی ملی جلی مہک اور قہقہوں کی آوازوں نے ماحول کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔

میں قدم بڑھاتا ہوا عمارت میں داخل ہوا پھر لفٹ میں سوار ہو کر تھرڈ فلور کا بٹن دبا دیا۔ لفٹ میں میں تنہا نہیں تھا میرے ساتھ پانچ افراد اور بھی تھے۔ لفٹ کی چوڑائی اور لمبائی پانچ فٹ اور نو فٹ سے کسی طرح کم نہیں ہوگی۔ دو افراد سامنے کے حصے سے ٹیک لگائے کھڑے تھے جن میں ایک مقامی اور ایک غیر ملکی باشندہ تھا۔ میں درمیان میں جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ دروازے کے قریب ایک بدیسی شخص جو ڈیل ڈول کے اعتبار سے کسی بن مانس سے کم نہیں تھا ایک مقامی لڑکی کے ساتھ کھڑا باتوں میں مصروف تھا۔

لفٹ دوسری منزل پر رکی تو ہمارے درمیان ایک فرد کا اور اضافہ ہو گیا۔ وہ مجھے کچھ جانا پہچانا لگ رہا تھا۔ خاص طور پر اس کی آنکھیں میری توجہ کا سبب بنی تھیں۔ میں ان آنکھوں کو پہلے بھی کہیں بہت قریب سے دیکھ چکا تھا۔ کہاں؟ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا۔ دروازہ بند ہونے کے بعد لفٹ دوبارہ چلی لیکن تیسری منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی وہ غیر متحرک ہو کر رک گئی۔ پاور آف ہو جانے کے ساتھ ہی لفٹ کے اندر گھپ اندھیرا پھیل گیا۔ میری چھٹی حس میں بس اچانک ہی کسی نادیدہ خطرے کا احساس ابھر آیا۔ میں نے بڑی تیزی سے اپنی جگہ تبدیل کی۔ دوسرے ہی لمحے ایک ہلکی سی "چٹ" کی آواز ابھری اس کے ساتھ ہی کوئی کراہتا ہوا دھم سے فرش پر گرا تھا۔ لڑکی کی چیخ کی آواز نے اس بات کی نشاندہی بھی کر دی کہ مرنے والا شاید اسی کا گرانڈیل ساتھی تھا۔

"وہاٹ نان سینس۔" انگریز باشندے کی آواز میرے بائیں جانب سے ابھری پھر مجھے ایسا ہی لگا جیسے دو آدمی آپس میں گتھم گتھا ہو گئے ہوں۔ میں نے ایک بار پھر اپنی پوزیشن اندھیرے میں بدلی اور جیب سے اپنا آٹومیٹک نکال لیا۔ جو کچھ ہو رہا تھا میں اسے محض اتفاقیہ سانحہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ سب کچھ سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ تھا۔ شاید میرے دشمنوں کو ٹکی اسٹارز میں میرے داخلے کی اطلاع کسی طرح مل گئی تھی اور انہوں نے جلدی میں مجھے لفٹ کے اندر ہی شکار کر لینے کا منصوبہ بنا ڈالا تھا۔

جو دو فرد آپس میں گتھم گتھا ہوئے تھے اب ان کی زبان سے مغلظات بھی نکلنا شروع ہو گئی تھیں۔ ان کی پوزیشن بار بار تبدیل ہو رہی تھی۔ ایک بار وہ دونوں مجھ سے ٹکرا گئے تھے۔ انگریز باشندہ بوکھلا کر "ہیلپ ہیلپ" کی آوازیں لگا رہا تھا۔ میں تیزی سے پنجوں کے بل اٹھا اور اندازے سے دروازے کی جانب کھسکنے لگا، پھر میرا ہاتھ کسی کے جسم سے ٹکرایا تھا۔ وہ وہی لڑکی تھی جو دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ میرا ہاتھ اپنے جسم سے ٹکراتے ہی اس نے چیخنے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اپنا ایک ہاتھ اس کے منہ پر پوری قوت سے جما دیا اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد ڈال کر اسے قدرے آگے کی جانب بنا دیا اور خود دیوار سے لگ گیا۔ اب وہ میرے لیے ڈھال کا کام دے رہی تھی۔ اس نے خود کو میری گرفت سے آزاد کرنے کی جدوجہد شروع کی تو میں نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔ "بے بی زندگی چاہتی ہو تو منہ سے کوئی آواز نکالنے کی حماقت نہ کرنا۔" میری دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ لڑکی نے اپنی جدوجہد ایک دم ختم کر دی لیکن میں اس کی بکھری بکھری سانسوں کے زیر و بم کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔

لڑکی خاموش ہو چکی تھی لیکن اس کی سانسیں اب بھی تیز تیز چل رہی تھیں' میری سرگوشی کا خاطر خواہ اثر ہوا تھا' شاید اس کے ذہن میں یہی خیال ابھرا کہ اس کے ساتھی کو میں نے ہی کسی سائلنسر لگے پستول سے ہلاک کیا ہو گا۔ وہ بظاہر پہلی نظر میں مجھے کوئی کال گرل نہیں لگی تھی لیکن مجھے اس کے کردار کے بارے میں کوئی خوش فہمی بھی نہیں تھی۔ اگر وہ نیک اور شریف ہوتی تو مقامی ہونے کے باوجود ایک دیسی باشندے کے ساتھ جو اس کے مقابلے میں دیو قامت ہی لگ رہا تھا اس طرح نہ ہنس بول رہی ہوتی' اس کے علاوہ کیسینو میں کسی شریف لڑکی کے آنے کا سوال ہی نہیں تھا' دونوں کی عمروں میں اتنا تضاد تھا کہ لڑکی کو اس گرانڈیل شخص کی گرل فرینڈ بھی نہیں سمجھا جا سکتا تھا' وہ یقیناً اس لڑکی کو کسی معقول معاوضے کے عوض ہی گلی اسٹارز تک لانے میں کامیاب ہوا تھا لیکن اب شاید وہ اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ جس طرح وہ کراہتا ہوا دھم سے لفٹ کے فرش پر گرا تھا اس سے میں نے فوری طور پر یہی اندازہ لگایا تھا' بہرحال وہ مقامی لڑکی اب میرے لیے ڈھال کا کام دے رہی تھی۔

جو افراد آپس میں گتھم گتھا تھے ان کی زبان سے بدستور گالیوں کا طوفان جاری تھا۔ ان میں سے ایک وہی تھا جو دوسرے فلور سے لفٹ میں سوار ہوا تھا اور دوسرا شخص وہی ہو سکتا تھا جو میرے ساتھ پہلے سے لفٹ میں موجود تھا۔

دوسرے فلور سے لفٹ کی روانگی کے بعد پاور فیل ہو جانے کے بعد لفٹ کا درمیان میں رک جانا محض ایک اتفاقیہ امر نہیں تھا' اس کیسینو میں یقیناً ایسے بریک ڈاؤن کے اتفاقیہ حالات سے نمٹنے کے لیے اسٹینڈ بائی جنریٹر ضرور ہو گا' بہرحال جو کچھ ہو رہا تھا وہ قطعی طور پر کسی سوچی سمجھی اسکیم کے پیش نظر ہو رہا تھا۔

اندھیرے کی بیلپ بیلپ کی آوازیں بدستور تھوڑے تھوڑے وقفے سے جاری تھیں' آٹومیٹک کے دستے پر میری گرفت پوری طرح جمی ہوئی تھی' ایک بار دونوں افراد گھپ اندھیرے میں لڑکی سے بھی ٹکرائے تھے جس سے اس کی دل کی دھڑکنیں اور سانسوں کا زیر و بم کچھ اور تیز ہو گیا تھا۔

"تمہارا ساتھی کون تھا؟" میں نے لڑکی کے کانوں میں سرگوشی کی۔

"............ وہ مجھ سے ایک گھنٹا قبل آپ بار روم میں ملا تھا اور پھر............"

"پھر تم دولت کی لالچ میں اس کے ساتھ یہاں چلی آئیں۔"

"ہاں۔ آں۔"

"کیا تم اسے پہلے سے جانتی ہو؟"

"نہیں............"

"گلی اسٹارز آنے کا مشورہ کس نے دیا تھا؟"

"اسی موٹے آدمی نے جو شاید اب اس دنیا میں نہیں ہے

لیکن...... تم کون ہو؟" لڑکی نے سہمے ہوئے مدھم لہجے میں سوال کیا۔

"میں تمہارا دشمن نہیں لیکن اگر تم نے میری مرضی کے خلاف شور مچانے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں بھی اپنے ساتھی کے ہمراہ دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہونا پڑے۔"

"نن۔ نہیں۔" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں جواب دیا۔ "میں ایسا ہی کروں گی جیسا تم کہو گے۔"

تاریکی کے باوجود میرا ذہن پوری طرح جاگ رہا تھا۔ مرجینا نے میرے چہرے پر جو میک اپ کیا تھا اس کے باوجود شاید میرے دشمنوں نے مجھے پہچان لیا تھا لیکن وہ شخص کون تھا جو دوسرے فلور سے لفٹ میں سوار ہوا تھا؟ اس کی آنکھیں میری جانی پہچانی تھیں' میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا تھا پھر اچانک مجھے یاد آیا' میں نے اس شخص کو ایڈی کے ساتھ اس وقت کھڑے ہوئے دیکھا تھا جب پہلی بار میں تن تنہا گراہم سے ملنے گلی اسٹارز آیا تھا۔ اس کی نگاہوں میں کسی زہریلے ناگ جیسی خوفناک چمک تھی جو میرے ذہن کے گوشوں میں محفوظ ہو کر رہ گئی تھی اور اس وقت وہ جس شخص سے اندھیرے میں موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہا تھا وہ یقیناً ندیم کا کوئی سادہ لباس والا تھا جسے میری نگرانی پر مامور کیا گیا تھا لیکن ایک سوال اب بھی تشنہ رہ جاتا تھا' اس نے مجھے شناخت کس طرح کر لیا تھا جو وہ میرے ساتھ ہی لفٹ میں سوار ہوا تھا؟ کیا وہ محض اتفاق تھا یا کسی نے میری نشاندہی کر دی تھی؟ میرے میک اپ میں ہونے کا راز مرجینا یا ضرغام کے علاوہ کسی اور کو نہیں معلوم تھا پھر وہ راز افشا کس طرح ہوا؟ کیا مرجینا اس سازش میں شریک تھی یا پھر ضرغام

نے گاڑی سے اترنے کے بعد پہلے سے موجود ایڈی کے کسی آدمی کو میری موجودگی سے آگاہ کر دیا تھا۔

چند لمحوں تک گالیوں کی آواز بلند ہوتی رہی پھر کوئی دوسرا شخص بھی کراہ کر خاموش ہو گیا' شاید وہ بھی اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا لیکن مرنے والا کون تھا؟ ایڈی کے گروہ کا وہ شخص جو دوسرے فلور سے ہمارے ساتھ ہوا تھا یا پھر وہ شخص جو اس کے ساتھ خطرے کی بو سونگھتے ہی الجھ پڑا تھا' بہرحال میں اب پوری طرح ہر قسم کی رسک لینے کو تیار تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر کسی نے میری طرف آنے کی کوشش کی تو میں اسے بے دریغ ٹھنڈا کر دوں گا۔ لڑکی کا نازک جسم اب بھی میری گرفت میں بری طرح لرز رہا تھا۔ کوئی دوسرا موقع ہوتا تو شاید میں اس کے جسم کی حرارت سے ضرور لطف اندوز ہوتا لیکن جب انسان موت اور زندگی کے دوراہے پر کھڑا ہو تو اس وقت لڑکھڑانے کی حماقت بھی نہیں کرتا' میری بھی یہی کیفیت تھی۔ میں نے صرف اپنے بچاؤ کی خاطر اسے بطور ڈھال استعمال کر رکھا تھا۔

"ہیلو ڈریگن۔" کسی نے مدھم آواز میں ندیم کا مخصوص کوڈ استعمال کیا۔ "آپ کہاں ہیں؟"

"میں خیریت سے ہوں لیکن تم نے مجھے کس طرح پہچان لیا؟"

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔" اس کی سرسراتی ہوئی آواز ابھری۔ "گلی اسٹارز میں ایڈی کے کارندے بہت چوکس ہیں' وہ یہاں آنے والے ہر اجنبی کو کھنگال رہے ہیں' میں نے بھی ان ہی کی لائن پر عمل کرتے ہوئے ایک رسک لیا تھا۔"

"کیا تم نے اسے ختم کر دیا......" میں نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے اسے صرف بے ہوشی کی حالت سے دوچار کیا ہے۔" اس نے بڑی بے جگری سے جواب دیا۔ "آپ یہ میرے ساتھ ہی واپس جائے گا' باس کے یہ احکام ہیں کہ فی الحال ہر قسم کے خون خرابے سے گریز کیا جائے۔"

"کیا ایڈی کے آدمیوں کے چوکس ہونے کے باوجود تم اسے آسانی سے اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

"یہ میرا کام ہے جسے مجھ ہر قیمت پر انجام دینا ہے لیکن اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"کیا تم مجھے ایڈی کے بارے میں کچھ بتا سکو گے؟" میں نے اس کی بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔ "میرا مطلب ہے کہ وہ اس وقت کہاں مل سکے گا؟"

"گراہم کو پیش آنے والے حادثے کے بعد اندرونی افراد میں افراتفری سی پھیل گئی ہے' ابھی تک اس کی اطلاع یہاں مستقل آنے جانے والوں کو نہیں ہوئی ورنہ شاید وہ ادھر کا رخ بھی نہ کرتے۔"

"میں نے تم سے ایڈی کے بارے میں دریافت کیا تھا۔"

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ گراہم کے بعد عارضی طور پر ایڈی اور اس کے آدمی ہی گلی اسٹارز کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔" اس شخص نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "گراہم کو اچانک اور حیرت انگیز طور پر جس صورت حال سے دوچار ہونا پڑا ہے اس کے بعد ایڈی صرف ایک بار ہسپتال میں دکھائی دیا تھا اس کے بعد سے کسی کو نظر نہیں آیا۔ ممکن ہے حالات کے پیش نظر وہ انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہو۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی دوسرا سوال کرتا لفٹ پاور آ جانے سے دوبارہ روشن ہو گئی۔ میں نے لڑکی کو اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔ میرے سامنے کھڑا ہوا مقامی باشندہ ابھی تک اسی جگہ کھڑا تھا جہاں میں نے اسے لفٹ میں سوار ہونے کے بعد دیکھا تھا۔ لڑکی اور وہ دونوں اس شخص کو سہمی سہمی نظروں سے دیکھ رہے تھے جس نے دوسرے کسی بے ہوش آدمی کو کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ لفٹ کے فرش پر لڑکی کے ساتھ نظر آنے والا بھاری بھرکم شخص اوندھے منہ پڑا تھا لیکن وہ مرا نہیں تھا اس کی نالیاں

بے ہوش کر دینے والا "ڈاٹ" مار کر بے بس کر دیا گیا تھا جس سے میں نے فوری طور پر یہی اندازہ لگایا تھا کہ ایڈی نے اپنے آدمیوں کو مجھے زندہ گرفتار کرنے کے احکامات جاری کیے ہوں گے شاید وہ جی گاڈ عرف جی کا انتقام اپنی مرضی کے مطابق لینا چاہتا تھا۔

لفٹ اب تیسرے فلور کی طرف جا رہی تھی۔ لڑکی مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھ رہی تھی کہ ہم جنس باہم جنس پرواز کے مصداق وہ پاور آتے ہی تیزی سے اپنے ہم وطن کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی۔ غیر ملکیوں کی یہ فطرت ان کی بے پناہ آزادیوں کے باوجود قابل تعریف ہے کہ وہ دکھ درد میں ہمیشہ ایک دوسرے کے کام آتے ہیں اور دل کھول کر ایک دوسرے کے لیے رفاہی کاموں میں مدد کرتے ہیں' میرے لیے یہ وقت غیر ملکیوں کی فطرت کی مدح سرائی کا نہیں تھا۔ مجھے فوری طور پر کوئی آخری فیصلہ کرنا تھا' میں نے اس شخص کو بغور دیکھا جو دوسرے فلور سے لفٹ میں سوار ہونے والے ایڈی کے ساتھی کو کسی آٹے کی بوری کی طرح بے پروائی سے کاندھے پر لادے کھڑا تھا۔

"اسے کیا ہوا؟" غیر ملکی نے سوال کیا۔

"ضرورت سے زیادہ پی لی تھی اس لیے مشکل سے قابو میں آیا ہے۔"

"اور یہ...... جو زمین پر پڑا ہے۔" اس نے بلیک ڈریگن کا کوڈ استعمال کرنے والے کو مشکوک نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں نے سائلنسر لگے ہوئے کسی اسلحے کی آواز سنی تھی اور یہ فرش پر گرا تھا۔"

"خیال ہے تمہارا۔" جواب بے پروائی سے دیا گیا۔ "کیا تم اس کی جسامت اور ڈیل ڈول کو نہیں دیکھ رہے' اگر اسے قتل کیا گیا ہوتا تو اس وقت لفٹ کے فرش پر خون ہی خون ہوتا۔"

دلیل معقول تھی اس لیے مقامی شخص نے دوسرا کوئی سوال نہیں کیا۔ لفٹ کے اوپر والی سیاہ پٹی پر تین کا ہندسہ ابھرا اس کے ساتھ ہی لفٹ رک گئی۔ دونوں مقامی باشندوں نے دروازے کی جانب قدم بڑھایا تھا لیکن میرے نامعلوم ساتھی نے انہیں روک دیا۔

"تم دونوں کو میرے ساتھ واپس نیچے چلنا ہوگا۔" اس کا لہجہ یکلخت بڑا سفاک ہو گیا۔ "اگر تم نے کسی مزاحمت یا آواز بلند کرنے کی کوشش کی تو تم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔"

دونوں کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے' شاید انہوں نے اس کی پیروی ہی میں اپنی زندگی کی سلامتی سمجھی تھی۔ میرے پاس اب وقت نہیں تھا' لفٹ کا دروازہ کھلتے ہی میں باہر آ گیا۔ ریوالور کو میں نے دوبارہ جیب میں واپس رکھ لیا تھا۔ مجھے فوری طور پر کوئی قدم اٹھانا تھا اس لیے کہ اس [illegible] کا اندیشہ بھی پیش نظر تھا کہ لفٹ کے پہنچنے کے بعد اگر ایڈی کے ساتھیوں کو حالات کا اندازہ ہو گیا تو وہ زیادہ چوکس ہو جائیں گے۔ میں نے تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن دو سیاہ سوٹ والوں نے جو وہاں پہلے سے تعینات تھے مجھے روکا' ان دونوں کی جیبوں سے سرخ رومال جھانک رہے تھے' یہ اس بات کی نشاندہی تھی کہ وہ اس خانقی دستے کے بظاہر مہذب افراد ہیں جو گاہکوں کے لیے مہمان نوازی کے فرائض انجام دیتے تھے لیکن وہ کتنے مہذب اور شریف تھے اس کا اندازہ مجھے بہت پہلے ہو گیا تھا۔ شرافت کے لباس میں ان کا تعلق اس گروہ کے اجرتی بدمعاشوں اور غنڈوں سے تھا جو خطرے کی بو سونگھتے ہی اپنے شکار کی جانب آدم خور درندوں کی طرح جھپٹتے تھے اور پل بھر میں ان کی تکا بوٹی کرانے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

"ہم تھرڈ فلور پر آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔" ان میں سے ایک نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔ "کیا آپ تنہا تشریف لائے ہیں؟"

"ہاں...... لیکن مجھے یہاں نیچے سے اوپر تک کوئی ایسا نوٹس بورڈ نظر نہیں آیا جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہو کہ لکی اسٹارز میں تنہا آنے والوں پر کوئی پابندی عائد ہے۔" میں نے ان کی مداخلت پر برا مناتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم معافی کے خواستگار ہیں جناب۔" دوسرا بولا۔ "مگر میرا خیال ہے کہ آپ شاید اس فلور پر پہلی مرتبہ تشریف لائے ہیں۔"

"میں تمہارے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "میں دو روز پہلے ہی بمبئی سے یہاں ایک ضروری کنٹریکٹ سائن کرنے کے لیے آیا تھا اور آج فرصت ملتے ہی یہاں آ گیا۔ کیا تمہارا تعلق اس فلور کی انتظامیہ میں سے ہے۔"

"جی ہاں۔"

"خوشی ہوئی تم دونوں سے مل کر۔" میں نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا خیال ہے کہ تم دونوں میری رہنمائی کرنے میں خاصے معاون اور مددگار ثابت ہوگے۔"

"کیوں نہیں۔" پہلے والے نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم تھرڈ فلور پر آنے والے ہر مہمان کو خوش آمدید کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔"

"مجھے بتائیں سر۔" دوسرے نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟"

"کیا تم میرے لیے کسی خوب صورت پارٹنر کا بندوبست کر سکتے ہو؟" میں نے کسی اوباش شخص کی طرح مدھم لہجے میں دریافت کیا۔

وہ کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں دبے موبائل [illegible] بتی روشن ہو کر اسپارک کرنے لگی۔

"ہیلو۔" اس نے میری بات کا جواب دینے کی بجائے موبائل کو کان سے لگا لیا۔ اس کا دوسرا ساتھی بدستور اپنی تیز نظروں سے میری اصلی شخصیت کا ایکسرے کرنے میں مصروف تھا۔ موبائل والا شخص ایک لمحے تک دوسری جانب سے کہی جانے والی بات کو بغور سنتا رہا۔ میں نے اس کے چہرے کے اچانک بدلتے ہوئے تاثرات کو بطور خاص نوٹ کیا تھا۔

"محترم......" اس نے موبائل پر گفتگو ختم کرنے کے بعد مجھ سے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ کو یہاں تک پہنچنے میں کسی زحمت کا سامنا تو نہیں ہوا؟"

"آئی سی۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "گویا تمہیں لفٹ میں ہونے والے حادثے کی رپورٹ مل رہی تھی لیکن اس میں بظاہر حیرت کی کوئی بات نہیں ہے' نائٹ کلبس اور کیسینو میں اس قسم کے واقعات اکثر رونما ہوتے رہتے ہیں۔ بہرحال' میں خوش ہوا کہ تمہاری انتظامیہ پوری طرح ہر معاملات پر نظر رکھنے کی عادی ہے۔"

"کیا میں آپ کا نام دریافت کر سکتا ہوں۔" دوسرے نے پوچھا۔

"راج کشن۔" میں نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ اب مجھے یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"جہاں اتنی پابندیوں سے گزرنا پڑے وہاں انسان کھل کر انجوائے نہیں کر سکتا۔"

میں نے جانے کے ارادے سے لفٹ کی جانب قدم اٹھایا تھا لیکن وہ دونوں تیزی سے ایک بار پھر میرے راستے میں حائل ہو گئے۔

"اب کیا مصیبت ہے؟" میں نے جھلاہٹ کا اظہار کیا۔

"مجھے افسوس ہے جناب لیکن حالات کچھ ایسے ہی ہیں کہ ہمیں تمام نئے آنے جانے والوں پر کڑی نگرانی رکھنی پڑ رہی ہے۔"

"میں نے اسی لیے یہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"ہم آپ کی دور اندیشی کی داد دیتے ہیں لیکن جانے سے پہلے آپ کو ہمارے ساتھ ایک کمرے تک چلنا ہوگا۔" پہلے نے روکھے انداز میں کہا۔

"کیوں......؟" میری آواز میں برہمی تھی۔

"ہم یہ دیکھنا پسند کریں گے کہ آپ کی اصلیت کیا ہے؟" دوسرا بولا۔ "ممکن ہے آپ نے میک اپ کر رکھا ہو' بہرحال اگر ہمارا اندیشہ غلط نکلا تو ہم آپ سے دست بستہ معذرت کر لیں گے۔"

میرے لیے فی الحال مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا' میں نے ان کو باری باری غصے سے دیکھا پھر ان کے اشارے پر بائیں جانب والی مختصر اور پتلی گیلری کی جانب قدم اٹھانے لگا جس کے آخر میں ایک اسٹور روم واقع تھا جس میں دنیا جہاں کا کاٹھ کباڑ بھرا تھا' اسی اسٹور روم میں ایک ٹوٹی ہوئی میز ایک بوتل موجود تھی۔

"ٹالی سی۔" دوسرے شخص نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اپنے ساتھی کو مخاطب کیا۔ "مجھے یقین ہے کہ اگر مسٹر راج کشن نے اپنا نام درست بتایا ہے اور ان کے چہرے پر کوئی میک اپ نہیں ہے تو اس بوتل کا محلول ان کی راست گوئی کو ثابت کر دے گا دوسری صورت میں ہمیں ہمارا وہ شکار بھی مل سکتا ہے جس کی بگ باس کو تلاش ہے۔"

"اوہ......" میں نے ان دونوں کو دھوکا دینے کی خاطر بڑی بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا خیال ہے کہ تم دونوں یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہو جس کے لیے بعد میں کف افسوس ملنے کے سوا تمہیں کچھ اور حاصل نہیں ہوگا۔"

حالات نے اچانک ایسی مخدوش صورت اختیار کر لی تھی کہ میرے پاس سوائے اس کے کوئی دوسرا چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ میں انہیں اندھیرے میں رکھ کر کوئی جوابی کارروائی کر سکوں' ہمیں گیلری سے گزر کر اس اسٹور روم تک آتے ہوئے کسی اور نے نہیں دیکھا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اپنی طرف سے کوئی ایسی حماقت نہیں کی جو انہیں قبل از وقت ہوشیار کر دیتی' شاید اسی لیے انہوں نے ابھی تک کسی اسلحے کی نمائش نہیں کی تھی جبکہ مجھے یقین تھا کہ ان کے پاس انتہائی جدید قسم کا کوئی نہ کوئی خطرناک ہتھیار ضرور ہوگا۔ وہ بدقماش لوگ تھے اور ہر وقت کسی بھی خطرناک پوزیشن سے نبرد آزما ہونے کے لیے پوری طرح ہوشیار رہنے کے عادی تھے۔

"جانتے ہو کہ اگر تمہارے چہرے پر کسی قسم کا میک اپ ہوا تو اس کی سزا کیا ہوگی؟" دوسرے شخص نے انتہائی سفاک لہجے میں مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم بدترین حالات سے دوچار ہو سکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے تم اپنا اور میرا دونوں کا قیمتی وقت برباد کر رہے ہو' میں نے اس کیسینو میں آ کر یقیناً حماقت ہی کا ثبوت دیا ہے۔ شہر میں اور بھی بے شمار تفریح گاہیں موجود ہیں۔ بہرحال تم اپنی تسلی کر لو لیکن مجھے تمہاری یہ مہمان نوازی ہمیشہ یاد رہے گی۔"

"ہمیں افسوس ہے مگر ہم اپنی تسلی کرنے کے لیے مجبور ہیں۔"

"جلدی کرو۔" میں نے غصے سے تلملا کر کہا۔ "میرا قیمتی وقت مت ضائع کرو۔"

پہلے شخص نے آگے بڑھ کر بوتل اٹھائی' میں اس طرح کھڑا ہو گیا کہ اس کی پشت اپنے ساتھی کی طرف تھی' میں ان دونوں پر آسانی سے نظر رکھ سکتا تھا۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا'

مجھے ان کے ہاتھوں موت گوارا نہیں تھی۔ میں کمانڈو ایکشن کے لیے پوری طرح تیار تھا' پہلے شخص نے بوتل کے حلق سے ایک موٹا کپڑا بھگیا پھر وہ میری جانب بڑھا تھا۔ میرے لیے وہ گھڑی آن پہنچی تھی جس کا انتظار تھا۔ پہلا شخص جیسے ہی میرے قریب آیا میں نے ذرا سا اچھل کر اپنے سیدھے گھٹنے کو پوری شدت سے اس کے پیٹ میں مارا۔ وہ "اوغ" کہتا ہوا دہرا ہو گیا۔ میں نے بڑی پھرتی سے اپنا ریوالور جیب سے نکال لیا۔ یہ سب کچھ میں اتنی برق رفتاری سے پلک جھپکتے ہوا کہ انہیں سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔

"خبردار۔" میں نے ان دونوں کو بڑے خوں خوار انداز میں للکارا۔ "اگر تم میں کسی نے منہ سے ذرا آواز نکالی تو میں بے دریغ تمہارے جسم کو چھلنی کر دوں گا۔"

"کون ہو تم......؟"

"وہی جس کی تمہارے چوہے ایڈی کو تلاش ہے۔"

"تم یہاں سے بچ کر نہیں جاسکو گے" دوسرے شخص نے مجھے جھانسا دینے کی کوشش کی۔ "ہاں' اگر تم ہمیں چھوڑنے کا وعدہ کرو تو ہم تمہیں ایک خفیہ راستے سے اس طرح کیسینو سے باہر نکال سکتے ہیں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔"

"میں یہاں سے واپس جانے کے ارادے سے نہیں آیا ہوں۔" میں نے پہلے شخص کو جو پیٹ پکڑے کھڑا تھا کراٹے کا ایک ایسا نپا تلا ہاتھ مارا کہ وہ کراہتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ مجھے قوی امید تھی کہ اب وہ تین چار گھنٹے سے پیشتر دوبارہ ہوش میں نہیں آئے گا' اب میرے لیے صرف ایک شخص باقی رہ گیا تھا اس نے بھاگنے کی حماقت نہیں کی لیکن وہ خوفزدہ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

"میں تمہیں زندہ چھوڑ سکتا ہوں لیکن صرف ایک شرط پر۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا......؟"

"تم مجھے صرف اتنا بتادو کہ اس وقت تمہارا بگ باس یعنی کہ ایڈی کہاں مل سکتا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ شاید کوئی بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس وقت کہاں ہوتا ہے؟"

"کوئی ایسا شخص جس پر ایڈی اعتبار کرتا ہو۔" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔

"میک آرتھر......" اس نے تھوڑے سے توقف سے جواب دیا۔ "جمی کے بعد آج کل وہی بگ باس کے زیادہ قریب رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت بھی وہ مینیجر کے کمرے میں موجود ہو۔"

"کیا وہی مینیجر ہے؟"

"ہاں...... البرٹ کے آنے تک بگ باس نے کیسینو کے دیکھ بھال کی ذمے داری اسی کو سونپ رکھی ہے۔"

"ٹائی سن اور تمہارے علاوہ اس وقت تھرڈ فلور پر سیاہ سوٹ والوں کی اور کتنی تعداد موجود ہے؟"

"تین......" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"کیا آرتھر اس وقت اپنے کمرے میں تنہا ہوگا؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا' ہو سکتا ہے کہ وہ مصری کیبرے ڈانسر بھی اس کے ساتھ موجود ہو۔" اس نے قدرے نفرت سے کہا۔ "مسٹر گراہم کو پیش آنے والے حادثے کے بعد وہ آج کل اپنا زیادہ وقت آرتھر کے ساتھ ہی گزارتی ہے۔"

"ایک اہم بات اور۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم لوگوں کو گلی اسٹارز میں میرے آنے کی اطلاع پہلے سے مل چکی تھی۔"

"نہیں......" وہ بڑی صاف گوئی سے بولا۔ "بگ باس کو اس بات کا یقین نہیں تھا کہ تم دوبارہ گلی اسٹارز میں آنے کی حماقت کرو گے مگر اس کے باوجود ہمیں بڑی سختی سے یہ احکام ملے ہیں کہ ہر نئے آنے جانے والے پر کڑی نگرانی رکھی جائے۔"

"کیا تم سب کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہو جو تم دونوں نے میرے ساتھ کیا ہے؟"

وہ خاموش رہا' اس کی آنکھوں میں اچانک ابھرنے والے الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کوئی خاص بات مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"یہاں ہمیں نام سے نہیں نمبر سے یاد کیا جاتا ہے' میرا نمبر آٹھ ہے' ویسے میرا نام ڈسمنڈ ہے۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "مجھے اب جانے دو ورنہ میرے دوسرے ساتھی مجھے تلاش کرتے ہوئے یہاں تک بھی آسکتے ہیں۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا' وہ قد و قامت اور جسامت کے اعتبار سے مجھ سے بہت زیادہ ملتا جلتا تھا۔ صرف ہمارے چہرے ایک دوسرے سے مختلف تھے' میں نے فوری طور پر ایک اہم فیصلہ کر لیا پھر اس پر عمل کرنے میں' میں نے زیادہ دیر نہیں لگائی' آٹومیٹک کی زد پر میں نے اسے ہاتھ اٹھا کر قریب آنے کو کہا۔

"سوچ لو۔ مجھے مار کر بھی تم فائدے میں نہیں رہو گے" ڈسمنڈ یا نمبر آٹھ نے جواب دیا۔

"کیا تم مجھے یہاں سے فرار ہونے کے خفیہ راستے سے آگاہ کر سکتے ہو؟"

"ہاں......" اس کی آنکھوں میں امید کی ایک کرن روشن ہوئی پھر اس نے مجھے وہ راستہ بتادیا جس کے ذریعے کیسینو سے کسی کی نظر میں آئے بغیر باہر نکلا جاسکتا تھا۔

"میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں تمہاری

تلاشی لینا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" وہ میرے قریب آگیا پھر میرے اشارے پر وہ منہ دوسری طرف کر کے کھڑا ہو گیا۔ اس کا خیال یہی تھا کہ میں اسے تلاشی لینے کے بعد چھوڑ دوں گا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا' چوٹ کھائے ہوئے زخمی سانپ کو زندہ چھوڑ دینا خود اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور میں یہ حماقت کرنے کو تیار نہیں تھا۔

ڈسمنڈ کے گھومتے ہی میں نے آٹومیٹک کے دستے سے اس کی کھوپڑی پر ایک بھرپور ضرب لگائی۔ میں اس نسخے کو پولیس کی ملازمت کے دوران بھی ایک دو بار استعمال کر چکا تھا۔ اس وقت بھی مجھے ناکامی نہیں ہوئی' ڈسمنڈ کی کھوپڑی میں یقیناً متعدد تارے روشن ہو کر گھپ اندھیروں میں مدغم ہو گئے ہوں گے۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر ہی کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے طے شدہ پروگرام کے تحت اپنے اور اس کے لباس کو تبدیل کیا پھر اس کا موبائل اٹھا کر باہر آگیا۔ گیلری میں اس وقت میرے علاوہ کوئی دوسرا سیاہ سوٹ والا نہیں تھا' اپنے چہرے کو چھپانے کی خاطر میں نے رومال کو جیب سے نکال کر ہاتھ میں دبا لیا تاکہ بوقت ضرورت اس کا استعمال کیا جاسکے۔ تیز تیز قدم اٹھاتا میں لفٹ تک آیا' ایک نظر میں نے اندرونی ہال پر ڈالی جہاں پہلے کی طرح اس وقت بھی خاصی رونق نظر آرہی تھی۔ میں ایک لمحے کو رکا پھر لفٹ کو کال کیا اور اس کے اوپر آنے کے بعد میں بڑی بے پروائی سے اندر داخل ہوا اور گراؤنڈ فلور کا بٹن دبادیا۔ میرا ذہن اس وقت بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

*

جو سودا موت سے نجات حاصل کرنے کے لیے کیا جائے وہ ہمیشہ کھرا ہوتا ہے' اس میں کھوٹ کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں' ٹائی سن کا انجام دیکھنے کے بعد ڈسمنڈ کو اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ اس کے ستارے بھی گردش میں آچکے ہیں' ممکن ہے اس نے ایڈی کے سلسلے میں دروغ گوئی سے کام لیا ہو لیکن میک آرتھر کے سلسلے میں اس نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں ہو سکتا تھا۔ آرتھر کے بارے میں زبان کھولتے وقت اس کی نگاہوں میں نفرت کا احساس جھلک رہا تھا۔ بظاہر ڈسمنڈ یا نمبر آٹھ بھی گراہم ہی کا ملازم تھا' گراہم کے بعد اسے اور اس کے ساتھیوں کو ایڈی کے اشاروں پر چلنا پڑ رہا تھا۔ سیاہ سوٹ والے خود بھی دہشت گرد اور خطرناک گروہ کے افراد تھے' ان کے لیے زندگی اور موت کی کوئی اہمیت نہیں تھی' وہ مارنے یا مرجانے کے اصول پر چلنے کے عادی تھے جس کے لیے انہیں بھاری معاوضہ ملتا تھا۔

گراہم کے بعد وہ ایڈی کو مجبوراً برداشت کر رہے تھے' یہ میرا ذاتی خیال تھا' دلیل بہت مضبوط تھی۔ انہیں یقیناً اس بات کا علم رہا ہوگا کہ ایڈی کا شمار ان چند جرائم پیشہ اور دہشت گردوں میں ہوتا تھا جس کی تلاش میں عالمی پولیس کو بھی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ وہ پولیس کے سامنے بھی گردن اکڑا کر اور سینہ تان کر چلنے کا عادی تھا۔ پولیس کی فائل پر اس کا نام ضرور موجود تھا لیکن ان کے پاس کوئی ایسا ٹھوس ثبوت نہیں تھا جس کی بنا پر وہ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال سکتے۔ وہ کسی چھلاوے سے کم نہیں تھا۔ بڑی بڑی وارداتوں میں وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے بیٹھے پیش پیش رہتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ابھی تک پولیس کے ہتھے نہیں چڑھ سکا تھا۔ وہ ہر واردات بڑے سائنٹفک انداز میں کرتا تھا اور اپنے پیچھے کوئی ایسا نشان نہیں چھوڑتا تھا جس پر چل کر قانون اس کی گردن دبوچ سکے۔ گراہم کے سیاہ سوٹ والوں کو یقیناً اس بات کا علم رہا ہوگا کہ ایڈی کس قماش کا بدمعاش ہے چنانچہ وہ اس کے اشاروں پر چلنے کو مجبور تھے لیکن میک آرتھر...... شاید گراہم کے آدمیوں نے اسے دل سے قبول نہیں تھا۔

ڈسمنڈ کی گفتگو سے مجھے یہی اندازہ ہوا تھا' ویسے اس بات کے امکانات کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا تھا کہ مرجینا کی شخصیت ڈسمنڈ اور آرتھر کے درمیان تنازعے کا سبب بن گئی ہو۔ ممکن تھا کہ ڈسمنڈ اسے کباب میں ہڈی سمجھ رہا ہو اس لیے اس نے مجھے اس کے بارے میں بتانے سے گریز نہ کیا ہو اور اسی وجہ سے اس نے مجھے وہ خفیہ راستہ بھی بتادیا جس کے ذریعے میں کسی کی نظروں میں آئے بغیر کیسینو کے اندرونی حصوں میں داخل ہو سکتا تھا۔

لفٹ سے باہر آکر میں نے سرسری طور پر حالات کا جائزہ لیا' سب کچھ بالکل نارمل نظر آرہا تھا۔ میں سیاہ سوٹ میں ملبوس ہونے کے بعد کیسینو کی انتظامیہ ہی کا ایک فرد نظر آرہا تھا لیکن چہرے پر میک اپ ہونے کی وجہ سے کسی وقت بھی میرا بھید کھل سکتا تھا چنانچہ میں نے روشنی میں آنے کی حماقت نہیں کی۔ تاریکی کا سہارا لینے کی خاطر مجھے ایک طویل چکر کاٹنا پڑا جس کے بعد میں عمارت کی پشت پر اس حصے تک پہنچ گیا جہاں سے اوپر کو راستہ جاتا تھا۔ میں پوری طرح تیار تھا' میرے ایک ہاتھ میں ڈسمنڈ کا موبائل تھا' دوسرا ہاتھ میں نے جیب میں پڑے ہوئے آٹومیٹک کے دستے پر جما رکھا تھا تاکہ اسے بروقت استعمال کیا جاسکے۔

عمارت کی پشت پر پہنچنے کے بعد میں نے الیکٹرک سب اسٹیشن سے ملحقہ اس کمرے میں داخل ہونے میں کسی جلدی کا مظاہرہ نہیں کیا' بظاہر وہاں میرے سوا کوئی اور نظر نہیں آرہا تھا لیکن میں اس بات کو ماننے کو تیار نہیں تھا کہ اس چور راستے کی نگرانی پر کسی شخص کو تعینات نہ کیا گیا ہو۔ میری چھٹی حس بار بار مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی تھی کہ کوئی نہ کوئی' کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوگا' اس نے کوئی ایسی پوزیشن حاصل کر رکھی

ہوگی جہاں سے وہ دوسروں کی نظر میں آئے بغیر بہ آسانی ادھر آنے جانے والوں پر نظر رکھ سکے۔ ابھی میں اس خیال کی تصدیق کی خاطر قرب و جوار کا جائزہ لینے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ اچانک پشت پر واقع ایک تناور درخت کی اوٹ سے ایک شخص نکل کر میرے قریب آگیا۔ وہ بھی سیاہ سوٹ میں ملبوس تھا اور یقینی طور پر میرے بھی اسی لباس میں ہونے کی وجہ سے دھوکا کھا گیا تھا۔ ویسے بھی اس وقت قدرے تاریکی بھی تھی اسی لیے اس بات کے امکانات زیادہ روشن نہیں تھے کہ آنے والا فوراً ہی میرے چہرے کے میک اپ کو بھانپ لے گا۔

"کون ہے۔۔۔؟" درخت کی اوٹ سے برآمد ہونے والے نے میرے قریب آ کر مدھم آواز میں سوال کیا۔

"نمبر آٹھ۔۔۔" میں نے ڈیسمنڈ کے لہجے کی نقل کرتے ہوئے سرگوشی کی۔ "تمہارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟"

"دوسرا ساتھی۔" وہ چونکا اور مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کے جواب سے مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ میں نے اندھیرے میں جو تیر چلایا تھا وہ نشانے پر نہیں لگا تھا' بہرحال میں نے فوراً ہی حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"کیا ہالی سن تمہاری طرف نہیں آیا؟"

"نہیں۔۔۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس کی ڈیوٹی تو تمہارے ساتھ فوری طور پر تھی۔"

"ہاں۔۔۔ لیکن آرتھر نے اسے تمہارے ساتھ مل کر نگرانی کرنے کے آرڈر جاری کردیے تھے۔" میں نے اپنا چہرہ چھپانے کی خاطر رومال سے چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔ مجھے ہر لمحہ اس بات کا اندیشہ لاحق تھا کہ کہیں وہ میرے میک اپ کے راز سے آگاہ نہ ہوجائے' اس کے ہاتھ میں نظر آنے والی خودکار رائفل اس بات کا ثبوت تھی کہ اسے کسی پر بھی شبہ ہونے کی صورت میں بے دریغ گولی ماردینے کے اختیار بھی حاصل ہوں گے۔

"کوئی خطرہ۔۔۔؟" اس نے دبی زبان میں پوچھا پھر اسی طرح دائیں بائیں دیکھنے لگا جیسے خطرہ اس کے سر پر موجود ہونے کے بجائے کہیں آس پاس ہی منڈلا رہا ہو۔ وہ خاصا تناور شخص دکھائی دیتا تھا لیکن اس وقت میرے سیاہ سوٹ سے دھوکا کھا رہا تھا۔

"شاید آرتھر کو فون پر کوئی ایسی اطلاع ملی ہو جس نے اسے زیادہ محتاط رہنے پر مجبور کردیا ہو۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن ہالی سن کو اگر میرے ساتھ نگرانی کے احکامات ملے تھے تو وہ کہاں غائب ہوگیا؟" اس کے لہجے میں اب تشویش کا عنصر بھی شامل تھا۔

"کیا آرتھر اپنے کمرے میں موجود ہے؟" میں نے اس کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے دریافت کیا پھر مختلف انداز میں بولا۔ "لیڈی کی اور بات تھی لیکن یہ آرتھر۔۔۔ اسے ہضم کرنا اب میرے اختیار سے باہر ہوتا جارہا ہے۔ خدا جانے الزبتھ کب تک چارج سنبھالے گی' سنا ہے وہ مسٹر گراہم کے مقابلے میں زیادہ نرم دل واقع ہوا ہے۔"

"میں نے بھی یہی سنا ہے لیکن تم آرتھر کے خلاف کیوں ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ تم بھی اس کی وجہ سے واقف ہو۔" میں نے بدستور ناگوار انداز میں جواب دیا۔

"کیبرے ڈانسر مرجینا۔۔۔؟" اس کا لہجہ معنی خیز ہوگیا۔

"ہاں۔۔۔" میں نے مختصراً جواب دیا' صرف اس لیے وقت ضائع کررہا تھا تاکہ وہاں کسی اور کی موجودگی کے امکان پر غور کرسکوں اس کے علاوہ میں یہ بھی دریافت کرنا چاہتا تھا کہ آرتھر کہاں ہے؟ آرتھر کی غیر موجودگی کی صورت میں میرا اوپر جانا کسی نادیدہ خطرے کا سبب بھی بن سکتا تھا۔

"ڈونٹ بی سو سینٹی مینٹل۔" اس نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "یہ کیبرے ڈانسرز بھی کسی کے ساتھ سنجیدہ نہیں ہوتیں' مسٹر گراہم کی بات اور تھی لیکن وہ گراہم کے بعد اب مسٹر آرتھر کو صرف اس لیے شیشے میں اتارنے کی خاطر کوشاں ہوگی کہ کسی طرح اپنے کنٹریکٹ کی مدت میں اضافہ کراسکے۔"

"کیا اس وقت بھی وہ آرتھر ہی کے کمرے میں ہوگی۔" میں نے اپنے لہجے میں رقابت کے جذبے کو واضح کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میری اطلاع کے مطابق وہ پروگرام شروع ہونے سے پہلے اپنا بیشتر وقت اسی کے ساتھ گزارتی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا پھر رائفل کو اپنی ٹانگ کے ساتھ ٹکا کر جیب سے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر نکالتے ہوئے بولا۔ "دوسری ڈانسرز کے مقابلے میں مرجینا خاصی اونچی چیز معلوم ہوتی ہے۔ تمہاری دال آسانی سے نہیں گلے گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' میرے پاس اب کسی فوری ایکشن کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ لائٹر کی روشنی میں وہ یقیناً میری اصلیت سے واقف ہوجاتا چنانچہ میں نے اسے اس کا موقع نہیں حاصل ہونے دیا۔ قبل اس کے کہ وہ لائٹر روشن کرتا میں نے اپنا سیدھا ہاتھ کسی آہنی شکنجے کی طرح اس کی گردن میں ڈال دیا۔ وہ میرے سیدھے ہی ہاتھ پر کھڑا تھا اور میں نے اپنا ہاتھ سامنے کی جانب سے اس کی گردن میں ڈالا تھا اس لیے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں مل سکا' اس کی گردن پیچھے کی جانب جھکتی چلی گئی۔ میں اگر زیادہ قوت استعمال کرتا تو اس کی گردن کا منکا ٹوٹ بھی سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا' یکے بعد دیگرے دو معتدل جھٹکے دیے جس کے بعد وہ میری آہنی گرفت میں پھڑپھڑایا پھر اس کے ہاتھ پیر ساکت و بے جان ہوگئے' وہ بے ہوشی سے دوچار

ہوچکا تھا۔ میں نے تیزی سے اسے رائفل کے ساتھ گھسیٹ کر تناور درخت کی آڑ میں لے جاکر اس طرح اس کو تنے سے ٹکا کر بٹھا دیا جیسے وہ آرام کرنے کی غرض سے بیٹھا ہو۔ رائفل کا چیمبر خالی کرنے کے بعد میں نے اسے بھی بے ہوش شخص کے قریب ہی درخت سے ٹکا دیا تھا۔

میں نے ایک ممکنہ خطرے سے نجات حاصل کرنے کے بعد ادھر ادھر دیکھا پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا اس کمرے تک پہنچ گیا جس کے اندر سے اوپر جانے کے لیے وہ چور راستہ موجود تھا جس کی نشاندہی ڈیسمنڈ نے کی تھی۔ اوپر جانے والے گول زینے پر مدھم پاور کا ایک بلب ٹمٹما رہا تھا' احتیاطاً میں نے کسی فوری ٹکراؤ سے نمٹنے کے لیے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کے دستے پر اپنی گرفت مضبوطی سے جمالی۔ سیڑھیوں سے گزر کر میں اس کے اختتام پر واقع واحد دروازے کے قریب پہنچ کر رک گیا' دروازے سے کان لگا کر میں نے اندر کی سن گن لینے کی کوشش کی جہاں سے کسی عورت اور مرد کے ملے جلے قہقہوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں کچھ دیر خاموش کھڑا رہا پھر میں نے دروازے کی ناب پر ہاتھ رکھ کر اسے آزمایا' وہ لاک نہیں تھا۔ میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت تیز ہورہی تھی' میں وہاں لیڈی کو ٹھکانے لگانے کی غرض سے آیا تھا لیکن اس کی غیر موجودگی میں بس اچانک ہی میں نے میک آرتھر سے ٹکرانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ آرتھر کے ذریعے میں لیڈی پر یہ بات واضح کرنا چاہتا تھا کہ میں اب اس کے خوف سے کسی چوہے کے بل میں چھپ کر نہیں بیٹھوں گا۔

میں نے بس ایک لمحے کو انتظار کیا پھر دروازہ کھول کر تیزی سے طوفانی انداز میں داخل ہوگیا جہاں مرجینا ایک پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسم کے مالک کے ساتھ سامنے صوفے پر بیٹھی ہنس بول رہی تھی' میرے خیال کے مطابق وہ میک آرتھر ہی تھا۔ میں جس انداز میں داخل ہوا تھا اس سے وہ دونوں ہی بوکھلا گئے تھے۔ آٹومیٹک کا رخ اپنی جانب دیکھ کر آرتھر نے کسی حماقت کا ثبوت نہیں دیا تھا' بظاہر اس نے اپنے اعصاب پر قابو پانے میں بڑی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کی کینہ توز نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں' شاید وہ مجھے ابھی تک اپنے اسٹاف کا کوئی آدمی سمجھ کر شناخت کرنے کی کوشش کررہا تھا' البتہ میں نے مرجینا کی آنکھوں میں حیرت اور الجھن کے ملے جلے آثرات ضرور پڑھ لیے تھے۔ میرے چہرے کا میک اپ اسی کی کارکردگی کا مرہون منت تھا اس لیے اسے مجھے پہچاننے میں یقیناً کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہوگا۔ اس کے انداز بتا رہے تھے کہ وہ مجھ سے کہنا چاہ رہی تھی۔ "تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا' یہاں تمہارے لیے ہر طرف خطرہ ہی خطرہ ہے۔" لیکن میں نے ان دونوں کو ایسی ہی نظروں سے گھورا تھا جیسے میری ان دونوں میں سے کسی ایک سے بھی کوئی شناسائی نہ رہی ہو۔

پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک جسے میں آرتھر سمجھا تھا بدستور مجھے گھورے جارہا تھا۔ میرے ہاتھ میں موجود آٹومیٹک دیکھ کر وہ ابھی تک الجھن کا شکار نظر آرہا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ اس وقت آرتھر اپنی ریوالونگ چیئر پر نہیں تھا۔ جو لوگ غلط قسم کے کام کے عادی ہوتے ہیں ان کے دفتروں کے اندر جہاں وہ بیٹھتے ہیں وہاں کوئی نہ کوئی چور بٹن یا سوئچ ضرور ہوتا ہے جس کے استعمال سے وہ باہر والوں کو اندرونی پیش خطرے سے بہ آسانی مطلع کردیتے ہیں لیکن اس وقت کم از کم وہ اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ میرے بارے میں اپنے گرگوں کو درپیش خطرے سے آگاہ کرسکتا۔ اسے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ اگر میں واقعی اس کے خیال کے مطابق اسی کے اسٹاف کا کوئی آدمی تھا تو پھر مجھے چور راستہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

"کون ہو تم۔۔۔؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے خشک لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔

"کیا آپ اپنے عملے کے افراد سے بھی واقف ہیں؟" میں نے ڈیسمنڈ کی آواز میں ہی جواب دیا۔

"نہیں۔۔۔" وہ بڑی رعونت سے بولا۔ "میں ہر کس و ناکس سے ملنا پسند نہیں کرسکتا' خاص طور پر حفاظتی دستے کے افراد کو مسٹر لیڈی ہی ہینڈل کرتے ہیں۔"

"لیکن وہ اس وقت کیسینو میں موجود نہیں ہیں۔ اگر وہ ہوتے تو میں آپ کو زحمت نہ دیتا۔" میں نے قدرے اکھڑ لہجے میں جواب دیا۔ میک آرتھر کی بات سے مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ گارڈز آن ڈیوٹی کے تمام افراد سے واقف نہیں ہے اس لیے میرے میک اپ کا بھانڈا جلدی نہیں پھوٹے گا۔

"کیا کام ہے؟" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "یہ تم نے اپنا پستول میرے اوپر کیوں تان رکھا ہے؟"

"اس لیے مسٹر آرتھر کہ تم کوئی چالاکی نہ کرسکو۔" میرا لہجہ یکلخت سرد ہوگیا۔ "محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہوتا ہے' اگر تم نے شرافت کی زبان نہیں سمجھی تو پھر مجھے گولی کی زبان میں تم سے گفتگو کرنا پڑے گی۔"

"تم نے شاید اس وقت یا تو زیادہ پی رکھی ہے یا اپنے ہوش میں نہیں ہو۔" اس کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔ "اگر تم نے زیادہ چڑھالی ہے تو پھر لیڈی کے عتاب سے تمہیں کوئی بھی بچا نہ سکے گا۔ میں بھی نہیں' اس لیے کہ وہ ڈیوٹی کے اوقات میں کسی کو پینے کی اجازت نہیں دیتا اور تم کو یہ بھی بخوبی علم ہوگا کہ کیسینو میں اگر کوئی پتا بھی اس کی مرضی کے خلاف کھڑکے تو اسے اس کی ہوا لگ جاتی ہے۔"

"پھر تو مسٹر لیڈی کو اس بات کا علم بھی ضروری ہوگا کہ تم میرے راستے کی دیوار بننے کی کوشش کررہے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں مرجینا کو کیسینو کے اندر کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا۔ مسٹر ابراہم کی اور بات تھی۔"

"لیکن میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو؟" مرجینا نے انجان بنتے ہوئے گھبرا کر کہا۔ "شاید آج میں تمہیں پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔"

"میں اسی لیے تم سے اپنا باقاعدہ تعارف کرانے آیا ہوں۔" میں نے کسی پیدائشی عاشق کا رول ادا کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ "آج کے بعد تم مسٹر آرتھر سے دور ہی رہو گی۔ میرا نام ! مسئلہ ہے' اس نام کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو اور یہ بھی نوٹ کر لو کہ ڈھونڈ جسے چاہتا ہے' اسے کسی دوسرے کے پہلو میں برداشت نہیں کر سکتا' چاہے وہ اس کا باس ہی کیوں نہ ہو۔"

"گیٹ آؤٹ۔" آرتھر غراتا ہوا اٹھا تھا لیکن میرا الٹا ہاتھ سیدھے شانے کی جانب اٹھنے کے بعد اس قدر تیزی اور شدت سے لہرایا کہ آرتھر لڑکھڑاتا ہوا دوبارہ صوفے پر ڈھیر ہو گیا' اس کے ہونٹ سے خون کی ایک پتلی سی لکیر پھوٹ نکلی تھی' مرجینا نے اچھل کر ایک طرف ہونے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"یو ...... باسٹرڈ۔" آرتھر آپے سے باہر ہو گیا' شاید اسے مرجینا کی موجودگی میں اپنی بے عزتی کا زیادہ احساس ہوا تھا۔ اس نے دوبارہ بڑے غصے میں اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس بار میرا سیدھا ہاتھ پوری قوت سے اس کی گردن اور شانے کے جوڑ پر پڑا اور وہ اٹھنے کی کوشش میں کامیاب ہونے کے بجائے لڑھکتا ہوا فرش پر الٹ گیا۔

"مسٹر آرتھر ......" میں نے اسے بڑے سفاک لہجے میں مخاطب کیا۔ "یہ بھی اچھا ہوا کہ تم اپنے ماتحتوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو ورنہ پہلی ہی نظر میں تاڑ جاتے کہ میں وہ نہیں ہوں جو تمہیں نظر آ رہا ہوں۔"

"کون ہو تم ......؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے مردہ سی آواز میں دریافت کیا' دوسری ضرب اتنی بھرپور تھی کہ وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

"وہی جس کی ایڈی کو بڑی شدت سے تلاش ہے۔" اس بار میں نے اپنی اصلی آواز میں کہا تو آرتھر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے بڑی جلدی سے اپنی پوزیشن صاف کرنے کی خاطر ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یہ تمہارا اور مسٹر ایڈی کا ذاتی معاملہ ہے۔ میں درمیان میں نہیں آتا۔"

"کیا میں جا سکتی ہوں؟" مرجینا نے خوفزدہ لہجے میں دریافت کیا۔

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔" میرے لہجے میں سفاکی آ گئی۔ "اگر تم نے کوئی حماقت کرنے کی کوشش کی تو مجھے مجبوراً ایک گولی ضائع کرنا پڑے گی اس لیے کہ میں حسین عورتوں کو کسی زہریلی ناگن سے بھی زیادہ زہریلا اور خطرناک سمجھتا ہوں اور ناگنوں کو سر کچلنے میں ایک خاص لذت محسوس کرتا ہوں۔ کیا تم پسند کرو گی کہ میں آرتھر سے نمٹنے سے پہلے تمہارے جسم کو خاک میں ملا دوں۔"

"ن ...... نہیں ...... نہیں۔" مرجینا نے خوفزدہ ہو کر تھرتھرانے کی بڑی جاندار اداکاری کرتے ہوئے گڑگڑا کر کہا۔ "مجھے مت مارنا۔ تم جیسا کہو گے ویسا ہی ہو گا۔ یقین ...... میں آئندہ سے مسٹر آرتھر سے دور ہی رہوں گی۔"

"آرتھر ......" میں آرتھر سے مخاطب ہوا۔ "تمہارے حفاظتی دستے کے تین افراد اس وقت کیسینو کے مختلف حصوں میں بے ہوش پڑے ہیں۔ میں جان کی بازی لگا کر تمہارے آفس تک پہنچا ہوں۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو مجھے صرف اتنا بتا دو کہ ایڈی اس وقت کہاں ملے گا؟"

"مجھے نہیں معلوم ...... شاید اس کا علم کسی کو بھی نہ ہو گا۔" اس نے جلدی سے جواب دیا۔ "ایڈی جمی کی موت کے بعد سے بہت زیادہ محتاط ہو گیا ہے۔"

"ایسی صورت میں مجھے تمہیں ٹھکانے لگانا پڑے گا تاکہ ایڈی کے انتقام کی آگ دو آتشہ ہو جائے' جنگلی سور کا شکار کھیلنا میری ہابی بھی ہے۔"

"لل ...... لیکن میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟" آرتھر ہکلانے لگا۔

"کیا تم اب جان چکے ہو کہ میں کون ہوں؟"

"ہاں۔ تت۔ تم شاید شہباز ہو۔"

"تمہاری پہلی غلطی یہی ہے کہ تم میرے نام سے واقف ہو۔" میں نے سفاک لہجے میں جواب دیا۔ "اس کے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جمی کی جگہ اب تم نے لے لی ہے' ایڈی آج کل تمہیں اپنا دست راست سمجھ رہا ہے اور میں نے طے کر لیا ہے کہ ایڈی کے ان تمام سیدھے الٹے ہاتھوں کو کاٹ کر اسے اپاہج کر دوں گا جس کے بل بوتے پر وہ اکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔"

"لیکن میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔" وہ گڑگڑانے لگا۔ "اگر ایڈی مجھ پر اعتماد کرتا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"مرجینا ......" میں نے مرجینا کو تحکمانہ انداز میں مخاطب کیا۔ "کیا تم میری خاطر مسٹر آرتھر کے ہاتھ پاؤں باندھنے کا کام انجام دے سکو گی۔"

مرجینا سہمے ہوئے انداز میں اٹھی پھر اس نے میرے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی۔ آرتھر نے بھی حالات کے پیش نظر کسی قسم کی کوئی مزاحمت نہیں کی تھی' البتہ اس نے بے بس ہونے کے بعد بھی اپنے بچاؤ کے لیے ایک آخری کوشش اور کی۔

"تم اگر مجھے چھوڑ دو تو میں تمہیں منہ مانگا انعام دے سکتا ہوں۔" اس کے لہجے میں التجا تھی۔

"تمہارا اندازہ غلط ہے آرتھر میں نے تمہیں اغوا یا آزار کی خاطر کوئی سزا دینے کا پروگرام نہیں بنایا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "جس روز ایڈی میرے ہاتھ آ گیا تمہیں آزاد کر دیا جائے گا' یہ میرا وعدہ ہے۔"

"میں آزاد ہو کر تمہارے لیے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "میرا مطلب ہے ایڈی کے معمول کے مطابق تمہیں مطلع کر سکتا ہوں۔"

"آئی ایم سوری۔ میں دشمنوں کی زبان پر اعتبار کر لینے کا قائل نہیں ہوں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا پھر میں آرتھر کو اٹھا کر کندھے پر لادنے کے ارادے سے آگے بڑھا' اس کی آنکھوں میں موت کے سائے لرز رہے تھے لیکن اس سے پیشتر کہ میں اپنے ارادے میں کامیاب ہوتا کسی نے پشت سے اچانک حملہ کیا اور آٹومیٹک میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی' پانسا پلٹنے کا تصور ہی میرے لیے موت سے کم نہیں تھا' مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ انہوں نے مجھے گولی مارنے سے دریغ کیوں کیا تھا جبکہ ایڈی میرے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ حملہ اس قدر اچانک اور شدید تھا کہ میرے قدم لڑکھڑا کر رہ گئے' میں نے گرتے گرتے پلٹ کر دیکھا تو وہ حملہ آور جو تعداد میں تین تھے کوئی غیر نہیں تھے۔ وہ لیڈی ملارنس کے گرگے اور میرے باڈی گارڈز تھے جنہیں میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ ان میں سے ایک نے لپک کر آرتھر کو اٹھایا پھر تیزی سے کمرے سے نکل گیا' واپسی کے لیے بھی اس نے خفیہ راستہ ہی استعمال کیا تھا۔ وہ سب خطرناک اور جدید خودکار اسلحے سے لیس تھے۔ میں نے ایک نظر مرجینا پر ڈالی پھر نگاہوں ہی نگاہوں میں اسے زبان بند رکھنے کی تلقین کرتا ہوا خود بھی عقبی راستے سے باہر نکل گیا۔ میرے تیز تیز قدم پارکنگ لاٹ کی جانب اٹھ رہے تھے۔ اس بڑے آپریشن کے بعد میرا جلد از جلد کیسینو کی حدود سے باہر نکل جانا بہت ضروری تھا۔ مجھے امید تھی کہ کوئی نہ کوئی ٹیکسی یا کیب مجھے ضرور دستیاب ہو جائے گی لیکن پھر میری یہ مشکل بھی آسان ہو گئی' پارکنگ لاٹ میں پہنچتے ہی جو شخص تیزی سے ایک کار کی آڑ سے نکل کر سامنے آیا وہ ضرغام کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

"تم ......" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم مجھے چھوڑ کر واپس نہیں گئے تھے؟"

"اس کا جواب اب میڈم مرجینا زیادہ بہتر طور پر دے سکتی ہیں۔ فی الحال آپ کو فوری طور پر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

ضرغام کے جواب کے بعد میں نے اس سے دوسرا کوئی سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا اور گاڑی میں خاموشی سے بیٹھ گیا' پانچ منٹ بعد ہی ہم کیسینو سے خاصی دور ایک کشادہ سڑک پر سفر کر رہے تھے۔

"آپ کہاں جانے کا پروگرام ہے؟" ضرغام نے سوال کیا۔

"مرجینا نے تمہیں کیا ہدایت دی ہے؟"

"میرے ذمے صرف یہی کام تھا کہ جب تک آپ کو کسی رہائشی ٹھکانے تک نہ پہنچا دوں آپ کی نگرانی کرتا رہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے اب آپ کا واپس میڈم کی رہائش گاہ پر جانا مناسب نہ ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم مجھے کسی ہوٹل تک پہنچا دو' اس کے بعد تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔"

ضرغام نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے ایک بار دل میں سوچا تھا کہ اسی ہوٹل میں جاؤں جس میں ندیم اور نسیم کا قیام تھا' اس ہوٹل کا جو کمرا میرے نام بک تھا اس کی چابی بدستور میرے پاس تھی لیکن میں نے مصلحت کی بنا پر وہاں جانا مناسب نہیں سمجھا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد میں ایک اوسط درجے کے ہوٹل میں اپنے لیے کمرا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے ہوٹل کے رجسٹر میں اپنا نام زاہد بن عبید لکھوایا تھا اور خود کو مراکش کا باشندہ ظاہر کیا تھا۔ کاؤنٹر کلرک کے استفسار پر میں نے اسے بتایا تھا کہ میرا ایک ملازم کچھ دیر بعد میرا سوٹ کیس اور ہینڈ بیگ لے آئے گا جسے میرے کمرے تک پہنچا دیا جائے۔

میں اس وقت اعصابی طور پر بری طرح تھکن محسوس کر رہا تھا اس لیے کمرے کو اندر سے بولٹ کرنے کے بعد بستر پر نیم دراز ہو کر لیڈی ملارنس کے بارے میں سوچنے لگا جس کے باڈی گارڈز نے عین وقت پر کیسینو پہنچ کر میری ایک مشکل آسان کر دی تھی۔ آزر قمر کو اغوا کرتے وقت میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اسے کہاں رکھا جائے گا۔ ابھی میں لیڈی ملارنس کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ کمرے میں رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی اور میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ مجھے ابھی وہاں پہنچے پندرہ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے پھر میرا پتا کسی اور کو کس طرح ہو گیا؟

"ہیلو ۔۔۔ زاہد بن عبید۔" تیسری گھنٹی پر میں نے ریسیور اٹھا کر بدلی ہوئی آواز میں کہا۔

"بلیک ڈریگن۔" دوسری جانب سے ندیم کی مانوس آواز سنائی دی۔

"تمہیں میری اس ہوٹل میں موجودگی کا علم کس طرح ہو گیا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میرا خیال ہے تم اس بات کو بھول رہے ہو کہ تمہیں لندن آنے کی دعوت میں نے دی تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ میں تمہاری طرف سے ایک لمحے کو بھی غافل رہتا ہوں۔" ندیم نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی وقت تمہارا سایہ تمہارے وجود کا ساتھ چھوڑ دے لیکن میں یا میرے ماتحت ایک پل کے لیے بھی تم سے دور رہیں یہ ناممکن ہے۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ میک آزر قمر کو کون لوگ لے گئے ہیں؟"

"امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو؟" ندیم نے میری بات کا برا منانے کے بجائے خندہ پیشانی سے کہا۔ "کیا تمہیں اس بات سے انکار ہے کہ آزر قمر کو اٹھا لے جانے والے لیڈی ملارنس کے آدمی تھے۔ وہی لیڈی ملارنس جو بالکل کالا کے انداز میں تم پر مہربان ہوتی جا رہی ہے۔ ویسے ایک بات کہوں تم نے ایک اہم محکمے سے متعلق رہنے کے باوجود کیسینو میں کسی اچھی کارکردگی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"میں سمجھا نہیں ۔۔۔۔۔"

"تمہاری پہلی حماقت یہ تھی کہ تم نے کیسینو سے واپسی سے قبل اپنے اس لباس کو قطعی فراموش کر دیا جو ڈھنڈیا نمبر آٹھ کے جسم پر موجود تھا' بہرحال اب تمہیں اس کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' میرے آدمیوں نے نہ صرف تمہارا لباس ضائع کر دیا ہے بلکہ اس اسٹوڈیو کو بھی نذر آتش کر دیا جس میں تمہیں تمہاری اصلیت دریافت کرنے کے لیے لے جایا گیا تھا۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ تم نے آزر قمر کو اغوا کرنے کا پروگرام بناتے ہوئے اس بہت ہی اہم نکتے پر غور نہیں کیا تھا کہ تم اسے اپنے ساتھ کہاں لے جاتے؟ کیوں' کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"ضروری نہیں ہے کہ میں جس محکمے سے متعلق رہ چکا ہوں وہاں کے سارے افراد ہی شرلاک ہومز کی طرح مدبر اور باصلاحیت ہوں۔"

"گویا تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہے۔"

"مرجینا کے بارے میں کیا خیال ہے؟" میں نے ندیم کے جملے کی کاٹ کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا وہ اپنی زبان بند رکھے گی؟"

"اس سے پوچھنے کے بعد ہی بتا سکتا ہوں۔" ندیم نے پھر طربیہ لہجے میں کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اگر اسے تمہیں پھنسوانا ہی مقصود ہوتا تو وہ اسی وقت ہی لیڈی سے منہ مانگے دام وصول کر سکتی تھی جب تم اس کی رہائش گاہ پر تھے۔ اس کے علاوہ تم ضرغام کو کیوں فراموش کر رہے ہو جو مرجینا ہی کے اشارے پر کیسینو میں آخری وقت تک موجود تھا۔"

"تمہیں ایک اہم کام کرنا ہے۔" میں نے ایک بار دل ہی دل میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے موضوع بدلا۔ "میرا بریف کیس اور ہینڈ بیگ بھجوا دو۔"

"مجھے تمہارے اور ہوٹل کے کاؤنٹر کلرک کے درمیان ہونے والی گفتگو کی اطلاع مل چکی ہے۔ گھبراؤ مت' تمہارا مطلوبہ سامان روانہ کیا جا چکا ہے لیکن تم نے ایک تیسری غلطی اور بھی کی ہے۔"

"وہ کیا ۔۔۔۔۔؟"

"ہوٹل کے رجسٹر میں تم نے خود کو مراکش کا باشندہ لکھوا کر کسی ذہانت کا ثبوت نہیں دیا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "زاہد بن عبید کا نام اختیار کرنے کے سلسلے میں تم بہت سارے معقول جواز پیش کر سکتے ہو لیکن اگر کسی نے تم سے مراکش میں بولی جانے والی زبان میں گفتگو کی تو کیا تم اس کا جواب دے سکو گے ۔۔۔۔؟"

"میرا خیال ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی۔" میں نے اطمینان کا اظہار کیا۔

"اس غلط فہمی کو ذہن سے نکال دو' لیڈی ملارنس کی وجہ سے ابھی تک انسپکٹر پاول کے سادہ لباس والے تمہاری نگرانی پر مامور ہیں' ہو سکتا ہے کہ انہیں بھی اس کا علم ہو چکا ہو کہ تم اس وقت کہاں مقیم ہو' ویسے اس کے امکانات بہت کم ہیں اس لیے کہ جب مرجینا کے آدمیوں نے تمہیں اغوا کیا تھا اس وقت شاید پاول کے آدمی تمہارا ٹریک کھو چکے تھے اور اس وقت تم جس میک اپ میں ہو اس میں پاول کے فرشتے بھی تمہیں شناخت نہیں کر سکتے۔ مرجینا میک اپ کے معاملے میں اپنا جواب نہیں

رکھتی۔"

"کیا تم اسے پہلے سے جانتے ہو؟" میں نے کسی خیال سے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"صرف دو بار ملاقات ہوئی ہے لیکن جس انداز میں وہ تم پر ریجھی ہے اس انداز میں میری پذیرائی نہیں ہوئی۔"

"اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔" میں نے شوخی سے جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"موجودہ میک اپ میں تمہارا میرے ہوٹل آنا دوراندیشی کے منافی ہو گا۔" ندیم نے کہا پھر توقف سے بولا۔ "تم کل رات گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان مجھ سے بلیو برڈ نائٹ کلب میں ملو۔ ہو سکتا ہے اس وقت میں بھی کسی خاص میک اپ میں ہوں۔"

"لیڈی کے بارے میں تمہاری کیا رپورٹ ہے؟"

"فی الحال اس کا خیال ذہن سے نکال دو۔ وہ کوئی آبی پرندہ نہیں ہے جسے تم سر پر جھاڑ جھنکاڑ باندھ کر آسانی سے شکار کر لو گے۔" ندیم نے کہا۔ "اس سلسلے میں بھی تم سے کل رات ہی بات ہو گی۔"

پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا' میں دوبارہ بستر پر نیم دراز ہو کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ بیس منٹ بعد ہوٹل کے ایک ملازم نے میرا سوٹ کیس اور ہینڈ بیگ میرے کمرے تک پہنچا دیا۔ اس کے جانے کے کچھ دیر بعد میں نے آپریٹر سے ڈائریکٹ لائن مانگی اور ملارنس کیسل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ لیڈی ملارنس سے رابطہ قائم ہونے میں مجھے زیادہ دیر انتظار کی زحمت نہیں اٹھانا پڑی۔

"اس وقت فون کرنے کا مقصد کیا ہے؟" رسمی گفتگو کے بعد لیڈی ملارنس نے پوچھا۔

"میں ایڈی کا پتا معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں ۔۔۔۔۔؟"

"ممی کی موت کے بعد وہ کسی درندے کی طرح میری بو سونگھتا پھر رہا ہے۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اس سے پہلے کہ وہ میرا سراغ پا سکے میں اسے ختم کر دینا پسند کروں گا۔"

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔" لیڈی ملارنس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"کوئی خاص وجہ ۔۔۔۔؟"

"دوبارہ بھی مجھ سے کسی بات کی کوئی خاص وجہ دریافت کرنے سے پرہیز کرنا۔" اس بار وہ جھلاہٹ سے بولی۔ "کیا مناسب ہے اور کیا نامناسب اس کا اندازہ لیڈی ملارنس سے بہتر بھلا اور کون لگا سکتا ہے؟"

"میں اس کا اعتراف کرتا ہوں لیکن ۔۔۔۔۔"

"ایک بات اور ذہن نشین کر لو۔" دوسری جانب سے میرا جملہ درمیان سے کاٹتے ہوئے خشک لہجے میں کہا گیا۔ "آئندہ تم چھوٹی چھوٹی اور فضول باتوں کے سلسلے میں مجھے فون کرنے سے گریز ہی کرنا۔"

"آزر قمر کے بارے میں آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔"

"یہ سوچنا اب میرا کام ہے' تمہارا نہیں اور مجھے اس سلسلے میں تمہارے کسی مشورے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" ایک بار پھر قدرے ناگوار لہجے میں جواب دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے ریسیور کریڈل پر رکھنے کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ میں ایک ثانیے تک ریسیور ہاتھ میں لیے لیڈی ملارنس کے بارے میں سوچتا رہا پھر ریسیور رکھ کر دوبارہ بستر پر دراز ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ کچھ دیر بعد اٹھ کر لباس تبدیل کر لوں گا لیکن ذہن پر طاری ہونے والی غنودگی اور تھکن کے شدید احساس نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔

*

صندل اور لوبان کی ملی جلی تیز خوشبو میری قوت شامہ سے ٹکرا رہی تھی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا' اس خوشبو کو سونگھے مجھے ایک مدت گزر چکی تھی' پورا کمرا اس کی تیز مہک سے بھرا ہوا تھا' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ یہ خوشبو ایک اشارہ تھی ان بزرگ کی موجودگی کا جنہوں نے صندل انگوٹھی کے گرانقدر عطیے سے مجھے نوازا تھا۔ میرے اوپر وجد کی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی' میں دیوانوں کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا لیکن شاید میری بصارت میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ خوشبو کی مہک تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ میں عالم کیف و مستی سے دوچار تھا' سرشاری کی کیفیت میرے وجود کے گرد احاطہ کیے ہوئے تھی پھر سفید ریش بزرگ کی وہی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی' میں نے تیزی سے اپنا رخ تبدیل کیا' وہ نورانی چہرہ جسے خدا نے اپنی بے پناہ رحمتوں سے نواز رکھا تھا' میرے سامنے موجود تھا۔ بزرگ کے بدن پر اس وقت بھی کمبل موجود تھا۔ سیدھے ہاتھ میں وہی ٹیڑھی میڑھی کراماتی لکڑی موجود تھی جس کا کرشمہ میں پنڈت جنی دھر کے سلسلے میں دیکھ چکا تھا۔ میں نے متعدد بار بزرگ سے گڑگڑا کر اس کراماتی لکڑی کی طلب کا اظہار کیا تھا لیکن میری درخواست تاحال درخور اعتنا نہیں ہوئی تھی۔

کمبل پوش بزرگ مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر اسی لکڑی کا سہارا لیے کھڑے تھے۔ ان کے چہرے کے اطراف نور کا ایک ہالہ موجود تھا لیکن ان کی پیشانی شکن آلود تھی۔ وہ جن تیز نظروں سے مجھے ایک ٹک گھور رہے تھے میں اسے خوشی کی علامت سے تعبیر نہیں کر سکتا تھا' وہ یقیناً مجھ سے خفا تھے۔ مجھ سے کوئی ایسی غلطی ضرور سرزد ہوئی تھی جو ان کی ناراضگی کا سبب بن گئی تھی۔

لندن میں موجودگی کے دوران بھی آڑے وقتوں میں مجھے ان سفید ریش بزرگ کی یاد بارہا آئی تھی جن کی عطا کردہ انگشتری

نے ہمیشہ مصیبت میں میرے وجود کو استحکام بخشا تھا۔ مجھے علم تھا کہ پنڈت جیسی دھرم کے منڈل کو توڑنے کی خاطر میں نے جو جذباتی قدم اٹھایا تھا وہی ان کی خفگی کا سبب بن گیا تھا۔ انہوں نے بارہا مجھے کاکا' شنکر اور پنڈت جیسی دھرم سے دور رہنے کی خاطر اشاروں کنایوں میں تلقین کی تھی لیکن میں نے ان کا کہا نہیں مانا تھا۔

میں پلکیں جھپکائے بغیر خدا کے اس برگزیدہ اور عمر رسیدہ بندے کو دیکھ رہا تھا جس کی بزرگی کا سایہ میرے اوپر کسی گھنے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں کی طرح موجود تھا۔ ان کی صندلی انگوٹھی اس وقت بھی میری انگلی میں موجود تھی' اسی انگوٹھی کی برکتیں تھیں جس نے کاکا کی پراسرار کالی قوتوں کو بھی میرے دل کا احوال جاننے سے معذور کر دیا تھا اور لیڈی مکارنس بھی میرے دل کا حال جاننے سے مجبور تھی۔ اس نے صاف لفظوں میں مجھ سے یہی کہا تھا کہ کوئی لازوال طاقت میرے وجود پر سایہ فگن ہے جس کے راز کو وہ ہر قیمت پر جاننے کے لیے مضطرب تھی' وہی صندلی انگوٹھی تھی جس نے لیڈی مکارنس کو میری ذات میں دلچسپی لینے پر مجبور کیا تھا' اس نے کھلے لفظوں میں اس بات کا اقرار کیا تھا کہ میری ذات میں اس کی دلچسپی صرف اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک وہ اس لازوال قوت کا کھوج لگانے میں کامیاب نہیں ہو جاتی جس نے ابھی تک کاکا کی طرح اس کی پراسرار نگاہوں کو بھی میرے دل کی گہرائیوں تک پہنچنے سے روک رکھا تھا۔ لیڈی مکارنس نے بڑے واضح الفاظ میں بتایا تھا کہ جب تک وہ پراسرار اور حیرت انگیز قوت میرے ساتھ ہے دنیا کی کوئی طاقت میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔

مجھ پر کئی بار ایسے آڑے وقت آئے تھے جب موت اور زندگی کا فاصلہ میرے اوپر بہت تنگ ہو گیا تھا لیکن اس صندلی انگوٹھی کی کرامت نے معجزاتی طور پر مجھے فساد اور شر سے محفوظ رکھا تھا' میں کئی بار موت کے منہ میں جاتے جاتے بال بال بچا تھا۔ اسی انگوٹھی نے لیڈی مکارنس کی توجہ میری جانب مبذول کی تھی اور اب لیڈی مکارنس کی پراسرار قوتیں بھی میرے دشمنوں کے مقابلے پر میرا ساتھ دے رہی تھیں۔ میرے ذہن میں گزرے وقتوں کے نامساعد حالات موجزن تھے اور نگاہیں کمبل پوش بزرگ کے نورانی چہرے پر مرکوز تھیں۔

نادیر خاموشی کا یہ سحر قائم رہا پھر بزرگ نے مجھے سپاٹ لہجے میں مخاطب کیا۔

"مردود ...... یہ آنکھیں پھاڑے پھاڑے مجھے کیا گھور رہا ہے؟"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا۔" میں نے اپنے جذبات کی ترجمانی کی۔ "مجھے یقین تھا آپ مجھے اپنی شفقتوں سے محروم نہیں کریں گے۔"

"پھر تو نے خیالی پلاؤ پکانا شروع کر دیا۔" بزرگ نے حسب معمول ڈھکے چھپے اشاروں میں کہا۔ "کنکوے اڑانے کی عادت ابھی تک نہیں گئی۔"

"میں آپ کی بات کا مقصد نہیں سمجھا میرے محترم۔" میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"دیگ کے نیچے سے لکڑیاں کھینچ لے ورنہ سارا پلاؤ جل بھن کر راکھ ہو جائے گا۔ شعبدہ بازوں کی طرح ہوا میں قلابازی چھوڑ دے ورنہ کسی سر کے بل زمین پر گرا تو بھیجا پاش پاش ہو جائے گا۔"

"میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں بابا۔ مجھے کھل کر اپنی باتوں کے مفہوم سے آگاہ کر دیں۔" میں گڑگڑانے لگا۔

"عقل زنگ آلود ہو گئی لیکن ابھی تک سمندر کے کنارے کنارے گھوم رہا ہے۔" بزرگ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "کسی صحرا کی طرف دوڑ لگا دے' کسی ویرانے میں جا کر مٹی میں لوٹ لگانی شروع کر دے۔ بیڑا پار ہو جائے گا۔"

"مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے میرے بزرگ۔"

"میری مان تو پھیری کی طرح ہوا میں اڑنا چھوڑ دے ورنہ چکر گھنی ہو کر رہ جائے گا۔ سر کے بل الٹا کھڑا ہو جا۔ عقل خود بخود روشن ہو جائے گی۔"

"آپ کی باتیں میرے لیے معما ہیں۔" میں نے انکساری سے کہا۔ "میں اس کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"جنت میں جائے گا؟" اس بار بزرگ نے سنجیدگی سے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "وہاں تجھے انواع و اقسام کے میوے ملیں گے اگر بتیسی سلامت رہی تو اسے آسانی سے چبا لے گا ورنہ سب کچھ آرج تھو ہو جائے گا۔"

"مجھے اپنی لکڑی عنایت کر دیں بابا۔ مجھے اس کی شدید ضرورت ہے۔"

"جنت کو پکڑ لے جلدی کر۔" بزرگ کے لہجے میں وحشت کے آثار پیدا ہونے لگے۔ "اگر قدموں کے نیچے سے نکل گئی تو ساری زندگی پچھتائے گا۔ گھڑی کی سوئیاں دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر چمگادڑ کی طرح لٹک جا۔"

"میں سمجھا نہیں میرے محترم۔"

"شاید نیلی چھتری والے کو یہی منظور ہے۔" بزرگ نے چھت کی جانب دیکھ کر ایک سرد آہ بھری پھر مجھے گھورتے ہوئے بولے۔ "مردود ..... اندھے ..... نابینا ..... اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ سورتیوں کے پیچھے بھاگتا چلا جا۔ اندھیروں میں بھٹکتا رہ۔ بار بار لقا کبوتر کی طرح فضا میں قلابازی لگاتا رہ۔ چھتری کی طرف مت دیکھا کر جو تیرے بغیر ویران ہو رہی ہے۔ بدبخت! آسمان کے اوپر موجود بادل کے اس ٹکڑے کو بھی ایک نظر پلٹ کر دیکھ لے جو تیرے اوپر سایہ کیے ہوئے ہے۔ بارش شروع ہو گئی تو بس بھیگے کپڑے نچوڑتا رہے گا۔ انگلی پر لگے

لگے خشک ہو جائے گا۔"

"خدا کے لیے مجھے بتا دو بابا کہ تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟" میں نے دوبارہ گڑگڑا کر کہا۔

"اشارہ۔" کمبل پوش بزرگ نے دیوانوں کی طرح قہقہے لگانے شروع کر دیے پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کر کے دائیں بائیں گھورتے ہوئے بڑی مدھم آواز میں کہا۔ "کالی پری لال دیو سے چھٹکارا پا کر پھر چنچل بازی کرنے آ رہی ہے۔ ابھی سے ٹھمکا لگانا شروع کر دے۔ وہ روٹھ گئی تو پھر تیرا کیا بنے گا؟ کٹے ہوئے کنکوے کی طرح آسمانوں پر ڈولتا رہے گا۔"

"مجھ پر رحم کرو بابا۔ تمہاری باتوں کا مفہوم سمجھنا میرے بس کی بات نہیں۔"

"ہیم کی پتی چبانا شروع کر دے۔ نیلی کھایا کر۔ سارے جراثیم اتنا کھیل ہو جائیں گے۔ ہا ..... ہا ..... ہا .....۔" بزرگ نے دیوانوں کی طرح ایک بار پھر قہقہے لگاتے ہوئے کہا پھر خلاؤں میں گھورتے ہوئے بڑے دردناک لہجے میں بولے۔ "میں تک ..... تک ..... کی آواز سن رہا ہوں۔ تو بھی کان کھڑے کر لے ..... سو تا رہ گیا تو ادھ بچے کا بجا رہ۔ قلابازی کھا کر پلٹ جا' ناک کی سیدھ میں دوڑنا شروع کر دے۔"

"حالات نے مجھے جکڑ رکھا ہے میرے محترم۔" میں نے عاجزی سے کہا۔ "میرے دشمن میرے اوپر عرصہ حیات تنگ کر رہے ہیں۔ موت میرے تعاقب میں ہے۔ مجھے کچھ نہیں سجھائی دیتا۔ مجھے رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"بازار سے قطب نما خرید کر چبا لے۔ ساری سمتیں روشن ہو جائیں گی۔ کیا سمجھا؟"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔" میں نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ "وقت کی رفتار نے میرے اوپر تمام دروازے بند کر رکھے ہیں۔"

"بکتا ہے اندھے۔" بزرگ نے ایک لمحے کے لیے سنجیدگی اختیار کی پھر دیوانوں کی طرح چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے بولے۔ "آہستہ بول۔ کسی نے سن لیا تو سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل جائے گی۔ میری بات مان لے۔ بغل بجاتا ہوا جنگلی دروازے سے نکل جا۔ اللہ بھلا کرے گا۔"

"میری انگلی تھام کر مجھے منزل کا راستہ دکھا دو بابا۔ میں منت کرتا ہوں۔"

"چٹنی منہ سے لگا لے۔ وقتی طور پر آرام آ جائے گا۔" بزرگ کی آنکھیں یکلخت غصے سے لال ہو گئیں۔ ان کے چہرے پر جلالی کیفیتوں کا رنگ بڑی تیزی سے گہرا ہو رہا تھا۔ مجھے گھورتے ہوئے حقارت سے بولے۔ "روشنی سے تیری آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ اندھیروں میں ٹاک ٹوئیاں مارنا چھوڑ دے۔ ابھی کچھ وقت باقی ہے۔ فلسفی لبادوں کو تار تار کر دے۔ ناخن

بڑھا کر خود کو لہولہان کر۔ زخموں کو چاٹا کر۔ خون کی مہک مشک و عنبر سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ تتلیوں کے پیچھے دوڑ لگانے سے باز آ جا۔ غور سے دیدے اٹھا کر اوپر کی جانب دیکھ۔ کالی آندھی کے جھکڑ نیچے اتر رہے ہیں۔ دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے ان کا راستہ کاٹ دے۔ چراغ کی لو ٹمٹما رہی ہے۔ دیے کا تیل ختم ہو جائے تو پھر دھوئیں کی لکیریں ہاتھ نہیں آتیں۔ سب کچھ منتشر ہو جاتا ہے۔ خالی پنجرے سے چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں ابھریں۔ پنجڑا خالی چلے گا تو اس سے قلقاریوں کے بجائے چرخ چوں۔ چرخ چوں کی آوازیں سنائی دیں گی۔ لیکن تو۔ تو کان میں گندگی ٹھونس کر چین کی بنسری بجانا شروع کر دے۔"

کمبل پوش بزرگ کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں لیکن میں اتنا ضرور سمجھ رہا تھا کہ ان کی آمد خالی از حکمت نہیں ہے۔ وہ جو خدا کے محبوب اور نیک بندے ہوتے ہیں خدا ان کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نواز دیتا ہے' روشن ضمیر کر دیتا ہے پھر ان کے لیے کون و مکان کے فاصلے باقی نہیں رہتے' ان کے قلب روشن ہو جاتے ہیں' ان کی چشم بصیرت اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ گھپ اندھیروں کے باوجود وہ تاحد نظر دیکھنے کی قوت حاصل کر لیتے ہیں' وہ ارض و سما کی گردش کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں لیکن اس مقام پر پہنچنے کے بعد ان کی زبانوں پر تالے ڈال دیے جاتے ہیں' وہ خدا کے راز کو دنیا والوں پر آشکار کرنے کی

جرأت سے محروم کر دیے جاتے ہیں' انہیں بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستی کی راہ پر گامزن کرنے کی خاطر صرف اشاروں کنایوں میں گفتگو کی اجازت ہوتی ہے' کل کیا ہونے والا ہے اس کے اظہار سے ان کی قوت گویائی سلب کرلی جاتی ہے۔

"میرے محترم۔" میں نے ان کے دل کے بھید کو پالینے کی کوشش کی۔ "میں جس راہ پر چل رہا ہوں کیا وہ قدرت کو منظور نہیں ہے۔"

"عاقبت نااندیش ـــــ ناسمجھ ـــــ اب بزرگوں کے ساتھ بھی کبڈی کھیلنے کی کوشش کر رہا ہے۔" کمبل پوش بزرگ نے میری بات کا مفہوم جان لیا تھا' جلالی حالت میں گھورتے ہوئے بولے۔ "گھوڑے دان پر جاکر رقص شروع کر دے۔ پیٹ بھرنے کے لیے گندگی میں سے بھی دانہ چگنے کی عادت ڈال لے یا پھر لنگوٹی باندھ کر جس طرف سینگ سمائیں قلانچیں بھرنا شروع کر دے۔ زقند لگانے کی عادت ڈال لے ورنہ ایک راستہ اور بھی ہے۔ بالی عمریا اور بجلی گرا کے بحرِ زخار میں ناک دبا کر غوطہ لگا دے۔ غمکنے لگا کر۔"

"میری ذہانت کا امتحان نہ لو بابا۔" میں نے گڑگڑا کر التجا کی۔ "میں بہت گناہ گار آدمی ہوں' تمہاری بلندیوں کو نہیں چھو سکتا۔ تمہیں اپنی بزرگی کا واسطہ' مجھے میرے انجام سے باخبر کر دو ـــــ نہیں تو میں بھٹک جاؤں گا۔"

"وہ دیکھ ـــــ وہ سامنے ـــــ" کمبل پوش بزرگ نے دیوانوں کی طرح ایک جانب انگلی اٹھا کر سرگوشی کی۔ "روئی کے گالوں جیسے ابر آلود بادلوں کا سینہ شق ہو رہا ہے۔ جنت بھی آہستہ آہستہ سرک رہی ہے ـــــ سن ـــــ غور سے سن ـــــ طوفان اٹھنے کی آوازیں ـــــ شائیں ـــــ شائیں' آ رہی ہیں' اب سب ٹائیں ٹائیں فش ہو جائے گا ـــــ غور سے دیکھ ـــــ کسی بدبخت نے کتے کی دم سے پٹاخے باندھ کر اسے آگ دکھادی ہے اور وہ بدنصیب منہ اٹھائے بھاگے جا رہا ہے۔ پکڑو ـــــ پکڑو ـــــ دوڑو ـــــ کہیں نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جائے۔"

پھر بزرگ نے دروازے کی سمت دوڑ لگا دی اور پلک جھپکتے میں میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ کمرے میں بھری ہوئی صندل اور لوبان کی خوشبو آہستہ آہستہ سٹ رہی تھی' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ میں نے تیزی سے اٹھ کر بزرگ کے تعاقب میں دوڑنا چاہا تو منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔ میں نے آنکھیں کھولیں' کمرے میں میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا پھر ٹیلی فون کی گھنٹی کی تیز آواز کمرے میں گونجی تو میں چونک اٹھا۔ میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی' اس وقت رات کے دو کا عمل تھا۔ اتنی رات گئے کون مجھے فون کر سکتا ہے؟ میں نے سوچا پھر تیزی سے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو ـــــ" میں نے دل کی دھڑکنوں کو سمیٹتے ہوئے کہا۔ "زاہد بن عبید۔"

"تم ابھی تک سوئے نہیں۔" دوسری جانب سے لیڈی مکلارنس کی آواز سنائی دی۔

"سو گیا تھا لیکن ـــــ"

"لیکن کیا؟"

"کوئی خواب دیکھتے دیکھتے اچانک آنکھ کھل گئی۔" میں نے خود کو سنبھالا۔

"ہاں۔ میں تمہاری آوازیں سن رہی تھی مگر تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔"

"کیا میری آوازیں آپ تک پہنچ رہی تھیں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ کیسے ممکن ہے؟"

"لیڈی مکلارنس کے لیے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ تم کون سی زبان بول رہے تھے میں ابھی تک نہیں سمجھ سکی مگر ایک بات میں پورے یقین سے کہہ سکتی ہوں۔ کچھ دیر پہلے تم کمرے میں اکیلے نہیں تھے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے ایک بار پھر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ یقین کریں' میں نے جب سے کمرے میں قدم رکھا ہے اس وقت سے بالکل تنہا ہوں۔ آپ چاہیں تو اپنے آدمیوں کے ذریعے اس بات کی تصدیق کرا سکتی ہیں۔"

"میں تصدیق کر چکی ہوں۔" لیڈی مکلارنس نے بڑے گمبھیر لہجے میں جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے تم کو کسی اور کی موجودگی کا علم نہ ہو یا پھر تم مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔ بہرحال میں نے ابھی اپنی ہار تسلیم نہیں کی' ایک نہ ایک دن میں اس معمے کو ضرور حل کرلوں گی جو تمہاری ذات سے وابستہ ہے۔"

"لیڈی مکلارنس۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ آپ نے جو آوازیں سنی تھیں وہ کس قسم کی تھیں؟"

"رات خاصی بھیگ چکی ہے۔ اپنے ذہن پر کسی قسم کا بوجھ نہ ڈالو' آرام سے سو جاؤ' ابھی مجھے اور تمہیں بہت سارے اہم کام سرانجام دینے ہیں۔"

دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہونے کی ہلکی سی کلک کی آواز ابھری تو میں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا لیکن میرے ذہن میں ایک سوال بازگشت بن کر گونجنے لگا۔

یا لیڈی مکلارنس نے کمبل پوش بزرگ اور صندلی انگوٹھی کا راز پالیا تھا یا وہ ابھی تک اندھیروں میں ہی بھٹک رہی ہے؟

☆

دوسری صبح میں بیدار ہوا تو رات کی باتیں میرے ذہن میں گونجتی رہیں۔ ندیم اور لیڈی مکلارنس سے ہونے والی گفتگو کی

روشنی میں مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ دونوں میری طرف سے غافل نہیں تھے لیکن مجھے سب سے زیادہ فکر کمبل پوش بزرگ کی لاحق تھی جو ایک عرصے کے بعد مجھے نظر آئے تھے اور ہمیشہ کی طرح ڈھکے چھپے جملوں میں اپنی حدیث بیان کر کے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ ان کی باتیں میرے لیے کسی معمے سے کم نہیں تھیں۔ میں نے ہر طرح سے ذہنی جمناسٹک کر کے ان کی گفتگو کا مفہوم جاننے کی کوشش کی لیکن ان کے آخری جملوں "روئی کے گالوں جیسے ابر آلود بادلوں کا سینہ شق ہو رہا ہے اور جنت آہستہ آہستہ سرک رہی ہے۔" کا اشارہ مجھے نجانے کیوں اندر ہی اندر پریشان کر رہا تھا۔ میں نے بہت غور و خوض کیا' ہر زاویے سے ان معنی خیز جملوں کے راز کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن شاید کامیابی میرے مقدر میں نہیں تھی۔ کاش میں ان جملوں کا مفہوم جان لیتا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد میں ہوٹل سے رخصت ہو گیا' میں نے اپنا لباس تبدیل کر لیا تھا لیکن میرے چہرے پر ابھی تک وہی میک اپ تھا جو مرجینا نے اپنی قیام گاہ سے رخصت کرتے وقت کیا تھا۔ میں بلاوجہ لندن کی سڑکوں اور تفریح گاہوں کی سیر کرتا رہا' شام کی چائے میں نے ایک دوسرے ہوٹل میں پی' کل اسٹارز سے میری واپسی کے بعد وہاں کیا گزری تھی مجھے اس کا مطلق کوئی علم نہیں تھا چنانچہ میں نے ایک فون بوتھ سے جو قدرے غیر آباد علاقے میں واقع تھا مرجینا کو فون کیا۔ میں اس سے بعد کی صورت حال کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا تھا۔

"ہیلو ـــــ" دوسری جانب سے کسی مرد نے فون ریسیو کیا تھا' مجھے اس کی آواز پہچاننے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ وہ ضرغام تھا۔

"ضرغام ـــــ" میں نے اپنے دل کی مزید تسلی کرنے کی خاطر اسے نام لے کر مخاطب کیا۔ "مجھے مرجینا سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

"ہولڈ کریں ـــــ"

میں فون بوتھ کے اندر سے بھی اپنے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ ندیم نے اپنی گفتگو کے دوران یہ بھی کہا تھا کہ چیف انسپکٹر پاول کے سادہ لباس والے غالباً اس وقت سے میرا ریک کھو چکے تھے جب مرجینا کے آدمیوں نے مجھے اغوا کیا تھا۔ مجھے کسی حد تک اس بات کا علم تھا کہ پاول میری ذات میں کیوں دلچسپی لے رہا ہے لیکن ابھی تک وہ کھل کر میرے سامنے نہیں آیا تھا' شاید ابھی تک اس کے سادہ لباس والے وہ تمام کوائف حاصل نہیں کر سکے تھے جو پاول کو میرے سلسلے میں مطلوب تھے۔

"ہیلو۔ مرجینا اسپیکنگ۔" دوسری جانب سے مرجینا کی مانوس آواز سنائی دی تو میرے خیالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

"میں تم سے کچھ ضروری معلومات کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔" اس نے کہا۔ "تم غالباً ان حالات کی تفصیل جاننے کے لیے بے قرار ہو جو کل اسٹارز سے تمہارے جانے کے بعد رونما ہوئے تھے ـــــ کیوں؟ میرا اندازہ غلط تو نہیں ہے۔"

"نہیں ـــــ" میں اسے سراہتے ہوئے جواب دیا۔ "تم بلاشبہ ایک ذہین اور دوراندیش شخصیت کی مالک ہو۔"

"تم نے کیسینو میں آ کر اچھا نہیں کیا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"تمہاری قسمت اچھی ہے جو ابھی تک کیسینو کے اجرتی بدمعاش تمہاری اصلیت کے راز سے واقف نہیں ہو سکے۔" مرجینا نے سنجیدگی سے کہا۔ "صرف ٹائی سن اور ڈمنڈ نے تمہیں اس میک اپ میں دیکھا تھا جو میں نے تمہارے چہرے پر کیا تھا لیکن تمہارے جانے کے بعد کسی تیسرے شخص نے اس اسٹور کو آگ لگا دی جہاں وہ دونوں بے ہوشی کی حالت سے دوچار تھے۔ آگ بجھنے کے بعد ان کے جسم جل کر کوئلے کی شکل اختیار کر چکے تھے اس لیے وہ تمہاری شناخت نہیں کر سکے تھے' تیسرے شخص کو جسے تم نے چور راستے سے آر تھر کے کمرے تک پہنچنے سے پہلے بے ہوش کیا تھا اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ بھی تمہارے حلیے کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکا۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اسٹور میں آگ کس نے لگائی تھی؟"

"وہ بھی تمہاری طرح میرا کوئی مہربان ہی تھا۔"

"کیسینو کے عملے کے افراد پاگل کتوں کی طرح ہر طرف تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔" مرجینا نے سنجیدگی سے کہا پھر تیزی سے پوچھا۔ "وہ لوگ کون تھے جو آر تھر کو کندھے پر ڈال کر لے گئے تھے' کیا وہ بھی تمہارے ساتھی تھے؟"

"ہاں ـــــ" میں نے مبہم انداز میں کہا۔

"اس وقت تم کہاں سے بول رہے ہو۔ میرا مطلب ہے کہ کیا تم نے ہوٹل سے ہی مجھے کال کیا ہے؟"

"نہیں ـــــ میں اس وقت ہوٹل سے بہت دور ہوں۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے۔"

"تم نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اسے میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے کیا مشورہ دینا چاہتی ہو؟"

"مجھے یقین ہے کہ تم ابھی تک اسی میک اپ میں ہو۔"

"تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔"

"میری مانو تو وہ ہوٹل بدل دو لیکن کسی اور ہوٹل میں قیام کرنے سے پہلے تمہیں ایک بار پھر مرجینا کے قرب کو برداشت کرنا ہوگا۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولی۔ "تمہارا موجودہ حلیے میں رہنا ٹھیک نہیں ہے' ہو سکتا ہے کسی اور نے تمہیں اس میک اپ میں دیکھ

لیا ہو' اگر تم پسند کرو گے تو میں تمہارے چہرے پر کوئی اور میک اپ کر دوں گی۔"

"میں بھی اسی لائن پر سوچ رہا ہوں۔" میں نے اس کی بات کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ میں اپنے اصلی روپ میں واپس آجاؤں۔"

"سوچ لو...... اصلی حلیے میں آنے کے بعد ایڈی اور اس کے شکاری کتے بہ آسانی تمہارا پیچھا پکڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"میں ایڈی یا موت سے خوفزدہ نہیں ہوں۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "کیا میں کل دوپہر میں تم سے مل سکتا ہوں۔"

"میں ضرغام کو کل گیارہ بجے تمہارے پاس بھیج دوں گی۔ وہی تمہیں میرے پاس لے آئے گا اور تمہارے لیے کسی اور ہوٹل کا بندوبست بھی کر دے گا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے تم بھی کسی مصیبت کا شکار ہو جاؤ۔"

"کیا مطلب......؟"

"ہو سکتا ہے کہ گلی اسٹارز کے اجرتی بدمعاش تمہاری بھی کڑی نگرانی کر رہے ہوں اور......"

"اس کی فکر مت کرو......" مرجینا نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "اول تو ایسی کوئی بات نہیں ہوگی اور اگر ہوئی بھی تو وہ تمہیں شناخت نہیں کریں گے۔ رہا میرا معاملہ تو تم پریشان نہ ہو۔ میں جانتی ہوں کہ کسی پوزیشن کو کس طرح ہینڈل کیا جاتا ہے۔"

"کیا گلی اسٹارز والوں کو اس بات پر حیرت نہیں ہوئی ہوگی کہ ہم نے صرف آرتھر کو کیوں اغوا کیا اور تمہیں کیوں نظرانداز کر دیا گیا؟"

"نہیں اس بات پر کوئی تعجب نہیں ہوا شاید اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ تمہارا شکار میں نہیں بلکہ آرتھر تھا۔"

"ایک اہم بات اور......" میں نے کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "کیا ایڈی کے زرخرید کتوں نے تم سے میرے حلیے کے بارے میں نہیں پوچھا تھا؟"

"پوچھا تھا لیکن میں نے انہیں تمہارا جو حلیہ بتایا ہے شاید میں نے خواب میں بھی اس شکل کے آدمی کو بھی نہیں دیکھا۔"

"میں ایک بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"کچھ حساب ایسے ہوتے ہیں جو صرف دوستوں کے دل میں ہوتے ہیں۔ بہرحال' وقت کا خیال رکھنا' ضرغام کل ٹھیک گیارہ بجے تمہیں لینے پہنچ جائے گا۔" اس جملے کے اختتام کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور جواب میں' میں بھی ریسیور کو کریڈل پر لٹکانے کے بعد فون بوتھ سے باہر آگیا۔ قرب وجوار میں مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس پر میں اپنے تعاقب کیے جانے کا شبہ کر سکتا۔

ندیم نے مجھے گیارہ اور بارہ بجے رات کے درمیان بلیو برڈ نائٹ کلب میں ملنے کو کہا تھا جو سینٹرل لندن میں پکاڈلی اسٹریٹ پر واقع تھا۔ میں وہاں دس بجے ہی پہنچ گیا' پکاڈلی اسٹریٹ کے خوب صورت اور حسین ہنگاموں سے لطف اندوز ہوتا ہوا میں یونہی بازار کی سیر کرتا رہا۔ چاروں طرف خوب صورت عمارتیں جس پر کندہ نقش و نگار قابل دید تھے' ان عمارتوں پر جھل مل کرتے ہوئے نیون سائن کی رنگ برنگی روشنیاں ایک عجیب سماں پیش کر رہی تھیں۔ پکاڈلی کا علاقہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے' یہاں زیر زمین بازار' تفریحی مراکز اور ہر قسم کی دلچسپیاں لوگوں کو جوق در جوق اپنی جانب کھینچتی ہیں۔ اس علاقے میں ہر قسم کی عیاشی بھی میسر ہے' سب کچھ کھلے انداز میں بغیر کسی شرم و حیا کے برملا ہوتا ہے۔ کوئی دوسرے پر انگلیاں نہیں اٹھاتا اس لیے کہ سب ہی اپنی اپنی دھن میں مست ہوتے ہیں' اتنی فرصت کسی کے پاس نہیں ہوتی جو وہ کسی اور کی نقل و حرکت پر غور کر سکے۔ یہاں کچھ ایسی خاص جگہیں بھی ہیں جہاں سونا باتھ اور اسٹیم باتھ بھی ہوتا ہے۔

پکاڈلی اسٹریٹ کے علاقے میں سرشام ہی سے خوب صورت اور نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے خاص طور پر پکاڈلی کے عقبی حصے میں جو وہاں کا ریڈ لائٹ ایریا ہے وہاں برطانوی اور غیر ملکی حسینائیں اپنے شکار کی تلاش میں گھومتی رہتی ہیں' جس کی جیب گرم ہو وہ کھل کر عیاشی کر سکتا ہے۔

ہرچند کہ ان باتوں کا میری کہانی یا داستان سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے لیکن میں اپنے پڑھنے والوں کو یہ بتانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ہم انگریز قوم کو جتنا مہذب سمجھتے ہیں وہ قریب سے اس کے بالکل برعکس نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنی عیاشی اور تفریحات کے لیے ایسے ایسے اڈے بنا رکھے ہیں جو انسانیت کے نام پر کسی بدنما داغ سے بھی زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ ایسے ایسے خوب صورت اسنیک بار' نائٹ کلبس اور جوا خانے بنا رکھے ہیں جس کی تفصیل کو قلم بند کرنا ہی شرافت کے منافی ہے۔ خاص طور پر برائیٹن بیچ کا علاقہ تو اپنی مثال آپ ہے' یہاں ہوس و گناہ صرف یہ کہ سرعام ہوتے دیکھے جاتے ہیں بلکہ اسی علاقے میں باقاعدہ اور قانونی طور پر ایک عریاں کلب (NUDE CLUB) بھی واقع ہے جہاں صرف ننگے لوگوں کا داخلہ ہی ممکن ہوتا ہے۔ اس کلب میں داخلے کے لیے ممبر ہونا ضروری ہے' بھاری فیس ادا کرنے کے بعد آپ اس تہذیب کا بغور مطالعہ کر سکتے ہیں جہاں ہر نوجوان' بوڑھا' بچہ' عورتیں اور لڑکیاں باہمی رشتوں سے بے نیاز ہو کر مادرزاد برہنہ گھومتے پھرتے اور چلتے بولتے نظر آتے ہیں۔ وہ اس بے غیرتی میں کوئی

عار نہیں سمجھتے' ماں باپ بیٹی' بھائی اور بہن سب ہی کپڑوں کی قید سے آزاد نظر آتے ہیں' کوئی کسی کی پروا نہیں کرتا بلکہ یہ سب کچھ ہوتا ہے جو ایک عام انسانی ذہن سوچتے ہوئے اور یقین کرتے ہوئے شرماتا ہے لیکن اس کریہہ حقیقت سے کوئی انکار بھی نہیں کر سکتا۔

بہرحال میں تقریباً ایک گھنٹے تک پکاڈلی کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہوتا رہا پھر ٹھیک گیارہ بجے میں ٹکٹ لے کر بلیو برڈ نائٹ کلب میں داخل ہو گیا جہاں مستیاں اور مہکتے ہوئے نظارے اپنے پورے شباب پر تھے۔ وہاں لڑکیوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی تھی جن کے جسم پر نظر آنے والا لباس نہ ہونے کے برابر تھا۔ میں بڑی مشکلوں سے بہکی بہکی معنوی اداؤں اور مہکتے ہوئے جسموں کے ہجوم سے گزرتا ہوا ایک ایسے گوشے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں ایک دو میزیں خالی تھیں لیکن ان پر بھی ریزرو کی تختیاں موجود تھیں۔ بیٹھنے کے لیے کوئی ایک نشست بھی خالی نہیں تھی۔ میں واپسی کے ارادے سے پلٹا لیکن اسی وقت ایک کاؤبوائے ٹائپ کے شخص نے میرا راستہ روک لیا۔ اس کے جسم پر جینز کی پتلون اور چمڑے کی جیکٹ نظر آرہی تھی' سر پر ایک بڑا ہیٹ موجود تھا' اس کی داڑھی جھاڑ جھنکار کے مانند بڑھی ہوئی تھی۔ پہلی نظر میں' میں اسے کسی ساحلی علاقے میں رہنے والا مچھیرا ہی سمجھا تھا۔ میں نے اس سے کترا کر نکل جانے کی کوشش کی تو اس نے بڑی بے تکلفی سے میرا ہاتھ تھام لیا اور ہونٹوں کے درمیان بھنچے ہوئے سگار کو تقریباً چباتا ہوا بولا۔

"مایوس مت ہو مائی ڈیئر۔ جن میزوں پر ریزرو کی تختیاں رکھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک میرے لیے مخصوص ہے۔ کیا تم میرے ساتھ بیٹھ کر ایک جام پینا پسند کرو گے؟"

میں چونک اٹھا' وہ آواز ندیم کے سوا کسی اور کی نہیں تھی لیکن اس وقت وہ جس حلیے میں تھا اس میں' میں تو کیا شاید تسنیم بھی اسے ندیم کی حیثیت سے شناخت نہیں کر سکتی تھی۔

ندیم کو اس حلیے میں دیکھ کر مجھے حیرت ہی ہوئی تھی۔

لیڈی مکلارنس کے علاوہ خود گراہم نے بھی ایک بار مجھ سے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ جب تک اس کے اور ندیم کے درمیان کاروباری تعلقات استوار ہیں۔ گراہم کے اجرتی بدمعاش اور قاتل اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے مگر اب گراہم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ وہ ہسپتال میں پڑا موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہا تھا۔ جس کی موت نے ایڈی کو میرا خطرناک ترین دشمن بنا دیا تھا۔ وہ اور اس کے گرگے لندن کے شہری اور نواحی علاقوں میں ہر جگہ میری بو سونگھتے پھر رہے تھے اب میک آرتھر کے اغوا کے بعد تو وہ اور زیادہ بلبلا اٹھا ہوگا۔

گراہم نے ایڈی کی خدمات حاصل کرنے کے بعد اسے مارٹن اور ہارورڈ کی موت کی کہانی سے بھی ضرور باخبر کیا ہوگا۔ ایڈی کو یقیناً اس بات کا علم بھی ہوگا کہ میرے اور ندیم کے درمیان کس قسم کے تعلقات تھے۔ ایسی صورت میں وہ براہ راست ندیم کو بھی تھوڑی بہت زک پہنچا کر اپنے دل کا غبار ہلکا کر سکتا تھا اور اگر ندیم کو اس بات کا یقین تھا کہ گراہم کی طرح ایڈی بھی اس وقت تک اس کے اوپر ہاتھ ڈالنے کی حماقت نہیں کرے گا جب تک گلی اسٹارز کے تمام شیئرز گراہم کی تحویل میں نہیں پہنچ جاتے۔ تو پھر اسے اس وقت میک اپ میں ہونے کی کیا ضرورت درپیش آگئی تھی؟ کیا اس نے وہ میک اپ محض مجھے دشمنوں کی نگاہوں سے محفوظ کرنے کی وجہ سے کیا تھا؟ اسے آواز کے ذریعے شناخت کر لینے کے بعد ہی میں اس کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ گیا تھا۔ ندیم نے ریزرو کی تختی اوندھا دی تھی اور عجیب مضحکہ خیز انداز میں سگار چبا چبا کر اس کے کش لگا رہا تھا۔

میز پر بیٹھنے کے بعد اس سے پیشتر کہ ہمارے درمیان گفتگو کا سلسلہ شروع ہوتا ایک خوبصورت لڑکی جس نے مختصر لباس پہن رکھا تھا اور خاصی بدمست نظر آرہی تھی انتہائی بے تکلفی سے سگریٹ کا دھواں اڑاتی ہمارے درمیان آکر کھڑی ہو گئی۔ وہ یقیناً کال گرل ٹائپ ہی کی کوئی لڑکی تھی جنہیں قمار خانوں اور شبینہ کلبوں میں مستقل طور پر پے لیکشن پر رکھا جاتا تھا۔ ان کا کام یہی ہوتا تھا کہ وہ گاہکوں کو پھانس کر انہیں پینے پلانے پر آمادہ کریں۔ اس کی عمر زیادہ نہیں تھی۔ چہرے کے نشیب و فراز میں بھی ایک معصوم قسم کی تازگی موجود تھی۔ وہ کوئی مقامی ہی دکھائی دے رہی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے کرسی پر اپنے خوبصورت اور حسین وجود کو گراتے ہوئے ندیم سے پوچھا۔ "کیا تم میری کمپنی پسند کرو گے؟"

"تمہارا خوبصورت سا نام کیا ہے؟" ندیم نے کسی پروفیشنل عیاش کے سے انداز میں پوچھا۔

"تم جس نام سے جی چاہے پکار لو۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ بڑے فلسفیانہ لہجے میں بولی۔ "نام بدل جانے سے میری حیثیت میں کوئی فرق نہیں آجائے گا۔"

"بلیو برڈ میں کب سے ہم جیسے بھولے بھالے گاہکوں کا شکار کھیل رہی ہو؟" ندیم نے معنی خیز انداز میں سرگوشی کی۔

"تم...... اور بھولے بھالے۔" وہ سگار کا دھواں اڑانے کے ساتھ ساتھ مسکرا کر بولی۔ "میں نے تمہیں آج یہاں پہلی بار دیکھا ہے لیکن تم وہ نہیں ہو جو بظاہر دکھائی دے رہے ہو۔ ایک نمبر کے گھاگ معلوم ہوتے ہو۔"

"اور تم؟"

"میں بلیو برڈ میں آٹھ سال سے کال گرل کا دھندا کر رہی ہوں۔ کیا تم یقین کرو گے؟"

"تمہاری عمر اس وقت کیا ہوگی؟"

"پینتیس سال۔" وہ سیزر کی نگاہ کر ندیم کے چہرے پر دھواں چھوڑتے ہوئے بولی۔ "لیکن تم عمر پوچھ کر کیا کرو گے تجربے کی بات کرو مائی ڈیئر۔ آٹھ سال کا تجربہ اس پروفیشن میں کم ہی لڑکیوں کو ہوتا ہے لیکن وہ اتنی سیکسی اور کمسن نظر نہیں آتیں جتنی میں نظر آرہی ہوں۔ چھوڑو ان فضول باتوں کو۔ یہ بتاؤ پیو گے کیا۔ اسکاچ' برانڈی' وسکی یا پھر بیئر۔"

"بیئر از نو فیور (بیئر پینے میں خطرہ نہیں)" ندیم نے اس کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"آئی نو۔ وسکی از آل ویز رسکی۔" وہ ایک آنکھ کی پلک جھپکا کر کاروباری لہجے میں بولی۔ "لیکن بیئر میں کمیشن زیادہ نہیں ملتا۔"

"اس کی فکر مت کرو۔" ندیم نے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں بڑی بے تکلفی سے دباتے ہوئے کہا۔ "میں ہمیشہ ایڈوانس دینے کا عادی ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"میں رقابت پسند نہیں کرتا۔" ندیم بولا۔ "تم کال گرلز ایک وقت میں کئی گاہکوں کو الو بناتی ہو لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا اور جو چیز مجھے پسند نہ ہو اسے میں برداشت نہیں کرتا۔"

"خاصے پرانے کھلاڑی نظر آتے ہو اور خطرناک بھی۔ پرانی کہانیوں کے ان خطرناک بلیک ڈریگن کی طرح جن کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ جب وہ سانس لیتے تھے تو ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔"

میں بلیک ڈریگن کے حوالے پر چونکا۔ وہ ندیم کا مخصوص کوڈ تھا جو ایک دوسرے کو شناخت کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا۔ وہ کال گرل بھی ندیم کی کوئی پرانی واقف کار تھی جس نے کوڈ ورڈز میں اپنی شناخت کرا دی تھی۔

"تم واقعی حسین بھی ہو اور دور اندیش بھی۔" ندیم نے جیب سے ایک سگریٹ کیس نکال کر میز پر رکھ دیا پھر ایک عجیب قسم کا لائٹر نکال کر اسے سگریٹ کیس پر رکھتے ہوئے بولا۔ "کیا تمہیں بارٹینڈر پر اعتماد ہے؟"

"ہاں۔ میں اسے بہت دنوں سے جانتی ہوں اور پھر اس طرح اسے کمیشن بھی اس کی توقع سے زیادہ ملے گا۔ بڑا خبیث اور لالچی آدمی ہے ہر لڑکی سے کمیشن بھی لیتا ہے اور....."

"پھر وسکی کی بوتل کا آرڈر دے دو۔" ندیم نے لہرا کر جواب دیا تو وہ اٹھ کر چلی گئی۔

"کیا تم اس لڑکی کو پہلے سے جانتے ہو؟" میں نے لڑکی کے جانے کے بعد ندیم سے دریافت کیا۔

"تمہیں اس بات کا شبہ کس طرح ہوا؟"

"تمہارا کوڈ ورڈ۔"

"مجھے خوشی ہے کہ اب تم بالغ ہوتے جارہے ہو۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا پھر ہال میں بیٹھے ہوئے افراد کا جائزہ لینے لگا۔

لڑکی کی واپسی میں پندرہ منٹ لگے تھے۔ اس بار وہ تنہا نہیں تھی۔ ایک سروس کرنے والا بیرا بھی اس کے ساتھ تھا جس نے ٹرے میں پینے پلانے کے تمام لوازمات سجا رکھے تھے۔ وہ تمام چیزیں میز پر رکھ کر چلا گیا تو ندیم نے لڑکی سے پوچھا۔

"کیا اس وقت بھی اس کے گروہ کا کوئی آدمی یہاں موجود ہے؟"

"نہیں۔" لڑکی نے بڑے ناز و ادا سے تین جام تیار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "کل ایک مرغا آیا تھا۔ میں نے اسے دانہ ڈال دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے ذریعے ہم اپنے مطلوبہ آدمی تک پہنچ جائیں۔"

میں اپنے پڑھنے والوں کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں نے شراب کو بھی منہ نہیں لگایا لیکن ندیم کے اشارے پر میں نے اپنا جام اٹھا کر ایک چسکی لی۔ بوتل کے اندر اناناس کا جوس تھا لیکن اوپر بلیک ڈاگ کا باقاعدہ لیبل موجود تھا۔ ندیم نے شاید پہلے ہی سے تمام اہتمام کر رکھا تھا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ جس شخص کو تم نے گھاس ڈالی ہے وہ آسانی سے زبان کھول دے گا؟"

"میں نے بھی گولیاں نہیں کھیلی ہیں اور پھر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بڑے بڑے بادشاہوں سے لے کر بڑے بڑے ڈاکوؤں تک نے کسی نہ کسی حسین عورت ہی کے دام میں گرفتار ہو کر مات کھائی ہے۔" لڑکی نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ مرد کس نازک وقت پر دل اور ہوس کے ہاتھوں مجبور ہو کر سب کچھ اگل دیتا ہے۔"

"تم اس قدر خاموش کیوں بیٹھے ہو؟" اس بار ندیم نے مجھے مخاطب کیا۔

"کیا میں گفتگو کر سکتا ہوں؟" میں نے کن انکھیوں سے لڑکی کی طرف دیکھا جو چپس کھانے میں مشغول تھی۔

"میں نے شاید تمہیں تفصیلی گفتگو کی خاطر یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اس حسین تتلی پر اعتماد کر سکتے ہو۔ اپنے ہی قبیلے کی ایک ہوشیار اور دور اندیش لڑکی ہے جو اب تک بے شمار کارہائے نمایاں انجام دے چکی ہے۔"

"مرجینا کا خیال ہے کہ مجھے اپنا موجودہ میک اپ فوری تبدیل کر کے کسی دوسرے ہوٹل میں مقیم ہو جانا چاہیے۔"

"اس کا مشورہ نہایت مناسب اور معقول ہے۔ اس نے کل دوپہر گیارہ بجے ضرغام کو تمہارے پاس بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔

میرا مشورہ بھی یہی ہے کہ تمہیں مرجینا اور ضرغام دونوں سے استفادہ کرنا چاہیے۔ دونوں ہی بہت کام کے آدمی ہیں۔"

"ضرغام کے میرے پاس آنے کی اطلاع تمہیں کس نے دی؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"مرجینا نے اس سلسلے میں فون پر مجھ سے تبادلہ خیال کیا تھا۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ تمہارے سلسلے میں بہت جذباتی ہو رہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس نے کھل کر کچھ نہیں کہا لیکن میرا اندازہ یہی ہے کہ وہ تمہارے دام الفت میں بری طرح پھنس کر رہ گئی ہے۔"

"میں آپ کو پیشگی مبارکباد دیتی ہوں۔" لڑکی نے جواب خاصی بے تکلفی سے دیا تھا مجھے شوخ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "لندن کے بڑے بڑے لارڈز اور امراء بھی مرجینا کو اپنانے کا خواب دیکھ رہے ہیں لیکن شاید وہ آپ سے محبت کرتی ہے۔"

"مجھے ایڈی کا پتا درکار ہے۔" میں نے لڑکی کی بات اور اس کی معنی خیز مسکراہٹ کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"جلد بازی سے کام مت لو۔" ندیم نے گلاس اٹھا کر بالکل عادی شرابیوں جیسے انداز میں ایک گھونٹ لیا پھر سگار کا دھواں اڑاتے ہوئے بولا۔ "میرے اپنے آدمی بھی اس کی تلاش میں ہیں لیکن ابھی تک وہ بھی اس کا کوئی سراغ نہیں پا سکے۔ شاید وہ حالات کے پیش نظر انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہے۔ جمی کی موت اگراہم کی دیوانگی اور اب میک آرتھر کی لاش۔ ان تینوں واقعات نے اسے اور زیادہ محتاط کر دیا ہے۔"

"میک آرتھر کی لاش۔" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ "لیکن اسے تو....."

"پرانی بات ہے۔" ندیم نے کہا۔ "آج صبح میک آرتھر کی لاش کیلی اسٹارز کے عقبی حصے میں پڑی پائی گئی ہے۔ اس کے جسم پر کسی قسم کی خراش کا کوئی معمولی سا نشان بھی نہیں تھا۔ پوسٹ مارٹم کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق اس نے ضرورت سے زیادہ پی لی تھی جو اس کی موت کا سبب بن گئی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے ندیم کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آرتھر کا کیا سپوتنل مناسب تھا؟"

"ہاں۔ لیڈی علاؤ نس نے آرتھر کی لاش کا تحفہ جس انداز میں پیش کیا ہے وہ یقینی طور پر اس کی ذہانت کی دلیل ہے۔"

ندیم مجھ سے گفتگو بھی کرتا جا رہا تھا اور لوگوں کو دکھانے کی خاطر لڑکی سے چھیڑ خانی کرنے میں بھی مصروف تھا۔ میں کچھ دیر خاموش بیٹھا آرتھر کے انجام کے بارے میں سوچتا رہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"میں تم سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"ایڈی میرا شکار ہے اس لیے اس کی کمین گاہ کا علم ہو جانے کے بعد تم سب سے پہلے مجھے اس کی اطلاع دو گے۔ تم یا تمہارے آدمی اسے ٹھکانے لگانے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"اس کا فیصلہ ایڈی کے منظر عام پر آنے یا اس کا سراغ مل جانے کی صورت میں ہی کیا جا سکتا ہے۔"

"تم مجھے جتنا بزدل یا ڈرپوک سمجھ رہے ہو میں اس کے بالکل برعکس ہوں۔" میں ٹھوس لہجے میں بولا۔ "یہ اور بات ہے کہ میں نے آج تک بلاوجہ کسی انسان کا شکار نہیں کیا لیکن ایڈی ایسا خطرناک درندہ ہے جس کو بخش دینا مصلحت کے خلاف ہے۔ میرے جسم میں پٹھانوں کا گرم لہو دوڑ رہا ہے۔ تم مجھے صرف ایڈی کا پتا بتا دو اس کے بعد میں جانوں اور میرا دشمن۔"

"ایک بات کہوں مائی ڈیئر۔" اس بار لڑکی نے بے تکلفی سے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر نشیلے لہجے میں کہا۔ "ایڈی کا خیال اپنے ذہن سے کھرچ کر نکال دو۔ وہ کم از کم تمہارے بس کا نہیں ہے۔"

میں نے تیزی سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے خشک انداز میں لڑکی کو گھورا۔ "میں لڑکیوں کو منہ لگانے کا عادی نہیں ہوں۔"

"ہائے۔" لڑکی نے بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔ "شاید تمہاری اسی ادا نے مرجینا کو تمہارا غلام بنا دیا ہے۔ یو آر رئیلی ویری سوئٹ اینڈ چارمنگ۔ تم کو شاید قدرت نے چاہے جانے کے لیے ہی تخلیق کیا ہے۔"

میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی حدت تیز ہو گئی۔ میں نے لڑکی کو حقارت بھری نگاہوں سے دیکھا پھر کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک لمبے تڑنگے شخص نے جو صورت ہی سے کوئی غنڈہ بدمعاش نظر آرہا تھا اور ہم سے ایک میز چھوڑ کر تیسری میز پر ایک کال گرل کے ساتھ بیٹھا راز و نیاز میں مصروف تھا تیزی سے اٹھ کر ہماری میز کے قریب آیا اور آتے ہی لڑکی سے کہا۔

"بے بی۔ تم کتنی دیر میں فارغ ہو گی؟"

"اپنی میز پر جاؤ۔" ندیم کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکی نے حقارت سے کہا۔ "میں کاروباری اوقات میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں کرتی۔ خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو جس نے شادی کرنے کے پندرہ روز بعد ہی میری ماں کو طلاق دے دی تھی۔ اسی کی مہربانی نے آج مجھے اس محفل کی زینت بننے پر مجبور کر دیا ہے۔ چلے جاؤ۔ میں اس وقت مصروف ہوں۔" لڑکی نے آخری جملہ اتنی اونچی آواز میں کہا تھا کہ قریب بیٹھے ہوئے افراد کے علاوہ بلیئرڈ کے کھیلنے کے کچھ افراد بھی چونک اٹھے تھے۔

"تم نے اپنی مصروفیت کی جو قیمت وصول کی ہے میں اس سے دگنی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

"شٹ اپ اینڈ گیٹ لاسٹ۔" لڑکی نے ایک بار پھر بلند آواز میں اسے نفرت سے جواب دیا۔

"سوچ لو ہنی۔" نووارد کے تیور اچانک خطرناک ہو گئے۔ "تم اپنے لانگ فیلو جیفی کنگ آف دی نائٹ کلبس سے دشمنی مول لے کر اچھا نہیں کر رہی ہو۔ تمہیں اس وقت کی بے رخی تمہارے اندازے سے بھی زیادہ مہنگی پڑ سکتی ہے۔"

لڑکی جسے ہنی کہہ کر مخاطب کیا جا رہا تھا کچھ سخت جواب دینا چاہتی تھی لیکن اسی وقت ندیم جو ایک لمحہ پہلے بالکل بے پروا نظر آ رہا تھا حیرت انگیز پھرتی سے اٹھا پھر اس کا ہاتھ پوری شدت سے بجلی کے مانند لہرایا اور لانگ فیلو لڑکھڑاتا ہوا برابر والی میز کے لوگوں پر جا گرا پھر اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر کوئی جوابی کارروائی کرتا، بلیو بارڈ کے دو ویٹر جو خاصے گٹھے ہوئے جسم کے مالک تھے تیزی سے لپکے اور لانگ فیلو کو اس طرح گھسیٹتے ہوئے کلب سے باہر لے گئے جیسے قصائی کسی مردہ جانور کو گھسیٹتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے کلب کے ماحول میں جو افراتفری کی فضا قائم ہوئی تھی وہ دوسرے ہی لمحے دور ہو گئی۔ ہنی کے چہرے سے ابھی تک نفرت اور حقارت کے تاثرات ہویدا تھے۔

"بھول جاؤ اسے۔" ندیم نے بے پروائی سے پے در پے دو تین گھونٹ حلق کے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔ "آئندہ وہ تم سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"عشق پر کسی کا زور نہیں چلتا۔" میں نے ہنی کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "مرجینا کا عشق بھی تمہارے لانگ فیلو ہی کی طرح شاید ون وے ٹریفک کے اصولوں پر چل رہا ہے۔"

ہنی نے مجھے ایک پل کے لیے گھور کر دیکھا پھر اناناس کے جوس سے شراب کا ذائقہ کشید کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئی۔

"پاول کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" اس بار میں نے ندیم کو مخاطب کیا۔ "کیا یہ درست ہے کہ وہ میرا ٹریک کھو بیٹھا ہے یا جان بوجھ کر اس نے اپنے آدمیوں کو دور رہنے کی ہدایت کر دی ہے۔"

"پاول کے پاس تمہارے خلاف کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے جس کی بنا پر وہ قانونی چارہ جوئی کر سکے۔" ندیم نے کہا۔ "اسے زیادہ اہمیت نہ دو۔ وہ صرف لیڈی ملارنس کی وجہ سے تمہارے اندر دلچسپی لے رہا ہے۔"

"لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اس بات کا اعتراف تمام مقامی لوگوں کو ہے کہ لیڈی ملارنس کی پراسرار نگاہیں دیوار کی دوسری جانب بھی دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ایسی شکل میں پاول کا جان بینگو والا روپ کیا معنی رکھتا ہے۔"

"تم ایک بات اہم بات کو فراموش کر رہے ہو۔"

"وہ کیا؟"

"خود لیڈی ملارنس نے بھی ابھی تک جان بینگو کے چہرے سے نقاب ہٹا کر اسے انسپکٹر پاول کے اصلی روپ میں لانے کی کوشش نہیں کی۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا یہ ان دونوں کی ملی بھگت ہوگی؟"

"ہو بھی سکتی ہے۔" ندیم نے نفرت کا اظہار کیا۔ "ہم جس قوم اور جس ماحول کے اندر اس وقت سانس لے رہے ہیں اس کی سیاست میں خاموشی سے نقب زنی کے ذریعے دوسروں پر حکومت کرنے کا قبیح فعل بھی معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ یہاں اکثر و بیشتر شاہی خاندان کے مردوں اور عورتوں کے بارے میں بھی کس قدر شرمناک واقعات جنم لیتے ہیں۔ ان بے ہودہ داستانوں کو اخبارات ہوا دیتے ہیں پھر کتابی صورت میں اس کی لاکھوں اور کروڑوں کاپیاں بین الاقوامی پیمانے پر فروخت ہوتی ہیں لیکن کوئی جوابی کارروائی کرنے کے بجائے کوئی ایک یا دونوں فریق اپنے جنسی تعلقات کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ یا خاموشی سے اپنی شہرت سے محظوظ ہوتے رہتے ہیں۔ اس قوم کے افراد سے ہر بات ممکن سمجھی جا سکتی ہے۔"

"ہم کہاں سے چلے تھے اور کہاں پہنچ گئے۔" ہنی نے کہا۔ "فی الحال ہمارا کام صرف اس تیر کو کھوجنا ہے جہاں ایڈی نے اپنے آپ کو روپوش کر رکھا ہے۔"

"فکر مت کرو۔ اگر وہ ابھی تک اسی شہر میں موجود ہے تو میرے آدمی بہت جلد اسے تلاش کر لیں گے۔" ندیم نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"اس کو بے نقاب کرنے کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟" ندیم نے مجھے غور سے دیکھا۔

"میں زاہد بن عبید کا حلیہ ترک کر کے اپنی اصل شکل میں سامنے آجاؤں۔"

"غلط خیال ہے تمہارا۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ایڈی نہ صرف یہ کہ نہایت عیار اور چالاک ہے بلکہ انتہائی کینہ خصلت بھی واقع ہوا ہے۔ وہ سامنے آنے کے بجائے اپنے آدمیوں کے ذریعے بھی تمہیں ٹھکانے لگوا سکتا ہے۔"

"البرٹو کے بارے میں کیا معلوم ہوا؟" ہنی نے ندیم سے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ہفتے کے اندر اندر کی اسٹارز کا چارج سنبھال لے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بزنس کو وائنڈ اپ کرنے کی خاطر اپنے تمام شیئرز فروخت کر دے۔ ایسی صورت میں کی اسٹارز پر مکمل میرا قبضہ ہوگا۔"

"کیا تم نے اس سلسلے میں البرٹو سے کوئی بات کی ہے؟"

"نہیں۔" ندیم مسکرایا۔ "میرے بات شروع کرنے کی صورت میں شیئرز کی قیمت میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔ دوسری شکل میں مجھے یقین ہے کہ البرٹو سب سے پہلے مجھ ہی سے صلاح مشورہ کرے گا۔"

ٹھیک اسی وقت کسی جھینگر کے زرزانے کی بڑی مدھم آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی ندیم نے اپنا لائٹر اٹھا لیا۔ سگار ایش ٹرے میں رگڑنے کے بعد اس نے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر جلدی سے سلگایا پھر لائٹر کو ہتھیلی پر رکھ کر کان کے قریب کر لیا۔ بظاہر یہ سب کچھ نیچرل نظر آ رہا تھا۔ لائٹر کو جلانے کے بعد سے جھینگر کی آواز بھی یکلخت ختم ہو گئی تھی۔

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" میں نے ندیم سے کہا۔ "کی اسٹارز کے مکمل حصول کے بعد تمہاری پریشانیوں میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔

"میری مانو تو تم اپنے شیئرز بھی البرٹو کے ہاتھوں فروخت کر دو۔" میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

ندیم بدستور کسی خیال میں گم نظر آ رہا تھا۔ اس کی خاموشی میرے علاوہ ہنی کو بھی گراں گزر رہی تھی۔

"کیا آج کل تم نے فلسفے کی کسی دقیق کتاب کا مطالعہ شروع کر رکھا ہے؟" میں نے ندیم سے سوال کیا۔

"ہنی۔" ندیم نے اس بار بڑی سنجیدگی سے لڑکی کو مخاطب کیا۔ "میرا ایک کام کر دو۔ میں تمہیں ایک نمبر دے رہا ہوں۔ کلب کے باہر جو فون بوتھ موجود ہے تم اسے استعمال کرو گی۔ کلب کے کسی فون کو استعمال کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ دوسری جانب سے جو بھی فون کال ریسیو کرے تمہیں اسے میرا کوڈ بتانے کے بعد صرف ایک جملہ کہنا ہوگا۔ پروجیکٹ نمبر ون۔ ایکشن الاؤڈ۔" ندیم نے اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد جیب سے قلم نکال کر ہنی کا ہاتھ بڑے رومانٹک انداز میں تھام کر اس پر کچھ لکھا جس کے بعد ہنی مسکراتی ہوئی اٹھ گئی تھی۔

"کیا میں یہ سمجھوں کہ تمہیں اب مجھ سے زیادہ ہنی پر اعتماد ہے جو محض ایک کال گرل ہے اور پیسوں کے عوض اسے کوئی بھی خرید سکتا ہے۔" میں نے ندیم سے شکوہ کیا۔

"اول تو اس لڑکی کا نام ہنی نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ وہ بکنے والی اسامی نہیں ہے۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "پہلے تم نے اس بات کا اندازہ کس طرح لگا لیا کہ میں ہنی کو ترجیح دے رہا ہوں؟"

"پروجیکٹ نمبر ون۔ اور۔ ایکشن الاؤڈ کا کیا مطلب ہے؟" میں نے مشکوک انداز اختیار کر کے ندیم کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہیں بیٹھے بیٹھے کسی ایسی جگہ کا خیال آ گیا ہو جہاں ایڈی روپوش ہو اور تم۔"

"نہیں۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تمہارا اندازہ غلط ہے۔ میں نے ہنی کو جو ہدایت دی ہے وہ ایک کال موصول ہونے کے بعد ہی ضروری سمجھی ہے۔"

"کال۔ میں سمجھا نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ جھینگر کے زرزانے کی وہ مدھم آواز تم نے بھی ضرور سنی ہوگی جو ایک لمحہ پہلے ابھری تھی۔ یہ لائٹر دراصل ایک حساس ٹرانسمیٹر کا کام بھی دیتا ہے۔"

"آئی سی۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا پھر بولا۔ "تمہیں کیا پیغام موصول ہوا تھا؟"

"میرا خیال ہے کہ اب تمہیں پہلی فلائٹ سے واپس جانا ہوگا۔" ندیم بے حد سنجیدہ تھا۔

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ انکل کی طبیعت اچانک ناساز ہو گئی ہے۔ کل رات انہیں معمولی ہارٹ اٹیک بھی ہوا ہے۔ صورت پوری طرح کنٹرول میں ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ خطرے کی کوئی بات نہیں پھر بھی تمہارا جانا ضروری ہے۔" ندیم نے کہا۔ "تم ہوٹل واپس جا کر سامان پیک کرو۔ میں تمہاری واپسی کا فوری بندوبست کرتا ہوں۔"

"پروجیکٹ نمبر ون۔ اور۔"

"فی الحال ان چکروں میں مت پڑو۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا پھر دو بڑے بڑے نوٹ جیب سے نکال کر پلیٹ کے نیچے دبائے اور بلیو بارڈ سے باہر نکل آیا۔ اس کے قدموں میں اس وقت بھی لڑکھڑاہٹ تھی جو سو فیصد مصنوعی تھی۔ میں خاموشی سے اس کی کار میں بیٹھ گیا۔

میرا ذہن اس وقت بڑی سنجیدگی سے اپنے والد کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ندیم نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ اٹیک معمولی نوعیت کا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس نے محض میری پریشانی کی وجہ سے فوری طور پر مجھے اصلی صورت حال سے آگاہ نہ کیا ہو؟

٭

ہوٹل پہنچ کر میں نے فوری طور پر آپریٹر کے ذریعے لانگ ڈسٹنس کال بک کرائی اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی تو میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"بات کیجئے سر۔ آپ کی کال ہے۔" دوسری جانب سے آپریٹر کی آواز ابھری تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

"ہیلو۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے ماؤتھ پیس میں کہا۔ مجھے اس وقت اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ میری پلکیں ابھی بھیگی نہیں تھیں لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ جیسے صبر کے پیمانے ایک ساتھ ٹکرا کر چھلک اٹھیں گے۔ وا ہمے اور وسوسے میرے دل کو ماؤف کر رہے تھے کوئی پراسرار قوت اندر ہی اندر میرا دل مسوس رہی تھی۔

"ہیلو۔" ریسیور پر مجھے اپنے دیرینہ ملازم احمد علی کی آواز سنائی دی تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ شاید اس وقت گھر پر کوئی اور نہیں تھا۔

"امی حضور کہاں ہیں؟" میں نے لرزتی آواز میں دریافت کیا۔

"وہ ہسپتال میں ہیں چھوٹے سرکار۔" احمد علی نے کہا۔ "کل خاصے بڑے سرکار کو دل کا دورہ پڑ گیا تھا لیکن۔۔۔"

"کیا؟" میں تقریباً چیخ اٹھا۔ "ڈیڈی کی حالت اب کیسی ہے؟"

"ان کی طبیعت اب بہتر ہے چھوٹے سرکار۔ ابھی کچھ دیر پہلے بیگم صاحبہ کا فون بھی آیا تھا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ بڑے سرکار اب خطرے سے باہر ہیں۔ البتہ ڈاکٹروں نے انہیں آرام کی غرض سے کچھ دنوں تک ہسپتال میں رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ گھر کا خیال رکھیں۔ میں پہلی فرصت میں یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔" میں نے احمد علی سے کہا۔ "امی حضور کا فون آئے تو انہیں ضرور بتا دیجئے گا۔"

"بہتر ہے چھوٹے سرکار۔ آپ گھر کی طرف سے بالکل پریشان نہ ہوں۔"

"اور کوئی خاص بات تو نہیں ہے؟"

"جی نہیں۔" احمد علی نے کہا۔ "آپ جتنی جلدی آجائیں شہباز میاں اتنا ہی بہتر ہے۔ کل رات گئے ہوش میں آنے کے بعد سے بڑے سرکار آپ کو کئی بار یاد کر چکے ہیں۔"

"مجھے علم ہے۔" میری آواز رندھ گئی۔ "جب انسان کے دل کو کوئی دھکا لگتا ہے تو اسے اپنے ضرور یاد آتے ہیں۔ مجھے احساس ہے کہ ڈیڈی میری کمی کو بڑی شدت سے محسوس کر رہے ہوں گے۔"

پھر میں نے فون بند کر دیا۔ میرے دل کی کیفیت دگرگوں ہو رہی تھی۔ جلدی جلدی واپسی کے اعتبار سے اپنا رخت سفر باندھنا شروع کیا۔ جو بات مجھ سے ندیم نے کہی تھی کم و بیش وہی بات احمد علی نے بھی کہی لیکن نہ جانے میرے دل کو کسی طرح چین کیوں نہیں آ رہا تھا۔ جسم کی مشینری کا کوئی اہم پرزہ جیسے اندر ہی ٹوٹ کر میرے وجود کو کچوکے لگا رہا تھا۔ کاش میرے اختیار میں ہوتا تو میں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اڑ کر امی اور ابو کے پاس پہنچ جاتا۔ انہیں یقیناً اس وقت میری ضرورت ہوگی۔ میں نے جلدی جلدی سامان پیک کیا پھر کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے بستر کی جانب بڑھا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔

"تمہاری واپسی کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ کچھ دیر آرام کر لو۔ فلائیٹ صبح آٹھ بجے روانہ ہوگی۔ میں اور نسیم تمہیں لینے کی خاطر ٹھیک چھ بجے آ جائیں گے۔"

میں نے گھڑی کی سمت نظر اٹھائی۔ اس وقت رات کے ساڑھے بارہ کا عمل تھا۔

"ندیم۔" میں اپنے اضطراب پر قابو نہ پا سکا۔ "کیا آٹھ بجے سے پہلے کوئی فلائیٹ نہیں مل سکتی؟"

"جسٹ ریلیکس۔" ندیم نے میری ہمت بڑھانے کی کوشش کی۔ "میرا رابطہ برابر دوسری طرف سے قائم ہے۔ پریشانی کی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ انکل کی حالت کل کے مقابلے میں آج بہت بہتر ہے۔ آٹھ سے پہلے کی صرف ایک فلائیٹ ہے لیکن اس کا روٹ زیادہ لمبا ہے۔"

ندیم سے بات ہو جانے کے بعد میرے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ضرور ہو گیا لیکن کچھ نامعلوم سے اندیشے اب بھی میرے وجود کی گہرائیوں میں سر ابھار رہے تھے۔ میں اس کی کوئی وجہ بیان کرنے سے قاصر ہوں لیکن اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کر سکتا کہ مجھے رہ رہ کر عجیب سا احساس ہو رہا تھا جیسے کسی خطرناک طوفان کی شدتیں دبے پاؤں میری جانب قدم اٹھا رہی تھیں۔

میرے ذہن پر اس وقت ایک بوجھل بوجھل سا اثر طاری تھا۔ حالات نے مجھے بہت مضمحل کر دیا تھا۔ میں تھک سا گیا تھا اس لیے آرام کرنے کی غرض سے بستر پر نیم دراز ہو گیا پھر کب میری آنکھ لگی مجھے کچھ یاد نہیں لیکن وہ کسی کھٹکے کی آواز ہی تھی جسے سن کر میں ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔ کسی خطرے کے احساس نے مجھے یکلخت ہوشیار کر دیا۔ میں اس اندیشے کو کوئی نام دینے سے قاصر ہوں لیکن میرے ذہن میں دور کہیں سرخ بتیاں خطرے کی علامت بن کر روشن ہو رہی تھیں۔ میں نے جلدی سے دونوں تکیے گھسیٹ کر سیدھ میں کیے ان پر اس طرح چادر ڈال دی جیسے کوئی چادر منہ تک اوڑھے سو رہا ہے پھر میں نے اپنا آٹومیٹک نکالا اور لپک کر دروازے کے ساتھ والی دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا جسے کھولنے کی خاطر مختلف چابیوں کو آزمایا جا رہا تھا۔ کمرے کی تیز روشنی کو بند کر کے میں نے مدھم پاور کا نائٹ بلب روشن کر دیا۔ میرے کان دروازے پر لگے ہوئے تھے جسے کھولنے والے ابھی تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ وہ کون ہو سکتے تھے؟ میں نے سوچا۔ کیا انہیں زاہد بن عبید کی شخصیت کے پیچھے چھپے ہوئے شہباز خان کی اصلیت کا علم ہو گیا تھا لیکن کیسے۔۔۔؟

میرے ذہن میں یکے بعد دیگرے مختلف آوازیں بازگشت بن کر گونج رہی تھیں پھر مجھے یاد آیا کہ اپنی اصلیت کا اظہار میں نے خود اپنی حماقت سے کیا تھا۔ لانگ ڈسٹنس کال بک کراتے وقت میں نے زاہد عبید کے بجائے شہباز خان کا نام لے لیا تھا۔ شاید میرے دشمن سائے کی طرح میرے تعاقب میں لگے ہوئے تھے ورنہ اتنی جلدی میری حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتے تھے۔

ہوٹل کا آپریٹر یا کوئی دوسرا ملازم ایسا ضرور تھا جو میرے دشمنوں سے ملا ہوا تھا۔ اسی نے فوری طور پر مخبری کر دی تھی۔ شاید انہیں اس بات کا علم بھی ہو گیا کہ میں صبح آٹھ بجے کے بعد ان کی دسترس سے دور جا چکا ہوں گا اسی لیے وہ کسی فوری کارروائی پر آمادہ ہو گئے تھے۔ دروازے کے کی ہول میں بار بار مختلف چابیاں آزمانے کی مدھم آواز اس وقت میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ میرے والد ہسپتال میں تھے۔ میں ان کی تیمارداری کی خاطر جانا چاہ رہا تھا اور وہ میرا راستہ روکنے کے درپے تھے لیکن شاید وہ اس بات سے واقف نہیں تھے کہ جو رشتے خون کے ہوتے ہیں اور مقدس ہوتے ہیں ان کے درمیان دنیا کی کوئی خلیج حائل نہیں ہو سکتی۔ پانی پر لاٹھی مار کر اسے دو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ طوفان کی شدتوں کے سامنے بند باندھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پانی کا تیز و تند ریلا تمام رکاوٹوں کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا ہے۔

"جلدی کرو۔" باہر سے کسی نے سرگوشی میں اپنے ساتھی سے کہا۔ "ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ کاؤنٹر کلرک نے نیند کی جھونک میں ہمیں غلط چابیوں کا گچھا تھما دیا ہے۔" دوسرے نے کہا۔ "تم رکو، میں دوسرا گچھا لے کر آتا ہوں۔"

"ذرا احتیاط رکھنا۔" پہلے نے دبی زبان میں کہا۔ "ہمیں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھانا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ ہم اسے یہاں اس ہوٹل میں بظاہر تنہا سمجھ رہے ہوں لیکن اس کے دوسرے ساتھی بھی کہیں قریبی کمرے میں موجود ہوں۔"

"رسک تو بہرحال لینا ہی ہے۔" دوسرے نے جواب دیا۔ "اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو بیس ہزار کے مہکتے ہوئے نوٹ ہماری جیب میں ہوں گے۔"

"تم نے جلد بازی میں سودا کرنے کی حماقت کی ہے۔" پہلا شخص بولا۔ "کسی کی زندگی کی قیمت بیس ہزار سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔"

"کسی سوئے ہوئے شخص کو مارنا ایسا کوئی دشوار کام بھی نہیں ہے مگر ہوٹل کی انتظامیہ اور پولیس خاموش تماشائی تو نہیں بنی رہے گی۔" دوسرے نے کہا۔

"تفتیش اور چھان بین ہونی یقینی بات ہے لیکن ہم کوئی ایسا نشان نہیں چھوڑیں گے جو پولیس کو ہم تک پہنچنے کا موقع فراہم کرے۔"

"تم شاید ہوٹل کے آپریٹر اور نائٹ ڈیوٹی کاؤنٹر کلرک کو فراموش کر رہے ہو۔" دوسرے نے کہا۔ "اگر وہ قانون کی گرفت میں آ گئے تو تھرڈ ڈگری ٹریٹمنٹ ان کو زبان کھولنے پر مجبور بھی کر سکتا ہے۔"

"میں نے اس کا انتظام پہلے ہی کر لیا ہے۔" پہلے شخص نے سنسنی خیز لہجے میں جواب دیا۔ "آپریٹر کو میں نے جو ڈوز دی ہے وہ اسے دو گھنٹے کے اندر اندر اوپر پہنچا دے گی۔ رہا کاؤنٹر کلرک تو یہاں سے کامیاب ہونے کے بعد ہم واپس جاتے ہوئے اسے بھی ٹھکانے لگا دیں گے۔"

دوسرے شخص نے کوئی جواب نہیں دیا پھر کسی کے قدموں کی چاپ ابھر کر دور ہوتی سنائی دی۔ شاید پہلا شخص کاؤنٹر کلرک سے چابیوں کا دوسرا گچھا لینے چلا گیا تھا۔ میرے لیے یہ موقع نہایت مناسب تھا۔ میں اچانک دروازہ کھول کر اسے بہ آسانی ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ اس کے بعد دوسرے شخص سے بھی نمٹنا میرے لیے کوئی دشوار نہ ہوتا لیکن میں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ دو آدمیوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد میرے راستے اور بھی مسدود ہو سکتے تھے۔ پولیس کی تفتیش مکمل ہونے تک میں لندن سے باہر نہیں جا سکتا تھا جبکہ میں ہر قیمت پر واپس جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔

حالات نے کچھ عجیب پوزیشن اختیار کر لی تھی۔ میں اپنے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دینے کے بجائے خود کو اس وقت بڑا بے بس محسوس کر رہا تھا پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی فیصلہ کر سکتا باہر سے کسی کے کراہنے کی آواز ابھر کر گھٹتی چلی گئی۔ اس کے فوراً ہی بعد کسی نے دروازے پر آہستہ سے دستک بھی دی تھی۔ شاید میرے دشمنوں نے مجھے پھانسنے کے لیے کوئی نیا جال تیار رکھا تھا۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ بڑا جان لیوا ثابت ہو رہا تھا۔ میں اپنے اعصاب کے تناؤ پر بمشکل قابو پا رہا تھا۔ دروازے پر دوسری بار پھر دستک دی گئی اس کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی کے جوتے کی ایڑی فرش پر رگڑ کھا رہی ہو۔ میں نے تیزی سے جھک کر چابی کے سوراخ سے آنکھ لگا دی پھر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ وہ ادھیڑ عمر کا شخص جو اپنے شکار کو دونوں ہاتھوں سے تھامے راہداری میں لفٹ کی جانب لے جا رہا تھا ضرغام کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ میں نے اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کی تھی پھر میں نے دیکھا ضرغام اس شخص کو بڑی پھرتی سے گھسیٹتا ہوا لفٹ کے بائیں جانب واقع ایک کمرے میں لے گیا۔

میں بدستور گھٹنوں کے بل بیٹھا چابی کے سوراخ سے باہر کا جائزہ لے رہا تھا۔ دو منٹ بعد ہی میں نے لفٹ کا دروازہ کھلتے دیکھا پھر ایک شخص تیزی سے باہر نکلا۔ اس کے ہاتھ میں چابیوں کا گچھا دیکھتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اس شخص کا ساتھی تھا جو ضرغام کی پھرتی کا شکار ہو گیا تھا۔ لفٹ سے برآمد ہونے والا شخص بظاہر ایک ذی حیثیت شخص نظر آ رہا تھا۔ پہلی نظر میں اس کا لباس اور صورت شکل دیکھ کر شاید ہی کوئی اس کے بارے میں نتیجہ قائم کر سکتا کہ اس کا تعلق جرائم پیشہ افراد کے کسی گروہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

لفٹ کے قریب کھڑا وہ ایک لمحے تک دائیں بائیں دیکھتا رہا۔ میں نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر دروازے کا ہینڈل گھما کر اس میں ہلکی سی جھری پیدا کر دی۔ ضرغام کو دیکھ لینے کے بعد میرے اندر تقویت کا احساس پیدا ہو چکا تھا۔ مجھے اپنے ارادے میں مایوسی نہیں ہوئی۔ میں نے جو ٹریپ تیار کیا تھا میرا شکار اسے دیکھتے ہی بڑے پراسرار انداز میں مسکرایا تھا۔ دروازے کی جھری دیکھ کر وہ یہی سمجھا تھا کہ اس کا دوسرا ساتھی کسی طرح میرے کمرے کو کھولنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ پنجوں کے بل قدم اٹھاتا میرے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ دائیں بائیں بھی دیکھتا جا رہا تھا۔

میں اپنی جگہ پوری طرح مستعد تھا۔ میرا شکار میرے دروازے کے بالکل قریب آکر رک گیا۔ وہ میرے مقابلے میں بظاہر اتنا قوی بھی نظر نہیں آرہا تھا کہ میں اس پر قابو پا سکتا۔ آٹومیٹک کے دستے پر میری گرفت بڑے پیشہ ورانہ انداز میں جمی ہوئی تھی۔ میں تیزی سے اٹھ کر دوبارہ دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ باہر کھڑے ہوئے شخص نے میرے خیال کے عین مطابق تیزی سے دروازے کو کھولتے ہوئے اندر داخل ہونے کی حماقت کی تھی۔ اس کے بعد اس کی کھوپڑی میں یقیناً بے شمار تارے ناچ گئے ہوں گے۔ ریوالور کے دستے سے کیا ہوا میرا وار اتنا بھرپور تھا کہ وہ منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر ہی دھم سے فرش پر اوندھے منہ گرا تھا۔ میں نے برق رفتاری سے دروازہ بند کیا پھر میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر اس کی کنپٹی پر ایک اور تلا ہاتھ رسید کر دیا تاکہ وہ دوبارہ جلدی ہوش میں نہ آسکے پھر اس سے پہلے کہ میں اس کی جامہ تلاشی لیتا دروازے پر پھر ہلکی سی دستک کی آواز سنائی دی۔

"کون؟" میں نے غصے میں ڈوبی آواز میں پوچھا۔

"میں ضرغام ہوں۔" دوسری جانب سے کہا گیا۔ "کیا آپ خیریت سے ہیں؟"

میں نے جواب دینے کے بجائے دروازہ کھولا تو ضرغام تیزی سے اندر آگیا پھر زمین پر اوندھے پڑے ہوئے شخص کو گھورتے ہوئے بولا۔

"مجھے اسی کی تلاش تھی لیکن آپ۔۔۔"

"میں اس وقت دروازے کے قریب ہی موجود تھا جب یہ میرے کمرے میں داخل ہونے کی خاطر مختلف چابیوں کو کی ہول میں آزما رہے تھے پھر میں نے تمہیں بھی اس وقت اس کے دوسرے ساتھی کو گھسیٹ کر ایک کمرے میں لے جاتے دیکھا جب یہ چابیوں کا دوسرا گچھا لینے نیچے گیا تھا۔"

"کیا آپ نے اپنا سفری سامان تیار کر لیا ہے؟"

"ہاں۔ میرے ساتھیوں نے یہاں ٹھیک چھ بجے پہنچنے کو کہا ہے۔"

"آپ میرا انتظار کریں۔ میں اسے بھی اپنے کمرے تک چھوڑ کر واپس آتا ہوں لیکن جب تک میں آواز نہ دوں آپ دروازہ کھولنے کی غلطی نہ کیجئے گا۔"

ضرغام دوسرے شخص کو بھی ٹانگیں پکڑ کر تیزی سے کھینچتا ہوا باہر لے گیا۔ اپنی عمر کے برخلاف وہ اس وقت نوجوانوں سے بھی زیادہ طاقت اور پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ میں نے اس کے باہر جاتے ہی دروازہ دوبارہ اندر سے بند کر لیا پھر ضرغام کی واپسی کوئی پندرہ منٹ بعد ہی ہوئی تھی۔ اس بار وہ بہت جلدی میں دکھائی دے رہا تھا۔

"ہمیں اسی وقت یہ ہوٹل چھوڑ کر میڈم کے پاس چلنا ہوگا۔"

"لیکن میرے ساتھی؟"

"پروگرام اب تبدیل ہو گیا ہے۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "آپ کے ساتھی اب میڈم مرجینا کی قیام گاہ سے آپ کو پک کریں گے۔ اس دوران آپ کے چہرے کا موجودہ میک اپ اتارنا بھی ضروری ہے اس لیے کہ آپ کے سفری دستاویز پر کہیں بھی زاہد بن عبید کا نام یا تصویر موجود نہیں ہے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں لیکن یہ دونوں اس وقت مجھے مارنے کے ارادے سے نہ آئے تو۔"

"اس شکل میں بھی آپ کے چہرے کا میک اپ روانگی سے پہلے یقینی طور پر اتارا جاتا۔"

"تم اس ہوٹل میں کب سے مقیم ہو؟"

"سوری۔" ضرغام نے پھر اسی سرد مہری سے کام لیا جس کا مظاہرہ وہ پہلی ملاقات میں کر چکا تھا۔ "آپ کو میرے بارے میں جو کچھ معلوم کرنا ہے وہ میڈم سے کریں۔"

"کیا مرجینا ہی نے تمہیں اس ہوٹل میں قیام کا مشورہ دیا تھا؟"

"ہمارے پاس وقت کم ہے۔" ضرغام نے تیزی سے کہا پھر جلدی جلدی میرا سامان اٹھانے لگا۔

"تمہیں شاید ایک بات کا علم نہیں۔" میں نے اسے حالات سے باخبر کرنے کی خاطر کہا۔ "اس وقت ہوٹل کے کاؤنٹر پر جو نائٹ ڈیوٹی کلرک موجود ہے وہ بھی ان دونوں کا ساتھی ہے۔ کیا وہ ہمیں آسانی سے نکل جانے کی اجازت دے دے گا؟"

"ضرغام اپنا کام کبھی ادھورا نہیں چھوڑتا۔" ضرغام نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں اسے بے ہوش کر کے دونوں کے پاس چھوڑ آیا ہوں۔"

"لیکن۔"

"پلیز وقت برباد نہ کریں۔ ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ باقی باتیں راستے میں بھی ہو سکتی ہیں۔" ضرغام نے مجھے باقی سامان اٹھانے کو کہا پھر اس نے مجھے ہوٹل سے باہر نکالنے کے لیے عقبی راستہ اختیار کیا تھا جہاں ایک سیاہ کار موجود تھی جس میں ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی شخص پہلے سے موجود تھا۔ کار ہمارے بیٹھتے ہی سنسان سڑک پر فراٹے بھرنے لگی۔ ضرغام پچھلی سیٹ پر میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"ہوٹل کے بل ادا نہ کرنے کی صورت میں کیا میرے خلاف۔۔۔۔"

"آپ کے خلاف نہیں۔" ضرغام نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "جو بھی کارروائی ہوگی وہ مراکشی باشندے زاہد بن عبید کے خلاف ہوگی جس کا اب کوئی وجود نہیں رہ جائے گا۔"

ضرغام نے چونکہ ایک معقول دلیل پیش کی تھی اس لیے میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

✤

ایک تھکا دینے والے طویل سفر کے بعد میں نے اپنے ملکی ائرپورٹ پر قدم رکھا تو میرے دل کی کیفیت ہی کچھ اور تھی چونکہ میں نے احمد علی کو اپنے پہنچنے کا وقت اور فلائیٹ نمبر وغیرہ سے آگاہ نہیں کیا تھا اس لیے میرے لیے کوئی گاڑی نہیں آئی تھی۔ میں نے ائرپورٹ سے نکل کر ٹیکسی پکڑی اور پہلے سیدھا گھر گیا اس وقت میں اپنے اصلی حلیے میں تھا۔

گھر پر اس وقت امی موجود تھیں جو میرے اچانک پہنچ جانے پر ایک لمحے کو بہت خوش ہوئیں پھر ان کی پلکوں کے گوشے نمناک ہونے لگے۔

"پریشان نہ ہوں امی حضور، اب تو میں آگیا ہوں۔" میں نے ماں کے سینے سے لپٹ کر کہا تو ایک عجیب طمانیت کا احساس ہوا۔ اپنے وطن کی مٹی کی بوباس اور ماں کی آغوش کی گرمی کی لذت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

امی والد صاحب کے لیے شام کا کھانا لے جانے کی خاطر آئی تھیں۔ میں نے جلدی جلدی غسل کر کے لباس تبدیل کیا اور امی کے ساتھ ہی ہسپتال کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس وقت شام کے کوئی ساڑھے چھ کا عمل تھا۔

"خدا نے بڑا رحم کیا ہمارے حال پر۔" امی نے راستے میں مجھے والد صاحب کی کیفیت سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "دل کا دورہ زیادہ شدید نہیں تھا پھر بھی اس کی اطلاع ملتے ہی میری تو جیسے جان ہی نکل گئی تھی۔ تمہارے نہ ہونے کی وجہ زیادہ سے پریشانی تھی۔"

"اب کیسی طبیعت ہے ڈیڈی کی؟"

"بارہ گھنٹے تک انتہائی نگہداشت کے یونٹ (I.C.U) میں رکھنے کے بعد آج صبح ہی پرائیویٹ روم میں منتقل کیا گیا ہے۔" امی نے جواب دیا۔ "ڈاکٹروں نے اطمینان دلا دیا ہے کہ اب حالت خطرے سے باہر ہے لیکن ابھی کچھ دنوں تک انہیں ہسپتال میں ہی رہنا پڑے گا۔"

"اچھا ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "جو دیکھ بھال اور طبی امداد فوری طور پر ہسپتال میں مل سکتی ہے وہ گھر پر نہیں مل سکتی اور پھر اس طرح ڈیڈی کو آرام بھی مل جائے گا۔"

"بڑی مشکلوں سے تمہارے باپ نے صرف دو روز تک ہسپتال میں رہنے کی ہامی بھری ہے ورنہ وہ تو آج ہی میرے ساتھ آنے پر آمادہ تھے جبکہ ڈاکٹر انہیں کم از کم ایک ہفتہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں۔ میں ڈیڈی کو سمجھاؤں گا۔"

"جب سے ہوش میں آئے ہیں تمہیں کئی بار پوچھ چکے ہیں۔"

"مجھے علم ہے۔ کل رات احمد علی نے فون پر بتایا تھا۔"

ہسپتال میں جس وقت میں والد صاحب کے پاس پہنچا تو مجھے دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر وہی مخصوص مسکراہٹ ابھر آئی جو ان کی طبیعت کا خاصہ تھی شاید وہ دل کے دورے کو بھی کوئی اہمیت نہیں دے رہے تھے۔ میں قدم بڑھاتا ان کے بستر کے قریب پہنچا تو بڑی خوش آواز میں بولے۔

"اچھا ہوا تم آگئے۔ کل ایک ضروری ٹینڈر بھرا ہے جس کی تفصیل تمہیں دانش بتا دے گا۔ ریٹ بھرتے وقت عقلمندی سے کام لینا۔ اس ٹینڈر کے مل جانے کی صورت میں ہمیں لاکھوں کا فائدہ ہوگا۔"

"جہنم میں گیا فائدہ۔" امی نے جل بھن کر کہا۔ "مجھے آپ کی فکر کھائے دے رہی ہے اور آپ لاکھوں کے فائدے کی سوچ رہے ہیں۔"

"تم ہی سمجھاؤ اپنی ماں کو۔" والد صاحب نے مسکراتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "ڈاکٹروں کے کہنے پر بلاوجہ مجھے اس کمرے میں قید کر رکھا ہے۔"

"ڈاکٹروں نے آپ کو کچھ دنوں کے لیے آرام کا مشورہ دیا ہے۔" میں نے والد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بڑے پیار سے کہا۔ "اور اب تو میں آگیا ہوں۔ آپ کو کسی بات کی فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے اپنے سے زیادہ تمہاری اور تمہاری ماں کی فکر لاحق ہے۔" والد صاحب نے معنی خیز انداز میں امی کو کن انکھیوں سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "دل کمزور ہو جائے تو اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے اور یہاں صورت حال یہ ہے کہ ہر آدھے گھنٹے بعد ایک سے ایک خوبصورت نرسیں اور لیڈی ڈاکٹر آتی رہتی ہیں۔ اگر اس عمر میں قدم بہک گئے تو تم دونوں ہی کو شکایت ہوگی۔"

"آپ میری فکر نہ کریں۔" امی نے جلدی سے کہا۔ "اگر کوئی ڈاکٹر یا نرس پسند آگئی ہے تو مجھے بتائیں، میں بڑے ڈاکٹر

سے کہہ کر اس کی مستقل ڈیوٹی لگوائے دیتی ہوں تاکہ آپ کا دل بہلتا رہے۔"

"اور اگر دل کچھ زیادہ ہی بہل گیا تو؟"

"مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" ماں نے ایک خالص مشرقی عورت کی طرح جواب دیا۔ "آپ صحت مند رہیں' مجھے اس کے عوض آپ کی ہر شرط منظور ہے۔"

"شہباز بیٹے! تم گواہ رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری ماں اپنی بات سے مکر جائیں۔"

مجھے خوشی تھی کہ والد صاحب بالکل صحت مند انسانوں کی طرح ہنس بول رہے تھے۔ دل پر جو غبار تھا وہ چھٹ گیا اس کے بعد میں ڈاکٹر سے ملا جو والد صاحب کو اٹینڈ کر رہا تھا۔ اس نے بھی مجھے یہی بتایا کہ دل کا دورہ زیادہ شدید نہیں تھا اور ایک ہفتے کے بعد انہیں ہسپتال [illegible] نی مل جائے گی۔

م [illegible] ل کر واپس والد صاحب کی طرف جا رہا تھا کہ عابد وا[illegible] ور ٹونی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ مجھے انہیں دیکھ کر مسرت ہوئی۔ وہ میرے وفادار ساتھی تھے۔ میں نے انہیں ملازم کی حیثیت سے کبھی ٹریٹ نہیں کیا تھا۔ وہ بھی دفتر کا سارا کام دل جمعی سے کرتے تھے۔ میں نے انہیں ان کے شعبے میں پورا اختیار دے رکھا تھا۔ ان سے کسی قسم کی پوچھ گچھ یا باز پرس نہیں کی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ نہایت دیانتداری اور پوری لگن سے اپنا اپنا کام کرتے تھے۔ ٹونی کو دیکھ کر میرے ذہن میں ماضی کی کچھ تلخ یادیں تازہ ہو گئیں۔ وہ میرا سب سے جانثار آدمی تھا۔ میری ہی حمایت کی خاطر میرے دشمنوں نے اسے سیدھے ہاتھ سے محروم کر دیا تھا لیکن وہ اب بھی پوری تندہی سے اپنا کام سرانجام دیتا تھا۔

میں خاصی دیر تک ان سب کی خیریت دریافت کرتا رہا۔ وہ مجھے میری غیر حاضری میں دفتری کارکردگی کے بارے میں بتاتے رہے۔ میں نے واسٹی سے اس ٹینڈر کے بارے میں پوچھا جس کا ذکر والد صاحب نے کیا تھا۔

"آپ مطمئن رہیں سر۔" واسٹی بڑے پُراعتماد لہجے میں بولا۔ "حالانکہ جے شنکر کمپنی والے بھی اس کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن ٹینڈر یقینی طور پر ہماری ہی فرم کو ملے گا۔"

"جے شنکر کمپنی۔" میں نے سوالیہ نظروں سے واسٹی کو دیکھا۔ جے شنکر کے نام سے شنکر کا پُراسرار اور منحوس وجود میرے ذہن میں ابھر آیا تھا۔

"زنجن لال کی موت کے بعد اس کا ادارہ بالکل ہی ٹھپ ہو گیا ہے۔" واسٹی بولا۔ "لیکن جے شنکر کمپنی کے وجود میں آنے کے بعد ہمیں پھر مقابلے کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے۔"

"اس کمپنی کا مالک کون ہے؟" میں نے اپنی معلومات کی خاطر دریافت کیا۔

"شنکر ناتھ پانڈے۔" واسٹی نے جواب دیا۔ "پہلے یہ ماڈرن کمپنی کے نام سے آئرن اینڈ اسٹیل کا کام کرتا تھا لیکن زنجن لال کے بعد اب اس نے جے شنکر کمپنی کے نام سے کنسٹرکشن کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔"

"کیسا آدمی ہے؟"

"میں اس سے صرف ایک بار ملا تھا۔ ہماری ملاقات ایک ٹینڈر ہی کے سلسلے میں گورنمنٹ کے دفتر میں ہوئی تھی۔ بظاہر ملنسار اور بااصول شخصیت کا مالک نظر آتا ہے۔ اندر کا حال خدا ہی بہتر جانے۔"

"آپ کو موجودہ ٹینڈر کے ملنے کا یقین کس طرح ہے؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں بتاتا ہوں جناب۔" عابد نے کہا۔ "جس پروجیکٹ کے لیے ٹینڈر کال کیا گیا ہے وہاں کے محکمے کے اکثر افراد سے میری ملاقات ہے۔"

"آئی سی لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ جے شنکر کمپنی والے ہمارے مقابلے میں کم ریٹ دیں۔"

"ہم اپنا ریٹ سب سے آخر میں داخل کریں گے سر۔" عابد نے کہا۔ "اس سے پہلے ہمیں جے شنکر کمپنی کا ریٹ معلوم ہو جائے گا۔"

"ڈیڈی کی خواہش ہے کہ یہ ٹینڈر ہماری کمپنی کے حق میں کھلے۔"

"ایسا ہی ہوگا باس۔" اس بار ماسٹر ٹونی نے کہا۔ "جب تک آپ کا یہ خادم موجود ہے کوئی اور کمپنی نادر کنسٹرکشن کمپنی سے سبقت نہیں لے جا سکے گی۔"

کچھ دیر بعد واسٹی اور عابد والد صاحب کی طبیعت دریافت کر کے چلے گئے لیکن ماسٹر ٹونی ابھی تک موجود تھا۔ میں نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا کوئی بات ایسی ضرور تھی جو ٹونی کی زبان تک آتے آتے رک رہی تھی۔ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ابھی تک وہ شاید اس کا فیصلہ نہ کر سکا تھا کہ وہ بات مجھ سے کہے یا نہ کہے۔

"ٹونی۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔ "تم نے میری خاطر جو اذیت برداشت کی ہے اور قربانی دی ہے اسے میں تمام زندگی یاد رکھوں گا۔"

"میں آپ کا نمک حلال ہوں جناب۔ آپ نے اس وقت میرے سر پر ہاتھ رکھا تھا جب مجھے دوسری کمپنی سے ایک جھوٹے الزام کی خاطر برطرف کر دیا گیا تھا۔" وہ جذباتی ہونے لگا۔ "آپ میرے محسن ہیں۔ آپ کی خاطر ماسٹر ٹونی اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔" میں نے اسے سراہتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن زنجن لال کی موت کے بعد اب ہمارا راستہ

صاف ہو گیا۔ وہ پُراسرار قوتیں جو ہمارے خلاف برسرپیکار تھیں وہ بھی ایک ایک کر کے جہنم واصل ہو چکی ہیں۔"

"میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں باس۔" ٹونی نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کس سلسلے میں؟"

"آپ کے ڈیڈی کے سلسلے میں۔" ٹونی نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "اگر آپ میری بات مانیں تو کسی بزرگ سے کوئی تعویذ لے کر بڑے سرکار کے ہاتھ پر ضرور باندھ دیں۔"

"کیا مطلب؟" میں ٹونی کے مشورے پر چونکا۔

"گاڈ از گریٹ سر۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کی مرضی سے ہوتا ہے لیکن آدمی اگر پری کاشن (PRECAUTION) کے طور پر اپنی حفاظت کا بندوبست کرلے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" میں نے مضطرب لہجے میں ٹونی کو وضاحت طلب نگاہوں سے دیکھا۔

"کل رات میں نے ایک ڈریم (خواب) دیکھا تھا باس۔ جیسے کسی نے بڑے سرکار کی ڈمی (DUMMY) بنا کر ان کے دل کے مقام پر کچھ بڑی بڑی کیلیں ٹھوک کر اسے کسی پرانے گریو یارڈ (قبرستان) میں دفن کر دیا ہے۔" ماسٹر ٹونی نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "خدا کرے یہ سب کچھ میرا وہم ہو لیکن ٹونی کا دل کل رات سے بہت ڈسٹرب ہے۔"

"تم نے اچھا کیا جو مجھے اپنے خواب سے آگاہ کر دیا لیکن پریشان مت ہو۔ خدا جو کرے گا بہتر ہی کرے گا۔" میں نے ٹونی کا شکریہ ادا کر کے اسے رخصت کیا پھر والد صاحب کے کمرے میں آ گیا جہاں واقعی ایک صحت مند اور خوبصورت نرس انہیں انجکشن لگانے میں مصروف تھی اور والد صاحب میری امی کو دیکھ کر عجیب انداز میں زیر لب مسکرا رہے تھے۔

اس رات میں والد صاحب کے پاس رہا اور امی کو گھر بھیج دیا۔ ڈاکٹر اور نرسیں بڑی پابندی سے اپنی ڈیوٹیاں انجام دے رہے تھے۔ رات کو اس ہارٹ اسپیشلسٹ نے بھی راؤنڈ لیا والد صاحب جس کے زیر علاج تھے۔ اس نے تفصیلی معائنے کے بعد ایک بار پھر مکمل اطمینان کا اظہار کیا۔ ساڑھے دس بجے رات تک میں والد صاحب کے قریب بیٹھا رہا۔ انہیں ضروری دوا کھلا کر نائٹ بلب روشن کیا اور دیگر تمام لائٹس آف کر کے اپنے بستر پر آ گیا۔ میں تھکا تھکا ہوا تھا میں نے سونے کی کوشش کی لیکن نہ جانے کیوں ماسٹر ٹونی کے جملے میرے دماغ میں بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

دوسرے روز میں دفتر گیا تو عجیب سا لگا۔ خاصی مدت کے بعد اپنے آفس میں داخل ہوتے ہوئے میری کیفیت کسی ایسے ہی ہرن جیسی تھی جو بڑے دنوں بعد اپنی ڈار سے مل کر مسرور ہو رہا ہو۔ دفتر میں میرے آنے کی اطلاع مجھ سے پہلے پہنچ گئی تھی۔ اسٹاف کا ایک ایک ممبر باری باری مجھ سے ملنے کے لیے آ رہا تھا۔ ان کے اندر خلوص تھا' پیار تھا' ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے' سب سے آخر میں میری سکریٹری اور اسٹینو مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ وہ کسی شگفتہ اور تروتازہ پھول کے مانند کھلی کھلی نظر آ رہی تھی۔

عارفہ میری پُراعتماد ورکر تھی۔ وہ خوبصورت تھی' حسین تھی۔ شروع شروع میں جب اس نے پہلی بار میرے دفتر میں قدم رکھا تھا تو وہ کسی فاختہ کے مانند سہمی سہمی نظر آتی تھی لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کے خدشات دور ہو گئے اور اعتماد بحال ہوتا گیا۔ نیلم کے ساتھ میرے برتاؤ کو دیکھ کر وہ مجھ سے اور زیادہ قریب ہو گئی تھی۔

"اور سناؤ عارفہ۔" میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے شکوہ کیا۔ "تم سب سے آخر میں ملنے آئیں۔ کیا تمہیں میری واپسی کی خوشی نہیں ہوئی؟"

"مجھے زیادہ خوشی ہوئی تھی سر اسی لیے میں دیر سے آئی تاکہ آپ سے دیر تک باتیں کر سکوں۔" اس نے بے تکلفی سے کہا پھر پوچھا۔ "نیلم کیسی ہے' ندیم صاحب کے ساتھ خوش تو ہے؟"

"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ خوش تو ہے۔"

"کیا بات ہے سر؟" عارفہ سنجیدہ ہو گئی۔ "خدانخواستہ کہیں۔۔۔"

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔" میں نے وضاحت کی۔ "وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت خوش ہیں۔ بڑے اچھے اور بے تکلف دوستوں کی طرح لیکن ندیم جس راستے کا مسافر ہے اس میں قدم قدم پر خطرات ہیں۔"

"اس کے باوجود انہوں نے نیلم کو تحفظ دے کر بڑا مستحسن قدم اٹھایا ہے۔" عارفہ نے دبی زبان میں نیلم کے ماضی کی سمت ایک ہلکا سا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہی کیا کم ہے وہ ابھی تک اپنی ٹہنی پر مہک رہی ہے۔ اسے شاخ سے توڑا نہیں گیا اور آپ۔۔۔ آپ نے تو ایسی مثال قائم کی ہے جو خواب لگتی ہے۔ اس دور میں آپ جیسے لوگ بھلا کہاں ہوتے ہیں جو کسی کو پامال کرنے کے بجائے اسے بہن جیسے مقدس رشتے سے نواز کر اس کا واحد سہارا بن جائیں۔"

"نہیں نہ۔۔۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "مجھے شرمندہ مت کرو۔ میں نے جو کچھ کیا وہ اپنا فرض سمجھ کر کیا اور فرض کے راستے پر چلتے ہوئے انسان ہمیشہ ثابت قدم رہتا ہے۔ اس کے ذہن میں کوئی کراہت نہیں پیدا ہوتی۔ انسانیت تو ہر دور میں کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوتی ہے۔ آج اسی کا فقدان ضرور

ہے لیکن تم یک جنبشِ زباں انسانیت جیسے مقدس لفظ کو حرفِ غلط کی طرح مٹا تو نہیں سکتیں۔"

"آپ بہت عظیم ہیں سر۔" اس کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔

"تم نے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں۔" میں نے جلدی سے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "میرے بعد۔ میرا مطلب ہے کہ میرے کچھ دنوں کے لیے چلے جانے کے بعد تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

"دفتری اوقات میں پرسنل باتیں زیب نہیں دیتیں ورنہ ایک جملہ ضرور کہتی۔"

"کہہ ڈالو ورنہ تمہیں نہ جانے کب تک انتظار کرنا پڑے۔"

"مجھے ایک بھائی کا پیار اور پرخلوص محبت پہلے حاصل تھی۔" وہ اظہار تشکر کے طور پر نظریں جھکا کر بولی۔ "آپ کے چلے جانے کے بعد ایک باپ کا پیار اور شفقت بھرا سایہ بھی مل گیا۔"

"بہت خوب۔" میں نے اسے چھیڑا۔ "اب تو تمہاری عقل داڑھ بھی نکلنے لگی ہے۔ اب شاید مجھے تمہارا بھی کوئی بندوبست کرنا پڑے گا۔"

وہ چھوئی موئی کے کسی نرم اور معصوم پودے کے مانند اپنے وجود کی پاکیزگی میں سمٹ گئی۔ اس کے چہرے پر شفق کے دھنک رنگ بکھر گئے۔ میں نے اس خوبصورت منظر کو دل کے شفاف آئینے میں محفوظ کرلیا پھر واثق ایک فائل لیے داخل ہوا تو عارفہ آہستہ سے اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی باہر چلی گئی۔

"سر یہ ہے وہ فائل جو نئے ٹینڈر سے متعلق ہے۔" واثق نے مجھے مختصر تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "ایک نظر آپ بھی دیکھ لیں تو بہتر ہوگا۔ ہمیں آج دوپہر تین بجے تک اس کا ٹینڈر داخل کرنا ہے۔"

"جب آپ اور والد صاحب اسے دیکھ چکے ہیں تو پھر میرے دیکھنے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔" میں نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "البتہ والد صاحب کی خواہش کے مطابق یہ ٹینڈر ہماری ہی کمپنی کے نام کھلنا چاہیے۔"

"عابد صاحب اسی سلسلے میں گئے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ دو بجے تک وہ اپنے ذرائع اور تعلقات استعمال کرنے کے بعد وہ ریٹ معلوم کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے جو جے شنکر کمپنی والے دیں گے۔ میں نے باقی تمام تفصیلات کی خانہ پری کرلی ہے صرف ریٹ بھر کر ٹینڈر داخل کرنے کا کام باقی رہ گیا ہے۔"

"گڈ۔" میں نے یوں ہی سرسری طور پر فائل میں لگے ہوئے کاغذات کو الٹ پلٹ کر دیکھا پھر کچھ سوچ کر پوچھا۔ "آپ کے خیال میں یہ شنکر ناتھ پانڈے کس قسم کا آدمی ہے؟"

"میری براہ راست کبھی ملاقات نہیں ہوئی ہے لیکن سنا ہے کہ بااصول آدمی ہے لیکن۔۔۔" واثق کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا؟" میں نے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات بغور جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہوسکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن میں محسوس کررہا ہوں کہ ادھر کچھ دنوں سے وہ ہمارے ساتھ باقاعدہ مقابلہ کرنے کی ٹھان چکا ہے۔"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اپنی کمپنی کی ساکھ قائم کرنے کے لیے انسان کو اپنے ہم عصروں کے ساتھ مقابلہ تو بہرحال کرنا پڑتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "جو آگے بڑھنے کی جدوجہد نہیں کرتے وہ ہمیشہ پیچھے ہی رہ جاتے ہیں۔"

"جے شنکر کمپنی میں نرنجن لال کا ایک پرانا ملازم بھی کام کر رہا ہے۔ میری اس کی زیادہ دوستی تو نہیں لیکن اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے۔" واثق نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایک بار اس نے کہا تھا کہ شنکر ناتھ پانڈے نے کاروبار میں پوری طرح قدم جمانے کے بعد نرنجن لال کی بربادی کا حساب چکتا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، ممکن ہے یہ بات اس نے اپنی طرف سے کی ہو مگر میں نے آپ کو بتانا فرض سمجھا اسی لیے ذکر کردیا۔"

"آپ نے اچھا کیا جو یہ بات میرے کان میں ڈال دی۔"

واثق کے جانے کے بعد میں دوسری فائلوں کے مطالعے میں مصروف ہوگیا۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے عارفہ نے مجھے انٹرکام پر اطلاع دی کہ کوئی خاتون مجھ سے فون پر بات کرنے کی خواہش مند ہیں۔

"کیا نام ہے ان کا؟"

"میں نے دریافت کیا تھا سر لیکن جواب یہی ملا کہ وہ براہ راست آپ سے کوئی اہم بات کرنا چاہتی ہیں۔"

"کام کی نوعیت کیا ہے؟"

"اس سلسلے میں بھی وہ صرف آپ کو بتانا پسند کریں گی۔" عارفہ کے لہجے میں بیزاری تھی۔

"ٹھیک ہے۔ لائن ڈائریکٹ کردیں۔" میں نے سرسری انداز میں جواب دیا پھر فون کا ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو۔ شہباز اسپیکنگ۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ میری نظریں اس وقت بھی ایک فائل پر جمی ہوئی تھیں۔

"میں کومل ورما بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے ایک مترنم آواز ابھری۔ "شنکر ناتھ پانڈے کی لیڈی سیکریٹری۔"

شنکر ناتھ پانڈے کا نام سن کر میں نے فائل بند کردی۔

"مجھے شنکر ناتھ پانڈے جی سے گفتگو کرکے یقیناً خوشی ہوگی۔" میں نے کاروباری اخلاق کا مظاہرہ کیا۔

"وہ اس وقت سیٹ پر نہیں ہیں لیکن جاتے جاتے آپ کے نام ایک ضروری پیغام چھوڑ گئے ہیں۔"

"فرمایئے۔"

"آج تین بجے جو ٹینڈر طلب کیا گیا ہے آپ اس میں حصہ لینے کی کوشش نہ کریں۔" اس بار خشک لہجے میں کہا گیا۔ "اسی میں آپ کی بہتری ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تیور بدل کر جواب دیا۔ "کیا شنکر ناتھ پانڈے جی براہ راست اس سلسلے میں مجھ سے اپنی خواہش کا اظہار نہیں کرسکتے تھے۔"

"اس کا جواب وہی دے سکتے ہیں۔ میں کیول اتنا جانتی ہوں کہ اگر آپ نے باس کی آگیا کا پالن نہ کیا تو آپ کو سارا جیون پچھتانا پڑے گا۔" اس بار نفرت سے جواب دیا گیا تھا پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کردیا گیا۔

اس پیغام نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں کرسی پر بیٹھا پیچ و تاب کھاتا رہا پھر میں نے انٹرکام اٹھا کر عارفہ سے دریافت کیا۔ "کیا آپ جے شنکر کمپنی کے مالک کی لیڈی سیکریٹری کے نام سے واقف ہیں۔"

"جی ہاں۔ کومل ورما۔" عارفہ نے جواب دیا۔ "اس کے نام کا علم بھی مجھے ماسٹر ٹونی کے ذریعے ہوا تھا۔"

"کیا ڈیڑھ گھنٹے کی موجودگی میں بھی کومل ورما یا شنکر ناتھ پانڈے کا کوئی فون آیا تھا۔"

"جی نہیں۔ کم از کم میرے علم میں نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "آپ کومل ورما سے دوبارہ میری بات کرائیں۔"

دو منٹ بعد ہی کومل ورما کی آواز مجھے دوبارہ فون پر سنائی دی۔ اس کا لہجہ اس بار بھی مترنم ہی تھا۔

"فرمایئے۔ میں آپ کی کیا سیوا کرسکتی ہوں؟"

"کیا میں دریافت کرسکتا ہوں کہ آپ نے میرے جواب کا انتظار کیے بغیر لائن ڈسکنکٹ کیوں کردی تھی؟" میں نے خشک آواز میں پوچھا۔

"میں نے۔۔۔۔۔" دوسری جانب سے تعجب کا اظہار کیا گیا۔ "میں نے تو آپ کو کوئی فون نہیں کیا تھا۔"

"لیکن میں آپ کی آواز پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کررہا ہوں۔"

"آپ کو اوش کوئی دھوکا ہوا ہے سر۔" کومل ورما نے نرم آواز میں جواب دیا۔ "ہوسکتا ہے کہ کسی اور لڑکی نے آپ کے ساتھ مذاق کیا ہو۔"

"کیا شنکر ناتھ پانڈے جی اس وقت اپنے آفس میں موجود ہیں؟" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔

"یس سر۔" ایک بار پھر کومل ورما نے بڑے مہذب انداز میں کہا۔ "کیا آپ باس سے بات کرنا پسند کریں گے؟"

"پلیز۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ کومل ورما کی آواز کو پہچاننے میں مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی۔ مجھے اس بات پر بھی تعجب ہوا کہ پہلے اس نے کہا تھا کہ شنکر ناتھ پانڈے دفتر میں موجود نہیں ہیں جبکہ اب اس کا جواب اس کے برعکس تھا۔ میں نے اسی وجہ سے براہ راست صاحب معاملہ سے بات کرنے کی خواہش کا اظہار کردیا تھا۔ عام حالات میں شاید میں گفتگو میں پہل کرنے سے گریز ہی کرتا لیکن اس وقت میں اس معمے کو حل کرنا چاہتا تھا جو کومل ورما کے متضاد رویے سے پیدا ہوگیا تھا۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے ایک مردانہ آواز ابھری۔ "شنکر ناتھ پانڈے۔"

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔ شہباز انٹرپرائز اور ٹاور کنسٹرکشن کے دفتر سے۔" میں نے سنجیدگی سے اپنا تعارف کرایا۔

"مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے سیوک کو یاد کیا۔" شنکر ناتھ پانڈے نے کہا۔ "میں نے سنا تھا کہ آپ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس کب لوٹے؟"

"کل ہی آیا ہوں۔"

"آپ کے پتاجی کی طبیعت اب کیسی ہے؟" اس بار بھی بڑے منکسار انداز میں جواب ملا۔ "میں تو چاہتا ہوں کہ حاضر نہیں ہوسکا۔ پرنتو آج شام کو اوش حاضری دوں گا۔ اسی بہانے آپ کے درشن بھی ہوجائیں گے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہمارے ذاتی اور کاروباری دونوں تعلقات دوستی کی بنیادوں پر استوار رہیں۔" میں نے اسے

ٹوہ لینے کی خاطر کہا۔ "اسی خاطر میں نے آپ کو فون کیا تھا۔"

"بڑی کرپا ہے آپ کی۔"

"پانڈے جی۔" میں نے دوستانہ انداز میں اسے آزمانا چاہا۔ "میں نے سنا ہے کہ آپ ہر قیمت پر نینڈر کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جو آج شام چھ بجے کھلنے والا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے حق میں دست بردار ہو سکتا ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں شہباز صاحب۔" پانڈے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں بھلا ایسا کیوں چاہوں گا کہ آپ اس ٹینڈر سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں' آپ کے علاوہ بھی کئی کمپنیاں اس دوڑ میں حصہ لے رہی ہیں۔ میں کس کس کو روکوں گا۔ بھگوان کی اچھا (مرضی' اختیار) پر ہوتی ہے۔ آپ سے کسی نے غلط بات کہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی تیسری پارٹی اس طرح ہم دونوں کے درمیان مس انڈر اسٹینڈنگ پیدا کر کے اپنا کام نکالنا چاہتی ہو۔"

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو۔" میں نے اسی کی کہی ہوئی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "شام کو تو ملاقات ہو رہی ہے نا۔"

"آف کورس۔"

شنکر ناتھ پانڈے سے گفتگو ہو جانے کے بعد میری الجھن میں کمی کے بجائے اور اضافہ ہو گیا۔ اس نے کاروباری انداز میں جو بات کی تھی وہ اپنی جگہ غلط نہیں تھی۔ اس کی بات یا لب ولہجے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی تھی کہ وہ ہماری کمپنی کے ساتھ بگاڑ کرنا چاہتا ہو۔ اس کا رویہ بھی درست ہی تھا لیکن کومل ورما کی شخصیت میرے لیے کسی لاینحل معمے سے کم نہیں تھی۔ مجھے پورا یقین تھا کہ اس کی آواز کو پہچاننے میں میں نے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔

کیا کومل ورما دہری شخصیت کی مالک تھی یا اس کی پشت پر کوئی پراسرار قوت کام کر رہی تھی؟ وہ پراسرار قوت کس کی ہو سکتی تھی؟ میرے ذہن میں متعدد خیالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میں بڑی دیر تک اس سلسلے میں اپنے خیال میں مستغرق رہا پھر میں نے ٹونی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی' مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ مل سکے گا۔ زیادہ تر وہ مختلف سائٹس کی دیکھ بھال کے فرض کی ادائیگی میں مشغول رہتا تھا' دفتری کام وہ سائٹ کا کام ختم ہونے کے بعد کرتا تھا۔ میرے یہاں اوور ٹائم کا کوئی دستور نہیں تھا۔ میں اس بات سے واقف تھا کہ خواہ کوئی مشینری ہو یا گوشت پوست کا آدمی اس کے کام کی قوت ایک مخصوص وقت تک ممکن ہوتی ہے اس کے بعد اگر اسے آرام نہ ملے تو وہ ٹھپ ہو جاتی ہے لیکن ماسٹر ٹونی کا مسئلہ اور تھا۔ وہ دیر تک کام کرتا تھا لیکن براہ راست اس نے مجھ سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ مجھے اس کی محنت اور کارکردگی کا علم دوسروں کے ذریعے ہوا تھا چنانچہ میں نے اس کی تنخواہ میں معقول اضافہ کر دیا تھا۔ میں نے اس وقت کچھ سوچ سمجھ کر ہی ماسٹر ٹونی سے رابطہ قائم کیا تو فون پر اس کی آواز سن کر مجھے ایک نامعلوم سی خوشی کا احساس بھی ہوا تھا۔

"کیا تم آج سائٹ پر نہیں گئے؟"

"نہیں باس' میں نے اپنے ماتحتوں کو ضروری ہدایت صبح ہی دے دی تھی۔"

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"طبیعت ان کی خراب ہوتی ہے باس جو اپنی طرف سے ہر وقت زیادہ فکرمند رہتے ہیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں نے ایسی کوئی علت نہیں پالی جس کی وجہ سے مجھے بلاوجہ اپنے ذہن پر زور دینا پڑے اور پھر اس سے فائدہ بھی کیا ہو گا۔" ماسٹر ٹونی نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ "گاڈ از گریٹ باس۔ ہم تو صرف کٹھ پتلی ہیں جسے وہ اپنے اشاروں پر نچاتا رہتا ہے۔ جب اس کا دل کسی سے بھر جاتا ہے تو وہ اس کی ڈوری توڑ دیتا ہے اور زندگی کا کھیل ختم ہو جاتا ہے۔ وہی لائف اینڈ ڈیتھ کا مالک ہے۔ ہمارے فکرمند ہونے سے کیا ہوتا ہے۔"

"میں نے تمہیں اس وقت ایک خاص مقصد کے لیے فون کیا ہے۔"

"آپ حکم دیں باس۔" ٹونی نے بڑے عزم کے ساتھ جواب دیا۔

"میں تم سے شنکر ناتھ پانڈے کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کس ٹائپ کا آدمی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کیا نرنجن لال کی طرح وہ بھی کاروباری معاملات میں زندگی اور موت کی حد تک آگے بڑھ سکتا ہے؟"

"کسی نے آپ کو غلط اطلاع دی ہے باس۔ میں شنکر پانڈے کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ ایک با اصول بزنس مین ہے۔ رہا پروفیشنل جیلسی کا معاملہ تو شاید وہ دنیا کے ہر بزنس میں ہوتی ہے۔" ٹونی نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "بہرحال وہ نرنجن لال کی طرح کینہ خصلت نہیں ہے۔ زمین اور آسمان کا فرق ہے ان دونوں میں۔"

"کردار کے معاملے میں اس کا کیا ٹائپ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میری اطلاع کے مطابق وہ زیادہ شوقین مزاج نہیں ہے لیکن معاف کرنا باس' من پسند ڈش سامنے ہو تو اچھے اچھوں کی رال ٹپک جاتی ہے۔"

"کومل ورما کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"اچھے فیگر کی مالک ہے۔" ٹونی نے جواب دیا۔ "بغیر میک اپ کے بھی چند سم کی جا سکتی ہے۔ بے شنکر کمپنی جوائن کرنے سے پہلے وہ ایک کاٹن مل کی مصنوعات کے لیے ماڈلنگ کیا کرتی

تھی۔"

"شنکر پانڈے اور کومل ورما کے تعلقات کس ٹائپ کے ہیں؟" میں نے کہا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اسے اتنے اختیارات حاصل ہیں کہ وہ شنکر پانڈے کا نام استعمال کرتے ہوئے کسی کاروباری معاملات میں مداخلت یا دھونس دھڑلے سے کام لے سکے؟"

"بات کیا ہے باس؟" ٹونی نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا اس نے کوئی ایسی حرکت کرنے کی ہمت کی ہے؟"

"نہیں۔ میں صرف اپنی معلومات کی خاطر دریافت کر رہا ہوں۔"

"آپ باس ہیں اگر ماسٹر ٹونی کو ڈارک میں رکھنا چاہتے ہیں تو میں اس کی وجہ پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ آج دفتر آتے ہی آپ کو خاص طور پر کومل ورما کے بارے میں اتنی معلومات حاصل کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔" اس بار ماسٹر ٹونی کے لہجے میں ہلکے سے شکوے کی آمیزش تھی پھر اس نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "شنکر پانڈے ہر کاروباری آدمی کی طرح اپنے اسٹاف کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کام کرنے والوں کی قدر بھی کرتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ کاروباری معاملات میں کسی کی بے جا مداخلت کو پسند نہیں کرتا۔"

جواب میں' میں نے ایک لمحے کو تامل کیا پھر کومل ورما کے فون اور اس سے دوبارہ ہونے والی گفتگو کے بارے میں ماسٹر ٹونی کو پوری تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس خیال سے کہیں تمہارے اندر میری باتوں سے کوئی ٹوٹ پھوٹ نہ شروع ہو جائے میں نے تمہیں اصل بات بتا دی لیکن ایک بات کا سختی سے خیال رکھنا ان باتوں کا علم فی الحال کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔"

"ٹونی کے بلڈ میں کوئی ہیچ نہیں ہے باس۔ آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔" ٹونی نے اس بار بھی جذباتی انداز میں جواب دیا پھر بولا۔ "آپ نے اچھا کیا جو مجھے تفصیل سے آگاہ کر دیا۔ اب میں اپنے ذرائع سے معلوم کر لوں گا کہ یہ کومل ورما کتنے پانی میں ہے۔"

ٹونی سے رابطہ ختم کر کے میں دوبارہ اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ ٹھیک دو بجے عابد اور وارثی میرے کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں وہی ٹینڈر والی فائل تھی۔ میں عابد کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی سمجھ گیا تھا کہ اسے اپنے ارادے میں کسی مایوسی سے دوچار نہیں ہونا پڑا ہے پھر بھی میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "اور سنائیے۔ مسٹر عابد کیا رہا تمہاری بھاگ دوڑ کا نتیجہ؟"

"کام بن گیا ہے سر۔" وہ آہستگی سے بولا۔ "ٹینڈر سربمہر

ہوتے ہیں لیکن جوڑ توڑ سے ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔ بے شک کمیٹی نے ہو رہے بھرے ہیں مجھے اس کا علم ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر وارثی۔ اب آپ مسٹر عابد کے ساتھ بیٹھ کر ٹینڈر کی باقی خانہ پری بھی کر لیں۔ ریٹ طے کرنے کے سلسلے میں آپ کو میری طرف سے پوری پوری اجازت ہے لیکن ٹینڈر ہمارے ہی نام کھلنا چاہیے۔" میں نے آخری جملہ ذاتی انا کو بھی درمیان میں لاتے ہوئے کہا۔ "اب یہ میری بھی خواہش ہے۔"

"ایسا ہی ہو گا۔" وارثی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ٹینڈر ٹھیک چھ بجے کھلے گا اور ہم فوری طور پر حسب توقع آپ کو خوشخبری ہی سنائیں گے۔"

"میں اس وقت ہسپتال میں ڈیڈی کے پاس ہوں گا۔"

"اوکے سر۔"

ساڑھے چار بجے آفس سے اٹھ کر میں گھر گیا۔ نہا دھو کر لباس تبدیل کیا پھر ہسپتال پہنچ گیا۔ ڈیڈی کی حالت اب پہلے کے مقابلے میں زیادہ بہتر نظر آ رہی تھی۔ وہ شاید اپنی خود اعتمادی کی وجہ سے تیزی سے ریکور کر رہے تھے۔ جس وقت میں ان کے پاس پہنچا اس وقت ڈی ایس پی سراج بھی وہاں پہلے سے موجود تھا۔

"ہیلو مسٹر شہباز۔" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا۔ "آپ کب واپس آئے؟"

"کل شام واپسی ہوئی ہے۔"

"کیا لندن میں آپ کا کام مکمل ہو گیا یا پھر جانے کا ارادہ ہے؟" سراج نے دریافت کیا۔

"فی الحال یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" میں نے گول مول جواب دیا۔ "ممکن ہے دوبارہ جانا پڑ جائے۔ حالات پر منحصر ہے۔"

اسی وقت وہ ڈاکٹر بھی آگیا جو ڈیڈی کا علاج کر رہا تھا۔ رسمی ہیلو ہیلو کرنے کے بعد اس نے بڑی پیشہ ورانہ سنجیدگی سے والد صاحب کا تفصیلی چیک اپ کیا پھر بڑے پر اعتماد لہجے میں بولا۔

"میرا خیال ہے کہ اب انھیں صرف ایک دو دن آرام کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد انھیں گھر جانے کی اجازت ہوگی لیکن اس شرط پر کہ گھر جانے کے بعد بھی یہ کم از کم دو ہفتے مکمل طور پر بیڈ ریسٹ کریں گے۔"

میری والدہ چونکہ پردے کی دوسری سمت تھیں اس لیے جب میں انھیں خوشخبری سنانے کے لیے گیا تو ان کی آنکھوں میں مسرتوں کے موتی پہلے ہی جھلک جھلک کر رہے تھے۔

"سب اس کا کرم ہے۔" امی نے مجھے دیکھ کر دعا کے لیے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "دلوں کے بھید اس کے سوا کوئی نہیں جان سکتا لیکن یہ میرا ایمان ہے کہ وہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔"

میں امی سے بات کرنے کے بعد سراج کو لے کر کمرے سے باہر آگیا۔

"نرنجن لال کے بارے میں تو شاید آپ کو لندن پہنچتے ہی اطلاع مل گئی ہوگی۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ میں اس کی نگاہوں میں تجسس دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک فرض شناس اور دیانتدار پولیس آفیسر تھا اس لیے کسی معاملے کی چھان بین میں اپنے اور پرائے کی تمیز کرنے کا عادی نہیں تھا۔

"اچھا کاروباری وہی کہلاتا ہے جو حالات سے پوری طرح باخبر ہو۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"مسز ندیم کیا ابھی تک لندن ہی میں ہیں؟"

"جی ہاں۔ ان کے ہنی مون کی معیاد ابھی پوری نہیں ہوئی۔ کچھ ذاتی مسئلے درپیش ہیں۔ ہو سکتا ہے اسے واپسی میں دیر لگ جائے۔"

میری نظر بار بار گھڑی کی طرف اٹھ رہی تھی۔ اس وقت شام کے پونے چھ بجے تھے اور اگر میری گھڑی غلط نہیں تھی تو پندرہ منٹ بعد اس ٹینڈر کا فیصلہ ہونے والا تھا جس نے نہ جانے کیوں مجھے مضطرب کر رکھا تھا۔ میں ابھی سراج سے گفتگو میں مصروف تھا کہ شنکر ناتھ پانڈے آگیا۔ اس نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ دوستانہ انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"میں اس سے پہلے آپ کے پتا کی طبیعت کی جانکاری کے لیے نہیں آسکا اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔" اس کے لہجے میں بھی خلوص کا عنصر شامل تھا۔ مجھے اس کے بارے میں میرے کارندوں نے جو اطلاع فراہم کی تھی وہ اس پر پورا اترتا تھا۔ اس میں تصنع یا بناوٹ برائے نام بھی نہیں تھا۔ ٹھہرے ٹھہرے انداز میں بڑے پر اعتماد لہجے میں باتیں کرنے کا عادی تھا۔ خاصا خوش پوش اور طرحدار آدمی نظر آتا تھا۔ سراج کچھ دیر رکنے کے بعد اجازت لے کر چلا گیا۔ میں شنکر ناتھ پانڈے کے ساتھ ویٹنگ روم میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ ایک خوبصورت سی لڑکی کمرے میں داخل ہوئی اور تیزی سے قریب آکر شنکر ناتھ پانڈے سے مخاطب ہوئی۔

"سوری سر۔۔۔۔۔"

"کوئی بات نہیں۔ کاروبار میں اونچ نیچ اور جیت ہار نہ ہو تو مزہ نہیں آتا۔" پانڈے نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے لڑکی سے کہا پھر اس سے میرا تعارف کرانے لگا۔ "مسٹر شہباز یہ ہیں میری لیڈی سکریٹری مس کومل ورما۔۔۔ اور مس کومل۔۔۔ یہ ہیں ہمارے مترمسٹر شہباز' شہباز انٹرپرائز اور ناور کنسٹرکشن کے مالک' کل ہی لندن سے واپس آئے ہیں۔"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی سر۔" کومل ورما نے بڑے اخلاق سے کہا۔

"تھینکس۔" میں نے کومل ورما کو غور سے دیکھا۔ ماسٹر فونی نے لفظوں میں اس کے بارے میں جو کچھ بیان کیا تھا وہ بالکل ویسی ہی تھی۔ لیڈی سکریٹری کے فرائض انجام دینے کے باوجود وہ اب بھی اپنے رکھ رکھاؤ سے ماڈل گرل ہی نظر آتی تھی۔ پبلک ریلیشنگ کے اعتبار سے وہ یقیناً ایک کامیاب سکریٹری ہوگی۔ پہلی نظر میں کومل ورما کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہیں کر سکا لیکن ایک بات میں بڑے یقین سے کہہ سکتا تھا کہ فون پر سننے والی آوازوں اور اس آواز میں ذرہ برابر بھی کوئی فرق نہیں تھا جو میں اس وقت سن رہا تھا۔

مجھ سے مخاطب ہونے کے بعد کومل ورما نے شاید نگاہوں' نگاہوں میں بے شنکر پانڈے سے کچھ کہا تھا جس کا اندازہ مجھے فوراً ہی ہو گیا۔ "میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں مسٹر شہباز۔" پانڈے نے مجھ سے کہا۔ "آپ آج جس ٹینڈر کی بات مجھ سے کر رہے تھے وہ آپ ہی کی فرم کے نام کھلا ہے۔ ویسے بائی دی وے۔ کیا آپ مجھے اس شخص کا شبھ نام بتانا پسند کریں گے جس نے اس ٹینڈر کے سلسلے میں آپ کو میرے بارے میں ایک غلط خبر پہنچائی تھی۔"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں تھا پانڈے جی۔" میں نے اس کے سوال کے جواب سے گریز کرتے ہوئے کہا۔ "وہ یقیناً کسی تیسری پارٹی کی شرارت تھی جو ہمارے درمیان رنجش پیدا کر کے اپنا کام بنانا چاہتی تھی۔" میں نے اپنے جملے کے اختتام کے بعد ایک بار پھر کن انکھیوں سے کومل ورما کے چہرے پر ظاہر آنے والے تاثرات کا جائزہ لیا لیکن وہاں مجھے کوئی ایسی علامت نظر نہیں آئی جس کی بنا پر میں اس فون کال کو اس کی ذات سے منسوب کر سکتا جس کے ذریعے مجھے اس ٹینڈر کی دوڑ سے الگ رہنے کو کہا گیا تھا اور انکار کی صورت میں زندگی بھر پچھتانے کی دھمکی دی گئی تھی۔

"میں اب اجازت چاہوں گا مسٹر شہباز۔" پانڈے نے اٹھتے ہوئے کہا پھر بڑی گرمجوشی سے رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "امید ہے اب ہماری ملاقات ہوتی رہے گی۔"

"کیوں نہیں۔" میں نے بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ "اگر میں آپ کے کسی کام آسکا تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔"

"دھنیہ واد (شکریہ) مسٹر شہباز۔" جواب میں پانڈے نے سنجیدگی سے کہا پھر کومل ورما کے ساتھ ویٹنگ روم سے باہر چلا گیا۔

اس رات والد صاحب کی طبیعت خاصی بہتر تھی ٹینڈر ملنے کی خوشخبری سن کر ان کا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔ پانڈے کے جانے کے بعد مجھے دانش اور عابد سے اطلاع مل چکی تھی کہ ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی۔ رات تقریباً ساڑھے نو بجے تک میں والد صاحب کے قریب کرسی پر بیٹھا باتیں کرتا رہا پھر نرس نے آکر انھیں آخری خوراک دی تو میں نے نائٹ بلب روشن کر کے حسب معمول دیگر تمام لائٹس آف کر دیں اور اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ اس روز بھی میں نے سونے سے پیشتر کمرے کو اندر سے لاک کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی اس لیے کہ میرے سو جانے کی صورت میں والد صاحب کو کال بیل کے ذریعے کسی اٹینڈنٹ کو بلانے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

*

رات کے تقریباً دو بجے تھے جب ایک نرس نے مجھے جگا کر اطلاع دی کہ میرے لیے کوئی کال آئی ہے۔ میں نے اٹھ کر والد صاحب کو دیکھا وہ پر سکون نیند سو رہے تھے۔ میں آواز پیدا کیے بغیر قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر آیا اور کاؤنٹر کی جانب قدم بڑھانے لگا جہاں نائٹ ڈیوٹی اسٹاف موجود تھا۔ فون کالز اسی کاؤنٹر پر ریسیو کی جاتی تھیں پھر مطلوبہ آدمی کو بلا لیا جاتا تھا۔ میرے ذہن میں صرف یہی ایک خیال تھا کہ وہ کال امی نے والد صاحب کی خیریت دریافت کرنے کے لیے یا کسی اور ضروری نوعیت کے کام کے لیے کی ہوگی۔

"ہیلو ۔۔۔" میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"میں کومل ورما بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے کومل ورما کی مانوس آواز سنائی دی۔

"کوئی خاص بات؟" میں نے قدرے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ رات کے دو بجے آپ کی نیند ڈسٹرب ہوئی۔"

"کیا آپ نے صرف یہی کہنے کی خاطر مجھے ڈسٹرب کیا ہے۔" میں اس کے جواب پر تلملا اٹھا۔

"نہیں۔ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ آپ نے میرے منع کرنے کے باوجود اپنا ٹینڈر داخل کر کے اچھا نہیں کیا۔" اس نے سپاٹ اور خشک آواز میں کہا۔ "میں نے آپ سے کہا تھا مسٹر شہباز کہ اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو آپ کو سارا جیون پچھتانا پڑے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو خود کو ظاہر کر رہی ہو۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "ویسے تم یقیناً کوئی کامیاب اداکارہ ضرور ہو جو کومل ورما کی آواز کی بڑی مہارت سے نقل کر رہی ہو۔"

"تمہارا خیال غلط ہے۔" اس بار آپ کے بجائے تم کہہ کر مخاطب کیا گیا۔ "میں کومل ورما ہی بول رہی ہوں اور تمہیں ایک بری خبر سنانا چاہتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم میرا وقت برباد کر رہی ہو۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔

"فون بند نہ کرنا مسٹر شہباز۔ میری بات غور سے سنو۔ تم نے اور تمہارے دوست نے مل کر نرنجن لال کے ساتھ جو بھیانک کھیل کھیلا تھا اب اس کے جواب دینے کا سمے آگیا ہے۔" کومل ورما کی آواز میں کرختگی بڑھتی جا رہی تھی۔ "نرنجن لال سے میرا کیا سمبندھ تھا یا ہے۔ میں تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی لیکن اب نرنجن لال کے بدلے میں تمہیں اپنے پتا کی لاش کو اپنے کاندھوں پر اٹھانا پڑے گا۔"

"شٹ اپ۔" میں اتنی زور سے چیخا کہ کاؤنٹر کی دوسری جانب موجود نائٹ اسٹاف بھی چونک کر میری جانب دیکھنے لگا۔

"تم شاید کومل ورما کی بات کو مذاق سمجھ رہے ہو لیکن کمرے میں واپس جا کر اپنی نظروں سے دیکھ لو کہ تمہارے پتا اس سمے زندگی اور موت کی آخری جنگ لڑ رہے ہیں اور وجے (جیت) موت کی ہوگی۔"

میں نے غصے سے فون بند کر دیا پھر تقریباً دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ والد صاحب اپنے بستر کے بجائے نیچے فرش پر پڑے بری طرح تڑپ رہے تھے۔ ان کے منہ سے گاڑھا گاڑھا خون فوارے کی طرح ابل رہا تھا۔ میرے دل کی اس وقت کیا کیفیت تھی یہ میں ہی بہتر جانتا ہوں۔ ایک دو منٹ کے اندر اندر وہ سب کچھ کیسے ہو گیا یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن یہ وقت ان باتوں کو سمجھنے یا سمجھانے کا نہیں تھا۔

میں پاگلوں کی طرح ڈاکٹر کو بلانے کے ارادے سے باہر کی جانب لپکا تھا۔

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور

میں ڈاکٹر کو بلا کر لایا تو وہ بھی ایک لمحے کو والد صاحب کی کیفیت دیکھ کر ششدر رہ گیا' شاید اسے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آ رہا تھا' وہ ششدر کھڑا تھا' والد صاحب کے جسم میں بظاہر اب کسی قسم کی حرکت نظر نہیں آ رہی تھی۔

"ڈاکٹر۔۔۔" میں نے اس کا بازو تھام کر غصے سے جھنجھوڑا۔ "میں یہاں تمہیں تماشا دیکھنے کے لیے نہیں لایا ہوں۔"

ڈاکٹر نے تیزی سے بڑھ کر والد صاحب کا معائنہ کیا' ان کی نبض دیکھی' کانوں سے آلہ لگا کر دل کی دھڑکن سننے کی ناکام کوشش کی پھر مایوس ہو کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"آئی ایم سوری مسٹر شہباز۔"

میں اس کے لہجے ہی سے سمجھ گیا تھا کہ باپ کا سایہ میرے سر سے اٹھ چکا تھا' موت کا کوئی وقت' کوئی دن' کوئی لمحہ انسانوں کو کبھی اس وقت نہیں معلوم ہوتا جو گھڑی متعین کر دی جاتی ہے وہ اٹل ہوتی ہے' اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی' زندگی خدا کی امانت ہے وہ جب چاہے اسے واپس لے لیتا ہے' اس پر کسی کا زور' کسی کا بس نہیں چلتا' موت جس انداز میں لوح محفوظ پر رقم کر دی جاتی ہے' اسی طرح واقع ہوتی ہے لیکن میرے ذہن میں اس وقت کچھ اور ہی طوفان اٹھ رہا تھا۔

پہلے شنکر ناتھ پانڈے کی لیڈی سیکرٹری کومل ورما نے مجھے ٹینڈر کی دوڑ سے علیحدہ ہونے کے لیے کہا تھا' اس نے کھلے لفظوں سے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اس کا کہا نہ مانا تو مجھے ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے پھر میرے کانوں میں ماسٹر ٹونی کے الفاظ گونجے اس نے اپنے خواب کے پیش نظر مجھے والد صاحب کے ہاتھوں پر کسی بزرگ سے تعویذ لے کر باندھنے کا مشورہ دیا تھا اور اب کومل ورما ہی نے رات کے دو بجے مجھے فون کر کے میرے باپ کی موت کی اطلاع دی تھی اور وہ غلط ثابت نہیں ہوئی تھی۔

جو نرس رات کی ڈیوٹی پر تھی اور جس نے مجھے بلا کر فون پر اطلاع دی تھی وہ بری طرح نروس نظر آ رہی تھی لیکن میں نے اس سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی۔ ڈاکٹر بضد تھا کہ والد کی لاش کا پوسٹ مارٹم کرا کے موت کی وجہ معلوم کی جائے لیکن میں نے اس کے مشورے پر عمل نہیں کیا۔ اس سے فائدہ بھی کیا تھا' پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کوئی کہانی تو سنا سکتی تھی لیکن مرنے والے کو نئی زندگی نہیں عطا کر سکتی' میں نے فون کر کے اپنے ملازم احمد علی کو حالات کی اطلاع دی پھر ایک گھنٹے بعد کاغذات کی خانہ پری کر کے ایمبولینس کے ذریعے والد صاحب کی لاش لے کر گھر پہنچا تو وہاں پہلے ہی سے کہرام مچا ہوا تھا' میری ماں اپنی بیوگی کے غم سے پچھاڑیں کھا رہی تھی' محلے کی عورتیں اسے صبر کی تلقین کر رہی تھیں۔ آس پڑوس کے لوگ اکا دکا کر کے جمع ہو رہے تھے۔ وہ بھی مجھے گلے لگا کر افسوس کا اظہار کر رہے تھے کہ موت کا

...کچھ عجیب ہوتا ہے' ہر شخص مرنے والے کے قریبی ...وں سے گلے مل کر اپنے غم کا اظہار کرتا ہے پھر جب ...باری آتی ہے اور وہ مرے اسے صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ ...ازل سے قائم ہے اور ابد تک قائم رہے گی۔

...یں نے والد صاحب کی تجہیز و تکفین میں دیر نہیں لگائی' ...ظہر کے وقت ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مٹی کے ...ے کر دیا گیا' گھر واپس آیا تو میں ماں کو پچھاڑے کھاتا دیکھ کر ...ے آنسو بھی ضبط نہ کر سکا' تادیر ماں کو اپنی چھاتی سے لگا کر ...رہا لیکن یہ آنسو صرف غم کی ترجمانی تو کر سکتے ہیں لیکن اس ...کو پر نہیں کر سکتے جو مرنے والا چھوڑ جاتا ہے۔ صرف وقت کا ...رہم آہستہ آہستہ زخموں پر کھرنڈ جماتا ہے لیکن یہ محض عارضی ...مل ہوتا ہے' سالہا سال گزرنے کے بعد بھی جب ان زخموں کو ...ٹھیس لگتی ہے تو وہ پھر سے تازے ہو جاتے ہیں۔

والد کی رسومات میں میرے محلے کے افراد پیش پیش رہے تھے' وہ سب میرے غم میں برابر کے شریک تھے' میری طرح وہ بھی یہی محسوس کر رہے تھے کہ ان کے سروں سے بھی ایک شفیق بزرگ کا سایہ ہمیشہ کے لیے اٹھ چکا ہے۔

دس روز بعد میں نے دوبارہ دفتر میں قدم رکھا تو زخموں پر آنے والا کھرنڈ ایک بار پھر اکھڑ گیا' میرے سارے ساتھی میری غمگساری کر رہے تھے' ایک ایک کر کے اپنے اپنے انداز میں مجھے تسلی دے رہے تھے' میں اس روز کوئی کام نہیں کر سکا' میں نے والد کی موت کے سلسلے میں والدہ کو کچھ نہیں بتایا تھا لیکن میرے اپنے ذہن میں گرم ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے' جب نرنجن لال زندہ تھا اس وقت بھی میرے کچھ دوست پراسرار قوتوں کے ہاتھوں شکار ہوئے اور اب میرے والد صاحب بھی کسی پراسرار طاقت ہی کا نشانہ بنے تھے اور میں یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ پراسرار قوت کس کی ہے جس نے ایک بار پھر میرے سکون کو درہم برہم کر دیا تھا؟

خدیجہ کو والد صاحب کی موت کی اطلاع مل چکی تھی' اس نے مجھے تعزیت کے ساتھ ساتھ فون پر یہ بھی کہا تھا کہ وہ فوری طور پر نعیم کے ساتھ واپس آ رہا ہے لیکن میں نے اسے منع کر دیا تھا' میرا خیال تھا کہ میں ماں کو ساتھ لے کر کچھ دنوں کے لیے لندن یا کسی اور پرفضا مقام پر چلا جاؤں گا تاکہ ان کا کچھ غم غلط ہو سکے لیکن قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔

گیارہویں روز میں نے دفتر پہنچ کر سب سے پہلے ماسٹر ٹونی کو طلب کیا' وہ میرا سب سے جاں نثار آدمی تھا' میری ہی وجہ سے اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہو گیا تھا لیکن مجھے علم تھا کہ وہ اب بھی میرے بہت کام آ سکتا تھا۔ میں ابھی ٹونی کا انتظار کر رہا تھا کہ کومل ورما کا فون آ گیا۔

کومل ورما کا نام سنتے ہی میرے اندر جیسے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے لیکن اب میں یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ اس کے وجود کے اندر کوئی ایسی پراسرار قوت بھی موجود تھی جس سے ابھی تک وہ بھی ناواقف تھی۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ شنکر ناتھ پانڈے نے بھی والد صاحب کی تمام رسومات میں حصہ لیا تھا۔

"ہیلو۔۔۔" میں نے ریسیور اٹھا کر سنجیدگی سے کہا۔

"میں کومل ورما بول رہی ہوں سر۔" اس کی مانوس اور مترنم آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "مسٹر پانڈے آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" پھر شنکر پانڈے کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر شہباز۔" مجھے آپ کے پتا کی موت کا بہت دکھ پہنچا ہے' وہ بڑے نیک اور ملنسار آدمی تھے' مجھے وشواس ہے کہ بھگوان انہیں سورگ میں جگہ دے گا۔"

"شکریہ پانڈے جی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"کہیے۔"

"بھگوان کو جو منظور ہوتا ہے وہ اوش پورا ہوتا ہے۔" شنکر پانڈے کا لہجہ بے حد نرم تھا' منش کو وہی جیون دان کرتا ہے اور جب اس کی اچھا (خواہش) ہوتی ہے تو وہ اس کی آتما کو دوبارہ آکاش پر واپس بلا لیتا ہے' منش بڑا لاچار اور بے بس ہے' وہ مرنے والے کو زمین کی گود یا چتا کی آگ میں رکھنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہے' پرنتو منش کا دارو (علاج) بھی ہوتا ہے' میں آپ کے پتا سمان ہوں اگر کبھی میری ضرورت پیش آئے تو میں ہمیشہ تن' من' دھن سے آپ کی سہائتا کرنے کو تیار ہوں۔"

"میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں پانڈے جی۔" اس بار میں نے شنکر پانڈے کے لہجے میں چھپے خلوص کو محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر مجھے کوئی ضرورت ہوئی تو میں سب سے پہلے آپ ہی کو زحمت دوں گا۔"

"میں آپ سے ایک بنتی اور کروں گا۔"

"فرمایئے۔"

"کیا آپ مجھے اس دشٹ کا نام بتانا پسند کریں گے جس نے ٹینڈر کے سلسلے میں ہمارے اور آپ کے درمیان ایک دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"میں اسے نہیں جانتا۔" میں نے اپنی زبان پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "جس نے فون پر مجھے دھمکی دی تھی۔"

"کبھی اگر آپ کو اس کے سلسلے میں کوئی جان کاری ہو تو مجھے ضرور بتایئے گا۔"

"میرا خیال ہے وہ اب مجھے دوبارہ فون نہیں کرے گا۔" اس بار میں نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "شاید اس لیے کہ اس نے مجھے جو دھمکی دی تھی وہ پوری ہو چکی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔۔۔۔" پانڈے کی آواز سے حیرت کا اظہار ہوا تھا۔

"اس نے کہا تھا کہ اگر میں نے نینڈر میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو مجھے تمام زندگی پچھتانا پڑے گا۔ شاید اس کا اشارہ میرے والد کی موت ہی سے تھا۔"

"کیا ایسا ہو سکتا ہے؟" پانڈے نے تعجب سے پوچھا۔

"ایسا ہو چکا ہے پانڈے جی۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟" پانڈے نے پھر حیرت کا اظہار کیا۔ "بھلا منش کیول زبان ہلا کر کسی کو کس طرح ختم کر سکتا ہے۔ پر تو ایک منٹ کیا آپ کے پتا کو قتل تو نہیں کیا گیا؟"

"جی نہیں......"

"پھر...... یہ سب کچھ کس طرح ہوا؟"

"پانڈے جی۔" میں نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اس دھرتی پر اب بھی کچھ کالی اور سفید قوتیں موجود ہیں جو انسان کو پراسرار طور پر موت کا شکار کر دیتی ہیں۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں لیکن......" پانڈے نے ایک لمحے کے توقف سے کہا۔ "کہیں آپ کے من میں میری طرف سے تو کھوٹ نہیں ہے...... میں بھگوان کی سوگند اٹھا کر کہتا ہوں مسٹر شہباز کہ میں ایسی کسی شکتی سے واقف نہیں ہوں۔ آپ اگر چاہیں تو میں آپ کو واشوش دلانے کے کارن اپنی کنسٹرکشن کا کام بند بھی کر سکتا ہوں۔"

"مجھے آپ کی ذات پر پورا یقین ہے پانڈے صاحب۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ کوئی پراسرار قوت میرے خلاف پھر سر اٹھانے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"کیا مطلب...... کیا پہلے بھی کبھی ایسا ہو چکا ہے؟" پانڈے کے لب و لہجے سے حیرت اور تعجب کے ملے جلے تاثرات خارج تھے۔

"جی ہاں......" میں سپاٹ آواز میں بولا۔ "نرنجن لال کی زندگی میں کئی بار ایسا ہو چکا ہے۔"

"لیکن......"

"آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔" میں نے پانڈے کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "میں بڑا کھرا اور صاف گو واقع ہوا ہوں۔ جس دن مجھے آپ کی ذات پر شک ہوا اس روز میں آپ پر اپنے شبہے کا اظہار کرنے میں کسی جھجک یا ہچکچاہٹ سے کام نہیں لوں گا۔"

پھر میں نے فون بند کر دیا۔ ایک منٹ بعد ہی مسٹر ٹونی کمرے میں داخل ہوا اور میرا اشارہ پا کر میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ میرا ذہن ابھی تک شنکر پانڈے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ پانڈے میرے والد کی موت کا براہ راست ذمے دار نہیں۔ البتہ کومل ورما کی شخصیت میرے لیے ابھی تک ایک معمائی ہوئی تھی پھر کسی خیال کے تحت میں نے تیزی سے انٹرکام پر واشی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے مجھے بتایا تھا کہ جے شنکر کمپنی میں نرنجن لال کا کوئی پرانا ملازم بھی کام کر رہا ہے، جس نے آپ سے نرنجن لال کی ذات کو جے شنکر پانڈے کے کاروبار سے منسوب کر کے ایک خاص بات کہی تھی۔"

"جی ہاں سر...... میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"کیا وہ بات اس نے براہ راست آپ سے کہی تھی۔"

"جی ہاں۔"

"میں اس کا نام جاننا پسند کروں گا۔"

"پورا نام تو مجھے نہیں معلوم لیکن زیادہ تر لوگ اسے اشوک کے نام سے جانتے ہیں۔"

"میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔"

"کوئی خاص بات ہے سر۔"

"نہیں......" میں نے ریسیور رکھ دیا۔ ٹونی خاموش بیٹھا میری باتوں کو سن رہا تھا، میں نے واشی کے ساتھ اپنی مختصر گفتگو ختم کی تو ٹونی نے بغور میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بات ہے باس۔ آپ کچھ ڈسٹرب دکھائی دے رہے ہیں۔"

"تم اشوک کو جانتے ہو۔" میں نے ٹونی کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"پہلے نرنجن لال کے ساتھ تھا، آج کل جے شنکر کمپنی میں ملازمت کر رہا ہے لیکن۔"

"کیا تم بھی اس سے مل چکے ہو؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"بہت اچھی طرح واقف ہوں۔" ٹونی نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے اس کا پتا درکار ہے۔" میں سپاٹ لہجے میں بولا۔

"کیا میں آپ کے کسی کام آ سکتا ہوں۔" ٹونی کا لہجہ یکلخت معنی خیز ہو گیا۔

"ہاں۔ تمہیں صرف کومل ورما پر نظر رکھنی ہے، مجھے اس کے بارے میں ایک ایک منٹ کی تفصیل درکار ہو گی۔" میں نے کہا۔ "وہ کہاں جاتی ہے، کن لوگوں کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہے اور اس کے دیگر مشاغل کیا ہیں؟"

"مجھے خوشی ہے باس کہ آپ نے ٹونی کو خدمت کا موقع دیا لیکن یہ اشوک۔"

"اس معاملے کو میں بذات خود ہینڈل کروں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"کیا ایک سوال کر سکتا ہوں۔" ٹونی نے مجھے اشوک کے

ایڈریس سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کومل ورما پر کس قسم کا شک کر رہے ہیں۔ میں یہ بات اس لیے دریافت کر رہا ہوں کہ آپ ایک بار پہلے بھی مجھ سے کومل ورما کے بارے میں دریافت کر چکے ہیں۔"

میں نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا، ماسٹر ٹونی کو بغور دیکھتا رہا پھر میں نے اسے اختصار میں لیتے ہوئے کومل ورما سے فون پر تین بار ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا۔

"آئی سی۔" ٹونی کرسی پر پہلو بدل کر بولا۔ "آپ کے حکم کے بموجب میں آج ہی سے کومل ورما کے سائے کی بھی خفیہ طور پر نگرانی شروع کروں گا لیکن......"

"لیکن کیا......" میں نے ٹونی کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے وضاحت چاہی۔

"میں نے اپنی پارسائی کے بارے میں بھی کوئی قسم نہیں کھائی باس۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "میرا ماضی کھلی کتاب کے مانند آپ کے علم میں ہے، یہ اور بات ہے کہ اب میں نے اس پرانے ٹونی کو دفنا دیا ہے لیکن پرانے تجربات کا نچوڑ اب بھی خاص خاص موقعوں پر میری بڑی رہنمائی کرتا ہے، عورتوں کی مختلف ٹائپ کے بارے میں بھی میرا تجربہ خاصا وسیع ہے۔ آپ نے کومل ورما کے بارے میں مجھے جن تفصیلات سے آگاہ کیا ہے وہ اپنی جگہ لیکن میرا دل گواہی نہیں دیتا کہ وہ ایسا کر سکتی ہے۔"

"یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ؟"

"میں نے آپ کو بتایا تھا باس کہ جے شنکر کمپنی کو جوائن کرنے سے پیشتر وہ ماڈلنگ کرتی تھی۔ ماڈلنگ کی پرکشش دنیا میں اس نے بڑا نام بھی پیدا کیا لیکن اس کے خلاف کبھی کوئی اسکینڈل مشہور نہیں ہوا۔" ماسٹر ٹونی نے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "ہو سکتا ہے کوئی خبیث اور پراسرار قوت اس کے وجود کو استعمال کر رہی ہو۔"

"اسی لیے میں نے فی الحال تمہیں اس کی نگرانی پر مامور کیا ہے۔"

ٹونی مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد چلا گیا تو ایک بار پھر میرے ذہن میں متضاد خیالات سر ابھارنے لگے۔ میں جن پراسرار قوتوں سے واقف تھا اب ان میں سے صرف دو میری نگاہوں میں تھیں۔ ایک کاکا اور دوسری لیڈی مکارنس۔ میں خاصی دیر تک ذہنی ورزش کرتا رہا پھر کچھ سوچ کر میں نے دل ہی دل میں کاکا کو متعدد آوازیں دیں لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔

باپ کی موت میرے لیے کوئی ایسا سانحہ نہیں تھی جسے میں آسانی سے فراموش کر دیتا۔ میرے وجود کے اندر ایک طوفان موجزن تھا۔ اگر میرے والد کی موت طبعی حالت میں رونما ہوتی تو شاید میں اسے کاتب تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر صبر کر لیتا لیکن ایسا نہیں تھا، لوگوں کی نگاہوں میں وہ طبعی موت ہی تھی لیکن میں حالات کے پیش نظر ایسا سمجھنے سے قاصر تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے تمام دشمنوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتاروں گا جنہوں نے مجھے باپ کے سائے سے محروم کیا تھا۔

مجھے اس وقت لیڈی مکارنس کی یاد بری طرح آ رہی تھی، وہ اگر موجود ہوتی تو بڑی آسانی سے مجھے میرے باپ کے قاتلوں کے بارے میں مکمل تفصیل سے آگاہ کر سکتی تھی، ایک بار میرے دل میں آیا کہ فون کر کے اس سے مدد کی درخواست کروں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ لیڈی مکارنس کے ذریعے اپنے دشمن کو شکار کرنا ایسا ہی تھا جیسے مچان پر محفوظ رہ کر کوئی شکاری اپنے شکار پر گولی چلاتا ہے، اسے کوئی اندیشہ کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ اسی خیال کے پیش نظر میں نے لیڈی مکارنس کی جانب دست سوال دراز کرنے سے گریز کیا، اس کے ساتھ ہی میں جے شنکر کمپنی کے مشتبہ افراد کو بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہتا تھا، اکثر آنکھیں دھوکا بھی کھا جاتی ہیں، کچھ لوگ جرائم پیشہ ہونے کے باوجود ایسی معصوم شکل بنائے پھرتے ہیں کہ ان کے ظاہر اور باطن میں کوئی فرق نہیں محسوس ہوتا حالانکہ وہ اوپر سے جتنے مخلص اور ملنسار نظر آتے ہیں اندر سے اتنے ہی بھیانک اور خطرناک ہوتے۔

ممکن تھا کہ جے شنکر پانڈے اور کومل ورما کے درمیان کوئی ملی بھگت ہو اور وہ دونوں مل کر مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہوں، اندھیرے میں گھیر کر وہ مجھے شکار کرنا چاہتے ہوں، چنانچہ میں نے ان کی شخصیتوں کو بھی نظرانداز نہیں کیا تھا، ماسٹر ٹونی کو کومل ورما کی نگرانی پر مامور کرنے کے بعد میں نے پانڈے کی شب و روز کی مصروفیات معلوم کرنے کی خاطر عابد کو تعینات کر دیا تھا، البتہ اشوک کا معاملہ میں نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے امکانی پہلو تھے میں

جس پر پوری سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ خاص طور پر کاکا کی پراسرار شخصیت میرے لیے زیادہ توجہ کا باعث بنی ہوئی تھی' میں نے جب بھی اسے آواز دی تھی اس نے مجھے کسی نہ کسی بہانے جواب ضرور دیا تھا لیکن اس بار والد صاحب کی موت کے سلسلے میں اس کی طرف سے مکمل خاموشی طاری تھی۔

"آخر کیوں......؟"

میں شام کو دفتر سے فارغ ہو کر گھر جانے کے لیے اٹھ رہا تھا کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سراج کا فون آ گیا۔

"مسٹر شہباز۔ میں نے ہر ممکنہ زاویے سے ہسپتال میں تعینات آن ڈیوٹی افراد کو کھنگال لیا ہے لیکن ان میں سے کسی پر بھی نادر صاحب کے قاتل ہونے کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"مجھے اس بات کا یقین پہلے ہی سے تھا۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

"کیا مطلب......؟" سراج نے حسب عادت مجھے کریدنے کی کوشش کی۔ "میرا مطلب ہے کہ کیا آپ کا شبہ باہر کے کسی آدمی پر ہے۔"

"فی الحال میں اس کا کوئی حتمی جواب دینے سے قاصر ہوں۔" میں نے ازراہ تفنن کہا۔ "ویسے ایک بات قابل غور ضرور ہے کہ میرے واپس آتے ہی موت اور زندگی کے درمیان آنکھ مچولی کا کھیل دوبارہ شروع ہو گیا۔"

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "نادر خان صاحب صرف آپ کے والد ہی نہیں' میرے محسن بھی تھے' مرحوم نے زندگی کے ہر موڑ پر میری مدد کی تھی' آج میں جو کچھ ہوں ان ہی کوششوں کی وجہ سے ہوں' ان کے بغیر مجھے بھی اپنی زندگی میں ایک خلا محسوس ہو رہا ہے۔"

"شکریہ مسٹر سراج۔"

"اگر میں قاتلوں یا مشکوک افراد کے سلسلے میں آپ کے کسی کام آ سکوں تو یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہو گی۔"

"ایک بار پھر شکریہ۔ اگر مجھے ضرورت پیش آئی تو میں آپ کو بلاتکلف زحمت دوں گا۔" میں نے بڑی گمبھیر سنجیدگی سے کہا پھر دوسری طرف سے جواب کا انتظار کیے بغیر ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا!

☆☆☆

تین روز بعد شام کو سات بجے کے قریب میں کریم ولا کی تیسری منزل پر واقع نو نمبر کے فلیٹ کے سامنے موجود تھا' اس وقت میں ٹریک سوٹ میں تھا' ریڈی میڈ میک اپ کے بعد میرے چہرے میں اتنی تبدیلیاں ہو چکی تھیں کہ شاید میرا کوئی قریبی دوست بھی مجھے نہیں پہچان سکتا تھا' میک اپ کرنے کا فن میں نے لندن میں قیام کے دوران راجو سے سیکھا تھا جو حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک تھا۔

تین روز کی مختصر مدت کے باوجود میں نے اشوک کے بارے میں خاصی معلومات کر لی تھیں' وہ گزشتہ دو ماہ سے جے شنکر کمپنی میں سائٹ سپروائزر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا' اس کی عمر بتیس سال تھی' شادی ہوئے چار سال ہو چکے تھے لیکن ابھی تک اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی' کام کا آدمی ہونے کے باوجود وہ خاصا رنگین مزاج بھی واقع ہوا تھا' وہ دو تین مقامی کلب کا ممبر بھی تھا' تمبولا بڑے ذوق و شوق سے کھیلتا تھا' صنف نازک کے لیے اس کے اندر خاصی کشش موجود تھی اس لیے کئی لڑکیوں کے ساتھ اس کی خاصی دوستی تھی' جے شنکر کمپنی میں ملازمت کے مختصر عرصے میں اس نے کومل ورما کے ساتھ بھی کسی حد تک بے تکلفی پیدا کر لی تھی۔ آٹھ بجے دفتر سے فارغ ہونے کے بعد وہ سیدھا گھر آتا تھا پھر نہا دھو کر اور لباس تبدیل کر کے نکل جاتا تھا' دوبارہ اس کی واپسی رات گئے ہی ہوتی تھی لیکن ہفتے میں دوبارہ وہ دفتری کام کے بعد صرف گھر تک محدود رہتا تھا' شاید اس لیے کہ اس کی بیوی جس کا نام شیتل تھا اس کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہ کر سکے۔ میری معلومات کے مطابق شیتل کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے تھا اور اشوک سے اس کی لو میرج ہوئی تھی۔

تیسری منزل پر کل تین فلیٹس تھے' میں نے ایک لمحے کے توقف کے بعد مطلوبہ فلیٹ کی کال بیل دبا دی' میرا آٹو میٹک اس وقت بھی میرے پاس موجود تھا' پہلی گھنٹی کی آواز مجھے واضح طور پر سنائی دی تھی لیکن اس کا کوئی رد عمل نہیں ہوا' چند منٹ انتظار کے بعد میں نے گھنٹی کو پہلے کی نسبت زور سے دبا دیا' اس بار مجھے مایوسی نہیں ہوئی' اندر سے بولٹ کھلنے کی آواز سنائی دی اس کے بعد جو شکل مجھے نظر آئی وہ حسینوں کے زمرے میں شمار کی جا سکتی تھی' خلاف توقع ایک اجنبی کو ٹریک سوٹ میں اپنے فلیٹ کے دروازے پر کھڑا دیکھ کر اسے حیرت سی ہوئی تھی۔

"کس سے ملنا ہے آپ کو۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"کیا اشوک گھر پر ہے؟" میں نے اس طرح بے تکلفی کا مظاہرہ کیا جیسے میں اشوک کو ایک عرصے سے جانتا ہوں' میں نے جان بوجھ کر اپنی آواز میں بھی تھوڑی تبدیلی پیدا کر لی تھی۔

"نہیں' وہ ابھی آفس سے نہیں آئے لیکن۔"

"میرا نام کرن کمار ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "اشوک نے مجھ سے ساڑھے چھ بجے ملنے کو کہا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن......"

میں نے اس بار بھی اس کے خوب صورت چہرے پر الجھن کے تاثرات دیکھے تھے' یہ ایک قدرتی امر تھا اس لیے کہ وہ پہلی بار مجھے دیکھ رہی تھی۔

"کیا میں کچھ دیر انتظار کر سکتا ہوں؟" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ ایسا کریں۔ کچھ دیر بعد آ جائیں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے جب تک اشوک بھی آ جائیں۔"

پھر اس نے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اس کو موقع نہیں دیا' ہوتے کو دروازے کے بیچ پیدا ہونے والی خلا میں پھنسا کر میں نے جھٹکا دیا اور دوسرے ہی لمحے میں فلیٹ کے اندر تھا' یہ سب [illegible] اتنی جلدی اور اس کی توقع کے خلاف ہوا تھا کہ اسے سنبھلنے کا موقع نہیں مل سکا' میری قوت کے سامنے اس کی دفاعی کوشش کارگر نہیں ہو سکی تھی' وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہو گئی اور اب مجھے خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"گھبراؤ نہیں۔" میں نے اس کے حسین چہرے کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا دشمن نہیں ہوں لیکن اگر تم نے شور مچانے کی کوشش کی تو پھر مجھے یقیناً تمہیں خاموش کرنے کے لیے کوئی سخت قدم اٹھانا پڑے گا۔"

وہ بد ستور گنگ سی رہی' صورت شکل کے علاوہ اس کے اندر سیکس اپیل کا بھی کوئی فقدان نہیں تھا' میرے اندازے کے مطابق اس کی عمر اٹھائیس تیئیس سال سے زیادہ نہیں رہی ہو گی' جسمانی اعتبار سے بھی وہ اس قابل تھی کہ کسی "بیوٹی کانٹیسٹ" (مقابلہ حسن) میں حصہ لے سکتی تھی' اس کے جسم پر ہلکی پلودار آسمانی رنگ کی ساڑھی موجود تھی' تنگ بلاؤز نے اس کے جسمانی نشیب و فراز کو خاصا اجاگر کر دیا تھا' بادامی آنکھیں کسی معصوم پری سے مشابہت رکھتی تھیں۔

"تت۔ تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو تم اشوک کی دھرم پتنی شیتل ہو۔" میں نے جان بوجھ کر ہندی کا ایک لفظ استعمال کیا تاکہ وہ میری اصلیت سے پوری طرح واقف نہ ہو سکے۔

میرے سوال کے جواب میں اس نے محض اثبات میں سر کو خفیف سی جنبش دینے پر اکتفا کیا تھا' وہ بدستور سہمی ہوئی تھی اور کن انکھیوں سے اس طرح ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی جیسے کسی شکاری کی زد میں آیا ہوا کوئی شکار گولی چلنے سے پہلے ہی بھاگ نکلنے کے امکانات پر غور کرتا ہو۔

"مجھ پر وشواس کرو۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "اگر تم نے میرے کہنے پر عمل کیا تو میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"مطلب......" اس بار اس نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"میں تم سے تمہارے پتی (شوہر) کے بارے میں کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا......" اس نے دوبارہ اختصار سے کام لیا۔

"آج اشوک کی واپسی کب تک ہو گی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

"اب آتے ہی ہوں گے۔" اس نے اپنے جھوٹ سے گویا" مجھے کسی آنے والے خطرے سے خوف زدہ کرنے کی کوشش کی۔

"تم اس سے اپنے فلیٹ میں اکیلی ہو یا کوئی اور بھی ہے۔" میں نے جان بوجھ کر اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں دور تک جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"م......میں اکیلی ہوں۔" اس بار شیتل نے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن اگر تم نے کوئی غلط قدم اٹھانے کی کوشش کی تو میں شور مچا کر پاس پڑوس کو بھی اکٹھا کر لوں گی۔"

"تم جو کچھ رہی ہو وہ غلط ہے۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "خوب صورت لڑکیوں کا شکار کرنا تمہارے پتی دیو کا کام ہے۔ میں ذرا مختلف قسم کا آدمی ہوں۔ رہا تمہارے شور مچانے کا سوال تو مجھے وشواس ہے کہ تم ایسا نہیں کرو گی اس

لیے کہ میں جانتا ہوں تمہاری خوب صورت گردن میں جو یہ منگل سوتر پڑا ہے وہ تمہارے اور اشوک کے اس سمبندھ کی نشانی ہے جو شادی کرنے سے پہلے سے تم دونوں کے درمیان قائم تھا۔ تمہاری ضد کی وجہ سے تمہارے ماتا پتا کو تمہارا ہاتھ اشوک کے ہاتھوں میں دینا پڑا تھا ورنہ میری اطلاع کے مطابق وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔"

"کون ہو تم۔۔۔" وہ میری معلومات پر چونک اٹھی۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری جیسی سندر بیوی کے ہونے کے باوجود اشوک آج بھی کئی حسین کنیاؤں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا پھرتا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔۔۔" شیتل کا لہجہ یکلخت تلخ ہو گیا۔

میں نے گھڑی پر نظر ڈالی' اس وقت پونے آٹھ ہو رہے تھے' گویا اشوک کے آنے میں اب صرف دس پندرہ منٹ باقی تھے' شاید شیتل کو بھی اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا اسی لیے اس کے لب ولہجے میں تلخی آ گئی تھی۔

"میری بات دھیان سے سنو شیتل جی۔" میں نے اس بار قدرے درشت انداز میں کہا۔ "اشوک نے درمیان میں آ کر ہم دونوں کا راستہ کھوٹا کر دیا تھا ورنہ آج تم مسز اشوک کے بجائے مسز کرن کمار ہوتیں اس لیے کہ میں ایک عرصے سے تمہیں اپنے من مندر میں بسائے تمہاری پوجا کر رہا ہوں۔" "میں اگر چاہوں تو اس سے بھی تمہارے سندر اور کومل شریر سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہوں۔"

"میں جان دے دوں گی لیکن کوئی پاپ نہیں ہونے دوں گی۔" وہ غصے سے بولی۔

"تم میرا مطلب نہیں سمجھیں۔" میں نے سرد لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی' "تمہارے پتی کے آنے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے' اگر میرے من میں پاپ ہی ہوتا تو شاید اب تک تم اپنا سب کچھ کھو چکی ہوتیں۔" میں اپنا آٹومیٹک نکالتے ہوئے بولا۔ "جب موت اور چتا کی آگ کے شعلے آنکھوں کے سامنے بھڑکتے نظر آنے لگیں تو انسان اپنی زندگی بچانے کی خاطر ہر بات پر رضامند ہو جاتا ہے لیکن میں اس ارادے سے نہیں آیا ہوں۔"

"پھر۔۔۔ تم چاہتے کیا ہو؟" وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔

"صرف اتنا شریمتی جی کہ اشوک کے آنے کے بعد تم یہی ظاہر کرو گی کہ ہم دونوں پرانے پریمی ہیں۔"

"اور اگر میں تمہارا کہا ماننے سے انکار کر دوں تو۔۔۔"

"تو ہو سکتا ہے کہ میں اشوک کو گولی مار کر موت کے گھاٹ اتار دوں۔" میرے لہجے میں سفاکی آ گئی۔

"اور اگر میں نے تمہارا کہا مان لیا تو اشوک میرا گلا گھونٹ کر ختم کر دے گا۔" شیتل نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"سوچ لو۔" میں نے آٹومیٹک کو انگلیوں کے درمیان دو تین چکر دینے کے بعد اس کے دستے پر گرفت جماتے ہوئے کہا۔ "سمے بہت کم ہے اور تمہیں کوئی نہ کوئی آخری فیصلہ کرنا ہے۔ اشوک کی موت یا میرے کہے پر عمل کرنا۔"

"مجھے بدنام کر کے تمہیں کیا ملے گا؟"

"عورت۔ میرے پاس فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔" میں نے کرخت آواز میں جواب دیا۔ "اگر میں یہاں کسی ارادے سے آیا ہوتا تو اب تک کسی طوفان کی طرح تمہاری رت جیسی سندرتا اور کومل شریر کو روند کر گزر چکا ہوتا۔"

وہ کسی سوچ میں پڑ گئی' میرے پاس بھی کوئی واضح پروگرام نہیں تھا' فی الحال میں صرف اشوک کو کسی طرح قابو کر کے اس کے ذریعے ان لوگوں تک پہنچنا چاہتا تھا جو میرے باپ کی موت کے ذمے دار تھے' اس پر اپنا تسلط جمانے کے بعد میں کومل ورما کے بارے میں بہت ساری باتیں معلوم کر سکتا تھا۔ ابھی تک مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ اشوک ہی میرے باپ کا اصل قاتل ہو گا ورنہ میں کوئی لمبا راستہ اختیار کرنے کے بجائے اس کی زندگی کے چراغ کو گل کرنے کی خاطر اور بھی بہت سارے شارٹ کٹ اختیار کر سکتا تھا۔ اشوک کی شخصیت نے اس لیے میری نگاہوں میں اہمیت حاصل کر لی تھی کہ وہ اپنی موجودہ ملازمت سے پہلے کئی برسوں تک میرے کاروباری دشمن نرنجن لال کے ساتھ کام کر چکا تھا' اس کے علاوہ واسنی کے بیان کے مطابق اشوک نے کہا تھا کہ کنسٹرکشن کے کام میں قدم جمانے کے بعد شنکر پانڈے نے نرنجن لال کی بربادی کا حساب چکتا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں اشوک سے یہ بات بھی دریافت کرنا چاہتا تھا اسے شنکر پانڈے کے ارادے کا علم کس طرح ہوا تھا۔

میں اور شیتل دونوں ہی اپنے اپنے خیالات میں مستغرق تھے کہ کال بیل کی آواز ابھری اور ایک ساتھ ہی ہمارے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا' میں نے برق رفتاری سے لپک کر آٹومیٹک کی نال شیتل کی پشت سے لگائی پھر سرسراتے لہجے میں بولا۔

"خبردار۔۔۔ کسی حماقت کی کوشش نہ کرنا ورنہ اشوک کے ساتھ تم بھی کام آ جاؤ گی۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا' چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی دروازے کے قریب گئی اور اس کی چٹخنی کھول دی' میں بدستور ٹریگر پر انگلی رکھے پوری طرح محتاط تھا' شاید شیتل کو بھی اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ میں نے اسے جو دھمکی دی تھی اس پر عمل کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا اس لیے اس نے کوئی چالاکی دکھانے کی حماقت نہیں کی' دروازہ کھول کر وہ ایک طرف ہو گئی' اشوک بڑے اطمینان سے اندر داخل ہوا اور میں نے ایک بار پھر پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دروازے کو دوبارہ بند

کر دیا۔

"آئی وارن یو مسٹر اشوک۔" میں نے اشوک کو بڑے خونخوار لہجے میں مخاطب کیا۔ "اگر تم نے کسی حماقت کا مظاہرہ کیا تو میں تمہارا جسم چھلنی کر دوں گا۔"

اشوک نے بوکھلاہٹ میں دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر دیے' اس کی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ شیتل ہم دونوں کے درمیان کھڑی تھی۔

"ہاتھ۔ نیچے گرا لو مسٹر اشوک' میں کوئی پولیس آفیسر نہیں ہوں۔"

"میں تم سے بنتی کرتا ہوں کہ ہمیں گولی مت مارنا۔" اشوک نے خوف سے تھرتھراتے ہوئے کہا۔ "تم یہاں سے جو چاہے لے جا سکتے ہو لیکن تمہیں اس فلیٹ میں چند ہزار روپے اور کچھ زیورات کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔"

"تم شاید اپنی سندر بیوی کو بھول رہے ہو جو کسی بلینک بیرر چیک کی حیثیت رکھتی ہے۔" میں نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر تم درمیان میں نہ آئے ہوتے تو شیتل اس وقت میری دھرم پتنی ہوتی۔"

"تم۔۔۔۔"

"تمہاری پتنی کا بہت پرانا متر ہوں' وشواس نہیں آتا تو شیتل سے معلوم کر لو۔"

جواب میں اشوک نے شیتل کو دیکھا' اسی لمحے میں نے آٹومیٹک کا دباؤ شیتل کی کمر پر بڑھا دیا' یہ ایک طرح کا اشارہ تھا جسے شیتل نے سمجھنے میں غلطی نہیں کی' ہونٹ کاٹتے ہوئے مردہ لہجے میں بولی۔ "کرن کمار ٹھیک کہہ رہا ہے لیکن ہمارے درمیان شریر کا بھی کوئی سمبندھ نہیں رہا۔"

اشوک نے نفرت سے شیتل کو دیکھا پھر مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"تم اس سے یہاں کس کارن آئے ہو؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بلیک میلنگ؟"

"نہیں۔۔۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تمہیں مجھے صرف ایک تحریر لکھ کر دینی ہو گی جس کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا لیکن اس شرط پر کہ میرے جانے کے بعد تم پولیس کو کسی قسم کی اطلاع نہیں دو گے۔ ایسی صورت میں مجھے مجبوراً تمہیں ٹھکانے لگانا پڑے گا۔"

"کس قسم کی تحریر چاہتے ہو؟"

"تمہیں صرف اتنا لکھنا پڑے گا کہ شیتل کی بے ہودہ تصاویر کے لیے تم پچاس ہزار روپے دینے کو تیار ہو لیکن اس کے لیے تمہیں دو ماہ کی مدت درکار ہو گی۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "تحریر کے اوپر کسی کا نام لکھنے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑے گی لیکن نیچے تمہارے وہی دستخط ہوں گے جو تم اپنے دفتر کے کاغذات اور چیک پر کرتے ہو۔"

"کیا یہ۔۔۔۔"

"نہیں۔" میں نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پیشتر کہا۔ "یہ بلیک میلنگ نہیں ہو گی۔ صرف ایک تحریری دستاویز ہو گی جو آیندہ کے لیے تمہیں میرے اشاروں پر چلنے پر مجبور کرتی رہے گی۔"

"اور اگر میں اس قسم کی کوئی تحریر لکھنے سے انکار کر دوں تو۔"

"اس صورت میں تمہارے جسم کے اندر جو ٹوٹ پھوٹ ہو گی اس کی ذمے داری میرے اوپر عائد نہیں ہو گی۔" میں نے تیزی سے کہا پھر اندھیرے میں تیر چلاتے ہوئے بولا۔ "ویسے بھی تمہاری اطلاع کے لیے یہ عرض کر دوں اب بھی میرے پاس تمہارے کچھ ایسے پریم پتر (محبت بھرے خطوط) موجود ہیں جو تم نے اپنی گرل فرینڈس کے نام لکھے ہیں۔ میں ان خوب صورت اور سندر ناریوں میں سے کسی ایک کو بھی ٹھکانے لگا کر تمہیں بڑی آسانی سے سزا کروا سکتا ہوں۔"

مجھے یاد ہی نہیں ہوئی' میں نے تاریکی میں جو تیر چھوڑا تھا وہ ٹھیک نشانے پر بیٹھا' اشوک سمندر کے جھاگ ہی کی طرح بیٹھ گیا اب وہ شیتل سے نظریں ملانے سے بھی کترا رہا تھا۔ میں نے لوہا گرم دیکھ کر ایک بھرپور ضرب اور لگائی۔

"میرے پاس وقت کم ہے مسٹر اشوک۔"

"میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"صرف ایک پرونوٹ (PRONOTE) ابھی اور اسی وقت۔ باقی باتیں بعد میں فون پر بھی ہوتی رہیں گی۔"

اشوک ایک لمحے تک کسی خیال میں مستغرق رہا پھر اس نے میری بتائی ہوئی تحریر لکھ کر میرے حوالے کر دی' میں نے خاموشی سے وہ پرچہ تہ کر کے جیب میں رکھ لیا پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری بات سے انکار نہیں کیا۔ ویسے جاتے جاتے تمہیں ایک وشواس دلانا چاہتا ہوں' میں نے تمہاری دھرم پتنی کو آج پہلی بار دیکھا ہے' آج سے پہلے ہمارے درمیان کبھی کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔"

"لیکن۔۔۔۔"

"میں اب جا رہا ہوں مسٹر اشوک' مجھے امید ہے کہ تم میرے جانے کے بعد بھی شانت رہنے کی کوشش کرو گے۔ پولیس اگر ان معاملات سے دور ہی رہے تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

پھر میں نے شیتل پر ایک آخری نظر ڈالی جو کسی سہمی ہوئی فاختہ کے مانند اپنے وجود میں سمٹی سمٹائی کھڑی تھی' اس کے بعد میں آرام سے چلتا ہوا باہر آ گیا لیکن واپسی سے پہلے ہی فلیٹ کو باہر سے بولٹ کرنا نہیں بھولا تھا' میرے پاس ابھی تک اشوک کے خلاف کوئی ایسا واضح ثبوت نہیں تھا کہ اسے قاتل سمجھ سکتا'

اسی لیے میں نے فی الحال پرونوٹ پر اکتفا کیا تھا جسے میرے حوالے کرنے کے بعد وہ پوری طرح سے میرے جنگل میں پھنس چکا تھا۔ اب میں اپنے آئندہ کے لائحہ عمل پر سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔

ماسٹر ٹونی اور عابد مجھے برابر کول ورما اور شنکر پانڈے کے بارے میں پل پل کی خبر سے آگاہ کر رہے تھے۔

اس وقت بھی جب میں آفس میں بیٹھا کام میں مصروف تھا تو عارف نے مجھے ٹونی کی کال کی اطلاع دی' میں نے ریسیور اٹھایا تو ماسٹر ٹونی نے کہا۔

"باس' میرے پاس آپ کے لیے ایک اہم اطلاع ہے۔"

"کیا۔۔۔" میں نے بے پرواہی سے پوچھا۔

"گزشتہ رات تقریباً" ساڑھے گیارہ اور بارہ کے درمیان اشوک اور اس کی بیوی کو قتل کر دیا گیا۔"

"نہیں۔" میں چونکا۔ "تمہیں کول ورما کی نگرانی سونپی گئی تھی پھر یہ اشوک درمیان میں کہاں سے آگیا۔"

"میں کول ورما ہی کا تعاقب کرتا ہوا کریم والا تک پہنچا تھا۔" ٹونی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "کول ورما کل دفتر سے اٹھنے کے بعد سیدھی اپنے گھر گئی تھی' رات گیارہ بجے وہ گھر سے دوبارہ نکلی اور سیدھی کریم والا گئی جہاں تیسری منزل پر واقع نو نمبر کے فلیٹ میں اشوک کا قیام ہے' جس وقت اس نے اشوک کے فلیٹ کے دروازے پر دستک دی اس وقت میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا' دروازہ اشوک ہی نے کھولا تھا پھر ان کے درمیان کچھ بات ہوئی اور کول ورما فلیٹ کے اندر چلی گئی فلیٹ سے اس کی واپسی بارہ بجے رات ہوئی تھی' اشوک سے ملنے کے بعد وہ سیدھی اپنے گھر گئی تھی' اس کے پاس ہوا سپورٹس کار ہے اسے وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی' گاڑی میں اس کے سوا کوئی اور نہیں' واپسی کے وقت اس نے شارٹ کٹ کے بجائے ایک طویل راستہ اختیار کیا تھا' بظاہر وہ بالکل نارمل ہی نظر آرہی تھی' میرا مطلب ہے کہ اس کے چہرے پر کسی قسم کی پریشانی یا بوکھلاہٹ کے کوئی تاثرات موجود نہیں تھے' رات دو بجے تک میں اس کے مکان کی نگرانی کرتا رہا اس کے بعد واپس آگیا تھا۔"

"پھر تم یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو کہ اشوک اور اس کی بیوی کو قتل کروایا گیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"کول ورما اور اشوک کی رات گئے ملاقات مجھے کچھ مشکوک سی لگی تھی۔ سارا دن وہ دونوں دفتر میں ایک ساتھ ہی رہتے تھے پھر اتنی رات گئے اسے اشوک کے فلیٹ پر جانے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔" ٹونی نے کہا۔ "مجھے آپ نے چونکہ صرف کول ورما کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ڈیوٹی سونپی تھی اس لیے میں نے اپنے ایک خاص آدمی کو اشوک کی نگرانی پر مجبور کر دیا تھا' میں دراصل معلوم کرنا چاہتا تھا کول ورما نے اتنی رات گئے اشوک سے ملنے کی ضرورت کیوں محسوس کی تھی اور اس کی واپسی کے بعد اشوک کا رد عمل کیا ہوا تھا۔ میرے اسی آدمی نے ابھی کچھ دیر پہلے مجھے اطلاع دی ہے کہ اشوک اور اس کی بیوی دونوں کو قتل کر دیا گیا اور پولیس اس وقت وہاں تفتیش میں مصروف ہے' میرا آدمی رات سوا بارہ کے قریب اشوک کے فلیٹ کی نگرانی کرنے کے لیے پہنچ گیا تھا' اس کا بیان ہے کہ اس نے رات اشوک کو فلیٹ سے نکلتے نہیں دیکھا پھر صبح دودھ والے کے آنے کے بعد ہی یہ راز کھلا کہ ان دونوں کو قتل کیا جا چکا ہے۔"

"کیا پولیس ہسپتال میں بھی تمہاری کوئی واقفیت ہے۔" میں نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔ میرے کچھ پرانے واقف کار اب بھی وہاں خدمت انجام دے رہے ہیں۔"

"کیا تم ان پر بھروسا کر سکتے ہو؟"

"آپ صرف حکم دیں باس۔ راستہ تلاش کرنا میرا کام ہوگا۔"

"مجھے پہلی فرصت میں اشوک اور اس کی بیوی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ درکار ہوگی۔"

"میں سمجھ گیا باس۔" ٹونی کا لہجہ پر اعتماد تھا۔ "رپورٹ آپ کو شام تک مل جائے گی۔"

"کول ورما اس وقت کہاں ہے؟"

"اپنے آفس میں۔"

"ایک بات اور۔۔۔۔۔ کیا تم نے جس خاص آدمی کو اشوک کی نگرانی کے لیے تعینات کیا تھا۔ اس نے اشوک اور اس کی بیوی کے قتل ہونے کی روداد نہیں سنائی۔ میرا مطلب ہے کہ کیا ان دونوں کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا یا کسی اور آلے سے قتل کیا گیا تھا۔"

"سوری باس۔ اس بارے میں مجھے ابھی تک کوئی تفصیل نہیں معلوم ہوئی۔"

"ٹھیک ہے' مجھے تمہارے دوسرے فون کا انتظار رہے گا لیکن کام بہت رازداری سے اس طرح ہونا چاہیے کہ کسی کو کانوں کان کوئی بھنک بھی نہ ملے۔"

"میں اس کی اہمیت سمجھ رہا ہوں باس۔ آپ اعتماد رکھیں' ٹونی کوئی کچا راستہ اختیار نہیں کرے گا۔"

ماسٹر ٹونی کے فون نے مجھے نئی الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ میرے ذہن میں متعدد سوال بڑی تیزی سے ابھر رہے تھے۔

"کیا یہ محض ایک اتفاق تھا یا کسی نے میری ملاقات کے بعد کول ورما کو حالات سے باخبر کر دیا تھا؟ ایسی صورت میں یہ بات بھی قرین قیاس تھی کہ کچھ لوگ میری نگرانی بھی کر رہے ہوں یا وہ صرف اشوک کی نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے

اُداس جنگل کی خُوشبو

-------★ اے حمید

میں نے اس لڑکی کو دیکھا ہے، جس کی یہ ناکام داستان محبت ہے۔ وہ غروب ہوتے سورج کی غم زدہ روشنی میں چنار کے درختوں میں سے گزر رہی تھی۔ اس کا چہرہ اُداس تھا۔ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ رُخساروں پر رات کو بہائے ہوئے آنسوؤں کے نشان تھے۔

آنسو خشک ہو گئے، محبت کرنے والے جُدا ہو گئے۔۔۔۔

یادیں باقی رہ گئیں۔۔۔۔۔ یہ لڑکی کون تھی؟

"اداس جنگل کی خُوشبو" اسی اداس چہرے والی لڑکی کی داستانِ محبت ہے۔

ناشر: مکتبہ القریش

ایک

عظیم

اُردو

ناشر: مکتبہ القریش اُردو بازار۔ لاہور2 قیمت/-450 روپے

اور انہوں نے ایک اجنبی کی ملاقات کو کومل ورما تک پہنچا دیا تھا؟ اشوک کی نگرانی اگر ہو رہی تھی تو اس کا مقصد کیا تھا؟ کیا اس پر کسی قسم کا شبہ کیا جا رہا تھا؟ اور اسے اگر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا پھر کومل ورما ہی کیوں، کسی اجرتی قاتل کی خدمات حاصل کر کے بھی اسے ٹھکانے لگایا جا سکتا تھا؟ کیا کومل ورما اتنے ہی مضبوط اعصاب کی مالک تھی کہ وہ بیک وقت دو آدمیوں کو قتل کرنے کے باوجود بالکل نارمل دکھائی دے رہی تھی؟ میں نے میک اپ کرنے کے بعد اشوک سے ملاقات کی تھی جبکہ ماسٹرٹونی کے بیان کے مطابق کومل ورما اپنی اصل حالت میں کریم ولا میں داخل ہوئی تھی؟ ممکن ہے کچھ لوگوں نے اسے مذکورہ بلڈنگ یا اشوک کے فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا بھی ہو' ایسی صورت میں اس کی شخصیت پولیس کی نگاہوں میں مشکوک بھی ہو سکتی تھی پھر اس نے اتنا بڑا رسک کیوں مول لیا تھا؟

اشوک اور اس کی بیوی کو اسی روز کیوں ٹھکانے لگایا گیا جس روز میں نے ان سے ملاقات کی تھی؟ کیا اشوک کے پاس کوئی ایسا راز تھا جو میرے والد کے قاتلوں کو بے نقاب کر سکتا تھا یا پھر اسے کسی اور جرم کی پاداش میں زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا تھا؟

میں بڑی دیر تک ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر میں نے عارف سے ڈائریکٹ لائن مانگ کر بذات خود کومل ورما کی رہائش گاہ پر فون کیا۔ مجھے اپنے آدمیوں کے ذریعے اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ کومل ورما کے باپ کا انتقال ہوئے پانچ سال بیت چکے ہیں اور اب وہ اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ زندگی بسر کر رہی تھی' جہاں وہ قیام پذیر تھی وہاں اس کی ماں اور ایک ملازم کے علاوہ کوئی چوتھی شخصیت موجود نہیں تھی' ماسٹرٹونی اس بات کا انکشاف پہلے ہی کر چکا تھا کہ بے شنکر نامی کمپنی کو جوائن کرنے سے پہلے وہ ایک کاٹن مل کی مصنوعات کے لیے ماڈلنگ کا کام کرتی تھی۔

"ہیلو..." تیسری گھنٹی کے بعد دوسری جانب سے کال ریسیو کی گئی' وہ کسی بوڑھی عورت کی آواز تھی۔

"آپ شاید کومل ورما کی ماتا جی ہیں۔" میں نے بدستور بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ اس بات کی کوشش بھی کی تھی کہ خود کو کسی ہندو گھرانے کا ایک فرد ظاہر کر سکوں۔

"ہاں... تم کون ہو؟"

"آپ مجھے اپنا ایک سیوک ہی سمجھیں ماتا جی۔" میں نے بڑے خلوص سے جواب دیا۔ "اس سمے میں آپ سے کومل ورما کے سلسلے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"بھگوان نہ کرے۔ کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہے۔" اس بار اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں جی۔ کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گی کہ کومل ورما کل رات گیارہ اور بارہ کے درمیان کہاں تھی۔"

"وہ گھر پر ہی تھی۔ نو بجے کے بعد وہ کبھی بھی گھر سے باہر نہیں جاتی لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"کیا آپ کو پورا وشواس ہے کہ وہ کل رات گھر پر ہی تھی؟"

"ہاں..." دوسری جانب سے پورے وثوق سے کہا گیا۔ "کل ہمارے یہاں کچھ مہمان آ گئے تھے' رات گیارہ بجے تک ہم جاگتے رہے تھے لیکن تم..."

"ہو سکتا ہے کہ جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ غلط ہی ہو۔"

"تمہیں کیا معلوم ہے؟" اس کے لہجے سے پریشانی حرج تھی۔

"ہاں جی۔ کیا آپ کسی ایسے لڑکے سے بھی واقف ہیں جو آپ کے گھر آتا جاتا ہو اور کومل ورما کا گہرا مترا بھی ہو۔"

"اب تم شاید مجھے پریشان کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" اس بار ناگوار انداز میں جواب دیا گیا۔ "مجھے اپنی بچی پر پورا وشواس ہے کہ وہ کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گی۔ اس کا کوئی دوست نہیں جو کبھی ہمارے گھر آیا ہو لیکن تم کون بول رہے ہو۔"

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے فون بند کر دیا' میرے ذہن میں اب نئے وسوسے جاگ رہے تھے۔ "اگر فون پر ملنے والی اطلاع درست تھی کہ کومل ورما کل رات گھر سے باہر نہیں نکلی تھی تو پھر وہ لڑکی کون تھی جو کومل ورما کے میک اپ میں اشوک کے فلیٹ پر گئی تھی؟ کیا ماسٹرٹونی کی اطلاع غلط تھی یا اس کی نظریں بھی اصلی اور نقلی کی تمیز کرنے میں دھوکا کھا گئی تھیں؟ ماسٹرٹونی کا بیان تھا کہ اس نے اشوک کے فلیٹ سے نکل کر سیدھا گھر کا رخ کیا تھا؟ تو کیا کومل ورما کی ماں بھی اس تمام سازش میں شریک تھی جو فی الحال میرے والد کی پراسرار موت سے شروع ہو کر اشوک اور شیتل کی موت پر ختم ہوئی تھی؟"

کومل ورما کی شخصیت میرے لیے ایک ایسا معمّا بن چکی تھی جس کا حل کرنا میرے لیے بے حد دشوار تھا' پہلے اس نے مجھے فون پر دھمکی دی تھی کہ ٹینڈر کے معاملے میں میں شنکر پانڈے کا راستہ کھوٹا کرنے سے باز آ جاؤں۔ میرے استفسار پر اس نے یہ بتایا کہ شنکر پانڈے اس وقت اپنی سیٹ پر موجود نہیں تھا لیکن صرف دو منٹ بعد جب میں نے دوبارہ اس سے رابطہ قائم کیا تو اس کے انداز میں زمین آسمان کا فرق تھا' صرف یہی نہیں بلکہ اس نے میرے کہنے پر شنکر پانڈے سے میری بات بھی کرا دی تھی۔ اس کے بعد ہسپتال میں اسی نے مجھے موت کی اطلاع بھی بڑی حقارت سے دی تھی' وہ تمام آوازیں میرے ذہن میں محفوظ تھیں اور ان آوازوں میں مجھے اب تک ذرّہ برابر فرق بھی نہیں محسوس ہوا تھا۔

میں ابھی اپنے خیالات میں گم تھا کہ عارف نے مجھے انٹرکام

پر ڈی ایس پی سراج کے فون کی اطلاع دی۔

"ہیلو..." میں ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں سراج بول رہا ہوں۔"

"خیریت۔" میں نے جان بوجھ کر حیرت اور جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔ "کیا والد صاحب کی موت کے سلسلے میں ڈور کا کوئی سرا آپ کے ہاتھ آ گیا ہے۔"

"نہیں لیکن میں آپ کو اس وقت ایک اور اطلاع دینا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا...؟"

"گزشتہ رات اشوک نامی ایک شخص کو اس کی بیوی سمیت قتل کر دیا گیا۔"

"اشوک۔" میں نے پھر حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ کون ذات شریف ہیں۔"

"بے شنکر کمپنی میں سائٹ سپروائزر کی حیثیت سے ملازم تھا۔"

"آئی سی' لیکن آپ اس کی موت کی اطلاع مجھے کیوں سنا رہے ہیں۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے قدرے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی کوئی توجیح پیش نہیں کی جا سکتی۔"

"مثلاً..."

"دیکھیے' آپ میری باتوں سے کوئی غلط نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔" سراج نے ایک طرح سے اپنی پوزیشن کی وضاحت کے سلسلے میں تمہید باندھتے ہوئے کہا۔ "اشوک اور اس کی نوجوان بیوی شیتل کو ایسی حالت میں مردہ پایا گیا ہے کہ ان کے جسم پر کسی معمولی خراش کا نشان بھی نہیں مل سکا' فلیٹ میں کسی قسم کی افراتفری بھی نظر نہیں آ سکتی' ہر شے اپنی جگہ پر نہایت سلیقے سے موجود تھی لیکن..." سراج کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"آپ خاموش کیوں ہو گئے؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"بات دراصل یہ ہے کہ مجھے ابھی کچھ دیر پہلے ایک خاتون کا فون ملا تھا جس کے بیان کے مطابق آپ کل شام تقریباً ساڑھے سات بجے میک اپ کر کے ٹریک سوٹ پہن کر اشوک کے گھر گئے تھے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے قدرے ناخوشگوار لہجہ اختیار کیا۔

"میں بھی نہیں سمجھ سکا۔ پچویشن کچھ ایسی ہے کہ خود میں بھی کوئی نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہوں۔" سراج کے لہجے میں الجھن تھی۔

"کیا فون کرنے والی خاتون نے اپنا نام نہیں بتایا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اس نے اپنا نام کومل ورما بتایا تھا۔" سراج نے کہا۔ "میری اطلاع کے مطابق اسی نام کی ایک لڑکی شنکر پانڈے کی لیڈی سیکرٹری بھی ہے' میں نے اسے فون پر ملنے والی اطلاع کے بعد فون بھی کیا تھا لیکن اس کا کہنا ہے کہ اس نے مجھے کوئی فون نہیں کیا۔"

"کیا آپ نے ان دونوں آوازوں میں کوئی فرق نہیں محسوس کیا؟"

"نہیں... میں اپنے تجربے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ دونوں آوازیں ایک دوسرے سے سو فیصد ملتی تھیں۔"

"اور میرا خیال ہے کہ میں نے ملازمت سے پہلے ملی والی ٹریننگ کے دوران ٹریک سوٹ' پی ٹی اور افتتاحی تقریب میں منعقد ہونے والے اسپورٹس کے موقع پر آخری بار پہنی تھی اور بھلا میری اشوک یا اس کی بیوی سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے جبکہ ابھی مجھے لندن سے واپس آئے دو ہفتے بھی نہیں گزرے اور اس عرصے میں مجھے جس غم سے دوچار ہونا پڑا اور جو ذہنی اذیت ہو رہی ہے اس کا اندازہ میرے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا۔"

"میں آپ کی پوزیشن سمجھ رہا ہوں لیکن آخر کومل ورما نامی لڑکی نے ایک ہی وقت میں دو جھوٹ بولنے کی کوشش کیوں کی۔" سراج نے وضاحت کی۔ "ایک بار اس نے اشوک اور شیتل کی موت کے سلسلے میں آپ کا نام لیا اور دوسری بار میرے کال بیک کرنے پر اس نے سرے سے مجھے کوئی فون کرنے سے انکار کر دیا۔"

"میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ لندن سے میری واپسی کے بعد موت اور زندگی کے درمیان آنکھ مچولی کا کھیل دوبارہ جاری ہو گیا ہے اور آپ اس بات کے گواہ بھی ہیں کہ میرے والد کی موت جن حالات میں ہوئی ہے اس پر ہسپتال کے ڈاکٹر بھی ابھی تک یقین کرنے کو تیار نہیں ہیں۔"

"میرا مقصد وہ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔" سراج نے اس بار بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "محسن علی' سیٹھ پرشوتم اور داور کے ساتھ رونما ہونے والے پراسرار واقعات ابھی تک میری الجھن کا باعث بنے ہوئے ہیں اور اب ایک بار پھر وہی سلسلہ شروع ہو گیا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ خود کومل ورما نے کسی ذاتی رنجش کی بنا پر یا کسی اور خاص وجوہ کی بنا پر خود ہی اشوک اور اس کی بیوی کو مار دیا ہو اور میرا نام مشکوک افراد کی فہرست میں شامل کرانے کی کوشش کی ہو۔"

"لیکن آپ ہی کا نام کیوں؟"

"اس سلسلے میں آپ دو اور دو چار کا فارمولا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"مجھے اپنے والد کی موت کے سلسلے میں اشوک کے اوپر شبہ ہوا اور میں نے اسے اور اس کی بیوی کو مار کر اپنا انتقام پورا کر لیا۔"

"آپ شاید مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔"

"یہ آپ کی سوچ ہے مگر آج کل کسی کیس کو جلد از جلد نمٹانے کے سلسلے میں جو طریقہ کار استعمال کیا جا رہا ہے وہ کچھ اسی طرز کا ہے کہ پولیس کسی کی بھی پتلی گردن دیکھ کر اس میں پھانسی کا پھندا ڈال دے اور خود سرخ رو ہو جائے۔"

"میں آپ کی بات کو یکسر رد نہیں کروں گا لیکن پانچوں انگلیاں برابر بھی نہیں ہوتیں۔"

"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" اس بار میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"زنجن لال والے معاملات اور پراسرار واقعات میں آپ نے مجھے تاریکی میں رکھا تھا لیکن اس بار میں خاص طور پر آپ سے ایک درخواست کروں گا۔ اگر آپ کو کسی ناقابل یقین صورت یا حالات کا سامنا ہو تو آپ مجھے اس سے ضرور آگاہ کریں گے۔"

"داور کے سلسلے میں بھی جو باتیں سامنے آئی تھیں۔ اسے جادو یا مسمریزم کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔" میں نے ماضی کے ایک ورق کی نشاندہی کی۔ "جو قوتیں انسان کی نظروں سے پوشیدہ ہوں انہیں جھٹلایا اور بھلایا نہیں جا سکتا ہم اور آپ مسلمان ہونے کے ناتے ان باتوں پر یقین نہیں کرتے لیکن دیومالائی کتابوں کو اٹھا کر دیکھئے۔ ہندو مائتھولوجیز (MYTHOLOGIES) کو دیکھیں تو قدم قدم پر ایسے مافوق الفطرت واقعات ملیں گے جسے عقل سلیم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتی۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن اس کے باوجود میں آپ سے تعاون کی درخواست کروں گا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں آپ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا......؟"

"اگر آپ کو میرے والد کے قتل یا قاتلوں کا کوئی سراغ مل جائے تو آپ انہیں قانونی گرفت میں جکڑنے کے بجائے میرے حوالے کر دیں گے تاکہ میں اسے اپنی مرضی کے مطابق کیفر کردار تک پہنچا سکوں۔"

"آپ اس وقت جذباتی ہو رہے ہیں پھر کسی وقت آپ سے مل کر براہ راست اس مسئلے پر گفتگو کروں گا۔" اس کے بعد دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

شام کو دفتر سے اٹھنے سے ذرا پہلے چترلونی نے مجھے کم و بیش وہی حالات بتائے جو اشوک اور شیتل کے سلسلے میں سراج پہلے ہی بتا چکا تھا لیکن اس نے ایک خاص بات جو مجھے بتائی وہ میرے لیے قابل غور تھا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اشوک اور شیتل کو گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا!

میرے ذہن میں ایک بار پھر کالکا کا نام ابھرا' میں نے اسے عالم تصور میں آواز دی' اس بار مجھے مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ "تمہیں یاد کیا ہے اپنی داسی کو۔" اس کی آواز کہیں بہت دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

"میرے اوپر جو بیت چکی ہے' جو گزر رہی ہے کیا تم اس سے ناواقف ہو؟" میں نے شکوہ کیا۔

"مجھے پل پل کی خبر ہے۔" اس نے کہا۔ "مجھے تمہارے پتا کے مرنے کا بھی دکھ ہے لیکن ابھی میں کچھ کرنے سے مجبور ہوں۔"

"لیکن پچھلی بار تو تم نے کچھ اور کہا تھا۔" میں نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا لیکن ابھی دیوی دیوتاؤں نے مجھے اپنی کٹ سے پوری طرح آزاد نہیں کیا۔" وہ بولی۔ "تمہارے کارن شنکر کے پلید شریر کو چتا کی اگنی کے حوالے کرنے کے بعد سے مجھ پر جو پابندیاں ہیں' وہ ابھی ختم نہیں ہوئیں۔"

"کیا تم مجھے میرے والد کی موت کے سلسلے میں بھی کچھ نہیں بتا سکتیں۔"

"میں مجبور ہوں شہباز۔ ابھی میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی تمہاری کوئی سہائتا نہیں کر سکتی' پرنتو اس بات کا وشواس دلاتی ہوں کہ آزاد ہونے کے بعد میں تمہارے دشمنوں کو ایسا کشٹ دوں گی کہ ان کی آتماؤں کو بھی سکون کا ایک سانس میسر نہیں ہو گا۔"

"اور اگر اس وقت تک میں بھی کام آ گیا تو۔" میں تلملا کر بولا۔

"ایسا مت کہو شہباز۔" کالکا نے بڑی لگاوٹ بھرے لہجے میں جواب دیا۔ "تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔"

"تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہو؟"

"دیوی دیوتاؤں نے مجھے اس بات کا وچن دیا ہے کہ وہ چپ چپ تمہاری رکھشا (حفاظت) کریں گے۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر انہوں نے وچن توڑ دیا تو پھر میں بھی ان کی قید سے آزاد ہو جاؤں گی۔"

"کالکا۔" میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "مجھے صرف اتنا بتا دو کہ کومل دیا کی اصلیت کیا ہے' میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ اپنے وجود میں نظر آنے کے باوجود کسی بدروح سے کم نہیں ہے۔ حالات کے پیش نظر مجھے اس بات کا یقین بھی ہے کہ کسی نہ کسی زاویے سے میرے باپ کی پراسرار موت میں اس کا ہاتھ بھی ضرور شامل ہے۔"

کالکا نے کوئی جواب نہیں دیا میں نے تھوڑے تھوڑے وقفے سے کئی بار اسے آوازیں دیں لیکن میری آواز صدا بہ صحرا ہو کر رہ گئیں!

والدہ صاحبہ کی موت کے بعد سے میں نے ماں کے ساتھ ہی کمرے میں سونا شروع کر دیا تھا' وہ بڑے حوصلے اور ہمت والی تھیں' میری خاطر انہوں نے اپنے لرزتے کپکپاتے آنسو بہت جلد پلکوں کی اوٹ میں چھپا لیے تھے' وہ ماں تھی' جانتی تھی کہ اگر ضبط کا بندھن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تو میرے قدم بھی ڈگمگا نے لگیں گے۔ انہوں نے والد صاحب کے ساتھ زندگی کی شاہراہ پر دن طویل مسافت طے کی تھی لیکن اب وہ راستے گرد آلود ہو گئے تھے' منزل کے نشان دھندلا کر مٹتے جا رہے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر صرف ایک ناخن انگلی سے جدا ہو جائے تو انسان کو کتنی تکلیف ہوتی ہے' ان کا ناخن نہیں اکھڑا تھا' زندگی کا سہاگ اجڑ گیا تھا لیکن اس کے باوجود مجھے سہارا دینے کی خاطر اپنے سوکھے ہونٹوں پر زندگی کی تازگی سجائے ہوئے تھیں۔

والد کی جدائی کے بعد ان کے اندر جو ٹوٹ پھوٹ ہو رہی تھی میں اسے بڑی شدت سے محسوس کر رہا تھا' اکثر و بیشتر میں نے ان کی آنکھوں کو سرخ دیکھا تھا' وہ یقیناً چھپ چھپ کر آنسو بہاتی ہوں گی لیکن سوئم کے بعد سے انہوں نے اپنی زندگی کو صرف میرے لیے مخصوص کر دیا تھا' میرے سوا اب ان کا تھا بھی کون؟ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے سینے پر صبر کی سل رکھ کر زندگی گزار رہی تھیں مجھے اس کا احساس تھا' میں نے کئی بار انہیں سمجھانے کا ارادہ کیا لیکن ہر بار ناکام رہا جو بندھن ٹوٹ چکے تھے وہ میری تسلی دینے سے دوبارہ نہیں جڑ سکتے تھے البتہ اس طرح ماں کے وہ زخم بھرنے کے بجائے چھلک ضرور اٹھتے جنہیں وہ آہستہ آہستہ خشک کرنے کی کوشش کر رہی تھیں' میں جب ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتا وہ اپنے زخموں کو سینے کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپا لیتی تھیں لیکن میرے نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد وہ بند ضرور ٹوٹ جاتے ہوں گے جسے میری موجودگی میں وہ بڑی مشکلوں سے سنبھالے رکھتی تھیں۔

مجھے ماں کی جانب سے جو پریشانی لاحق تھی وہ بجا نہیں تھی' میں دیکھ رہا تھا کہ والد صاحب کی جدائی کا غم انہیں اندر ہی اندر کھوکھلا کر رہا تھا' میرے پاس اس کا کوئی تدارک بھی نہیں تھا' میں اس خلا کو پر کرنے سے قاصر تھا جو مشیت ایزدی نے پیدا کر دیا تھا۔

اس وقت بھی میں ماں کے کمرے میں اپنے بستر پر لیٹا ان سے باتیں کر رہا تھا جب انہوں نے اچانک گفتگو کا موضوع بدل کر کہا۔

"شہباز بیٹے' میری ایک بات مانو گے۔"

"آپ حکم دیں امی۔" میں نے بڑی فرمانبرداری سے کہا۔

"میری خواہش یہ ہے کہ اب تم اپنا گھر بسا لو۔" امی بڑی مضبوطی سے خود کو سنبھالتے ہوئے بولیں۔ "تم نہیں ہوتے تو یہ گھر بڑا سونا سونا لگتا ہے' جیسے کاٹنے کو دوڑ رہا ہو۔"

"آپ کی خواہش کے لیے میری جان بھی حاضر ہے لیکن ابھی تو......" میں کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔" وہ میرے نامکمل جملے کا مفہوم بھانپ گئی تھیں ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "جب تک تمہارے باپ کا چالیسواں نہ ہو جائے اور میں عدت کے دن نہ گزار لوں جب تک میں اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتی شاید اس لیے کہ دنیا کی فرسودہ رسمیں انسان کو مجبور کر دیتی ہیں۔ انہیں دوسروں کی امنگوں اور آرزوؤں کا مطلق کوئی احساس بھی ہوتا' وہ یہ بھی نہیں سوچتیں کہ وقت کی رفتار کسی پل بھی تھم سکتی ہیں' اس کے بعد تمام حسرتیں اور تمام سرتیں خاک میں مل جاتی ہیں' اسی کا نام دنیا ہے۔"

ماں کی باتیں سن کر میں تڑپ اٹھا' میں نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"ایسی باتیں نہ کریں امی حضور' ابھی تو آپ کو میرے اور میرے بچوں کی شادیاں کرنی ہیں۔"

"یہ سب دل کو جھوٹی تسلی دینے کی باتیں ہیں۔ کل کیا ہو گا' کون جانتا ہے؟ ماں کے لہجے میں کرب تھا۔

"اچھا یہ بتائیں۔" میں نے اٹھ کر ان کے قریب جاتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ نے میرے لیے کوئی چاند جیسی لڑکی دیکھ رکھی ہے۔ مجھے بتائیں امی' اس کا رنگ کیسا ہے' ناک نقشہ کیسا ہے' کیا ہنستے وقت اس کے دانت صاف و شفاف موتیوں کی طرح جھلکتے ہیں۔ اس کی تعلیم کہاں تک ہے ا ور اس کا خوب صورت سا نام کیا ہے۔" پھر میں نے امی کو بہلانے کی خاطر کسی ضدی بچے کی طرح مچلتے ہوئے کہا۔ "امی' میں شادی کے وقت سہرا نہیں باندھوں گا۔ اس کے بوجھ سے سر میں درد بھی ہو جاتا ہے اور اچھا بھلا انسان کارٹون بن کر رہ جاتا ہے۔"

"سہرا تو خوشیوں اور مسرتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔" امی نے بڑے پیار سے کہا۔ "ایک بار باندھ لینے میں کیا حرج ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔؟" میں ماں کو ستانے کی خاطر کہا۔ "کیا سہرا صرف ایک بار ضروری ہوتا ہے۔ اسلام نے مردوں کو۔۔۔۔"

"کیوں حماقت کی بات کرتا ہے۔" ماں نے اس بار زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ "نقش اول ہمیشہ نقش اول ہی رہتا ہے' خدا نہ کرے کہ تمہیں کسی دوسری شادی کی ضرورت پیش آئے جو شریف ہوتے ہیں وہ ایک ہی کے ساتھ ہنسی خوشی جیسی بھی گزرے گزار دیتے ہیں۔"

"پھر تو آپ کو میرے لیے دلہن تلاش کرنے میں پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔" میں نے شرارت سے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔؟" ماں نے مجھے غور سے دیکھا تو میں نے یکلخت بڑے معصوم انداز میں سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"اگر صرف ایک ہی پر گزارا کرنا ہے تو بہت دیکھ بھال کر اور پھونک پھونک کر کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں شہباز کہ تم ماں کی دل جوئی کی خاطر ایسی باتیں کر رہے ہو ورنہ۔۔۔۔"

"ورنہ کیا۔۔۔۔" میں نے امی کے لہجے میں درد کی کسک محسوس کی تو بے چین ہو گیا۔

"میں نے کل رات بڑے ابا کو خواب میں دیکھا تھا۔" امی نے اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "جانتے ہو وہ مجھ سے کیا کہہ رہے تھے۔"

"کیا۔۔۔۔"

"وہ۔۔۔۔ وہ مجھے اپنے پاس بلا رہے تھے۔"

"امی۔۔۔۔" میں چیخ اٹھا۔ "خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کریں' ابھی مجھے آپ کی زندگی۔ قدم قدم پر آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"خدا کے فیصلوں کے آگے انسان کی ذاتی خواہشات کو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ تمہارے باپ کی مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔" ضبط بسیار کے باوجود اس بار ماں کی آواز بھرا گئی۔ "ڈاکٹروں نے ان کی زندگی کی ضمانت دی تھی' وہ زندگی کی جانب بڑی تیزی سے واپس لوٹ رہے تھے لیکن یہ سب کچھ نظروں کا فریب تھا' وہی ہوا جو قدرت کو منظور تھا۔ زندگی سب سے زیادہ ناپائیدار شے کا نام ہے' اس پر کبھی بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ سانسیں تو بس گنی چنی ہوتی ہیں۔ کون جانے کب روح چلتے پھرتے جسم کا ساتھ چھوڑ دے۔"

"آپ کو میری جان کی قسم جو اب ایسی باتیں کریں۔" میں تڑپ کر بولا۔ "آپ کے سوا اب اس دنیا میں میرا کون ہے' آپ نہ رہیں تو پھر میں بھی ٹوٹ کر بکھر جاؤں گا۔ ریزہ ریزہ ہو جاؤں گا۔" میں نے ماں کی کشادہ آغوش میں سر چھپا کر سسکتے ہوئے کہا تو ماں کی ممتا بھی ضرور تڑپ اٹھی ہو گی لیکن انہوں نے جلدی سے میرے سر پر بڑی شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ اب ایسی باتیں نہیں کروں گی۔"

رات خاصی دیر تک میں امی کے ساتھ بیٹھا ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر جب ان کی آنکھوں میں نیند کا خمار دیکھا تو ان کی کشادہ پیشانی پر بوسہ دے کر اپنے بستر پر آگیا لیکن میری نیند اچاٹ ہو گئی تھی' امی نے بڑے ابا کے خواب کا ذکر کیا تو میری نگاہوں کے سامنے سفید ریش بزرگ کا وہی نورانی چہرہ ابھر آیا جس نے لندن میں میرے خواب میں کچھ مبہم اشارے دیے تھے' اس وقت میں ان اشاروں کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا لیکن اب وہ اشارے واضح ہونے شروع ہو گئے تھے' خدا کے اس برگزیدہ بندے نے کہا تھا کہ "روئی کے گالوں جیسے ابر آلود بادلوں کا سینہ شق ہو رہا ہے۔ چراغ کی لو ٹمٹا رہی ہے۔ دیے کا تیل جل گیا تو پھر دھوئیں کی لکیریں ہاتھ نہیں آئیں۔ خالی پنجرے سے چڑیوں کے چہچہانے کی آواز نہیں ابھرتی۔"

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں' کمبل پوش بزرگ نے اشاروں کنایوں میں مجھے میرے باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے سلسلے میں سمجھانے کی کوشش کی تھی پھر ان کا کہا ہوا ایک جملہ میرے کانوں میں گونجا تو میری روح لرز اٹھی' انہوں نے کہا تھا۔ "وہ دیکھ۔ وہ سامنے۔۔۔۔ جنت بھی آہستہ آہستہ سرک رہی ہے۔ سن۔۔۔۔ غور سے سن' طوفان اٹھنے کی آوازیں شائیں شائیں آ رہی ہیں۔ اب سب کچھ نائیں نائیں فش ہو کر رہ جائے گا۔"

ان جملوں کے ساتھ ساتھ ماں نے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا' بڑے ابا نے جو کچھ ان سے کہا تھا وہ شاید کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ ہی ہو سکتا تھا' میں نے ماں کی طرف دیکھا' جس کے قدموں تلے میری جنت تھی پھر میں اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکا' آہستہ سے اٹھ کر خواب گاہ سے باہر نکلا اور پائیں باغ

کے ایک سنسان کنج میں بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا' رو رو کر خدا سے ماں کی زندگی کی بھیک مانگنے لگا' اس کے سوا میں اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

پھر کب تک میں باغ میں بیٹھا آنسو بہاتا رہا' کب اٹھ کر واپس کمرے میں آیا اور کب میری آنکھ لگی' مجھے کچھ یاد نہیں میری کیفیت اس وقت کسی ایسے شخص سے مختلف نہیں تھی جسے ہپناٹزم کے زیر اثر لانے کے بعد خواب بیداری کی حالت سے دوچار کر دیا گیا ہو۔

دوسری صبح میں دیر سے بیدار ہوا' رات کی باتوں کا بوجھل بوجھل اثر ابھی تک میرے دل و دماغ پر طاری تھا' اس خیال سے ماں ناشتے کی میز پر میرا انتظار کر رہی ہو گی میں بستر چھوڑ کر جلدی جلدی ضروریات سے فارغ ہوا' ڈائننگ روم میں گیا تو ماں حسب توقع وہاں پہلے سے موجود تھی' مجھے دیکھ کر انہوں نے اخبار ایک طرف رکھ دیا بڑے پیار سے بولیں۔

"کیا بات ہے شہباز بیٹے' آج تمہیں اٹھنے میں دیر ہو گئی' طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔"

"آپ کی دعا سے بالکل بھلا چنگا ہوں البتہ رات کو ذرا دیر سے آنکھ لگی۔" میں نے ماں کے قریب کرسی پر بیٹھتے ہوئے انہیں خوش کرنے کی خاطر کہا۔ "آپ نے ذکر ہی ایسا چھیڑ دیا تھا کہ ساری رات خواب میں اپنی شادی کے ہنگامے دیکھتا رہا۔"

"کیا کیا دیکھ ڈالا۔" ماں نے میرے لیے ناشتا تیار کرتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"یہی کہ میں سہرا باندھے' منہ پر رومال رکھے ایک نہایت خوب صورت اسٹیج پر رکھے ہوئے سرخ رنگ کے صوفے پر بیٹھا ہوں' میرے سامنے لوگوں کا ایک ہجوم موجود ہے جنہوں نے بڑے نفیس لباس زیب تن کر رکھے ہیں اور بار بار اس طرح میری طرف نظریں گھما گھما کر دیکھ رہے ہیں جیسے میں دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہوں۔" میں نے ناشتہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "خوب صورت اور زرق برق لباس پہنے خوب صورت حسین اور شوخ و شنگ لڑکیوں کا ایک ہجوم سا اسٹیج پر میرے گرد جمع ہے اور وہ مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ دیکھ کر نجانے چپکے چپکے میرے بارے میں کیا کیا کھسر پھسر کر رہی ہیں' فضا میں موسیقی کی آواز گونج رہی ہے۔ ایک عجیب سا خواب آور سماں طاری تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟" ماں نے چائے بنا کر پیالی میری طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"پھر قاضی صاحب اسٹیج پر آ گئے' نکاح ہوا اور چھوارے تقسیم ہونے شروع ہو گئے' اس کے بعد مہمان اس طرح کھانے پر ٹوٹ پڑے جیسے زندگی میں پہلی بار اچھے کھانے کھانے کا اتفاق ہو رہا ہو' کچھ لوگوں نے اپنی پلیٹوں میں صرف چکن فرائڈ کے انبار لگائے تھے' کچھ لوگ نمکین کھانے سے پہلے ہی سوئٹ ڈش کی

میز پر دھاوا بول رہے تھے' مال مفت دل بے رحم کے مصداق مرد و زن سب ہی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں مصروف تھے' اس قدر ندیدے پن سے بوٹیاں ہڑپ کر کے ہڈیاں ادھر ادھر اچھال رہے تھے کہ کسی کی ساری وانداری ہو رہی تھی اور کوئی اپنا رومال پانی میں بھگو کر اپنا سوٹ صاف کرنے میں مشغول تھا' ایک نوجوان نے تو انتہا کر دی ہجوم میں گھل مل کر ایک لڑکی سے اس طرح ٹکرایا کہ اس بیچاری نے بیوٹی پارلر جا کر سیکڑوں روپے دے کر اپنا جو ہیر اسٹائل بنوایا تھا اس طرح خراب ہو گیا جیسے کسی عقاب نے چڑیا کے گھونسلے کو اجاڑ کر رکھ دیا ہو' لڑکی نے پلٹ کر کھا جانے والی نظروں سے اس نوجوان کو گھورا لیکن بات بڑھنے نہیں پائی اور معاملہ "سوری اور ایکسکیوزمی" پر رفع دفع ہو کر رہ گیا۔"

"جی ہاں۔ میری رائے میں شادی کرنے کا بس یہی ایک فائدہ ہے کہ دولہا کی خاصی آؤ بھگت ہوتی ہے اور خاص طور پر لڑکیاں اسے اپنے ہجوم میں یرغمال رکھتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ انواع و اقسام کے سینٹ اور عطر میں بسے ہوئے لباس کی خوشبو اس غریب کو نزلے زکام میں مبتلا کر دے۔" میں نے چائے کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "بہرحال خدا خدا کر کے رات کے کوئی ڈیڑھ بجے دلہن کی رخصتی عمل میں آئی۔ میں تھک کر چور ہو چکا

تھا اور بقول شاعر کباب سیخ کی طرح اپنے پہلو بدل بدل کر بوٹیوں کو جلنے سے محفوظ کیے ہوئے تھا۔ رخصتی کے وقت بھی ایک عجیب سماں طاری تھا کوئی رو رہا تھا تو کوئی ہنس رہا تھا' کسی بوڑھی خاتون کو اسی بات پر آنسو بہانے کا موقع میسر آ گیا تھا کہ ان کی بچی اب کا گھر آنگن سونا کر کے پیا گھر سدھار رہی ہے اور کچھ لڑکیاں دلہن کو دیکھ کر دل ہی دل میں سوچ رہی تھیں کہ ان کا نمبر کب آئے گا اور اپنے ہونے والے دولہا کے ساتھ رخصت ہونے کی گھڑی کب ان کے حق میں سازگار ہو گی۔"

"شہباز۔ تم نے یہ باتیں کہاں سے سیکھ لی ہیں؟" ماں نے مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"امی حضور......" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ "شادی نہیں ہوئی تو کیا ہوا؟ خدا جھوٹ نہ بلوائے تو اب تک سیکڑوں قربانی کے بکروں کو سہرا باندھے ٹھمک ٹھمک کر چلتے دیکھ چکا ہوں' تجربہ بڑے کام کی چیز ہے لیکن کل رات اسی تجربے نے مجھے خواب میں مروا دیا۔"

"کیا مطلب......؟"

"نہ پوچھئے تو بہتر ہے۔" میں نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔ "خدا خدا کر کے رات کے تین بجے تھکن سے نڈھال ہونے کے بعد بڑے ارمانوں سے حجلہ عروسی میں داخل ہوا۔ سجے سجائے بستر پر سرخ لباس میں ملبوس پھولوں اور زیور سے لدی پھندی ایک دلہن کو گٹھڑی کی صورت میں گھونگھٹ نکالے دیکھا تو دل باغ باغ ہو گیا۔ ساری تھکن دور ہو گئی لیکن جانتی ہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا؟"

"کیا ہوا......؟"

"دلہن کے قریب جا کر بڑے ارمانوں سے اس کا گھونگھٹ اٹھایا تو دل جو پہلے گارڈن گارڈن ہو رہا تھا اس طرح بجھ گیا جیسے کسی نے اچھے بھلے جلتے چولہے کو پر کئی بالٹیاں پانی ڈال کر اسے فریز کر دیا ہو' سارا جوش و خروش پل بھر میں کافور ہو کر رہ گیا۔" میں نے نیپکن اٹھا کر منہ پونچھتے ہوئے بڑی مایوسی سے کہا۔ "دلہن کا مکھڑا دیکھا تو اسے چندے آفتاب چندے ماہتاب کے بجائے کولتار کا ڈرم دیکھ کر سارے ارمان خون خون ہو کر رہ گئے' بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی الٹے توے پر کسی نے سفیدی کی کوچی پھیر کر اس کی ظاہری رنگت کو وقتی طور پر تبدیل کرنے کی بڑی ناکام کوشش کی ہو اور اس کے بعد...... جب نئی نویلی دلہن نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا تو رہی سہی امیدیں بھی خاک میں مل کر رہ گئیں' بیچاری ایک آنکھ سے محروم تھی اور دوسری آنکھ سے بھینگی نظر آ رہی تھی' پیشانی پر جھومر چمک دمک رہا تھا لیکن اس کے اطراف برص کے سفید سفید دھبے بھی یوں واضح طور پر نظر آ رہے تھے جیسے کسی اناڑی مستری نے پلاسٹر کرتے وقت سیمنٹ کے ساتھ سفید رنگ کا امشن (EMULSION) بھی ملا دیا ہو' سر کے بال بھی جگہ جگہ سے یوں غائب تھے جیسے دیمک چاٹ گئی ہو اور اس کے بعد......"

اس کے بعد میں فیض احمد فیض کا یہ شعر پڑھتا ہوا مایوسی سے سر جھکائے حجلہ عروسی سے باہر آ گیا۔ ع

یوں بہار آئی ہے اس بار کہ جیسے قاصد
کوچہ یار سے بے نیل مرام آتا ہے

مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہو رہی تھی کہ امی میری حماقت انگیز اور فرضی خواب کی روداد سن کر مسکرا رہی تھیں' میں نے ناشتے سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا' کمرے سے باہر آ کر حسب دستور ماں کی پیشانی کا بوسہ لیا پھر اپنا بریف کیس اٹھا کر باہر آ گیا جہاں پورٹیکو میں ڈرائیور میری گاڑی کے قریب پہلے سے میرا منتظر تھا۔

دفتر پہنچا تو عارفہ نے مجھے بتایا کہ ندیم کی کال دوبار آ چکی ہے اس نے دوبارہ فون کرنے کو کہا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ ندیم کو دفتر فون کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ وہ تقریباً روز ہی مجھ سے گھر پر رابطہ قائم کرتا تھا' اس نے کئی بار مجھ سے اپنی واپسی کے بارے میں دریافت کیا تھا لیکن میں نے اسے روک دیا تھا' والد صاحب کی موت کے بعد میں نے جو فیصلے کیے تھے انہیں بذات خود انجام دینا چاہتا تھا' ندیم آ جاتا تو وہ میرے مسائل میں اپنی ٹانگ ضرور پھنساتا' میں اسے ان تمام حالات سے دور ہی رکھنا چاہتا تھا۔

میرے ذہن میں کومل ورما کی شخصیت ابھی تک ایک معمہ بنی ہوئی تھی' مجھے یقین تھا اس کی شخصیت کے پشت پر کسی نہ کسی پراسرار قوت کا ہاتھ ضرور شامل تھا یا پھر وہ خود ہی پراسرار قوتوں کی مالک تھی' اس تصور کے ساتھ ہی میرے ذہن میں لیڈی مکارنس کا تصور ابھر آیا جو بظاہر بالکل بے ضرر اور ایک عام سی عورت نظر آتی تھی لیکن میں اپنی آنکھوں سے اس کی بے پناہ اور ناقابل یقین قوتوں کا تماشا دیکھ چکا تھا' خاص طور پر وہ لائبریری جہاں میں نے ان شخصیت سے زندہ انسانوں کی طرح بات چیت کی تھی جن کو موت سے ہم کنار ہوئے سالہا سال تک بیت چکے تھے مگر لیڈی مکارنس کی قوت ان کو دوبارہ زندہ کر کے قوت گویائی بھی عطا کرنے کی طاقت رکھتی تھی۔ اس نے لندن میں جس انداز میں پنڈت بنسی دھر سے میری ملاقات کرائی تھی وہ بھی میرے لیے کسی ہارر (HORROR) فلم سے کم نہیں تھی۔ پنڈت بنسی دھر کالکا کی لازوال قوت کو اپنے قبضے میں کرنے کی خاطر ایک پہاڑی غار میں چھپا بیٹھا جاپ کر رہا تھا' کالکا نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ جس منڈل میں بیٹھا ہے اسے توڑنا خود اس کے اختیار کی بات بھی نہیں تھی اور اگر وہ اپنے ساتھ دن کے جاپ میں کامیاب ہو گیا تو پھر کالکا مکمل طور پر اس کے اشاروں پر عمل کرنے کو مجبور ہو جائے گی لیکن نورانی چہرے والے سفید ریش دراز بزرگ نے میری خاطر اپنے ہاتھ کی لکڑی اس منڈل کی جانب اچھال دی تھی پھر جیسے وہاں بھونچال سا آ گیا تھا' میں نے پنڈت بنسی دھر کو خود اپنی نگاہوں سے کسی ربڑ کی معمولی اور حقیر گیند کی طرح منڈل سے اچھل کر غار کی سنگلاخ چھت سے ٹکراتے دیکھا تھا پھر ہر چیز پر غبار چھا گیا تھا' مجھے قوی امید تھی کہ بنسی دھر کی کھوپڑی کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی ہو گی لیکن وہ اپنی پراسرار قوتوں کی وجہ سے بچ گیا تھا جس کا علم کالکا کو بھی نہیں تھا اس کے بعد وہ میرا جانی دشمن بن گیا۔ میرے تعاقب میں لندن پہنچ کر وہ گراہم سے مل گیا' وہ اگر چاہتا تو اپنی پلید اور گندی قوت کے ذریعے مجھے چٹکیوں میں مسل سکتا تھا' میں ان گندی سفلی قوتوں کا مشاہدہ اس وقت ہی کر چکا تھا جب میں اے ایس پی (A.S.P.) کی حیثیت سے روپ نگر میں تعینات تھا' ٹھگر نے مکھن جنتا کو آزاد کرانے کی خاطر جیل کی آہنی سلاخوں کو اپنی ناپاک قوتوں کے ذریعے موم بنا کر پگھلا ڈالا تھا' فرعی ٹھگر بنسی دھر کو اپنا گرو مانتا تھا لیکن میں نے اسی گرو کی کٹی ہوئی گردن کو لیڈی مکارنس کی خواب گاہ میں فضا میں معلق دیکھا تھا' اس نے مجھ سے زندہ انسانوں کی طرح گفتگو کی تھی' وہ شاید مجھے سسکا سسکا کر مارنا چاہتا تھا لیکن اپنے مقصد میں کامیاب ہونے سے پہلے وہ لیڈی مکارنس کی قوت کا شکار ہو گیا تھا' مرنے کے بعد بھی اسے آواگون (تناسخ) کے عقیدے پر پورا یقین تھا' اسی لیے اس نے مجھے اور لیڈی مکارنس کو چیلنج کیا تھا کہ وہ دوسرا جنم لینے کے بعد ہم سے اپنا انتقام ضرور لے گا لیکن لیڈی مکارنس نے اسے شیشے کے بکس میں بند کر کے اپنی لائبریری میں محفوظ کر لیا تھا۔

میں ایک مسلمان ہوں اس لیے مجھے آواگون کے عقیدے پر کوئی اعتقاد نہیں تھا لیکن ہندوؤں میں اس عقیدے کو مانا جاتا ہے کہ روح ایک بار جسم سے نکل کر کچھ مدت کے بعد دوسری شکل میں بھی دنیا میں واپس آ سکتی ہے' وہ اگر چاہے تو کسی دوسرے جسم میں داخل ہو سکتی ہے' میری معلومات کے مطابق ایک تصور یہ بھی تھا کہ جو انسان دنیا میں اچھے عمل کرنے کے بعد مرتا ہے اسے دوسرے جنم میں بھی کسی نیک انسان کی شکل ملتی ہے لیکن وہ جن کے اعمال گندے ہوں دوسری زندگی میں بھی انہیں اسی شکل میں زمین پر واپس اتارا جاتا ہے یا پھر وہ جانور کا روپ اختیار کر لیتے ہیں۔ ہو سکتا تھا کہ پنڈت بنسی دھر کی بے چین روح نے کومل ورما کے جسم پر اپنا قبضہ جما لیا ہو اور جب چاہے اسے اپنی مرضی پر چلنے کے لیے مجبور کر دیتی ہو۔

اکثر انسان ان باتوں کو ہوش میں آنے کے بعد یاد نہیں کر سکتا جو اس سے نیند کی کیفیت میں سرزد ہوتی ہیں' وہ اس کیفیت میں بیدار ہو کر چلتا پھرتا ہے' ضروری کام بھی انجام دیتا ہے پھر واپس آ کر اپنے بستر پر لیٹ کر سو جاتا ہے لیکن جب صبح بیدار ہوتا ہے تو اسے کچھ یاد نہیں رہتا' میڈیکل سائنس میں اس بیماری کو سو ہونزم (SOANAM BULISM) کہتے ہیں۔

اب تک پیش آنے والے حالات کے مطابق پیش منظر میں کومل ورما کی شخصیت تھی لیکن پس منظر میں کوئی اور طاقت کارفرما تھی' ایک لڑکی کو راہ سے ہٹانا میرے لیے کچھ ایسا دشوار بھی نہیں تھا لیکن اول تو میں کسی بے گناہ کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا تھا اور پھر مجھے یہ خیال بھی لاحق تھا کہ اگر وہ کوئی دوسری طاغوتی طاقت تھی جو کومل ورما کو کسی معمول کی طرح استعمال کر رہی تھی تو وہی طاقت کسی اور انسانی جسم پر بھی قبضہ جما کر میرے لیے دشواریاں پیدا کر سکتی تھی' بہرحال ایک بات طے تھی کہ وہ طاقت ابھی تک کھل کر میرے سامنے نہیں آئی تھی' اس کی کیا وجہ تھی میں اسے جاننے سے ابھی تک قاصر تھا۔

میں اس وقت دفتر میں بیٹھا اپنے کام میں مصروف تھا جب عارفہ نے ندیم کی کال آتے ہی اس سے میرا رابطہ جوڑ دیا۔

"ہیلو......" میں نے فائل بند کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیسی گزر رہی ہے۔"

"یہاں سب خیریت ہے لیکن مجھے تمہاری اور آنٹی کی فکر لاحق ہے' نجانے وہ میرے بارے میں کیا خیال کر رہی ہوں گی کہ میں دوست ہوتے ہوئے بھی لندن میں بیٹھا عیش کر رہا ہوں اور تم وہاں تنہا حالات کا مقابلہ کر رہے ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم بار بار مجھے واپسی کے ارادے سے کیوں روک رہے ہو؟"

"اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ امی کے عدت کے دن پورے ہونے کے بعد انہیں لے کر تمہارے پاس لندن آ جاؤں۔" میں نے ایک خوب صورت سا بہانہ تراشتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ یہ تبدیلی ان کی صحت کے لیے خوش گوار ثابت ہو گی۔"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم کسی وجہ سے مجھے اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے موضوع بدل دیا۔ "اور سناؤ نسیم کیسی ہے؟"

"فرسٹ کلاس...... تمہیں تقریباً" روزانہ ہی یاد کرتی ہے۔"

"ایڈی کا کیا بنا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا اس کا کوئی سراغ ملا یا وہ ابھی تک انڈر گراؤنڈ ہے۔"

"وہ ابھی تک کہیں روپوش ہے لیکن میرے آدمیوں نے اس کی تلاش کا سلسلہ ابھی ترک نہیں کیا' آخر کب تک وہ زیر زمین رہ سکتا ہے' ایک نہ ایک دن تو اسے سامنے آنا ہی پڑے گا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہارے آدمی اسے لندن کے کونے کھدروں میں تلاش کرتے پھر رہے ہوں اور وہ کسی دوسرے شہر یا ملک میں بیٹھا عیش کر رہا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"بہر حال مجھے یقین ہے کہ تمہیں میری بات یاد ہو گی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ کیا۔۔۔۔"

"لیڈی میرا شکار ہے اور میں اسے خود اپنے ہاتھوں سے شکار کروں گا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" ندیم نے گول مول انداز میں جواب دیا۔ "یہ میرا وعدہ ہے کہ اگر اس نے سامنے آکر مجھ پر یا میرے آدمیوں پر حملہ کرنے کی حماقت نہیں کی تو میں اسے تمہارے لیے ضرور محفوظ رکھوں گا۔ تم جانتے ہو کہ میں اینٹ کا جواب ہمیشہ پتھر سے دینے کا عادی ہوں۔"

"گلی اسٹار کے سلسلے میں کیا رہا۔"

"اس کا چارج البرٹو نے سنبھال لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بہت جلد اپنے تمام شیئرز بھی میرے ہاتھوں فروخت کر دے۔ وہ اس لائن کا آدمی نہیں ہے۔ جس پر گراہم سفر کر رہا تھا۔"

"گراہم کے بارے میں کیا خبر ہے؟"

"وہ ابھی تک مینٹل ہسپتال میں ہے اور تمہیں یہ سن کر تعجب ہو گا کہ ابھی تک اس کی اصل بیماری کی تشخیص نہیں ہو سکی۔" ندیم نے کہا پھر تیزی سے بولا "تم نے ابھی تک چیف انسپکٹر پاول عرف بینگو کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جس کے سادہ لباس والے دن رات گلی کوچوں میں تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"گویا تمہارا یہ خیال ٹھیک ہی تھا کہ اس کے آدمی اس وقت میرا سراغ کھو چکے تھے جب مرجین الطیب کے آدمیوں نے مجھے اغوا کیا تھا۔"

ندیم سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے کچھ دیر تسیم سے بات کی پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں یہاں یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے جان بوجھ کر ندیم کو ان حالات سے بے خبری رکھا تھا جس کے تحت والد صاحب کی موت واقع ہوئی تھی۔ میرے دشمنوں نے میری خاموشی اور شرافت کا جو فائدہ اٹھایا تھا اس کا ایک ایک زخم میرے وجود کی گہرائیوں میں ابھی تک تازہ تھا' میرے اوپر حریفوں کا جو قرض تھا اب میں اسے بغیر کسی کی مدد لیے خود اپنے بل بوتے پر چکتا کرنا چاہتا تھا۔

یہ میرا حتمی فیصلہ تھا!!

ایک اہم فیصلہ کر لینے کے بعد میرا ذہن ایک بار پھر کاکا کی پراسرار قوت کے بارے میں الجھ گیا۔ اس نے آخری بار مجھ سے کہا تھا کہ وہ میرے والد کے قاتلوں سے واقف ہے لیکن اپنی زبان کھولنے سے قاصر ہے۔ اس نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ دیوتاؤں کی قید سے رہائی ملتے ہی وہ میرے دشمنوں کو ایسے اذیت ناک حالات سے دوچار کرے گی کہ مرنے کے بعد ان کی ارواح بھی سکون کا سانس نہ لے سکیں گی۔ میں نے اسے اپنی زندگی کے خطرات کے بارے میں بتایا تو اس نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا تھا کہ دیوی دیوتاؤں نے اسے قید کرتے وقت وعدہ کیا تھا کہ وہ میری حفاظت اور میری زندگی کے ضامن ہوں گے۔ دیوتا اگر قول توڑ دیتے تو کاکا کے اوپر عائد پابندیاں بھی از خود ختم ہو جاتیں۔

مجھے کاکا کی وہ پراسرار باتیں محض ایک ڈھونگ نظر آ رہی تھیں۔ شاید وہ مجھے بچہ سمجھ کر بہلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میری خاطر شنکر کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہی وہ دیوی دیوتاؤں کا شکار ہوئی تھی۔ پھر دیوی دیوتا اسے میری زندگی کی ضمانت بھلا کیسے دے سکتے تھے؟ ہمارے درمیان مذہب اور عقائد کا بہت بڑا فرق حائل تھا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو نہیں جانتے تھے۔ ایسی صورت میں کاکا کا یہ کہنا کہ اسے میری زندگی کی ضمانت دی گئی ہے سراسر جھوٹ تھا۔ دغا تھی' فریب تھا۔ شاید وہ مجھ سے خفا ہو گئی تھی یا پھر ہمارے درمیان مذہب آڑے آ گیا تھا۔

یہ درست ہے کہ کاکا کی پراسرار قوتوں نے متعدد بار آڑے وقتوں میں میرا ساتھ دیا تھا لیکن جب جنگ مذہبی صورت اختیار کر لے تو پھر دوست دوست کے خنجر گھونپنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ شنکر کی قوت اور پنڈت جسی دھر کا انجام یقیناً طاغوتی قوتوں کو اچھا نہیں لگا ہو گا اور شاید اسی لیے گندی طاقتوں نے کومل ورما کو میرے لیے ایک پراسرار معمہ بنا دیا تھا۔ کومل ورما کا خیال دل میں آتے ہی میرا خون رگوں میں جوش مارنے لگا۔ مجھے اپنے باپ کی اذیت ناک موت یاد آئی تو دل کے بھرتے زخم پھر تازہ ہو گئے۔ میں نے اسی وقت ایک فیصلے پر پہنچ کر ماسٹر ٹونی کو فون کیا۔ رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں لگی۔

"ٹونی اسپیکنگ باس۔"

"کیا تم ابھی تک کومل ورما کی نگرانی کر رہے ہو؟"

"یس باس۔" ماسٹر ٹونی نے تیزی سے جواب دیا۔ "جب تک آپ کی طرف سے کوئی دوسرا سگنل نہیں ملتا میں اپنا مشن جاری رکھوں گا۔"

"اشوک کے مرنے کے بعد حالات میں کوئی تبدیلی پیش آئی؟"

"جی ہاں۔ کومل ورما صرف دفتر اور دفتر سے گھر تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔"

"تمہیں ایک ذمے داری اور سونپنی ہے۔"

"حکم کریں باس۔"

"فون پر نہیں۔" میں نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم پہلی فرصت میں میرے دفتر آجاؤ۔"

"او کے باس۔"

ٹونی سے رابطہ منقطع کر کے میں ایک ضروری فائل کے مطالعے میں مصروف تھا کہ عارفہ نے مجھے انٹرکام پر اطلاع دی کہ

میرے لیے ایک لانگ ڈسٹنس کال ہے اور کوئی لیڈی مکارنس مجھ سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

"جلدی ملاؤ۔ بی کوئیک۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ لیڈی مکارنس کا نام سنتے ہی میرے اندر جیسے زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔

"ہیلو۔ شہباز خان اسپیکنگ۔" رابطہ قائم ہونے کے بعد میں نے کہا۔ "آپ کیسی ہیں؟"

"میں بالکل ویسی ہی ہوں جیسا تم نے آخری بار دیکھا تھا۔" ریسیور پر لیڈی مکارنس کی مانوس آواز سنائی دی۔ "لیکن مجھے تم سے ایک شکایت ہے میرے عزیز۔"

"وہ کیا؟" میں یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"تم نے مجھے ان حالات کی اطلاع نہیں دی جو تمہیں پیش آ رہے ہیں۔"

"میں نے کئی بار سوچا تھا لیکن؟"

"لیڈی مکارنس کی آنکھیں فاصلوں کی قید سے آزاد ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم نے مجھے فون کیوں نہیں کیا اور ندیم کو واپسی کے ارادے سے کیوں منع کیا ہے۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہونا بہت اچھی بات ہے لیکن وقت پڑنے پر کوئی دوست کام نہ آسکے تو پھر ایسے تعلقات سے کیا فائدہ؟"

"میں معذرت خواہ ہوں۔"

"مجھے تمہارے والد کی موت پر افسوس ہے۔"

"کیا اس واقعے کی اطلاع ندیم نے آپ کو دی تھی۔" میں نے پوچھا۔

"تم شاید ابھی لیڈی مکارنس کی لازوال قوتوں کا اندازہ لگانے سے قاصر ہو میں نے کہا تھا کہ میری نگاہیں فاصلوں کی قید سے آزاد ہیں۔ اسی طرح میرے کان بھی بہت دور دراز تک سننے کی قوت رکھتے ہیں۔" لیڈی مکارنس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں نے شاید تم سے کہا بھی تھا کہ میں تمہارے اندر کیوں دلچسپی لے رہا ہوں۔ صرف اس پراسرار قوت کا راز حاصل کرنے کی خاطر جو مجھے تمہارے دل کے اندر تک جھانکنے سے روک رہی ہے لیکن تم دنیا کے خواہ کسی گوشے میں رہو میں جب چاہوں تمہاری آواز سن سکتی ہوں۔"

"آپ کو شاید علم ہو گا کہ میرے باپ کی موت کسی ناپاک قوت کی گندی سازش کا نتیجہ تھی۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے حالات کا علم ہو چکا ہے۔"

"تو کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ میرے باپ کی موت کا ذمہ دار کون تھا۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"انسان انسان سے انتقام لے سکتا ہے لیکن پرچھائیوں سے بدلہ لینا اس کے بس کی بات نہیں ہوتی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"تم سمجھنے کی کوشش نہ کرو۔ سب کچھ میرے اوپر چھوڑ دو۔"

"لیکن میرے انتقام کی آگ اسی وقت ٹھنڈی ہو گی جب میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچا دوں۔"

"ایسی صورت میں تمہیں طویل عرصے تک انتظار کرنا پڑے گا۔" لیڈی مکارنس نے مبہم لہجے میں کہا تو میرا اضطراب دوچند ہو گیا۔

"میں آپ سے ایک اہم بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا پنڈت جسی دھر کی روح ابھی تک آپ کے قبضے میں ہے۔"

"ہاں۔ لیڈی مکارنس جسے اپنی لائبریری میں محفوظ کر لے پھر اس کی روح تہ خانے سے باہر نہیں جا سکتی۔"

"کاکا کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"تم نے کبھی اس بارے میں مجھے تفصیل سے نہیں بتایا لیکن میں اس کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔" لیڈی مکارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ حالات تمہیں دوبارہ لندن آنے پر مجبور کر دیں گے۔ کاکا اور اس کی پراسرار قوت کے بارے میں اسی وقت بات ہو گی۔"

"میری والدہ کے بارے میں آپ کیا پیش گوئی کریں گی۔"

میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "میرا خیال ہے کہ جن گندی قوتوں نے میرے سر سے میرے باپ کا سایہ چھین لیا ہے وہ مجھے ماں کی گود سے محروم کرنے کی بھی سازش کریں گے۔"

"تمہیں اس کا اندیشہ کس طرح پیدا ہوا۔" لیڈی ملارنس نے تیزی سے دریافت کیا۔ "کیا یہ بات تم سے کسی نے کہی تھی۔ کیا تم مجھے اس کا نام بتانا پسند کرو گے؟"

"یہ بات مجھ سے کسی نے نہیں کہی۔" میں نے جان بوجھ کر کمبل پوش بزرگ کے بارے میں اسے کچھ نہیں بتایا۔ "بس میرا خیال ہے کہ......"

"نہیں میرے عزیز......" لیڈی ملارنس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "میرا ذہن ایک ایسی کسوٹی ہے جو کھرے اور کھوٹے کے فرق کو سمجھتا ہے۔ تم شاید مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔ شاید اسی پراسرار قوت کے بارے میں جس نے مجھے تمہاری ذات میں دلچسپی لینے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"آپ میری بات پر یقین کریں۔ باپ کی موت کے بعد مجھے ماں کی موت کا صرف ایک خدشہ لاحق ہے۔"

"کوئی خاص وجہ تو ضرور ہوگی۔"

"ہاں۔ کسی نے مجھے بزنس کے معاملات میں ایک اہم کام سے دور رہنے کی ہدایت کی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے اس بات کی دھمکی بھی دی گئی تھی کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ مجھے باپ کی شفقتوں سے محروم کر دے گی۔"

"تمہارا اشارہ یقیناً کول ورما کی طرف ہے۔"

"ہاں...... لیکن آپ کو......"

"مجھے ہر بات کا علم ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اشوک اور اس کی بے گناہ بیوی کو موت کا نشانہ کیوں بنایا گیا ہے؟ ان دونوں کو مارنے کا اصل مقصد کیا تھا؟ میں تمہیں فی الحال صرف تمہارے خدشے کی تائید کرتی ہوں۔"

"گویا آپ بھی مایوس کر رہی ہیں۔"

"مایوسی کی بات مت کرو میرے عزیز۔ کچھ حالات ایسے ہوتے ہیں جو بڑی قوت کو بھی خاموشی پر مجبور کر دیتے ہیں۔ یہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی کہ انسان محض ایک کٹھ پتلی ہے جس کی ڈور خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے ڈور کو کھینچتا ہے اور ڈھیل دیتا ہے۔ ہم اس کے اشارے پر چلنے پر مجبور ہیں لیکن پریشان مت ہو۔ وقت کا انتظار کرو اور اس بات پر کامل یقین رکھو کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اس میں انسان کی بہتری کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور مضمر ہوتا ہے۔ وہ ہر فرد کو ایک حد تک ڈھیل دیتا ہے جب ڈور کھینچ لیتا ہے تو زندگی کا شیرازہ ریت کے مانند بکھر جاتا ہے۔" لیڈی ملارنس نے بڑی سنجیدگی سے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آج میرے پاس جو پراسرار قوتیں موجود ہیں وہ سب اس کی مرہونِ منت ہیں۔ کل کیا ہوگا۔ کیا ہونے والا ہے۔ یہ اس کی ذات انسان پر منکشف کرتی ہے۔ میری کوئی پیش گوئی آج تک غلط ثابت نہیں ہوئی۔ یہ اسی کے اشارے ہیں جو مجھے ملتے رہتے ہیں۔ وہ ہر شخص کو کسی نہ کسی انداز کسی نہ کسی زاویئے سے کل کے بارے میں اشارے دیتا رہتا ہے یہ اور بات ہے کہ انسان ان علامتوں کو سمجھنے سے قاصر رہے۔"

"اشوک اور شیتل کو مارنے سے مجرموں کا مقصد کیا تھا۔" میں نے دریافت کیا۔

"وہ تمہاری شخصیت کو ملوث کرنا چاہتے تھے۔ قانون کی نگاہوں میں تمہاری پوزیشن کو مشکوک کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن اب ایسا ممکن نہیں ہوگا۔"

"کول ورما کے بارے میں آپ کا کیا" "مجھے افسوس ہے کہ فی الحال میں تمہیں ان حالات کی پیچیدگیوں سے آگاہ نہیں کر سکتی جس میں تمہیں الجھایا جا رہا ہے۔"

میرے ذہن میں کاکا کا تصور ایک بار پھر ابھرا۔ اس نے بھی فی الحال حالات کے بارے میں مجھے کوئی اشارہ دینے سے دریغ کیا تھا۔

"میں نے اس وقت تمہیں صرف تمہارے والد کی موت پر افسوس کا اظہار کرنے کی خاطر فون کیا تھا۔" لیڈی ملارنس نے کہا پھر میرے جواب کا انتظار کیے بغیر اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

لیڈی ملارنس کی کال نے مجھے ذہنی طور پر کچھ اور الجھا دیا تھا۔ اسے سب کچھ معلوم تھا لیکن وہ اپنی زبان کھولنے سے مجبور تھی۔ آخر کیوں؟ میں ابھی خیالات کے تانے بانوں کو ترتیب دینے کی ناکام کوششوں میں مصروف تھا کہ ٹونی آ گیا۔

"یس باس۔" اس نے میرے اشارے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"میں تم سے ایک بہت ہی اہم اور خطرناک کام لینا چاہتا ہوں۔" میں نے ٹونی کے کٹے ہوئے بازو پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ صرف حکم دیں باس۔ ٹونی آپ کی خاطر اس بلڈنگ کے ٹاپ فلور سے بھی سر کے بل نیچے چھلانگ لگانے سے انکار نہیں کرے گا۔"

"مجھے تم پر اعتماد ہے۔ نہ ہوتا تو خاص طور پر تمہیں زحمت نہ دیتا۔" میں نے جذباتی انداز میں کہا۔ "جو کام تم سے لینا چاہتا ہوں اس کے لیے میں کسی اجرتی قاتل یا پیشہ ور بدمعاش کی خدمات بھی حاصل کر سکتا تھا۔"

"ایسا کیا کام ہے باس جو ماسٹر ٹونی آپ کے لیے نہیں کر سکتا۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم بذات خود یا پھر اپنے کسی قابل اعتماد

ساتھی کے ذریعے کول ورما کو اغوا کر لو۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تم اسے پولیس کی نگاہوں سے چھپا کر کہاں رکھو گے یہ سوچنا تمہارا مسئلہ ہوگا۔ اس کام کے عوض میں تم کو......"

"ٹونی کو اتنا ذلیل نہ کریں باس کہ وہ خود اپنی نظروں سے بھی گر جائے۔" ٹونی جذباتی ہو گیا۔ "آپ نے ٹونی کے سر پر اس وقت ہاتھ رکھا تھا جب اس کا کوئی سہارا نہیں تھا۔ میں اس احسان کو کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"کام اتنی ہوشیاری سے ہونا چاہیے کہ کسی کو کانوں کان اس کی بھنک بھی نہ مل سکے۔"

"آپ مطمئن رہیں باس۔" ٹونی نے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "کول ورما کو دو روز کے اندر اندر اٹھا لیا جائے گا۔ آپ کہیں تو ٹونی اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر سکتا ہے۔"

"نہیں میں فی الحال اسے ختم نہیں کرنا چاہتا۔"

"او کے باس۔" ٹونی نے تیزی سے جواب دیا پھر سرسراتی آواز میں بولا۔ "کیا آپ کو یقین ہے کہ بگ باس کے مرڈر میں اسی کا ہاتھ ہے۔"

"ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے ٹونی سے کہا۔ "تم اسے اغوا کرنے کے بعد فوری طور پر مجھے اطلاع کرو گے۔"

"ایسا ہی ہوگا۔"

ٹونی کے جانے کے بعد پھر دفتری کاموں میں مصروف ہو گیا۔ شام کو اٹھنے کی تیاری کر رہا تھا کہ عارفہ نے مجھے بتایا کہ کول ورما کی کال ہے۔ کول ورما میں اس نام کو سن کر چونکا۔ اس کی پراسرار شخصیت شاید میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ میں نے عارفہ سے لائن ملانے کو کہا پھر فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے بولا۔

"شہباز خان۔"

"مجھے وشواش تھا کہ تم ابھی دفتر میں ہی ہو گے۔" اس نے تم کا صیغہ اختیار کر کے مجھے چونکا دیا۔ شاید اس وقت وہ اسی پراسرار قوت کے زیر اثر تھی جس نے میری راتوں کی نیند اور دن کا چین اڑا رکھا تھا۔

"کوئی خاص کام۔" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"تم نے ماتا جی کو میرے سلسلے میں فون کر کے اچھا نہیں کیا۔ میں کہاں آتی ہوں اور کہاں جاتی ہوں اس سے تمہیں کوئی سمبندھ نہیں ہونا چاہیے۔"

"تمہیں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے میں نے تمہاری ماتا جی کو......"

"جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرو۔" اس کے لہجے میں رکھائی تھی۔ "جس طرح تمہارے آدمی میری نگرانی کر رہے ہیں اسی طرح میرے کچھ چاہنے والے بھی تمہارے اور تمہارے کارندوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ مجھے ایک ایک [illegible] ملتی رہتی ہیں۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟" میں نے بھی سخت لہجہ اختیار کیا۔

"اپنے شکاری کتوں سے کہو کہ وہ مجھ سے دور ہی رہیں ورنہ......"

"ورنہ کیا۔" میں تلملا اٹھا۔

"تم اپنے پتا کا انجام دیکھ چکے ہو۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔ "مجھے مجبور نہ کرو کہ میں تمہارے خلاف کوئی اور کارروائی کروں۔ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں مسٹر شہباز خان جس کا کوئی مول نہیں ہوتا اور کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جو بچھڑ جائیں تو شخص ان کا کوئی بدل نہیں ڈھونڈ سکتا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہو۔" میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز ہو گئی۔

"خون گرم مت کرو مائی ڈیئر شہباز۔" اس نے بڑے پیار سے کہا۔ "تم جوان بھی ہو اور سندر بھی۔ اس دھرتی کی کوئی بھی کنیا (لڑکی) تمہیں اپنانے کی خاطر اپنا جیون بھی داؤ پر لگا سکتی ہے۔ پرنتو اگر تم کسی حادثے کا شکار ہو کر اپنی سندرتا کھو بیٹھے تو مجھے بھی افسوس ہوگا۔ تم کسی کو نہ شہباز کی حیثیت میں اپنی شکل دکھا سکو گے نہ کرن کمار کا روپ دھار کر کسی کو دھوکا دینے کے قابل رہو گے۔"

"تم کس کرن کمار کی بات کر رہی ہو؟" میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"وہی کرن کمار جو ٹریک سوٹ میں بھیس بدل کر اشوک سے ملنے اس کے فلیٹ پر گیا تھا۔" اس کا لہجہ تلخ ہونے لگا۔ "سچ پوچھو تو تم ہی ان دونوں کی موت کا کارن بنے ہو۔ نہ تم وہاں جاتے نہ انھیں اپنے جیون سے منہ موڑ کر پرلوک سدھارنا پڑتا۔"

"آئی - سی۔ گویا تم نے ہی سراج کو فون کر کے میرے خلاف اس کے کان بھرنے کی کوشش کی تھی۔"

"تم اسے میری جانب سے ایک چھوٹی سی وارننگ بھی سمجھ سکتے ہو۔ ورنہ میں چاہوں تو تمہیں آج بھی سولی تک پہنچا سکتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم دن میں سپنے دیکھنے کی عادی ہو۔" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"تم مجھے چیلنج کر رہے ہو؟"

"تمہیں نہیں۔ اس گندی آتما کو جس نے اس وقت تمہارے جسم کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"خیال ہے تمہارا مسٹر شہباز ورنہ میں وہی کول ورما بول رہی ہوں جس کا [illegible]

تھا۔

"اچانک ایک خیال میرے ذہن میں بڑی سرعت سے ابھرا۔

"کیا تمہاری کوئی جڑواں بہن بھی ہے۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"مجھے وشواش تھا کہ تم اس راز کو ایک نہ ایک دن ضرور پا لو گے۔"

"کیا تم دونوں کے نام بھی ایک ہیں۔"

"نہیں۔ میرا نام موہنی ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں جب بھی تمہیں فون کروں گی کومل ورما ہی کے نام سے کروں گی۔"

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے فون بند کیا اور ڈائرکٹ لائن سے کومل ورما کے گھر فون کیا۔

"ہیلو۔" فون اس کی ماں نے ریسیو کیا تھا۔ ایک بار میں اس آواز کو پہلے بھی سن چکا تھا۔

"میں پولیس ڈیپارٹمنٹ سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سراج بول رہا ہوں۔" میں نے سراج کے لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ سے ایک ضروری بات پوچھنی ہے۔"

"کیا۔"

"کیا کومل ورما کے علاوہ آپ کی کوئی دوسری بھی لڑکی ہے جس کی شکل ہو بہو کومل ورما سے ملتی جلتی ہے۔"

"ہے نہیں۔ بلکہ تھی۔" دوسری جانب سے اداس آواز میں کہا گیا تھا۔ "میری دونوں بیٹیاں جڑواں پیدا ہوئی تھیں لیکن اسے مرے ہوئے پورے چودہ سال بیت چکے ہیں۔"

"کیا اس کی چتا کو آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے آگ لگائی تھی۔"

"نہیں۔ اس وقت میری مانگ کا سیندور نہیں اجڑا تھا اس لیے اس کے پتا نے اس کی چتا کو آگ دکھانے کا دکھ جھیلا تھا۔ پھر دو مہینے بعد۔" اس کی آواز رندھ گئی۔

"آپ کی بیٹی۔ میرا مطلب ہے کہ مرنے والی بیٹی کا نام کیا تھا۔"

"موہنی۔" دوسری جانب بدستور دکھ بھرے لہجے میں جواب دیا گیا۔

"کیا موہنی کی آواز بھی کومل ورما سے ملتی جلتی تھی۔"

"ہاں۔ وہ دونوں ہم شکل تھیں۔ ان کی آواز بھی ایک دوسرے سے اتنی ملتی جلتی تھی کہ کبھی کبھی تو میں بھی دھوکا کھا جاتی تھی کہ ان میں سے موہنی کون ہے اور کومل کون ہے لیکن آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" اس بات کے لہجے میں تجسس شامل تھا۔

"وہ چھت سے نیچے گر کر مری تھی۔"

"مری نہیں تھی بلکہ مارا گیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"موہنی کو جس آدمی نے چھت سے نیچے دھکا دیا تھا وہ ہماری قید میں ہے۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "جہاں اس نے دوسرے جرم کا اقبال کر لیا ہے وہاں یہ بھی اگل دیا ہے کہ موہنی کی موت میں بھی اس کا ہاتھ تھا۔"

"لیکن اس نے ایسا کیوں کیا؟ موہنی نے اس کا کیا بگاڑا تھا۔" دوسری طرف سے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا گیا۔

"اس بات کو [illegible] کر آپ کو دکھ ہوگا۔ اس لیے جو کچھ ہو چکا ہے اب اسے بھول جائیے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر فون بند کر دیا۔

موہنی کا نام درمیان میں آجانے سے میرے لیے کچھ مشکلات اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ میرے ذہن میں متعدد سوال ابھرنے لگے۔ "اگر وہ [illegible] کی آتما تھی جس نے کومل ورما کے جسم پر اپنی مرضی کے مطابق قبضہ جما رکھا تھا تو اس نے میرے باپ کو کس گناہ کی پاداش میں اذیت ناک موت کی سزا دی؟ اشوک اور شیتل کو کیوں مارا گیا؟ یہ بات تو سوچی جا سکتی تھی کہ اشوک نے موہنی کو دھوکا دے کر اس کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو جس کا انتقام اس کی بے چین روح نے لے لیا۔ لیکن شیتل کو کس بات کی سزا دی گئی اور پھر اس ٹینڈر سے موہنی کی روح کا کیا تعلق تھا جس کی بدولت نئے اور پیچیدہ حالات نے جنم لیا تھا؟ یہ بات بھی سوچی جا سکتی تھی کہ موہنی اس ٹینڈر کو حاصل کرنے میں کومل ورما کی مدد کرنا چاہتی ہو لیکن تان پھر اسی ایک بات پر ٹوٹتی تھی کہ میرے باپ کو کیوں مارا گیا تھا؟ کیا ان کی موت بھی اسی ٹینڈر کے حصول کا نتیجہ تھی جس کے لیے کومل ورما نے مجھے وارننگ دی تھی؟

ایک بار نرنجن لال کی کہانی بھی ایک ٹینڈر ہی کے سلسلے میں شروع ہوئی تھی اور اب تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔ کیا محض ایک اتفاقیہ مطابقت تھی؟ میں ان ہی خیالات میں الجھ رہا تھا کہ دارابی ایک فائل ڈسکس کرنے کی خاطر میرے آفس میں داخل ہوا اور میری سوچ کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

*

شام کو میں والدہ کے ساتھ لان میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ احمد علی نے جے شنکر پانڈے کے آنے کی اطلاع دی۔ مجھے اس وقت پانڈے کی آمد پر حیرت ہوئی۔ گھر میں 'میں' اپنا زیادہ وقت امی کے پاس گزارتا تھا۔ انہیں ایک لمحے کو بھی تنہا نہیں چھوڑتا تھا کہ کہیں انہیں تنہائی کا احساس نہ ہو۔ تنہائی کا احساس جو سم قاتل سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ زیادہ سوچنے سے دماغ کی شریانیں بھی پھٹ سکتی ہیں۔ والد صاحب کی جدائی کا غم ان کے لیے کوئی ایسا معمولی حادثہ نہیں تھا جسے آسانی سے بھلا دیا جاتا۔

برس ہا برس کی رفاقت تھی۔ دونوں میں سے ایک پل میں فراموش کر دینا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ ایک بار مجھے احمد علی نے چپکے سے بتایا تھا کہ اس نے ماں کو والد صاحب کی تصویر کے سامنے کھڑا آنسو بہاتے دیکھا ہے۔ وہ بڑے رقت بھرے لہجے میں ان سے کچھ باتیں کر رہی تھیں۔

کسی تصویر کے سامنے کھڑا ہو کر اس سے باتیں کرنا ایک فضول سی بات تھی۔ انسان اس طرح خود کو فریب دیتا ہے ورنہ روح کا جسم سے نکلنے کے بعد دنیا سے کوئی تعلق نہیں رہ جاتا لیکن آنسوؤں کا سیل رواں خشک ہو جائے تو دل کا بوجھ البتہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ صبر آتے آتے ہی آتا ہے اور پھر وہ تو میری بوڑھی ماں تھیں۔ انہوں نے والد صاحب کے ساتھ بڑا لمبا سفر طے کیا تھا۔ اس کی تکان کے دور ہونے میں کچھ وقت لگتا تو ضروری تھا۔ بسا اوقات انسان کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ دوسروں کی خاطر زبردستی کی ہنسی ہنستا ہے لیکن اندرونی طور پر وہ خون کے آنسو روتا رہتا ہے۔ وہ مصنوعی مسکراہٹ دنیا دکھاوے کو محض ایک دھوکا ہوتی ہے۔ اس طرح انسان خود کو فریب دیتا ہے۔

مجھے احساس تھا کہ میرے دفتر چلے جانے کے بعد امی کو گزرے ہوئے لمحوں کی حسین یادیں ضرور آتی ہوں گی۔ وہ زندگی کی شاہراہ پر ایک دوسرے کے ہم سفر تھے لیکن ایک موڑ پر پہنچ کر ایک ساتھی اچانک گم ہو گیا تھا۔ گھر کے ایک ایک در و دیوار سے والد صاحب کی یادیں وابستہ تھیں۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت امی کو ان کی باتیں یاد آتی ہوں گی۔ انسان مر جاتا ہے لیکن اس کی باتیں زندہ رہتی ہیں اور یہی باتیں نشتر بن کر روح کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپی رہتی ہیں۔ ان پر کسی کا بس نہیں چلتا وہ اندر ہی اندر انسان کو کھوکھلا کرتی ہیں۔ سمندر کی اس تیز و تند لہروں کے مانند جو ساحل پر آ کر واپس لوٹتی ہیں تو کنارے کی مٹی بھی بہا لے جاتی ہیں جو شخص اس ریت پر کھڑا ہو۔ اسے پاؤں تلے زمین کھسکتی محسوس ہوتی ہے۔ انسان کی کیفیت بھی سمندر کے کنارے پڑی ہوئی اس ریت سے مختلف نہیں ہوتی جو ہر آنے والی لہر کے ساتھ آہستہ آہستہ اپنے اصلی مقام سے دور ہو جاتی ہے پھر جب سمندر کی لہریں انہیں دور لے جاتی ہیں تو وہ سمندر کی گہرائیوں کا ایک حصہ بن جاتی ہیں جہاں پہنچ کر انہیں سکون آجاتا ہے۔ گہرائی میں سمندر کی لہریں محض آب رواں کی طرح چلتی ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کنارے کی وہ ریت سمندر کی گہرائیوں میں جمع ہو کر ایک ٹیلے کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جس میں سے نئے نئے انواع و اقسام کے پودے نکلتے ہیں لیکن دنیا کی نگاہیں انہیں دیکھ نہیں پاتیں۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے کسی ماہر تیراک کو دور بہت دور سمندر کی میں غوطہ لگانا پڑتا ہے جب کہیں جا کر وہ اس دنیا کا حسن دیکھ پاتا ہے۔

ساحل کی ریت کے حقیر ذرے سمندر کی گہرائیوں میں جا کر چٹان کی ایسی صورت اختیار کر لیتے ہیں پھر بپھری ہوئی موجیں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ صرف ان سے ٹکرا کر گزر جاتی ہیں۔ یہی حال انسان کا ہے وہ دنیا کے حسن اور اس کی رنگینیوں میں گم ہو کر اپنی اس لازوال طاقت کو بھول جاتا ہے۔ کبھی ان پر نظر نہیں ڈالتا۔ ان کے بارے میں غور کرنے کی کوشش نہیں کرتا لیکن وہ لوگ جو دنیا کی رنگینیوں کو یکسر بھول کر خداوند کریم سے لو لگا لیتے ہیں۔ دن رات اسی کی یاد میں گم رہتے ہیں۔ اسی کے سامنے سجدہ ریز ہو کر گڑگڑاتے رہتے ہیں تو خدا ان کو بے پناہ رحمتوں سے نواز دیتا ہے۔ ان پر سے زمان و مکان کی قید اٹھا لی جاتی ہے پھر ان کے قدم بھی کسی آہنی چٹان کے مانند اتنے ٹھوس اور مضبوط ہو جاتے ہیں کہ دنیا کی کوئی قوت انہیں متزلزل نہیں کر پاتی۔ موت بھی اسی طرح زندگی کا دوسرا نام ہے جس کے بارے میں لوگ غافل ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی رنگینیاں انہیں اس درجہ اپنے اندر سمو لیتی ہیں کہ اسے سوچنے سمجھنے کی فرصت نہیں ملتی۔ شاید وہ یہ جانتے ہوئے بھی انجان بن رہتا ہے کہ زندگی دنیا میں سب سے ناپائیدار چیز ہے۔ روح اور جسم کا رشتہ تو بس آخری سانس کے کچے دھاگے سے بندھا ہوتا ہے جو ایک بار ٹوٹ جائے تو پھر کبھی نہیں جڑتا ہے۔ ہاں مرنے کی باتیں اس کی یادیں اس کا تصور ضرور باقی رہ جاتا ہے جو اس سے محبت کرنے

والوں کو بار بار رلاتا رہتا ہے۔ یہی کیفیت میری ماں کی تھی۔ ان کے زخم ابھی ہرے تھے۔ ایک ذرا سی ٹھیس لگنے سے بھی ہوئی کھرنڈ اکھڑ کر انہیں دوبارہ تازہ کر دیتی ہے۔ کتنے انمول ہوتے ہیں وہ آنسو جو کسی کی یاد کا سہارا لے کر خون کی شکل میں دل سے ابھرتے ہیں پھر آنسو بن کر اس کی پلکوں سے ڈھلک کر زمین کی گہرائیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔"

یہ زندگی بھی عجیب تماشا ہے جہاں انسان پیسوں کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوششوں میں شب و روز لگا رہتا۔ قریب اور دور کے تمام رشتوں کو بھول جاتا ہے۔ دولت کی چمک دمک اس کی آنکھوں کو چندھیا دیتی ہے۔ رشتے کی اہمیت اس کے لیے ثانوی ہو جاتی ہے پھر وہ اس وقت چونکتا ہے جب رشتے ناتے اس سے ٹوٹ جاتے ہیں پھر وہ سب کچھ بھول کر ایک خاکی جسم پر بیٹھا آنسو بہاتا رہتا ہے۔ اپنی غلطیوں کا احساس اس کے دل کو کچوکے لگاتا رہتا ہے لیکن وہ آنسو اصلی نہیں ہوتے دنیا دکھاوے کے لیے ہوتے ہیں۔ کیا فائدہ ان آنسوؤں سے جو صرف کسی کی لاش پر بیٹھ کر بہائے جائیں۔ اس طرح تو اس کے آنسو مرنے والے کو اور مضطرب کر دیتے ہیں۔ اس کا زخم ناسور بن جاتا ہے لیکن وہ اپنے غم کا اظہار نہیں کر پاتا۔ قدرت اس سے قوت گویائی چھین لیتی ہے۔ وہ سب سن سکتا ہے دیکھ سکتا ہے لیکن کوئی شکوہ کوئی شکایت زبان پر نہیں لا سکتا۔ اس کی روح تڑپتی رہتی ہے، سسکتی رہتی ہے، بلکتی رہتی ہے لیکن سب بے سود ہوتا ہے۔

لیکن ماں باپ بیٹے اور شریک حیات کا رشتہ اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک دوسرا فریق بھی موت کا مزہ نہیں چکھ لیتا۔ یادوں کے ہیولے ہمیشہ زندہ رہ جانے والوں کا پیچھا کرتے رہتے ہیں۔ یہی کچھ حالت میری ماں کی بھی تھی۔ میری خاطر وہ اپنے بے جان ہونٹوں پر مسکراہٹیں سجا لیتی تھی لیکن میں اگر چاہتا بھی تو اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ ماں نے ان مسکراہٹوں کو سجانے کی خاطر اپنے دل کا کتنا خون کیا ہو گا۔

میں احمق تھی سے کہہ کر پانڈے کو ٹال دینا چاہتا تھا۔ مجھے اپنی ماں کی مسکراہٹیں زیادہ عزیز تھیں جو بڑے پیار سے بیٹھی مجھ سے باتیں کر رہی تھی لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے دل کی بات زبان تک لاتا ماں نے پوچھا۔

"یہ شنکر پانڈے کون ہے۔"

"ہے ایک بزنس مین جو کنسٹرکشن کے کام میں نیا نیا آیا ہے۔"

"تم اسے بلا لو میں اندر چلی ہوں۔"

ماں اٹھ کر اندر چلی گئی تو میں نے پانڈے کو اندر بلا لیا۔ اس نے گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا پھر میرے اشارے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"میں نے اس وقت آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا۔"

"جی نہیں۔ میں ماں کے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا تھا۔"

"مجھے اس بات کا احساس ہے مسٹر شہباز کہ آپ کی ماتا جی کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی لیکن مَنش صبر کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہے۔"

"اور فرمایئے پانڈے جی۔ آپ کا کاروبار کس طرح چل رہا ہے۔" میں نے موضوع بدل کر پوچھا۔

"بھگوان کی کرپا سے سب کچھ ٹھیک ہی ہے۔"

"پانڈے جی۔" میں نے کچھ سوچ کر سنجیدگی سے کہا۔ "کیا میں آپ سے درخواست کر سکتا ہوں؟"

"کوئی خاص بات۔" اس نے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ جو ٹینڈر میری کمپنی کے نام نکلا ہے اسے آپ کو سونپ دوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔" پانڈے نے تعجب سے کہا۔ "آپ ایسا کیوں سوچ رہے ہیں؟"

"تار کنسٹرکشن کمپنی والد صاحب کے نام تھی۔ انہیں اس ٹینڈر کو حاصل کرنے کی بڑی حسرت تھی لیکن اب جب وہی نہیں رہے تو میرے لیے اس ٹینڈر میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ میرا کاروبار ویسے ہی خاصا پھیلا ہوا ہے کس کس پروجیکٹ کو سنبھالتا پھروں گا۔"

"میں آپ کی محبت اور جذبے کی قدر کرتا ہوں شہباز صاحب لیکن شاید ابھی تک آپ پانڈے کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے۔" اس نے سنجیدگی سے نرم لہجے میں کہا۔ "دھن دولت ہر بزنس مین کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ جنہیں دوستی سے زیادہ دولت عزیز ہوتی ہے۔ اگر آپ وشواس کریں تو بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اس ٹینڈر کے ہاتھ سے نکل جانے کا کوئی دکھ نہیں ہے۔"

"اور میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں اس سے ایک دوسرے کام سے آیا ہوں۔"

"فرمایئے۔"

"میں آپ سے کیول اس مَنش کا نام دریافت کرنا چاہتا ہوں جس نے ہمارے اور آپ کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔"

"آپ یہ سوال ایک بار پہلے بھی کر چکے ہیں اور میں نے پہلے بھی یہی کہا تھا کہ میں اس سے ناواقف ہوں۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "ٹینڈر والی دھمکی مجھے فون پر دی گئی تھی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے اس کا کہنا نہ مانا تو پھر مجھے تمام زندگی پچھتانا پڑے گا اور… اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ ٹینڈر کھلنے والی رات ہی میرے والد کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا۔"

صحرا کا چاند

اس کا معصوم حُسن صحرائی راتوں میں چمکنے والے چاند کو شرماتا تھا۔

دُوسری جنگِ عظیم ایک پاکستانی نوجوان کو صحرا کے اس درخشاں چاندنی میں لے آئی تھی-----

-----دونوں نے ایک دُوسرے کو دیکھا اور ایک دُوسرے کی رُوح میں محبّت کی مہک بن کر سما گئے۔ لیکن زندگی صرف محبّت کی خُوشبو ہی نہیں۔

زہریلے کانٹوں کا جنگل بھی ہے۔ اِنسانی محبّت اور نفرت کے صحرا میں طلوع ہونے والے چاند کی یہی داستان جسے اے حمید کے رومان پرور قلم نے لکھا۔

آزادی

ناشر:

"نہیں۔" پانڈے نے چونکتے ہوئے کہا۔ "بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ایسا ہو چکا ہے پانڈے جی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "والد صاحب زندگی کی طرف تیزی سے واپس آتے آتے اچانک ہم سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ گئے۔ ان کی لاش کمرے میں خون میں لت پت ملی تھی۔ میں ان باتوں سے پہلے بھی گزر چکا ہوں۔ کچھ کالی طاقتیں مجھ سے زندگی کی تمام خوشیاں چھین لینا چاہتی ہیں۔"

"کالی طاقتیں۔" پانڈے نے پھر حیرت کا اظہار کیا۔ "لیکن ان پلید ہستیوں کو بھلا آپ سے کیا بیر ہو سکتا ہے۔"

"پانڈے جی۔" میں نے اس بار پانڈے کو بہت غور سے تکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا میں بھی آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں؟"

"کیا؟"

"اشوک اور شیتل کی موت کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟"

"مجھے ان دونوں کی موت کا دکھ ہے۔ اشوک کو ہماری کمپنی میں آئے ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے تھے لیکن اس کی کارکردگی اور ایمان داری نے بہت جلد ہمارے دلوں میں جگہ پیدا کر لی تھی۔"

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اسے گلا گھونٹ کر مارا گیا ہے لیکن....."

"میرا خیال ہے اشوک اور شیتل کی موت میں بھی اسی ناپاک قوت کا ہاتھ ملوث ہے جس نے میرے والد کو ہم سے چھین لیا ہے۔"

"لیکن اشوک..."

"میں بتاتا ہوں۔" میں نے پانڈے کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اشوک نے ایک بار میرے ایک آدمی کے سامنے کہا تھا کہ آپ کنسٹرکشن کے نئے کام میں پوری طرح اپنے قدم جمالیں تو زنجن لال کی بربادی کا حساب ضرور چکتا کریں گے۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔ بہتان ہے میرے اوپر۔" پانڈے نے چونکتے ہوئے اپنی پوزیشن کی وضاحت کی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی باتوں میں کوئی تصنع یا بناوٹ نہیں تھی پھر اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ مجھے اس کا نام بتانا پسند کریں گے جس نے اشوک کی کہی ہوئی یہ بات آپ تک پہنچائی تھی؟"

"وہ میرا ہی ایک قابل اعتماد اور دیانت دار آدمی ہے۔"

"کیا آپ کو اس کی بات پر وشواس آگیا تھا؟" پانڈے نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بے چینی سے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "لیکن میرا دل گواہی دے رہا ہے وہ بات آپ نے اشوک سے نہیں کہی ہوگی۔"

"پھر کس نے کہی ہوگی؟"

"ہو سکتا ہے کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر وہ بات اشوک کے ذہن میں کسی اور نے بٹھا دی ہو؟"

"لیکن کس نے؟" "اسی پلید طاقت نے جو اب تک تین زندگیوں کی بھینٹ لے چکی ہے۔"

اسی وقت سراج بھی آگیا۔ میں نے جے شنکر پانڈے سے سراج کا تعارف کرایا تو وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ شاید اس لیے کہ وہ ابھی تک کومل ورما کی وجہ سے پانڈے جی کو تمام حالات کا ذمہ دار سمجھ رہا تھا۔ ہمارے درمیان کچھ دیر تک ادھر ادھر کی رسمی باتیں ہوتی رہیں پھر سراج نے موقع پا کر براہ راست پانڈے سے دریافت کیا۔

"آپ کا اپنی لیڈی سیکریٹری کومل ورما کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کس سلسلے میں؟" پانڈے نے کومل ورما کا نام سن کر سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"وہ آپ کے ساتھ کب سے کام کر رہی ہیں؟"

"تقریباً" دو سال سے۔"

"کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں مسٹر پانڈے کہ کومل ورما ایک اچھے کردار کی مالک ہے۔"

"جی ہاں۔ کم از کم میں نے اس کے بارے میں یہی رائے قائم کی ہے کہ وہ نہایت ملنسار ہے اور دیانت داری سے اپنا کام انجام دیتی ہے۔ مجھے یا عملے کے کسی دوسرے شخص کو کبھی اس سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہوئی۔" پانڈے نے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کیا آپ کومل ورما پر کسی قسم کا شک کر رہے ہیں؟"

"کومل ورما اور اشوک کے تعلقات آپس میں کیسے تھے؟" سراج نے اس کی بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اس بات پر کبھی غور نہیں کیا۔" پانڈے نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ دو سال سے میری لیڈی سیکریٹری کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہی ہے لیکن اس عرصے میں مجھے کبھی اس سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ میری فرم جوائن کرنے سے پہلے وہ ایک فلم کمپنی کے لیے ماڈلنگ بھی کرتی رہی ہے لیکن وہاں بھی اس کا کوئی اسکینڈل سننے میں نہیں آیا۔"

"آئی سی۔" اس بار سراج نے خالص پولیس والا انداز اختیار کیا۔ "گویا آپ اسے اس وقت سے جانتے ہیں جب وہ صرف ایک ماڈل گرل تھی۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" پانڈے نے اپنی پوزیشن کی وضاحت کی۔ "اس کے کردار کے بارے میں یہ بات مجھے اس وقت معلوم ہوئی تھی اس نے جب سے ہماری فرم جوائن کی تھی۔"

"لیکن آپ یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ اچھے کردار کی مالک ہے۔"

"پہلے وہ کیا کرتی تھی یا کیا نہیں۔ میں اس بارے میں کچھ زیادہ جان کاری نہیں رکھتا جب سے اس نے میرے یہاں ملازمت کی ہے میں نے اسے ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھتے پایا ہے۔" اس بار پانڈے کے لب و لہجے میں بھی ایک تلخی سی آگئی تھی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ سراج کا اس کی ذات کو کومل ورما کی ذات سے منسوب کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ یہ ایک قدرتی امر تھا۔ اس کی جگہ اگر میں بھی ہوتا تو شاید سراج کے بے سروپا سوال پر اکتا جاتا۔ ویسے سراج بھی جس انداز میں پانڈے کو کرید کر کومل ورما کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے بھی غلط نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس لیے کہ کومل ورما ہی نے اشوک اور شیتل کے ساتھ میرے میک اپ کر کے اشوک کے فلیٹ پر جانے کی اطلاع دی تھی اور ایک پولیس آفیسر ہونے کے ناطے ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ جو چھان بین کر رہا تھا وہ بھی ایک ذمے دار پولیس افسر کے فرائض میں داخل تھا۔

حالات نے چونکہ خاصی سنجیدہ صورت حال اختیار کر لی تھی اس لیے میں سراج کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ مسٹر پانڈے جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہی ہے۔ کومل ورما سے ان کا تعلق محض ڈیوٹی کے اوقات تک محدود ہے۔ اس کے بعد وہ کیا کرتی ہے کس سے ملتی ہے یا اس کا کردار کیسا ہے اس کی ذمے داری کسی طرح بھی پانڈے پر عائد نہیں ہوتی۔"

"شکریہ مسٹر شہباز کہ آپ نے میرے من کی بات کر دی۔" اس نے میرا شکریہ ادا کیا پھر دوبارہ سراج کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ کو کسی بات پر شبہ ہے جو آپ میری لیڈی سیکریٹری کے بارے میں چھان بین کر رہے ہیں؟"

"آئی ایم سوری مسٹر پانڈے۔" سراج نے روکھائی سے جواب دیا۔ "ہم قبل از وقت کسی حتمی فیصلے پر چھلانگ لگانے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ جب تک ہماری تفتیش مکمل نہ ہو جائے ہم اپنی ہدایات اور مشکوک افراد کی فہرست کو ٹاپ سیکرٹ رکھتے ہیں۔"

"لیکن ایک مشکوک فرد کا نام تو آپ نے بہرحال ظاہر کر دیا۔" اس بار پانڈے نے پہلی بار مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کی بھی ایک خاص وجہ ہے۔" سراج نے بڑی خوبصورتی سے پانڈے کو اخلاقی طور پر پابند کرنے کی خاطر کہا۔ "مسٹر شہباز اور نادر خاں صاحب مرحوم سے میری بہت دیرینہ ملاقات ہے۔ میری اور آپ کی ملاقات اس گھر کے اندر ہوئی اس لیے مجھے امید ہے کہ آپ اپنی خوبصورت لیڈی سیکریٹری کا ساتھ دینے کے بجائے قانون کا زیادہ خیال رکھیں گے۔"

"میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں۔ آپ وشواس رکھیں۔" پانڈے نے تیزی سے کہا۔ "جو باتیں اس وقت ہم تینوں کے درمیان ہوئی ہیں وہ کسی چوتھے کے کان تک نہیں پہنچیں گی۔"

"تھینکس مسٹر پانڈے۔" سراج بولا۔ "مجھے آپ سے اسی جواب کی توقع تھی۔"

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" پانڈے نے اٹھتے ہوئے کہا تو اخلاقاً" ہم دونوں بھی کھڑے ہو گئے۔ پانڈے نے جاتے جاتے پوچھا۔ "آپ کی ماتا جی کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

"زخم آہستہ آہستہ بھر رہے ہیں۔" میں نے ایک لمبی سانس لے کر جواب دیا۔ "کچھ وقت تو ضرور لگے گا۔"

"میں بھی اگر آپ کے کسی کام آسکوں تو مجھے امید ہے کہ آپ سیوا کرنے کا موقع ضرور دیں گے۔"

"میں آپ کی اس محبت کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

پانڈے کے جانے کے بعد سراج نے مجھ سے پوچھا۔

"یہ حضرت اس وقت یہاں کیا کرنے آئے تھے؟"

"میرا ذاتی خیال ہے مسٹر سراج کہ جے شنکر پانڈے ایک سنجیدہ اور ملنسار آدمی ہے۔ اس کی شخصیت پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"اور..... یہ کومل ورما۔" سراج کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"اس کی پراسرار شخصیت ابھی تک میری سمجھ میں بھی نہیں آسکی۔ البتہ ایک بات میرے ذہن کو پریشان کر رہی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"موہنی۔"

"موہنی۔" سراج چونکا۔ "یہ موہنی کون ہے اور ان تمام معاملات کے درمیان کہاں سے آگئی؟"

"آج میں نے کومل ورما کی ماں کو ٹٹولنے کی خاطر آواز بدل کر فون کیا تھا۔" میں نے سراج کو اپنی اور کومل ورما کی ماں کی باتوں کی پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "موہنی کے درمیان میں آجانے سے حالات نے ایک پیچیدگی سی پیدا کر دی ہے۔"

"جہاں تک اشوک اور شیتل کی موت کا تعلق ہے تو موہنی والی بات کچھ کچھ سمجھ میں آتی ہے۔" سراج نے الجھی ہوئی ڈور کو سلجھانے کی کوشش کی۔ "ہو سکتا ہے کسی ذاتی وجوہ پر اس کی روح نے ان دونوں سے اپنا کوئی پرانا حساب چکتا کیا ہو لیکن آپ کے والد سے موہنی کی بدروح کو بھلا کیا پرخاش ہو سکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے ابھی کھیل ختم نہیں ہوا۔"

"کیا مطلب؟" سراج چونکا۔

"ہو سکتا ہے کہ ابھی کچھ اور موتیں بھی واقع ہوں۔"

"آپ اتنے یقین سے یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔" سراج نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"جس طرح پہلے کہتا رہا ہوں۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "میری چھٹی حس کچھ اسی قسم کے اشارے دے رہی ہے۔"

"مسٹر شہباز! اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں۔"

"فرمایئے۔"

"کبھی کبھی تو مجھے اس بات کا شبہ بھی ہونے لگتا ہے کہ کہیں وہ پراسرار قوت آپ ہی کی تو نہیں جو یہ سب گل کھلا رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو مشکوک افراد کی فہرست میں میرا نام بھی شامل کر لیں۔"

"میں مذاق کر رہا تھا۔" سراج نے جلدی سے اپنے جملے کی وضاحت کی۔

پھر ہم دونوں بے فکر پانڈے کے جانے کے بعد بھی لان پر بیٹھے رات تقریباً نو بجے تک گپ شپ کرتے رہے پھر احمد علی نے آکر کھانے کی اطلاع دی تو مجھے وقت گزرنے کا بڑی شدت سے احساس ہوا۔ میں نے اٹھتے ہوئے سراج کو بھی کھانے کی دعوت دی لیکن اسے دس بجے کسی شادی میں شرکت کرنا تھی اس لیے معذرت کر کے چلا گیا اور تیزی سے اندر گیا جہاں امی کھانے کی میز پر ہی بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھیں۔

✚

صبح میں دفتر پہنچا تو سراج وہاں پہلے سے موجود تھا۔ ہم گزشتہ شام کو بھی ملے تھے لیکن سراج کے چہرے پر نظر آنے والے الجھن اور پریشانی کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ اس وقت مجھے کوئی اچھی خبر سنانے نہیں آیا۔ میں نے اس کے لیے چائے کا آرڈر دیا پھر آفس کے اس حصے میں آکر بیٹھ گیا جہاں میں نے چار آرام کرسیوں اور گول میز سے ایک مختصر سا ریٹائرنگ روم بنا رکھا تھا۔

سراج نے گفتگو کی ابتدا نہیں کی' کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آرہا تھا پھر چائے کے دو تین گھونٹ لینے کے بعد ہی میں نے کریدا تھا۔

"میرا خیال اگر غلط نہیں ہے تو ہمارے درمیان کل رات کو بھی بڑی تفصیلی ملاقات ہو چکی ہے۔"

"آپ نے مجھے بتایا تھا کہ روپ نگر میں آپ کی ملاقات سفلی کا ناپاک عمل کرنے والے ایک شخص شنکر سے ہوئی تھی۔" سراج نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور آپ کے بیان کے مطابق روپ نگری میں اس کی چتا کو آگ لگائی گئی تھی۔"

"جی ہاں۔"

"شنکر کی موت کی خبر کی تصدیق کس نے کی تھی؟"

"انکل دھرم داس نے جو والد صاحب کے پرانے واقف کار تھے اور ایس پی کے عہدے پر پہنچ کر ریٹائر ہوئے تھے۔"

"کیا ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی شنکر کی موت کے چشم دید گواہ ہیں۔"

"کیوں۔" میں نے کہا۔ "شنکر کی موت کے بعد روپ نگر کے باسیوں کے درمیان خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ انکل دھرم داس کے علاوہ روپ نگر کے اور بھی ذمہ دار آفیسر اس وقت وہاں موجود تھے جب چمارزات کے ایک آدمی نے شنکر کی چتا کو آگ لگائی تھی۔"

"پھر تو یہ سب کچھ حیرت انگیز کہا جا سکتا ہے۔"

"بات کیا ہے۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کل رات کے وقت آپ کے گھر واپسی کے بعد مجھے ایک کال موصول ہوئی تھی اور۔۔۔"

"اور کیا؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"جس شخص نے فون پر مجھ سے گفتگو کی تھی اس نے بھی مجھے اپنا نام شنکر ہی بتایا تھا۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس مردود نے مجھے یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ مر جانے کے باوجود وہ ابھی تک زندہ ہے اور پراسرار گندی قوتوں کا مالک ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ کسی بھی انسانی روپ میں نظر آسکتا ہے۔ اس کی بدروح جو چاہے گی وہی ہوگا۔"

"ممکن ہے وہ فون کسی دوسرے شخص نے پولیس کو غلط ٹریک پر ڈالنے کی خاطر کیا ہو۔"

"پہلے میرا خیال بھی اسی طرف گیا تھا لیکن ایسا نہیں تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"اس حرامزادے کی بدروح نے مجھے فون پر بے فکر پانڈے کی کار کے ایکسیڈنٹ کی اطلاع دی تھی اور اس ہسپتال کا نام بھی بتایا تھا جہاں پانڈے کو رکھا گیا تھا۔"

"تو کیا؟"

"نہیں۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "پانڈے ابھی تک زندہ ہے بلکہ اس کے جسم پر ایک معمولی سی خراش بھی موجود نہیں ہے البتہ اس کی گاڑی ضرور چکنا چور ہو گئی۔ میں نے خود گاڑی کی حالت دیکھی ہے۔ حیرت ہے کہ پانڈے زندہ کس طرح بچ گیا۔ اس کی لاش کو پس کر ناقابل شناخت ہو جانا چاہیے تھا۔"

"کیا آپ پانڈے سے مل چکے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"اس وقت بھی وہیں سے آرہا ہوں۔"

"اس نے کیا بیان دیا ہے؟"

"اس کا کہنا ہے کہ وہ سامنے آجانے والے ایک ٹرک کو دیکھ کر بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اس نے اسٹیئرنگ کاٹنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ جیسے جام ہو گیا تھا پھر کسی نے پکڑ کر بڑی پھرتی سے اسے باہر کھینچ لیا تھا۔ اس طرح وہ کام آنے سے بال بال بچ گیا۔"

"مگر شنکر کا نام درمیان میں کس طرح آگیا۔"

"پانڈے کے بیان کے مطابق اس نے وہ غیبی ہاتھ نہیں دیکھے تھے جس نے اسے موت کے منہ میں جاتے جاتے عین وقت پر بچا لیا تھا البتہ فٹ پاتھ پر گرنے کے بعد کسی نادیدہ شخص نے اس سے یہی کہا تھا کہ وہ روپ نگر کا رہنے والا ہے۔ اس کا نام شنکر ہے اور یہ بھی کہ مرنے کے باوجود اس کی لازوال سفلی قوتیں ابھی تک برقرار ہیں۔ وہ کسی انسان کی شکل میں سامنے آسکتا ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔"

"پانڈے کی باتوں سے آپ نے کیا اندازہ لگایا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ فرضی کہانی نہیں سنا رہا ہے البتہ حادثے سے لے کر ابھی تک وہ سکتے جیسی کیفیت سے دوچار ہے۔"

میرا ذہن ایک بار پھر کومل ورما کے بارے میں سوچنے لگا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ شنکر کی بدروح ہی ہو جو اس کے ذریعے مجھ سے اپنا انتقام لینا چاہتی ہو' لیکن بے فکر پانڈے ہی کیوں اگر شنکر کی روح ابھی تک اپنے انتقام کی خاطر دنیا میں بھٹکتی پھر رہی تھی تو سب سے پہلے اسے مجھے اپنا شکار کرنا چاہیے تھا لیکن شاید وہ اس نورانی چہرے والے سفید ریش بزرگ کی وجہ سے براہ راست مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

"ممکن ہے پانڈے نے آپ کو جو بیان دیا ہو وہ درست ہو لیکن میرا دل اس بات کی گواہی نہیں دے رہا کہ شنکر یا اس کی روح ابھی تک اس دنیا میں موجود ہے۔"

"پھر تو ہمیں یہی سوچنا چاہیے کہ پانڈے ہم سے جھوٹ بولنے کی کوشش کر رہا ہے مگر کیوں؟ اس طرح وہ کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"مسٹر سراج۔ کیا ٹرک اور کار کے ایکسیڈنٹ کے کچھ چشم دید گواہ بھی ہیں۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"ایک سے زیادہ گواہ ہیں اور ان کا بیان یہی ہے کہ ایکسیڈنٹ سے بس ایک لمحے پہلے پانڈے اپنی کار سے اڑتا ہوا نکلا تھا اور فٹ پاتھ پر جا گرا تھا۔"

"اس کے باوجود میری چھٹی حس شنکر یا اس کی بدروح کے وجود کے سلسلے میں نفی کرتی ہے۔"

"کوئی خاص وجہ۔" سراج نے مجھے غور سے گھورا۔

"قبل از وقت میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیا آپ نے آواگون کے مسئلے کے بارے میں کچھ نہیں پڑھا؟"

"میں سرے سے اسے مانتا ہی نہیں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"پھر یہ جو حادثہ پیش آیا ہے اسے آپ کیا نام دیں گے۔"

"حادثہ ہر صورت میں حادثہ ہی کہلائے گا۔ رہا پانڈے کا حیرت انگیز طور پر بچ جانا تو قدرت انسان کی اصلاح کے لیے اس قسم کے معجزے اکثر دکھاتی رہتی ہے۔ کیا آپ معجزوں پر یقین نہیں رکھتے۔"

"رکھتا ہوں لیکن پھر پانڈے کے منہ سے شنکر ہی کا نام کیوں نکلا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ نام پہلے کہیں سن رکھا ہو اور اسی کی مناسبت سے اس کے ذہن میں فوری طور پر شنکر کا نام ابھرا ہو اور پانڈے نے اس کی سفلی قوتوں کے بارے میں بھی سن رکھا ہو۔ عام طور پر کسی بھی حادثے یا مشکل حالات سے بچ نکلنے کے بعد انسان کے ذہن میں خدا کا نام ابھرتا ہے اور وہ اپنی زندگی بچ جانے کو معجزے کا نام دیتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ پانڈے کے ذہن میں بھی ایک جان لیوا حادثے سے بچ جانے کی صورت میں لاشعوری طور پر شنکر کا نام آگیا ہو۔" میں نے سراج کو قائل کرنے کی کوشش کی۔ "آپ ان باتوں سے اس قدر پریشان کیوں ہیں۔ "پانڈے بچ گیا کیا یہی آپ کے لیے کافی نہیں ہے۔"

"حیرت کی بات یہ ہے کہ چشم دید گواہوں میں سے بھی کسی ایک نے اس ٹرک کا نمبر دیکھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔"

"شاید اس لیے کہ انسان کی زندگی کسی ٹرک کے نمبر سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔"

"مانے لیتا ہوں۔" سراج نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "لیکن پھر آپ اشوک' شیتل اور اپنے والد کی موت کو کیا نام دیں گے؟ کیا یہ سب بھی اتفاقی حادثے تھے یا اس کے پیچھے بھی کوئی مافوق قوت کام کر رہی تھی۔"

"فی الحال میں کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہوں۔"

"آپ کا کیا مشورہ ہے؟ کیا میں کومل ورما کو حراست میں لے لوں۔"

"فائدہ۔" میں نے کہا۔ "اس کے خلاف ابھی تک آپ کے پاس کوئی ایسا ٹھوس ثبوت نہیں ہے جس کی بنا پر اسے مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا جا سکے۔"

"پھر میں کیا کروں۔" سراج جھلا گیا۔

"پانڈے کا بیان لیجئے اور اسے داخل دفتر کر لیں۔"

سراج نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ ہونٹ کاٹتا ہوا اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے دس منٹ

بعد ہی میں بھی بے شنکر پانڈے کی خیریت دریافت کرنے ہسپتال پہنچ گیا۔

"آپ۔" پانڈے نے مجھے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ اس کی مسکراہٹ میں میں کوئی تصنع یا بناوٹ نہیں محسوس کر سکا۔ بہت دیر تک میں پانڈے کے قریب بیٹھا اس سے حادثے کے بارے میں دریافت کرتا رہا۔ اسی دوران ڈاکٹر بھی ایک نرس کے ساتھ معائنے کے لیے آیا اور اس نے پانڈے کو اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ اگر چاہے تو گھر جا سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے ڈی۔ ایس۔ پی سراج نے بھی اس سلسلے میں آپ سے ضرور ملاقات کی ہوگی اور آپ کا بیان لیا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ میں ان کا شکرگزار ہوں۔"

"آپ جس انداز میں حادثے کا شکار ہونے سے بال بال بچے ہیں وہ یقیناً ایک حیرت انگیز بات ہے۔ شاید آپ کی کوئی نیکی آپ کے کام آگئی۔"

"سب بھگوان کی کرپا ہے۔"

"کیا میں آپ سے ایک خاص بات دریافت کر سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں۔"

"آپ کے ذہن میں یہ شنکر کا نام کس طرح آگیا؟"

"شنکر۔" پانڈے نے حیرت سے کہا۔ "میں یہ نام آج پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"کیا آپ نے یہ بات سراج سے نہیں کہی تھی کہ شنکر نامی روپ نگر کے ایک باسی نے جس کی چتا کی راکھ بھی اب پانی میں گم ہو چکی ہوگی سخل کے علم کے زور پر آپ کی مدد کی تھی۔"

"نہیں۔" پانڈے نے پھر حیرت سے جواب دیا۔ "جہاں تک میرا خیال ہے میں نے ایسی کوئی بات مسٹر سراج سے نہیں کہی تھی۔ ایسی شکل میں جبکہ میں شنکر نامی کسی شخص سے واقف ہی نہیں ہوں تو بھلا اس کا نام کس طرح لے سکتا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے سراج کو نام سننے اور یاد رکھنے میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "میرا مشورہ ہے آپ کو ہسپتال سے جانے کے بعد بھی کچھ دنوں آرام ضرور کرنا چاہیے۔"

"میں نے بھی یہی سوچا ہے۔"

"کیا میں آپ کے کسی کام آسکتا ہوں۔" میرے لہجے میں انکساری تھی۔

"اگر ضرورت پڑی تو آپ کو اپنا محسن سمجھتے ہوئے ضرور تکلیف دوں گا۔"

ہسپتال سے واپسی کے وقت میرا ذہن پھر بری طرح الجھ رہا تھا۔ سراج کی یادداشت اتنی کمزور نہیں تھی کہ اسے پانڈے کا بیان یاد نہ رہتا۔ اس نے خاص طور پر شنکر کے ساتھ ساتھ روپ نگر کا بھی نام لیا تھا جبکہ پانڈے نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ شنکر نامی کسی شخص سے سرے سے واقف نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جو ناپاک قوت میرے والد کی موت کا سبب بنی تھی اور جس نے اشوک اور شیتل کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا کہ میں نے اشوک سے ایک ایسا پروونٹ لکھوا لیا تھا جس کی بنا پر اس کی زبان کھلوا سکتا تھا۔ اسی نے پولیس کو الجھن کا شکار کرنے کی خاطر وقتی طور پر پانڈے کے جسم پر قبضہ کر کے شنکر کے سلسلے میں بیان دینے پر مجبور کر دیا ہو۔

مجھے حیرت صرف اس بات کی تھی اس بار وہ طاغوتی قوت کھل کر سامنے آنے سے گریز کر رہی تھی مگر کیوں؟ کیا اس میں کوئی مصلحت تھی یا پھر وہ میرے سامنے آنے سے کترا رہی تھی۔

میں نے اپنی انگلی میں پڑی ہوئی صندلی انگوٹھی کو دیکھا جس کی موجودگی میں نہ تو کوئی قوت میرے دل کے اندر جھانک سکتی تھی اور نہ ہی کوئی جان لیوا قسم کا نقصان پہنچا سکتی تھی پھر میرے ذہن میں اس نورانی بزرگ کا چہرہ ابھر آیا جس کا سایہ ابھی تک میرے سر پر قائم تھا یہ اور بات ہے کہ پیدا ہونے والے حالات نے وقتی طور پر میرا ذہن الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ میرے ذہن میں بس ایک ہی نام صدائے بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔ کول وِما۔۔۔ کول وِما۔۔۔"

❖

دفتر پہنچ کر میں ابھی کرسی پر پوری طرح بیٹھ بھی نہیں سکا تھا کہ سراج آگیا۔ اس وقت اس کی کچھ عجیب سی کیفیت تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بڑی دور سے بھاگتا ہوا آرہا ہو لیکن اس کی سانس کسی دھونکنی کی مانند بھی نہیں چل رہی تھی۔ البتہ چہرے سے تکان کا شدید احساس عیاں تھا۔ دفتر میں داخل ہو کر وہ اس طرح صوفے پر گرا تھا جیسے کسی ایک داؤ پر اپنی تمام پونجی لٹا بیٹھا ہو۔ اس کی آنکھیں میرے بجائے چھت کی طرف تھیں۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔

میں چند لمحے تک اس کی کیفیت کو بغور دیکھتا رہا۔ کوئی واقعہ ایسا ضرور ظہور پذیر ہوا تھا جس نے اس کے سارے کس بل نکال دیے تھے۔ ورنہ پہلے وہ زندگی سے اس قدر مایوس نظر نہیں آیا تھا۔

میں اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا لیکن وہ بدستور چھت کو گھورے جا رہا تھا۔ شاید وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ اس وقت میرے آفس میں موجود ہے۔ میں کچھ دیر تک اسے سنجیدگی سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"کہاں سے تشریف لا رہے ہو۔"

"ایک گلاس ٹھنڈا پانی۔" اس نے اسی کیفیت میں میری طرف دیکھے بغیر کہا۔

میں نے ملازم کو بلا کر پانی لانے کو کہا پھر جب وہ گلاس پانی

حلق کے نیچے اتار چکا تو اس کے چہرے سے تکان کے اثرات زائل ہونے لگے پھر صوفے پر سنبھل کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"اگر صورت حال یہی رہی تو پایا تو میں ملازمت سے استعفیٰ دے کر کوئی با عزت کاروبار شروع کر دوں گا یا پھر کسی مینٹل ہسپتال میں داخل ہو کر اپنا باقاعدہ علاج کراؤں گا۔"

"خیریت؟"

"میں اس وقت کول وِما کے گھر سے سیدھا آپ کی طرف آرہا ہوں۔"

"کول وِما۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ وہاں کیا کرنے گئے تھے؟"

"موہنی کے بارے میں پوچھنے گیا تھا لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟"

"اس بوڑھی کھوسٹ عورت نے موہنی کا نام سن کر میری طرف اس طرح دیکھا جیسے میں دوسرے سیارے سے اتر کر وہاں پہنچا ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس کا بیان ہے کہ اس کے ہاں نہ تو کبھی جڑواں لڑکیاں پیدا ہوئی تھیں نہ وہ موہنی نامی کسی لڑکی سے واقف ہے۔"

"پھر اس نے مجھ سے فون پر غلط بیانی سے کیوں کام لیا تھا۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے کہ آپ سے گفتگو کرتے وقت بھی اس کے جسم کے اندر کوئی بد روح چھپی بیٹھی ہو اور اسی نے موہنی کی فرضی کہانی سنانے پر اسے مجبور کر دیا ہو اور ہوش میں آنے کے بعد وہ سب کچھ بھول گئی ہو۔"

"آپ اس سے کس حیثیت میں ملے تھے۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ کیا آپ نے اس پر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ آپ ایک ذمہ دار پولیس آفیسر ہیں۔"

"اس سے میرے خیال میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔" سراج جھلا کر بولا۔ "اگر کوئی پراسرار مخفی طاقت پس پردہ کام کر رہی ہے تو وہ میری حیثیت سے بھی ضرور واقف ہوگی۔ مجھے آپ کے بارے میں کہا گیا تھا کہ آپ بھیس بدل کر اور نیک سوٹ پہن کر اشوک سے ملنے گئے تھے۔"

"آپ کی دلیل بڑی معقول ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر بولا۔ "میرے پاس بھی آپ کے لیے ایک خبر موجود ہے۔"

"وہ کیا۔"

"آپ کی زبانی بے شنکر پانڈے کو پیش آنے والے حادثے کے بارے میں سن کر میں بھی اس سے ملنے گیا تھا۔"

"پھر۔"

"پانڈے کا بیان ہے کہ اس نے آپ سے شنکر نام کے کسی آدمی کا کوئی ذکر نہیں کیا اس لیے کہ وہ بھی اس نام کے کسی آدمی سے ناواقف ہے۔"

سراج میرا جواب سن کر حیرت سے اچھل پڑا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔

"حالات کے پیش نظر اب یہ بات سو فیصد درست ہے کہ کوئی نہ کوئی طاغوتی طاقت ہمارے خلاف کام کر رہی ہے۔"

"ہمارے نہیں بلکہ صرف میرے خلاف۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سراج نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"کیا میری غیر موجودگی میں بھی آپ کو اس قسم کی پراسرار قوت سے دوچار ہونا پڑا تھا؟"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ یہ بات آپ کی سمجھ میں جلدی آگئی۔"

"لیکن اگر آپ کی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو ایک اہم سوال اور پیدا ہوتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

اشوک، شیتل اور آپ کے والد ہی کیوں؟ اگر وہ کوئی مافوقی طاقت ہے تو براہ راست آپ کو (خدا نہ کرے) نقصان پہنچانے سے کیوں گریز کر رہی ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اس کا ہدف صرف آپ ہیں تو وہ دوسرے بے گناہوں کے خون سے اپنے ہاتھ کیوں رنگ رہی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ میرے خلاف کوئی جان لیوا قدم اٹھانے سے مجبور ہے۔" میں نے کن انکھیوں سے صندلی انگوٹھی کی طرف دیکھا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"اگر گندی قوتیں مجھے موت کے گھاٹ اتار سکتیں تو بہت پہلے اتار چکی ہوتیں لیکن وہ ایسا کرنے سے قاصر ہیں۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آپ داور کو کیوں بھول رہے ہیں۔ جو شخص آپ کی نگاہوں کے سامنے لوہے کی موٹی موٹی زنجیروں کو کچے دھاگے کی طرح توڑ کر ہولناک قوت کا مظاہرہ کر سکتا تھا کیا وہ براہ راست میری گردن نہیں مروڑ سکتا تھا۔"

"لیکن آپ کی اور اس کی دشمنی کیا تھی؟"

"تھی کوئی بات جس نے شنکر کو بلاوجہ میرا دشمن بنا دیا تھا۔ اس کی کوئی قیمتی شے میرے قبضے میں آگئی تھی جسے وہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔" میں نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد دوبارہ کہنا شروع کیا۔ "پھر پنڈت بسنی دھر کے درمیان میں آجانے سے مجھے وہ شے اس کے حوالے کرنی پڑی۔ اس کے بعد شنکر یقیناً مجھے سفلی قوتوں کا شکار کر سکتا تھا لیکن اس وقت موقع اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔"

"میں اب بھی آپ کا مقصد نہیں سمجھا۔" سراج نے مجھے کریدتے ہوئے پوچھا۔ "آخر وہ کیا بات تھی جس نے آپ کے مقابلے میں شنکر اور بسنی دھر کی شیطانی قوتوں کو مجبور کر دیا تھا۔"

"وہ ایک بزرگ کا سایہ ہے جو آج بھی میرے سر پر قائم ہے اور جب تک وہ سایہ میری حفاظت کرتا رہے گا دنیا کی بڑی سے بڑی قوت بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتی ہے۔ یہ میرا ایمان ہے اور آپ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ رحمانی قوتوں کے سامنے شیطانی قوتیں سر اٹھانے سے ہمیشہ گریز کرتی ہیں۔"

"پھر یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ کیوں ہو رہا ہے؟"

"مجھے راستے سے ہٹانے کی خاطر وہ اوچھے ہتھکنڈے اختیار کر رہی ہیں۔"

"لیکن ان کا مقصد کیا ہے۔" سراج الجھتے ہوئے بولا۔ "اس کی الجھن کچھ بے جا بھی نہیں تھی۔ حالات ہی ایسے تھے جس نے اس کے دماغ کی چولیں تک ہلا کر رکھ دی تھیں۔"

"میں اپنے بزنس اور تمام کاروبار سے دست کشی اختیار کر لوں گا۔"

"اس سے انہیں کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"اس کا جواب بھی وہی نادیدہ قوتیں دے سکتی ہیں لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ نرنجن کے خاتمے کے بعد مجھے بھی اس میدان میں پھلتا پھولتا نہیں دیکھنا چاہتیں۔ کبھی کبھی ایک چھوٹی سی چنگاری بھی بھڑک کر ایسے خطرناک شعلوں کا روپ اختیار کر لیتی ہے جو آسانی سے نہیں بجھائی جا سکتی۔" میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے مسٹر سراج کہ ان مافوقی قوتوں نے لندن تک بھی میرا تعاقب کیا تھا لیکن وہ خدا کے فضل و کرم سے خود ہی اپنے کیفر کردار تک پہنچ گئیں۔"

"لیکن ان معاملات کی چھان بین پولیس آخر کس طرح کر سکتی ہے۔"

"اس کا بھی ایک آسان طریقہ ہے۔"

"وہ کیا؟" سراج نے مجھے پرامید نظروں سے دیکھا۔

"جو شخص بھی پتلی گردن کا نظر آئے اسے پکڑ کر سارے الزام اس کے سر تھوپ دیجیے یا پھر کسی ایسے پنڈت پجاری کو محکمہ پولیس کے کسی بڑے عہدے پر فائز کر دیا جائے جو اپنے دفتر میں ہمہ وقت کسی منڈل میں دھونی رمائے اور کنڈلی مارے بیٹھا مالا جپتا رہے پھر ضرورت پڑنے پر مافوقی قوتوں کو ان کی اصلی شکل میں یا تو قانون کے حوالے کرتا رہے یا پھر اپنی شکتی کے زور پر انہیں جلا کر اس طرح بھسم کر دے کہ وہ پھر کبھی سر نہ اٹھا سکیں۔"

"آپ شاید اس وقت قانون کا مذاق اڑا رہے ہیں۔" سراج نے قدرے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"اس کے علاوہ اور کیا بھی کیا جا سکتا ہے۔" میں نے بے بسی کا مظاہرہ کیا۔

"کومل ورما کے بارے میں اب آپ کی کیا رائے ہے۔" سراج نے دوبارہ سنجیدگی اختیار کی۔

"میرا خیال ہے کہ اب تک پیش آنے والے حالات میں اس کی شخصیت محض ایک کھلونے جیسی ہے جس کو گندی قوتیں بڑی خوبصورتی سے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر رہی ہیں۔ ویسے ایک بات اس بار قدرے مختلف ہے۔"

"وہ کیا؟"

"پہلے مافوقی قوتیں کھل کر اور سامنے آکر مجھے للکارتی تھیں۔ میرے آدمیوں کو نقصان پہنچاتی تھیں لیکن اس بار سوائے والد صاحب کی موت کے علاوہ ابھی تک کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔"

"آپ اسے صرف حادثہ سمجھ رہے ہیں۔"

"اور کیا سمجھوں مسٹر سراج۔" میں نے ایک لمبی سانس لے کر کہا۔ "میرے نزدیک تو زندگی اور موت دونوں ہی حادثہ ہیں۔"

"آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ اپنا کاروبار کسی دوسرے

ملک میں جا کر سیٹ کر لیں تو یہ حادثے ختم ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں۔" میں نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔ "جب تک میرا دم قائم ہے یہ ناقابل یقین واقعات رونما ہوتے رہیں گے خواہ میں دنیا کے کسی گوشے میں جا کر آباد ہو جاؤں۔"

"آپ شاید درست کہہ رہے ہیں۔" سراج بولا۔ "جب سے یہ خرافات ہو رہے ہیں میری اپنی عقل بھی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔"

"صبر سے کام لینے کی عادت ڈالیں۔" میں نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "کبھی کبھی انسان جب صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے تو شاید ایسے ہی حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ قدرت کا نظام بھی یہی ہے کہ جو انسان بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ شاید مجھ سے بھی کچھ ایسی ہی غلطیاں سرزد ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے یہ تمام پریشانیاں لاحق ہو گئی ہیں۔ جب ملازمت کے بعد میری پہلی پوسٹنگ روپ نگر میں ہوئی تھی اسی وقت میرے والد نے اپنی پریشانی کا اظہار کر دیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ میری پوسٹنگ روپ نگر کے علاوہ کہیں اور ہو جائے لیکن ایسا ممکن نہیں ہوا اور مجھے روپ نگر جانا پڑا۔"

"لیکن ان سب باتوں سے بھلا روپ نگر کا کیا تعلق ہے۔" سراج نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"بہت گہرا تعلق ہے مسٹر سراج۔" میں نے کہا۔ "میری اور شنکر کی ملاقات اسی روپ نگر میں ہوئی تھی۔ دراصل میرے دفتر کی ایک اہم فائل گم ہو گئی تھی جو میری تحویل میں تھی۔ اس کے نہ ملنے کی صورت میں ساری ذمے داری میرے اوپر عائد ہوتی۔ اسی موقع پر میرے ایک ماتحت نے مجھے شنکر سے ملنے کا مشورہ دیا تھا اور شنکر نے جو سفلی کے گندے عمل کا مالک تھا مجھے اس گمشدہ فائل کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ یہاں میں ایک بات اور کہوں گا کہ دنیا کے اسی فیصد افراد ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں۔ شاید میں بھی ان اسی فیصد افراد میں شامل ہوں جو شنکر کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر اس کا گرویدہ ہو گیا جس کا خمیازہ مجھے آج تک کسی نہ کسی شکل میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ یہ ایک طویل داستان ہے مسٹر سراج۔ آپ چاہیں تو مجھے اس داستان کا جیتا جاگتا کردار بھی سمجھ سکتے ہیں اور کیا آپ کو یہ سن کر تعجب نہ ہو گا کہ اس داستان کا آغاز ایک پتھر کی بے جان مورتی سے ہوا تھا جو قد و قامت کے اعتبار سے کسی گڑیا سے زیادہ بڑی نہیں تھی۔"

"وہ مورتی کس قسم کی تھی؟"

"میں ابھی تک اس راز کو نہیں سمجھ سکا۔" میں نے جلدی سے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "شیطانی قوتوں نے ابھی تک میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ میرے والد کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا اور اب ہو سکتا ہے ان کا دوسرا شکار میری ماں ہو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔"

"میں بھی خدا سے یہی دعا کرتا ہوں کہ ماں کا سایہ میرے سر پر ہمیشہ قائم رہے لیکن نہ جانے کیوں یہ خیال بار بار خطرے کی گھنٹی بن کر میرے وجود میں گونجنے لگتا ہے۔"

سراج کے جواب دینے سے پہلے فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔

"میں ٹونی بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے ٹونی کی آواز سنائی دی۔ "کیا آپ اس وقت دفتر میں تنہا ہیں؟"

"نہیں۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"پھر آپ صرف میری باتیں سنتے رہیں۔ ہم نے صبح دفتر جاتے ہوئے کومل ورما کو اغوا کر لیا ہے۔"

"مال کہاں اتروایا گیا ہے۔" میں نے اشارے کی زبان میں سوال کیا۔

"گودام نمبر چار کے تہ خانے میں۔" ٹونی نے میرا اشارہ سمجھتے ہوئے جواب دیا۔ "وہاں میں نے اپنے اعتماد کے آدمی کو تعینات کر دیا ہے کوئی پرندہ بھی وہاں پر نہیں مار سکتا۔"

"لوڈنگ ٹرک کا کیا رہا۔" میں نے اس بار بھی گھما پھرا کر پوچھا۔

"اس کی اسپورٹس کار ہم نے ایک ویران سڑک پر چھوڑ دی تھی۔" ٹونی نے کہا۔ "ہم اسے اپنی وین میں لائے ہیں باس۔"

"گڈ۔ میں تمہاری کارکردگی پر بہت خوش ہوں۔" میں نے اپنی خوشی کا اظہار کیا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

"آج کل آپ کا بزنس کیسا چل رہا ہے۔" سراج نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"فرسٹ کلاس۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا پھر سراج مجھ سے رخصتی مصافحہ کر کے چلا گیا اور میرا ذہن کومل ورما کے بارے میں سوچنے لگا جسے ماسٹر ٹونی کے مطابق اغوا کر لیا گیا تھا۔ اس وقت میرے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ پھیل کر گہری ہو رہی تھی۔

٭

میری گاڑی پوری رفتار سے نادر کنسٹرکشن کے گودام کی طرف فراٹے بھر رہی تھی جو میرے آفس سے تقریباً آٹھ میل دور تھا۔ میرے ذہن میں کومل ورما کا حسین تصور بکھرا ہوا تھا۔ میں اس سے ایک یا دو بار ہی ملا تھا۔ وہ جے شنکر پانڈے کی لیڈی سیکریٹری بننے سے پیشتر ماڈلنگ کرتی رہی تھی اس لیے ہر وقت اپنے فیگر اور اس کی نوک پلک کا خیال رکھنے کی عادی ہو چکی تھی۔ ویسے بھی اسے بلاشبہ حسینوں میں شمار کیا جا سکتا تھا۔

جے شنکر کمپنی میں ملازم ہوتے ہی اس نے وہاں کے لوگوں پر اپنی ذہانت کا اس طرح سکہ جما لیا تھا کہ ہر شخص اس کی ذہانت، کارکردگی اور حسن کا قائل ہو گیا تھا۔ خود جے شنکر پانڈے نے بھی اس کی کارکردگی سے خوش ہو کر اپنی اسپورٹس

کار اسے بطور تحفہ دے ڈالی تھی۔ کومل ورما کے کمپنی جوائن کرنے سے پہلے وہ بقول شخصے کنسٹرکشن کے میدان میں لنگڑا لنگڑا کر چل رہا تھا لیکن کومل ورما کے آتے ہی جیسے اس کی کمپنی کو چار چاند لگ گئے تھے۔ اب اس کی شناخت ہونے لگی تھی۔ وہ جہاں جاتا وہاں اسے عزت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔ بڑے بڑے ٹینڈر بھی اس کے نام کھلنے لگے تھے۔ شاید اسی لیے وہ کومل ورما کو گھر آئی لکشمی کی طرح پوجنے لگا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ چونکہ ذاتی طور پر شریف اور نیک آدمی تھا اس لیے اس نے کومل ورما کو کبھی بری نظروں سے نہیں دیکھا تھا لیکن دفتر کے بیشتر عملے کے افراد کومل ورما کے دفتر میں قدم رکھتے ہی ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگتے تھے۔ جو لوگ وقت سے پہلے آفس پہنچ جاتے ان کی نگاہیں کام کے دوران بھی بار بار ان زینوں کی طرف اٹھتی رہتی تھیں جس سے گزر کر وہ اپنے کمرا خاص تک جاتی تھی۔ دو چار سر پھرے نوجوانوں نے باقاعدہ اس سے عشق کرنے کی کوشش بھی شروع کر دی تھی لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ کردار کے معاملے میں وہ اتنی ہی سخت اور دلیر واقع ہوئی تھی کہ ایک روز اس نے بھرے دفتر میں ارجن نامی ایک بانکے چھبیلے نوجوان کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ بات جب شنکر پانڈے تک پہنچی تو اس نے کھڑے کھڑے ارجن کی چھٹی کر دی حالانکہ وہ بڑے کام کا آدمی تھا۔ اس واقع کے بعد سے عملے کے دوسرے تمام منچلے نوجوانوں نے کومل ورما سے محبت کا اظہار کرنے سے توبہ ہی کر لی تھی۔

کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ارجن کومل ورما کو آسانی سے معاف نہیں کرے گا لیکن اس قسم کی کوئی نوبت نہیں آئی بلکہ اس کے برعکس وہ کومل ورما کو جہاں بھی دیکھتا تھا ہاتھ جوڑ کر پرنام کرنا نہیں بھولتا تھا۔ مجھے یہ تمام باتیں مسٹر ٹونی اور دیگر ذرائع سے ایک ایک کر کے معلوم ہوئی تھیں۔ کمپنی میں اس کی ریپوٹیشن بری نہیں تھی۔ وہ بے حد نیک اور ملنسار قسم کی لڑکی واقع ہوئی تھی۔ ارجن والے واقعے کے تیسرے روز اس نے خود بے شنکر پانڈے سے بنتی کی تھی اسے ملازمت پر واپس بلا لیا جائے لیکن بے شنکر نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ ایک با اصول شخصیت کا مالک تھا اور ایک بار جو فیصلہ کر لیتا تھا اس پر سختی سے ڈٹا رہنے کا عادی تھا۔ ارجن کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کے بعد سے عملے کے افراد کومل ورما' سے خوفزدہ رہنے لگے تھے لیکن یہ فضا زیادہ دنوں تک برقرار نہ رہ سکی۔ کومل ورما نے شاید ان کے دور دور رہنے کی وجہ سمجھ لی تھی اس لیے وہ خود ان کے ساتھ جا کر اٹھنے بیٹھنے لگی پھر اسے عملے کے افراد میں ملنسار سمجھا جانے لگا البتہ یہ بات سب کو معلوم تھی کہ وہ کردار کے معاملے میں کسی آہنی چٹان سے کم نہیں تھی چنانچہ سب اس کے ساتھ کھل کر باتیں کرتے تھے لیکن ارجن والے واقعے کے بعد سے کسی نے بھی کومل ورما کے سامنے اظہار عشق کرنے کی جسارت نہیں کی تھی۔

ٹونی نے کومل ورما کے اغواء کی اطلاع گودام نمبر چار ی... فون سے دی تھی۔ میں نے اپنے گودام میں فون کا جال بچھا... تھا تاکہ ایمرجنسی آجانے کی صورت میں بھاگ دوڑ نہ کر... پڑے۔ ہر گودام پر ہمہ وقت ایک گودام کیپر موجود رہتا تھا... وقت پڑنے پر اس سے بہ آسانی رابطہ قائم کیا جاسکے۔

میں آندھی اور طوفان کی طرح گاڑی دوڑاتا ہوا گودام... علاقے میں داخل ہوا جسے چاروں طرف سے موٹے مو... کے جال اور خاردار قسم کی آہنی سلاخوں سے محفوظ کر دیا گیا تھا... وہاں کسی کا داخل ہونا ناممکنات ہی میں سے تھا۔ اس احاطے... دو پھاٹک تھے ایک داخلی اور ایک خارجی۔ میں اس وقت خا... دروازے سے اندر داخل ہوا مسلح چوکیدار نے دور ہی سے... گاڑی پہچان کر بڑا پھاٹک کھول دیا تھا۔

حسب توقع ماسٹر ٹونی مجھے گودام نمبر چار کے باہری شل... مل گیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ تیزی سے میری جانب لپکا تھا۔

"مجھے پورا یقین تھا باس کہ آپ یہاں تک پہنچنے میں... نہیں لگائیں گے۔"

"کیا کومل ورما کو یہاں تک لانے کی خبر کسی اور کو تو... ہوئی۔" میں نے گاڑی سے نیچے اترتے ہوئے مدھم آوا... پوچھا۔

"میں اسے بند وین میں لایا تھا باس اس لیے کسی کے دیکھ... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"کیا وہ آسانی سے تمہارے قابو میں آگئی تھی۔"

"جی ہاں۔" ٹونی مسکراتے ہوئے بولا۔ "ہمارے ایک... نے پوچھنے سے پہلے ہی اس کی گاڑی کے دو پہیوں کے وا... (VALYE) ڈھیلے کر دیے تھے اس کے بعد ویسا ہی ہوا... ہم نے سوچا تھا۔ گھر سے نکلنے کے ایک فرلانگ بعد ہی اس... گاڑی روک کر پہیوں کو دیکھا جن کی ہوا نکل چکی تھی... بری طرح تلملا رہی تھی جب ہم نے قریب پہنچ کر اسے... دینے کی پیشکش کی تو اس نے بڑی خوشی سے قبول کر لی... اپنے دوسرے ساتھی کو اسپورٹس کار کے قریب ہی اتار... اور ہدایت کر دی تھی کہ اس میں ہوا بھروا کر بے شنکر... چھوڑ آئے۔" "کیا تمہیں یقین ہے اسے تمہارے اوپر کسی... شبہ نہیں ہوا تھا؟"

"میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں باس' زندگی گزا... ہے اسی دشت کی سیاحی میں۔" "وہ موڈ میں آکر بولا۔ "اور... ٹھنڈے آدمی سے کسی کو بھی کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے..."

"کیا اس نے یہاں آنے کے بعد بھی کسی قسم کا..."

نہیں کیا۔"

"یہ ٹونی اسپائر ہے۔ باس پھر ایک سنسان سڑک سے ہٹ... واقع ہے اس لیے یہاں پہنچ کر کسی کو اپنی بے بسی کا احساس ہو سکتا ہے لیکن اس کا شور و غل مچانا سود مند ثابت نہیں ہو سکتا۔" ٹونی نے کہا۔ "میں نے گودام نمبر چار کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ وہ دوسرے گوداموں کے درمیان واقع ہے جہاں سے سڑک نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ ویسے بھی وہ ماڈل گرل رہ چکی ہے۔ اس لیے اس نے زیادہ غل مچانے کے بجائے اسی میں اپنی عافیت سمجھی تھی کہ میرے کسی حکم سے انکار نہ کرے۔"

نہ جانے کیوں میرا دل ٹونی کی بات تسلیم کر لینے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ لڑکی اگر باعزت ہو تو کسی بھی ایسی صورت میں جہاں اس کی عزت کو خطرہ لاحق ہو وہ موت کو ہمیشہ زندگی پر ترجیح دینا زیادہ پسند کرتی ہے۔ بہر حال میں ٹونی کے ساتھ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ گودام نمبر چار میں زیادہ تر لکڑیوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جو کھڑکی اور دروازے بنانے کے کام آتے ہیں۔ یہ ایک اچھا خاصا وسیع و عریض گودام تھا جس کے ایک کونے میں گودام کیپر کا وہ کمرا واقع تھا جہاں اس وقت کومل ورما کرسی کے ساتھ بندھی خاموش بیٹھی تھی۔ میں اس کے سامنے گیا تو وہ مجھے دیکھ کر ایک لمحے کو ششدر رہ گئی۔

"مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟" اس نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔ حیرت کیا اس کے لب و لہجے میں کوئی خوف نہیں تھا۔ بڑی... الجھن نظر آرہی تھی۔

"صرف تمہاری اصلیت جاننے کے لیے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے قدرے درشت آواز میں جواب دیا۔

"اوہ۔" اس کے لبوں پر ایک معنی خیز سا تبسم لہرایا۔ "تم میری اصلیت جاننا چاہتے ہو تو سنو...... تمہارے آدمی بھی دھوکا کھا گئے۔ میں کومل ورما نہیں۔ سوہنی ہوں' تمہیں میری بات پر یقین نہیں آتا تو کومل ورما کو فون کر کے میرے بیان کی تصدیق کر لو۔"

"میں نے اسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھا' ریسیور اٹھا کر بے شنکر کی کمپنی کے نمبر ڈائل کرنے لگا پھر اس وقت ریسیور میرے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا جب دوسری جانب سے بھی کومل ورما کی آواز سنائی دی۔ میں نے اسے اپنا نام بتایا تو وہ جلدی سے بولی۔

"پانڈے جی کا ایک ضروری پیغام ہے آپ کے لیے۔ میں آپ کو دفتر کے نمبروں پر رابطہ کرنے کی کوشش کر چکی ہوں۔"

"کوئی خاص پیغام......" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ مسٹر پانڈے جی اپنے صحت مند ہونے کی خوشی میں کل رات شیرٹن میں ڈنر دے رہے ہیں۔ آپ کو خاص طور پر انوائیٹ کرنے کو کہا ہے۔ پلیز آیئے گا ضرور۔ پانڈے جی نے دفتر سے جاتے جاتے مجھے دوبار آپ کے سلسلے میں ریمائنڈ کرایا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' ریسیور رکھ کر پھر کرسی سے بندھی لڑکی کو دیکھنے لگا جو ہو بہو کومل ورما ہی نظر آرہی تھی' میری نگاہیں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں' اس کے چہرے کے نقوش' اس کا رنگ و روپ اس کی آواز اور بولنے کا انداز سب کچھ کومل ورما ہی جیسا تھا' پھر اچانک ایک خیال میرے ذہن میں بڑی سرعت سے ابھرا۔

"کہیں کومل ورما' کالا اور لیڈی مکارنس ایک ہی شخصیت کے تین مختلف روپ تو نہیں ہیں؟"

اس کے بعد